فلسفیانہ موضوعات پر اُردو کتب

(تحقیق اور جائزہ)

مقالہ نگار:

احمد بلال

نگران:

ڈاکٹر خالد محمود سنجرانی

شعبہ اُردو

جی سی یونیورسٹی، لاہور

فلسفیانہ موضوعات پر اُردو کتب

(تحقیق اور جائزہ)

نام: احمد بلال

رجسٹریشن نمبر

036		GCU		Ph.D		U		2006

شعبہ اُردو

جی سی یونیورسٹی، لاہور

فلسفیانہ موضوعات پر اُردو کتب

(تحقیق اور جائزہ)

یہ مقالہ پی ایچ۔ڈی کی تکمیل کے سلسلے میں جی سی یونیورسٹی، لاہور کو سند
عطا کیے جانے کے لیے پیش کیا گیا۔

پی ایچ۔ڈی

مضمون

اُردو

نام: احمد بلال

رجسٹریشن نمبر

036		GCU		Ph.D		U		2006

شعبہ اُردو

جی سی یونیورسٹی، لاہور

تصدیق برائے تکمیل مقالہ

تصدیق کی جاتی ہے کہ زیر نظر مقالہ بعنوان

فلسفیانہ موضوعات پر اُردو کتب

(تحقیق اور جائزہ)

احمد بلال رجسٹریشن نمبر 036-GCU-PH.D-U-2006 نے

پی ایچ۔ڈی کی سند کے حصول کے لئے میری زیر نگرانی مکمل کیا۔

نگران: تاریخ:

ڈاکٹر خالد محمود سنجرانی

شعبہ اُردو

جی سی یونیورسٹی، لاہور

بتوسط:

ڈاکٹر شفیق عجمی

صدر شعبہ اُردو

جی سی یونیورسٹی، لاہور

کنٹرولر امتحانات:

جی سی یونیورسٹی، لاہور

اقرار نامہ

میں احمد بلال رجسٹریشن نمبر 036-GCU-PH.D-U-2006 اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ مقالہ میں پیش کیا جانے والا مواد بعنوان

فلسفیانہ موضوعات پر اُردو کتب

(تحقیق اور جائزہ)

میری ذاتی کاوش ہے اور یہ کام پاکستان یا پاکستان سے باہر کسی بھی تحقیقی یا تعلیمی ادارے کی طرف سے شائع، طبع یا پیش نہیں کیا گیا۔

دستخط مقالہ نگار:

احمد بلال

تاریخ: ....

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست

انتساب

سرسیّد ـــــ اقبالؔ ـــــ جناحؒ

اور

بابائے اُردو مولوی عبدالحق کے نام

مقدمہ

اردو زبان کے متعلق ایک عام تاثر یہ ہے کہ اس میں اعلیٰ علمی اور فلسفیانہ موضوعات و مسائل ادا کرنے کی صلاحیت نہیں۔ مزید یہ کہ اردو میں کوئی فلسفی تو پیدا ہوا نہیں پھر اس میں فلسفہ کہاں سے آیا اور فلسفیانہ کتب کیسی؟ اس بحث سے قطع نظر کہ اردو میں کوئی فلسفی پیدا ہوا یا نہیں لیکن یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اس میں خالص فلسفیانہ اور اعلیٰ علمی موضوعات پر کتب کا ایک گرانقدر ذخیرہ موجود ہے۔ بدقسمتی سے عام آدمی تو کجا اچھے خاصے پڑھے لکھے لوگ بھی اپنے اس علمی ورثے سے ناآشنا ہیں اور اسی لاعلمی کی بناء پر علمی و فلسفیانہ حوالے سے اردو کی تنگ دامنی پر شکوہ کناں رہتے ہیں۔ میرے اس تحقیقی مقالے "فلسفیانہ موضوعات پر اُردو کتب — تحقیق اور جائزہ" کا مقصد گردِ ایام کی دبیز تہوں میں دبی علم و حکمت سے معمور ان کتابوں کو کھوج کر منظر عام پر لانا اور موضوع و زبان دونوں حوالوں سے ان کا جائزہ پیش کر کے اردو کی علمی و فلسفیانہ حیثیت پر حجت قائم کرنا ہے۔ بالفاظ دیگر یہ اردو زبان کے احیا کی ایک کاوش ہے۔ ان کتب میں دوسری زبانوں سے ترجمہ شدہ، تنقیدی و توضیحی، مرتبہ اور طبع زاد ہر قسم کی فلسفیانہ کتابیں شامل ہیں۔ یہ موضوع ڈاکٹر سہیل احمد خان صاحب اور ڈاکٹر وحید قریشی صاحب نے تجویز کیا اور انہوں نے ہی ابتدائی خاکہ تیار کرانے میں میری بھرپور مدد کی جبکہ وحید قریشی صاحب میرے نگران کار بھی مقرر ہوئے۔ ان دونوں اصحاب کا بھی اس موضوع پر کام کرانے کا مقصد یہی تھا کہ اب اردو تحقیق کا دائرہ کار خالص علمی اور فلسفیانہ موضوعات تک پھیلایا جانا چاہیے تاکہ اس میں موجود سرمائے کو تلاش کر کے اس کی فکری اور لسانی قدر و قیمت کا تعین کیا جائے۔ فلسفیانہ موضوعات پر کتب کے حوالے سے یہ ضروری سمجھا گیا کہ وسیع تر تناظر میں ایک ایسا خاکہ تیار ہو جائے جس میں تمام فلسفیانہ پہلو سمٹ آئیں، یہی وجہ ہے کہ اس میں نہ تو زمانی حد بندی کی گئی اور نہ ہی فلسفہ کے موضوعات کی حدود کا تعین کیا گیا۔ شاید اسی لئے موضوع بہت وسیع تو ہو گیا لیکن اس "خاکہ" میں اردو میں موجود فلسفیانہ کتب کے حوالے سے تمام پہلو سما گئے اور کام کا آغاز ہو گیا۔ اس کام کا اجمالی جائزہ پیش کرنے سے پہلے میں یہ کہنا چاہوں گا کہ یہ ایک بڑے کام کی ابتداء ہے یعنی اردو تحقیق میں ایک نئی سمت پہلا قدم ہے اور پہلا قدم خواہ کتنا ہی لڑکھڑاتا اور ڈگمگاتا ہوا کیوں نہ ہو اس کی اپنی ایک اہمیت ہوتی ہے۔

میرا ارادہ یہ تھا کہ میری تحقیق کا دائرہ پورے پاکستان کی بڑی لائبریریوں اور کتب خانوں تک ہو لیکن جب کام کا آغاز کیا تو لاہور میں ہی اتنا مواد میسر آ گیا کہ اس کو معینہ وقت اور محدود الفاظ و صفحات میں سمیٹنا مشکل ہو گیا۔ لیکن اسی مقالے میں اتنا مواد فراہم کر دیا گیا ہے کہ جس سے یہ دعویٰ سچ ثابت ہو جاتا ہے کہ اردو زبان میں اعلیٰ علمی اور خالص فلسفیانہ موضوعات کو بہ حُسن و خوبی بیان کرنے کی صلاحیت بہت پہلے سے موجود تھی۔

یہ تحقیقی مقالہ پانچ ابواب، ایک ماحصل اور ضمیمہ پر مشتمل ہے۔ پہلے باب میں فلسفہ کا مفہوم، اس کی اہم شاخوں اور بنیادی موضوعات کی وضاحت، ان کی آسان فہم تعریفیں درج کر کے کی گئی ہے۔ مقصد اس باب کا یہ ہے کہ فلسفیانہ کتب کا جائزہ

لینے سے قبل کچھ اہم فلسفیانہ موضوعات کا مفہوم واضح ہو جائے تا کہ ان کے تحت کتب کے تعارف اور جائزے میں متعلقہ کتاب کا موضوع سمجھنے میں آسانی رہے۔اس پہلے باب میں یونانی اصطلاح ''فلسفہ'' اور قرآنی اصطلاح ''الحکمۃ'' کا مختصر تقابلی جائزہ بھی ہے کیونکہ اکثر مفکرین ''فلسفہ'' اور ''الحکمۃ'' کو مترادف اصطلاحات قرار دیتے ہیں۔اس ضمن میں ''الحکمۃ''، ''تدبر''، ''تعقل'' اور ''تفکر'' کی اصطلاحات کے قرآنی حوالے بھی حواشی میں دیئے گئے ہیں۔اس حوالے سے یہ ذہن نشین رکھا جائے کہ ان آیات کو قرآن پاک میں دیکھتے ہوئے قرآن حکیم کے ان نسخوں کو مدنظر رکھا جائے جن میں ''تسمیہ'' کو سورۃ کی پہلی آیت کے طور پر شامل نہیں کیا جاتا۔مزید یہ کہ پہلے سورۃ کا نمبر پھر آیت نمبر درج ہے مثلاً اگر سورۃ البقرہ کی تیرہویں (۱۳) آیت کا حوالہ ہے تو اسے یوں لکھا گیا ہے (۱۳:۲) یعنی دوسری سورۃ اور تیرہویں آیت۔فلسفہ کا مفہوم، اس کی بنیادی شاخوں اور اہم موضوعات کی تعریف خالصتاً فلسفیانہ نہیں بلکہ سادہ اور سلیس انداز میں بیان کی گئی ہے تا کہ طلبہ و عام قارئین کیلئے ان کی تفہیم میں آسانی رہے۔اس حوالے سے ان فلسفیانہ موضوعات کو ترجیح دی گئی ہے جن پر اردو میں کتب موجود ہیں۔میرا شعبہ فلسفہ نہیں اس لئے فلسفیانہ موضوعات کی وضاحت اور تشریح و توضیح میں غلطی کا احتمال اور اختلاف و بہتری کی گنجائش موجود ہے۔

بقیہ چار ابواب، دوم تا پنجم میں کتب کا جائزہ اور تعارف ہے۔ان چار ابواب میں مجموعی طور پر ۲۶۶ کتب کا جائزہ لیا گیا ہے جن میں سے کچھ کتابیں کئی کئی جلدوں پر مشتمل ہیں۔دوسرے باب ''انگریزی اور دیگر مغربی زبانوں سے فلسفیانہ تراجم'' کے چار حصے ہیں۔حصہ (ا) میں قدیم یونانی اور جدید مغربی فلسفہ اور فلسفیوں سے متعلق انگریزی کتب کے اردو تراجم کا تعارف و جائزہ پیش کیا گیا ہے۔حصہ (ب) میں فلسفۂ اسلام اور مسلم فلسفیوں سے متعلق انگریزی کتب نیز مسلمان مفکرین کی انگریزی کتب کے اردو تراجم کا جائزہ لیا گیا ہے۔حصہ (ج) میں مشرقی فلسفہ جس میں ایرانی (قبل از اسلام)، ہندی اور دیگر مشرقی فلسفہ سے متعلق انگریزی کتب کا تجزیہ کیا گیا ہے۔حصہ (د) میں دیگر مغربی زبانوں مثلاً جرمن، فرانسیسی اور روسی زبان سے اردو میں ہونے والے فلسفیانہ تراجم کو تلاش کرنے کی سعی کی گئی اور اس ضمن میں جو کچھ میسر آ سکا اس کا تعارف و جائزہ پیش کر دیا گیا ہے۔اس ضمن میں پیش آنے والے مسائل اور اہم باتوں کا ذکر ہر باب کے آخر میں ''اجمالی جائزہ'' میں کر دیا گیا ہے اس لئے یہاں ان کی تفصیل تحصیلِ حاصل ہوگی۔

تیسرے باب ''عربی، فارسی اور دیگر مشرقی زبانوں سے فلسفیانہ تراجم'' کے بھی دو حصے ہیں۔حصہ (ا) میں عربی زبان سے اردو میں ہونے والے مسلمان حکماء کے تراجم کا جائزہ ہے۔اس میں قدیم و جدید، عرب و غیر عرب مسلم حکماء کی عربی کتب شامل ہیں۔حصہ (ب) میں فارسی اور ہندی و سنسکرت سے تراجم کا جائزہ لیا گیا ہے۔

چوتھا باب ''فلسفیانہ موضوعات پر تنقیدی و توضیحی اور درسی کتب'' چار حصوں پر مشتمل ہے۔حصہ (ا) میں فلسفۂ مغرب اور مغربی فلسفیوں سے متعلق تنقیدی و توضیحی کتب شامل ہیں۔حصہ (ب) میں فلسفۂ اسلام اور مسلم مفکرین کے افکار سے متعلق تنقید و توضیحی کتب کا جائزہ لیا گیا۔حصہ (ج) میں مشرقی فلسفہ، ایرانی اور ہندی فلسفہ پر تنقیدی و توضیحی کتب شامل ہیں۔حصہ (د) میں کچھ تخصیص ہے کہ اس میں تین اہم مسلمان شعراء اقبال، رومی اور غالب کے فلسفہ پر نمائندہ کتب کو جائزے کے لئے شامل کیا گیا

ہے۔اس حوالے سے ایک بات کی وضاحت کردوں کہ اس چوتھے باب کے تیسرے حصے (ج) میں ایرانی فلسفی ملاصدرا کے فلسفے پر ایک کتاب کا جائزہ ہے جو اصولاً فلسفۂ اسلام اور مسلمان فلاسفہ کے حصے یعنی اسی باب کے حصہ (ا) میں شامل ہونا چاہیے لیکن چونکہ ان کی شہرت ایرانی فلسفی کی حیثیت سے ہے نہ کہ عرب فلسفی کے طور پر، اسی لئے انہیں ایرانی فلسفہ اور فلسفیوں کے ذیل میں رکھا گیا ہے۔اس ضمن میں بحث کی گنجائش ہے۔

پانچواں اور آخری باب ''فلسفیانہ موضوعات پر طبع زاد کتب'' کے عنوان سے ہے اور دو حصوں میں منقسم ہے۔حصہ (ا) میں خدا، قرآن اور اسلام کے بنیادی عقائد کی عقلی توجیہہ کے حوالے سے طبع زاد کتب کا جائزہ شامل ہے۔ان کو طبع زاد اس لئے کہا گیا کہ ان کتب میں فاضل مصنفین نے خدا، قرآن اور بنیادی اسلامی عقائد کی حقانیت کو اپنے نظامِ عقل پر مبنی ذاتی نقطۂ نظر سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔اس حوالے سے ایک اور بات بھی واضح کرنا چاہوں گا کہ ایسے موضوعات پر بے شمار کتب لکھی گئیں لیکن اس مقالے میں ان کتابوں کو ترجیح دی گئی جو خالصتاً عقلی بالفاظ دیگر فلسفیانہ تصورات کی روشنی میں تصنیف کی گئیں۔ حصہ (ب) میں فلسفہ کے موضوعات، علمی مسائل اور جدید فکری رجحانات پر لکھی گئی کتب شامل ہیں۔یہ تقیدی و توضیحی کتب سے الگ حیثیت کی حامل ہیں، وہ اس لئے کہ ان میں مصنفین نے ان موضوعات پر اپنے خیالات و افکار بیان کئے ہیں، کسی کے افکار کی تشریح و توضیح نہیں کی۔جیسا کہ اوپر بھی ذکر کیا گیا کہ کتابوں کے جائزے کے حوالے سے ہر باب کے آخر میں اس متعلقہ باب کا اجمالی جائزہ پیش کیا گیا ہے اس لئے یہاں اتنی تفصیل کی ضرورت نہیں۔

پانچویں باب کے بعد ''ماحصل'' کے عنوان سے ایک مجموعی جائزہ ہے جس میں اجمالاً فلسفیانہ کتب کے آغاز، ارتقاء اور نتائج پر روشنی ڈالی گئی ہے۔اس کے بعد ''ضمیمہ'' ہے جو پانچ حصوں میں منقسم ہے۔حصہ (ا) میں انگریزی کتب کے تراجم کی فہرست ہے جس میں فلسفۂ مغرب، مشرق اور اسلام سب سے متعلق انگریزی کتب شامل ہیں۔حصہ (ب) میں عربی، فارسی، ہندی اور دیگر مشرقی زبانوں سے تراجم کی فہرست شامل ہے۔حصہ (ج) میں مغربی فلسفہ اور فلسفۂ مشرق (ہندی/غیر اسلامی) سے متعلق تقیدی و توضیحی کتب کو یکجا کر دیا گیا ہے۔حصہ (د) میں فلسفۂ اسلام، مسلمان مفکرین بشمول مسلم شعراء پر تقیدی و توضیحی کتب کی فہارس شامل ہیں۔حصہ (ر) میں فلسفیانہ موضوعات پر طبع زاد کتب کی فہرستیں شامل ہیں۔کتابوں کی ان فہرستوں میں کتاب کا اندراج پہلے اور مصنف ومترجم کا نام بعد میں ہے۔

کتابوں کے جائزے کے لئے جو طریقہ کار اختیار کیا گیا ہے اس کے متعلق کچھ باتوں کی وضاحت ضروری ہے۔سب سے پہلے یہ کہ ہر کتاب کے نام کے اوپر بائیں طرف اس لائبریری کا نام درج ہے جہاں مذکورہ کتاب موجود ہے۔بہت سی کتابیں ایسی ہیں جو بہت سی لائبریریوں میں موجود ہیں لیکن اس لائبریری کے نام کو ترجیح دی گئی ہے جہاں تک عام قارئین کی رسائی آسان ہے۔اس لئے کچھ غیر منظم اور پرانی لائبریریوں کا نام ارادتاً درج نہیں کیا گیا جن میں کتاب تک پہنچنا قدرے مشکل ہے لیکن اگر کسی کتاب کا صرف ایک ہی نسخہ ہے اور وہ ایسی ہی کسی لائبریری میں ہے تو پھر اُس متعلقہ لائبریری کا نام درج کر دیا گیا ہے۔کتابوں کے نمبر شمار کے سلسلے میں مجموعی ترتیب ہی ملحوظ رکھی گئی ہے یعنی کتابوں کا نمبر شمار ہر باب کا الگ نہیں بلکہ پہلی سے لے

کر آخری کتاب تک ایک ہی ترتیب سے ہے۔اس کے بعد کتاب کا عنوان اور پھر مصنف کا نام ہے۔اگر کتاب ترجمہ شدہ ہے تو پھر کتاب کے مترجم کا نام اور اس کے بعد کتاب کی اشاعت کی تفصیل ہے جس میں شہر کے ساتھ ساتھ ملک کا نام بھی درج کیا گیا ہے۔اگر کتاب ترجمہ شدہ ہے تو اس کے اصل ماخذ یعنی کتاب کے اصل عنوان اور مصنف کے نام کو درمیان میں لائن لگا کر اس کے سامنے درج کیا گیا ہے۔اس ضمن میں مزید باتیں متعلقہ ابواب کے آخر میں ''اجمالی جائزہ'' میں بیان کر دی گئی ہیں۔ہر کتاب کے کل ابواب اور کل صفحات کو بھی درج کیا گیا ہے۔استاد محترم ڈاکٹر وحید قریشی مرحوم کی یہ رائے تھی کہ ہر کتاب کی فہرست ابواب (Table of Content) بھی ساتھ درج کی جائے۔لیکن جب ان کو درج کر کے دیکھا گیا تو مقررہ قواعد و ضوابط کے حوالے سے یہ مفید مشورہ نا قابل عمل نظر آیا۔

اس کے بعد ''موضوع'' کے عنوان سے متعلقہ کتاب کے موضوع کا تعارف پیش کیا گیا ہے اور یہ واضح کرنے کی کوشش کی ہے کہ یہ کتاب فلسفہ کی کس شاخ اور موضوع سے متعلق ہے۔اس ضمن میں مصنف، مترجم یا کسی اور صاحب کی طرف سے کتاب کے تعارف، دیباچے یا مقدمے سے مختصر اقتباس درج کرنے کو ترجیح دی گئی ہے تا کہ موضوع بالکل واضح ہو جائے۔اس کے ساتھ ساتھ کتابوں کے ''فلیپ'' پر درج تحریروں سے بھی مدد لی گئی ہے لیکن جہاں کہیں یہ تمام چیزیں میسر نہیں وہاں پر اپنی ناقص رائے پر ہی انحصار کرنا پڑا ہے۔موضوع کے بعد زبان کا مختصر جائزہ لیا گیا ہے۔اس جائزے میں زبان کی مجموعی خصوصیات کو مختصر الفاظ میں بیان کیا گیا ہے، اس حوالے سے کچھ مخصوص اصطلاحات استعمال کی گئی ہیں مثلاً سادگی، سلاست، رواں، براہ راست، قطعی، قطعیت، فصاحت، بلاغت، شستہ، شستگی، شگفتگی، قابل فہم، آسان فہم، دقیق، گنجلک، پیچیدہ، ادق، دور از کار، نا قابل فہم وغیرہ وغیرہ۔کچھ باتیں املا، کتابت کے حوالے سے بھی بیان کی گئی ہیں۔آخر میں ہر کتاب سے زبان کے نمونے کے طور پر ایک مختصر اقتباس درج کیا گیا ہے تا کہ اس کتاب کی زبان کے متعلق تھوڑا بہت اندازہ ہو سکے۔

کتب کے جائزے و تعارف اور ضمیمے میں مجموعی طور پر چار سو (۴۰۰) سے زائد کتب شامل ہیں اور ابھی یہ تعداد اس مجموعی تعداد سے بہت کم ہے جو اردو میں موجود ہے۔اس ضمن میں ابھی پشاور، اسلام آباد، فیصل آباد، ملتان، بہاولپور، حیدر آباد (جامشورو) اور کراچی کے کتب خانوں میں تلاش کا عمل باقی ہے وہاں سے بھی کچھ نہ کچھ مواد مزید میسر آ سکتا ہے۔ایک بات کا ذکر کرتا چلوں کہ ضمیمہ کی تیاری میں مولوی عبدالحق کی ''قاموس الکتب'' سے مدد لی گئی ہے جس سے کراچی کے زیادہ تر کتب خانوں کا ذخیرہ ذکر میں آ گیا ہے۔علاوہ ازیں دینی مدارس میں بھی تحقیق کی ضرورت ہے کیونکہ عربی و فارسی سے تراجم کا ذخیرہ وہاں بھی موجود ہو سکتا ہے۔

جہاں تک حواشی و حوالہ جات اور کتابیات کا تعلق ہے تو اس ضمن میں تھوڑی سی کمی بیشی کے ساتھ جدید اصولوں کو مدنظر رکھا گیا ہے۔ترجمہ شدہ کتب کا حوالہ دیتے ہوئے مترجم کی بجائے اصل مصنف کا نام پہلے رکھا گیا ہے اُس کے بعد کتاب کا اُردو عنوان اور پھر مترجم کا نام ہے مثلاً

رسل، برٹرینڈ (Russell, Bertrand)، مسائل فلسفہ، مترجم، ڈاکٹر عبدالخالق، (لاہور: گورا پبلشرز، ۲۰۰۵ء)،

ص:۳

ہم نے حوالہ جات میں کتاب کا انگریزی عنوان خارج کر دیا ہے کیونکہ اس کا ذکر کتاب کے تفصیلی جائزے میں آ چکا ہے اور حوالے کو کتابیات میں منتقل کرتے ہوئے بریکٹ اور صفحہ نمبر ختم کر دیا گیا ہے۔مثلاً

رسل، برٹرینڈ (Russell, Bertrand)، مسائل فلسفہ، مترجم، ڈاکٹر عبدالخالق، لاہور: گورا پبلشرز، ۲۰۰۵ء

طبع زاد اُردو کتاب کا حوالہ کچھ اس طرح دیا گیا ہے۔

قاضی جاوید، وجودیت، (لاہور:تخلیقات، ۱۹۸۵ء)، ص:۱۵

اس کو کتابیات میں یوں درج کیا گیا ہے۔

قاضی جاوید، وجودیت، لاہور:تخلیقات، ۱۹۸۵ء

اس مقالے کا موضوع براہ راست کتابوں سے متعلق ہے جس میں رسائل و جرائد سے استفادہ کی ضرورت نہیں پڑی اس لئے اُن کا کوئی حوالہ بھی اس مقالے میں شامل نہیں۔

یہ مقدمہ لکھتے ہوئے مجھے اپنے تین بزرگ بہت شدت سے یاد آ رہے ہیں۔میرے والد محترم محمد اسلم اعوان، ڈاکٹر سہیل احمد خان صاحب اور میرے سابقہ نگران ڈاکٹر وحید قریشی صاحب۔یہ وہ ترتیب ہے جس زمانی ترتیب سے یہ اس دنیا سے رخصت ہوئے۔میرے والد مجھے میڈیکل ڈاکٹر بنانا چاہتے تھے لیکن مزاجاً لاپرواہ، طبعاً سست اور فطرتاً لاابالی ہونے کی وجہ سے ان کی خواہش کو عملی جامہ نہ پہنا سکا۔انہوں نے مایوس ہو کر خاموشی اختیار کر لی جو میرے لئے بڑی جان لیوا تھی۔ایک دن میں ان کے پاس جا بیٹھا اور کہا کہ میں میڈیکل ڈاکٹر تو نہیں بن سکا لیکن پی ایچ۔ڈی ڈاکٹر ضرور بنوں گا، انہوں نے اثبات میں سر ہلایا۔میں اس کے بعد یہ وعدہ بھول کر پھر پرانی روش پر چل نکلا۔آج یہ ''مقدمہ'' لکھتے ہوئے سوچتا ہوں کہ وہ کیسا دیوان ہار ہے کہ انسان مانگ کر بھول جاتا ہے وہ سن کر یاد رکھتا ہے اور دینے سے نہیں بھولتا اور ہو سکتا ہے میرے والد نے اس کے بعد میرے لئے کتنی دعائیں کی ہوں کہ اپنی تمام تر نالائقی اور لاپرواہی کے باوجود آج میں اس مقام پر ہوں۔

ڈاکٹر سہیل احمد خان صاحب نے اس تحقیقی مقالے کا خاکہ تیار کروانے میں میری بھرپور مدد کی۔کئی مرتبہ تو میں ان کی تجاویز اور آراء سے دل ہی دل میں چڑ سا جاتا تھا لیکن اس وقت مجھے اپنی کج فہمی اور ان کی دور بینی، اپنی کم نظری اور ان کی وسعتِ نظر کا اتنا اندازہ نہ تھا جتنا بعد میں ہوا اور آج ہے۔انہیں موضوع کی وسعت اور دقت کا احساس تھا اسی لئے انہوں نے مجھے دوران مقالہ بھی اپنی بھرپور راہنمائی کا یقین دلایا لیکن فرشتۂ اجل کب کسی سے ہماری یقین دہانیوں اور وعدوں کی تکمیل کا انتظار کرتا ہے۔میرا ''خاکہ'' باقاعدہ طور پر منظور ہونے کے تقریباً صرف ڈیڑھ ماہ بعد ہی وہ راہیٔ ملکِ عدم ہوئے اور ایک عرصے سے طاری قحط الرجال میں مزید اضافہ کر گئے۔

وحید قریشی صاحب نے میرے نگران کے طور پر شدید علالت اور سخت ضعف کے عالم میں بھی جس خوش دلی اور توجہ سے میری راہنمائی کی وہ میری زندگی کے بہترین اثاثوں میں سے ایک ہے۔سہیل صاحب کی وفات پر انہوں نے کہا تھا کہ جانے کی

باری میری تھی اور چلا وہ گیا۔ چند ماہ بعد وہ بھی سہیل صاحب کے پیچھے اسی سفرِ دور دراز پر روانہ ہوگئے۔ ان دو ہستیوں کی وفات اور غمِ روزگار کے سلسلے میں کڑے اوقات کار میں ایسا الجھا کہ اس کام کی تکمیل کی امید ختم ہونے لگی۔ ایسے میں دو بہت ہی شفیق اور مہربان ہستیاں میری زندگی میں آئیں جن کے خلوص، شفقت، حوصلہ افزائی اور مسلسل رہنمائی کی بدولت یہ کام پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ یہ مہربان ہستیاں معروف شاعرہ اور ماہرِ تعلیم یاسمین حمید صاحبہ اور فارسی زبان وادب کے نمایاں محقق اور اُردو شاعر ڈاکٹر معین نظامی ہیں۔ یاسمین حمید صاحبہ اور ڈاکٹر نظامی صاحب لمز (LUMS) کے شعبہ سماجی علوم کے تحت گورمانی مرکز زبان وادب میں بالترتیب اُردو اور فارسی کے استاد ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ لمز میں عربی، فارسی اور اردو کی تدریس، تحقیق اور ترویج کے ذریعے ان زبانوں کے احیاء کے لئے مصروفِ عمل بھی ہیں۔

یہاں میں اپنی عظیم مادرِ علمی گورنمنٹ کالج لاہور اور گورمانی مرکز زبان وادب، لمز کو سلام پیش کرتا ہوں۔ اول الذکر نے مجھے یہ تحقیقی مقالہ لکھنے کے قابل بنایا جبکہ مؤخر الذکر نے وہ خالص تحقیقی فضا اور ماحول مہیا کیا جس میں یہ مقالہ پایہ تکمیل کو پہنچ سکا۔ جب میں نے اس مقالہ پر کام شروع کیا تو سہیل صاحب صدر شعبہ اور وحید قریشی صاحب میرے نگران تھے۔ اب شفیق عجمی صاحب صدر شعبہ اور خالد محمود سنجرانی صاحب میرے نگران ہیں۔ جس طرح ابتدائی مراحل میں سہیل صاحب اور وحید قریشی صاحب نے میرے لئے آسانیاں پیدا کیں اسی طرح استادِ محترم شفیق عجمی صاحب اور خالد محمود سنجرانی صاحب نے اختتامی مراحل میں میری بھرپور مدد اور رہنمائی کی اور میں بہت سی دقتوں اور مسائل سے بچا رہا۔ اس کے ساتھ ساتھ میں ڈاکٹر سعادت سعید صاحب اور ڈاکٹر طارق زیدی صاحب کو بھی کبھی نہیں بھول سکتا۔ بہت سے دوستوں نے بہت مدد اور حوصلہ افزائی کی لیکن ان کا نہ تو نام لکھوں گا اور نہ ہی شکریہ ادا کروں گا کیونکہ حسابِ دوستاں در دل۔

میرے ماموں حافظ ڈاکٹر عبدالخالق صاحب جو اپنے دکھوں کو بھول کر دوسروں میں محبت بانٹتے ہیں، اُن کی راہنمائی بھی میرے لئے بہت سودمند ثابت ہوئی اور میں اُن کا بھی تہہ دل سے احسان مند ہوں۔ میرے بڑے بھائی حافظ احمد شعیب نے میری بہت سی گھریلو ذمہ داریاں اپنے سر لے کر مجھے مکمل یکسوئی سے کام کرنے کا موقع فراہم کیا جبکہ دوسرے بھائی احمد جنید نے مالی مسائل سے نبرد آزما ہونے کے لئے بھرپور مدد کا یقین دلایا اور اس کا عملی مظاہرہ بھی کیا، اُن کا بھی میں بے حد شکر گزار ہوں۔ اس کے ساتھ ساتھ میں اپنے بقیہ تمام بہن بھائیوں اور بھابیوں کا بھی احسان مند ہوں جنھوں نے میری حوصلہ افزائی کی۔ میری اہلیہ نے اس کام کی تکمیل میں میری حوصلہ افزائی اور بھرپور مدد کی۔ ماں تو ہوتی ہی سراپا شفقت ہے اور میرے خیال میں اپنی ماں کا شکریہ ادا کرنا بے ادبی میں شمار ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ میں اپنے ان تمام عزیزوں اور رفقائے کار کا بے حد ممنون ہوں جنھوں نے میری حوصلہ افزائی کی اور میرے لئے دعا گو رہے۔

احمد بلال

❁❁❁❁❁

باب اول
فلسفہ کا موضوعاتی دائرہ کار

فلسفہ دنیا کے قدیم ترین علوم میں سے ایک وسیع اور مختلف الجہات علم ہے اس لئے ضروری ہے کہ ابتداء میں اس کے وسیع تر مفہوم اور اس کے موضوعاتی دائرہ کار کا تعین کر لیا جائے تا کہ ان موضوعات سے متعلق کتابوں کے جائزہ میں آسانی رہے۔ اگر چہ ابواب کی تقسیم علاقوں، ادوار اور زبانوں کی بنیاد پر کی گئی ہے لیکن پھر بھی فلسفہ کی تعریف، اس کی مرکزی شاخوں اور اس کے بنیادی موضوعات کا تعین اور ان کی وضاحت ضروری ہے اسی لئے ذیل میں ہم لفظ 'فلسفہ' اس کی اہم ذیلی شاخوں اور بنیادی موضوعات کا جائزہ پیش کریں گے۔ اُردو میں فلسفہ کے مترادف کے طور پر ایک لفظ 'فلاسفی' بھی استعمال ہوتا ہے۔ 'فلسفہ' اور 'فلاسفی' یہ دونوں الفاظ اُردو میں مستعار ہیں۔ لفظ فلسفہ عربی اور فارسی کے توسط سے اُردو میں آیا ہے جبکہ لفظ فلاسفی انگریزی لفظ Philosophy کا اردو قالب ہے مگر عربی 'الفلسفہ' اور انگریزی 'فلاسفی' دونوں کا اصل ماخذ یونانی لفظ Philosophia ہے جس کا لفظی مطلب ''دانائی سے محبت'' ہے۔

عربی میں ''الفلسفہ'' کا پہلے پہل استعمال دوسری صدی عیسوی میں اُموی دور میں اسوقت شروع ہوا جب عربوں کی شناسائی یونانی فلسفہ سے ہوئی۔ عربوں نے یہ لفظ براہِ راست یونانی زبان سے مستعار لیا۔ [۱] اُموی دور ہی میں یونان کے فکری سرمائے کو عربی زبان میں منتقل کرنے کا آغاز ہوا جو عباسی دور تک ایک مضبوط روایت کی صورت اختیار کر گیا۔ اس عمل سے اسلامی عقائد وفکر پر یونانی فلسفے کے اثرات اور اس کے ردوقبول کے حوالے سے طویل فکری مباحث نے جنم لیا جن کے نتیجے میں بڑی معرکتہ الآرا فلسفیانہ تصانیف منصۂ شہود پر آئیں۔ ان میں سے بہت سی کتب کے تراجم اردو میں ہو چکے ہیں جن کا ذکر متعلقہ باب میں آئے گا۔ دوسری طرف یونانی لفظ Philosophia نے لاطینی Philosophos اور فرانسیسی Philosophie سے ہوتے ہوئے انگریزی میں Philosophy کی صورت اختیار کی جسے اردو میں 'فلاسفی' کا روپ دیا گیا۔ اُردو زبان کا انگریزی سے ربط اور اُس سے ماخوذات کا عمل عربی اور فارسی کی نسبت قدرے دیر سے شروع ہوا لیکن اس کی آبیاری میں انگریزی کے اثرات کچھ کم اہم نہیں۔ لفظ ''فلسفہ'' اگر چہ خالصتاً عربی سے ماخوذ ہے لیکن صوتی اعتبار سے یہ انگریزی لفظ Philosophy سے اتنا ہم آہنگ ہے کہ اسے عام طور پر Philosophy ہی کا اُردو قالب سمجھا جاتا ہے کو کہ اس کے لئے 'فلاسفی' کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے جس کا ذکر ہم پہلے بھی کر آئے ہیں۔

میں بنیادی طور پر اُردو زبان وادب کا طالبِ علم ہوں اور فلسفہ کی تعریف اور تشریح وتوضیح میرے دائرہ کار سے باہر ہے۔ ویسے بھی ڈاکٹر وحید عشرت کی مرتبہ کتاب ''فلسفہ کیا ہے؟'' [۲] میں فلسفہ کے متعلق بہت سی روایتی اور معروف تعریفوں کا احاطہ کر لیا گیا ہے۔ ذیل میں 'فلسفہ' کی کچھ غیر روایتی اور غیر معروف تعریفیں درج کر کے فلسفہ کے مفہوم کو مزید واضح کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ سب سے پہلے ہم مشہور انگریز فلسفی برٹرینڈ رسل کی مشہور کتاب ''مسائل فلسفہ'' سے فلسفہ سے متعلق ایک قدرِ طویل اقتباس درج کریں گے جو فلسفے کے مفہوم کو واضح کرنے کے لئے بہت اہم ہے:

''دوسرے مضامین کی طرح فلسفے کا بنیادی مقصد علم حاصل کرنا ہے۔ فلسفیانہ علم ایسا علم ہے جو سائنسی علوم کے مابین ایک

نظام اور وحدت پیدا کرتا ہے۔ یہ علم ہمارے تیقنات، تعصّبات اور عقائد کی اساسات کے تنقیدی جائزے سے جنم لیتا ہے۔ لیکن یہ ہرگز نہیں کہا جا سکتا کہ فلسفے کو اپنے سوالوں کے جواب مہیا کرنے کی کوشش میں کوئی بہت زیادہ کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ اگر آپ کسی ریاضی دان، ماہر معدنیات، مورخ یا کسی اور سائنسدان سے پوچھیں کہ اس کی مخصوص سائنس نے اب تک کون کون سی سچائیاں پورے تعین کے ساتھ دریافت کر لی ہیں تو اس کا جواب اتنا طویل ہوگا کہ جب تک آپ سننا چاہیں گے سن سکیں گے۔ اگر یہی سوال آپ کسی فلسفی سے کریں گے تو ___ بشرطیکہ وہ صاف گوئی سے کام لے ___ وہ فوراً اس بات کا اقرار کرلے گا کہ دوسرے سائنسی علوم میں جس طرح مثبت نتائج حاصل ہوتے ہیں فلسفہ ایسے نتائج برآمد نہیں کرسکا۔ اس امر واقعہ کی ایک خاص وجہ یہ ہے کہ جونہی فلسفے کے کسی موضوع پر یقینی علم ممکن ہو جاتا ہے یہ موضوع فلسفیانہ نہیں رہتا بلکہ کسی سائنس کا حصہ بن جاتا ہے۔ فلکیات کا تمام تر مطالعہ جو آج علم فلکیات کا موضوع ہے ایک زمانے میں فلسفے کا حصہ تھا۔ نیوٹن کی معرکۃ الآرا تصنیف کا نام ''فلسفہ فطریہ کے ریاضیاتی اصول'' رکھا گیا تھا۔ اسی طرح انسانی ذہن کا مطالعہ جو پہلے فلسفے کا ایک حصہ تھا اب فلسفے سے الگ ہو کر ایک سائنس بن گیا ہے جو نفسیات کے نام سے موسوم ہے۔ یوں ایک بڑی حد تک فلسفے کی غیر یقینی حیثیت حقیقی سے زیادہ محض ظاہری ہے۔ وہ سوالات جو معین جوابات حاصل کرنے کے اہل ہیں سائنس کے حوالے کر دیے گئے ہیں جبکہ وہ بقیہ سوالات جن میں یہ اہلیت ابھی تک پیدا نہیں ہو سکی بدستور فلسفے کا موضوع بحث ہیں۔''[۱۲]

اپنے اسی مقالے میں آگے چل کر وہ مزید لکھتے ہیں:

''فلسفے کا مطالعہ اس خیال سے نہیں کرنا چاہیے کہ اس کے سوالات کا کوئی معین جواب معلوم ہو جائے گا کیونکہ اصولاً کسی بھی مخصوص جواب کے بارے میں یقین سے نہیں کہا جا سکتا کہ یہ صحیح ہے۔ اس کا مطالعہ انہی سوالات کی خاطر کیا جانا چاہیے کیونکہ یہ سوالات امکانات کی دنیا کو وسعت عطا کرتے ہیں، فکری تخیل کو مالا مال کرتے ہیں اور ان اذعانی تیقنات کو کم کرتے ہیں جن سے ذہن کی فکری قوتیں مسدود ہو جاتی ہیں۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ وہ کائنات جس پر فلسفہ غور و فکر کرتا ہے اس کی عظمت خود فلسفی کے ذہن کو عظیم بنا دیتی ہے اور اس میں کائنات سے متحد ہو جانے کی وہ قابلیت پیدا ہو جاتی ہے جو اس کے لئے معراج کمال کا درجہ رکھتی ہے۔''[۱۳]

عصرِ حاضر کے معروف مسلمان مفکر سید حسین نصر اپنے مقالے ''اسلام میں فلسفہ کا مفہوم اور تصور'' (The Meaning and Concept of Philosophy in Islam) میں قرآن کی اصطلاح ''الحکمۃ'' کو فلسفہ کا مترادف قرار دیتے ہیں ہم اُن کی حوالہ دی گئی فلسفہ کی یونانی اور نمایاں مسلمان عرب حکما کی کچھ تعریفوں کو یہاں نقل کرتے ہیں:

"Some of the definitions of Greek origin most common among Islamic philosophers are as follows:

1. Philosophy (al-falsafah) is the knowledge of all existing things qua existents (ashya al-mawjudah bi ma hiya mawjudah)

2. Philosophy is knowledge of divine and human matters.

3. Philosophy is taking refuge in death, that is, love of death.

4. Philosophy is becoming God-like to the extent of human ability.

5. It [philosophy] is the art (*sina'ah*) of arts and the science (*ilm*) of sciences.

6. Philosophy is predilection for *hikmah*.

The Islamic philosophers meditated upon these definitions of *falsafah* which they inherited from ancient sources and which they identified with the *Qur'anic* term *hikmah* believing the origin of *hikmah* to be divine. The first of the Islamic philosophers, *Abu Ya'qub al-Kindi* wrote in his *On first Philosophy*. " Philosophy is the knowledge of the reality of things within people's possibility, because the philosopher's end in theoretical knowledge is to gain truth and in practical knowledge to behave in accordance with truth." *Al-Farabi*, while accepting this definition, added the distinction between philosophy based on certainty *(al-yaqi niyyah)* hence demonstration and philosophy based on opinion *(al-maznunah)*, hence dialectic and sophistry, and insisted that philosophy was the mother of the sciences and dealt with everything that exists.

Ibn-e-Sina again accepted these earlier definitions while making certain precisions of his own. In his *Uyun al-hikmah* he says " *Al-hikmah* [which he uses as being the same as philosophy] is the perfection of the human soul through conceptualization [*tasawwur*] of things and judgment *[tasdiq*] of theoretical and practical realities to the measure of human ability."۵

پاولسن کے نزدیک فلسفے کا مفہوم یہ ہے:

''فلسفے کا آغاز عقلی فہم سے ہوتا ہے اور اشیاء کو جیسی کہ یہ ہیں ویسی ہی فرض کرتا ہے۔ اس کی اصل غرض یہ ہے کہ یہ دریافت کرے کہ اشیاء کیا اور کیسی ہیں، بجائے اس کے کہ یہ کہاں سے آتی ہیں۔ اس لئے پہلے یہ مظاہر اور ان کے اضافات کو زمان ومکاں میں متعین کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ یہ حکمی طریقہ ہے۔ دراصل فلسفہ حقیقت اشیاء کے حکمی علم کے علاوہ نہیں ہے۔''۶

مولانا صدرالدین شیرازی المعروف مُلا صدرا نے اپنی مشہور زمانہ تصنیف ''اسفارِ اربعہ'' میں فلسفہ کی تعریف کچھ یوں کی ہے:

''انسانی وسعت اور طاقت کی حد تک ظن وتقلید کے طور پر نہیں بلکہ دلائل وبراہین کے ذریعے سے موجودات کی حقیقتوں کا، جیسی کہ وہ ہیں، جاننا اور اُن کے متعلق حکم وفیصلہ کرنا، اور ان باتوں سے نفسِ انسانی کی تکمیل کا نام فلسفہ ہے۔''

یا

''تا کہ باری تعالیٰ سے نفسِ انسانی کی تشبہ ومماثلت حاصل ہو اس بشری طاقت کی حد تک نظمِ کائنات کے لئے عقلی نظام پیدا کرنے کا نام فلسفہ ہے۔'' ۷

جیسا کہ ہم نے پہلے بھی ذکر کیا ہے کہ بہت سے مفکرین یونانی لفظ 'فلسفہ' اور قرآنی اصطلاح 'الحکمۃ' کو مترادف سمجھتے ہیں۔اس ضمن میں ہم سب سے پہلے 'حکمت' کے قرآنی مفہوم کو واضح کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔قرآنی اصطلاح ''الحکمۃ'' کا مادہ 'ح ک م' ہے (اس مادہ سے ایک اور قرآنی لفظ ''حکم'' بھی بنتا ہے لیکن ہم اپنے آپ کو 'الحکمۃ' تک ہی محدود رکھیں گے۔) اس مادہ سے مشتق تین الفاظ الحکمۃ، حکیم / حکیما (حکیم اور حکیما درحقیقت ایک مفہوم کے حامل تقریباً ایک ہی لفظ ہیں لیکن چونکہ ہجے اور ادائیگی مختلف ہے اس لئے الگ الگ لکھا گیا ہے) قرآنِ پاک میں استعمال ہوئے ہیں۔الحکمۃ کی اصطلاح قرآنِ پاک میں اُنیس آیات میں آئی ہے لیکن قرآنِ پاک میں داخلی طور پر اس کی وضاحت نہیں ہوتی۔اس لئے مختلف عرب مفکرین نے اس کے مختلف معنی مراد لئے ہیں جن کا ذکر ہم تھوڑا آگے چل کر کریں گے۔قرآنِ پاک کے فارسی اور اُردو تراجم میں ''الحکمۃ'' کا ترجمہ، دانائی، عقل، دانش مندی اور بصیرت وغیرہ کیا جاتا ہے جبکہ عبد اللہ یوسف علی اور مارماڈیوپکتھال (Marma Duke Pikthal) قرآنِ پاک کے اپنے انگریزی تراجم میں الحکمۃ کا انگریزی ترجمہ Wisdom کرتے ہیں جو اُردو لفظ دانائی اور عقل و دانش ہی کا مترادف ہے لیکن اگر قرآنِ پاک کے وسیع تر تناظر میں دیکھا جائے تو یہ بہت محدود معنی ہیں۔مولانا حمید الدین فراہی نے اپنی کتاب ''حکمۃ القرآن۔النظام فی الدیانۃ الاسلامیہ'' (جس کا ترجمہ ''حکمتِ قرآن'' کے عنوان سے جناب خالد مسعود صاحب نے کیا ہے) میں نمایاں اور ممتاز عرب مفکرین کی ''حکمت'' سے متعلق آراء کو مجتمع کر کے اس کا مفہوم واضح کرنے کی کوشش کی ہے اور یہاں اُن کے کچھ اقتباسات کو نقل کرنا بہتر سمجھتے ہوں:

''مالکؒ اور ابورزینؒ کے نزدیک حکمت سے مُراد دین کی سمجھ بوجھ اور وہ فہم ہے جو ایک مستقل صفت اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نُور رہوتا ہے۔مجاہدؒ نے حکمت سے مُراد قرآنِ مجید کے فہم کو لیا ہے۔مقاتلؒ کی رائے میں علم اور اس کے مطابق عمل کا نام حکمت ہے۔۔۔۔ابنِ زیدؒ کے نزدیک ہر وہ بات جو آدمی کو تنبیہ کرے اور کسی نیکی کی طرف بلائے یا کسی بُرے کام سے روکے وہ حکمت کی بات ہے۔ابو جعفر محمد بن یعقوبؒ ہر اس صحیح بات کو حکمت قرار دیتے ہیں جس سے صحیح فعل پیدا ہو۔یحیٰ بن معاذؒ کی رائے میں حکمت اللہ کے لشکروں میں سے ایک لشکر ہے جس کو وہ عارفین کے دلوں کی طرف بھیجتا ہے تا کہ اُن پر سے دنیا کی سرگرمی کے مضر اثرات کا ازالہ کرے۔۔۔۔۔۔یہ جاننا چاہیے کہ حکمت کے کئی مقامات ہیں۔پہلا مقام دل ہے جس سے حکمت، بصیرت اور توفیق کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے۔مالکؒ، ابورزینؒ، مجاہدؒ اور یحیٰ بن معاذؒ نے حکمت سے یہی مراد لیا ہے۔مجاہدؒ نے حکمت کے مفہوم میں قرآنِ مجید کے فہم کو اس لئے خاص کر دیا ہے کہ وہ حکمت کی بنیاد ہے۔جس نے قرآن کو سمجھ لیا وہ حکمت کے خزانے سے واقف ہو گیا۔۔۔۔حکمت سے فہم قرآن کو مُراد لینا اس مفہوم سے زیادہ قرینِ قیاس ہے جس مفہوم کی طرف امام شافعیؒ یا دوسرے اصحاب حدیث گئے ہیں۔ان کے نزدیک کتاب سے مُراد قرآن اور حکمت سے مراد سنت ہے۔۔۔۔حکمت کا دوسرا مقام کلام ہے۔اس لئے حکمت کا کلمہ وہ ہے جو حق ہو، صحیح ہو یا نصیحت ہو۔ابنِ زیدؒ اور ابو جعفر محمد بن یعقوبؒ کے قول کا مفہوم یہی ہے۔حکمت کا تیسرا مقام علم و عمل میں بھی ہے اور یہ دونوں میں ظاہر ہوتی ہے۔مقاتلؒ نے حکمت کو اسی مفہوم میں لیا ہے۔قرآنِ مجید نے حکمت کا اطلاق ان تمام پہلوؤں پر کیا ہے۔ہر جگہ قرینہ یہ بتاتا ہے کہ ان میں سے کونسا پہلو اس جگہ مراد ہے: دل، مقام یا علم و عمل ہر مقام میں حکمت علمی یا عملی دونوں پہلوؤں میں مراد ہوتی ہے، بلکہ غور کرنے سے اس کے مزید پہلو بھی سامنے آتے ہیں البتہ حکمت بمعنی بصیرت و توفیق اصل

ہوتی ہے جبکہ باقی چیزیں اس کے آثار اور مظاہر کی حیثیت رکھتی ہیں۔'' [۸]

جیسا کہ ہم نے اوپر بھی ذکر کیا کہ قرآنِ پاک میں اُنیس آیات میں ''حکمۃ'' [۹] کا لفظ آیا ہے جن میں سے دس (۱۰) مقامات پر کتاب اور حکمت کا ذکر ایک ساتھ کیا گیا اور فرائضِ نبوت میں اسی کتاب وحکمت کی تعلیم کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ کتاب کا مطلب واضح ہے جبکہ حکمت کے حوالے سے مفکرین کی آراء مختلف ہیں۔ ایک مقام پر حکمت کو خیرِ کثیر بھی کہا گیا ہے اور ساتھ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اللہ جسے چاہتا ہے حکمت سے نوازتا ہے۔ جس طرح اللہ اپنی کچھ صفات میں سے کسی حد تک اپنے بندوں کو بھی نوازتا ہے اسی طرح وہ جسے چاہتا ہے حکمت کی دولت بھی عطا کرتا ہے۔ اب حکمت کی اس صورت کو دانائی، بصیرت اور علم کچھ بھی کہا جاسکتا ہے۔

''ح ک م'' سے مشتق دو مزید الفاظ 'حکیم' / 'حکیما' (یہ دونوں الفاظ دراصل ایک ہی ہیں اور ان کا مطلب بھی صاحبِ حکمت ہے) بھی قرآن پاک میں کئی مقامات پر آئے ہیں۔ لفظ ''حکیم'' قرآنِ پاک کی اکیاسی (۸۱) آیات [۱۰] میں آیا ہے۔ ان آیات کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ان میں ستتر (۷۷) آیات میں اللہ تعالیٰ نے اس لفظ کو اسم موصوف کے طور پر اپنے لئے اور بقیہ چار آیات میں قرآنِ پاک اور اس کی آیات کے لئے استعمال کیا ہے۔ 'حکیما' کا لفظ قرآن پاک میں سولہ مقامات [۱۱] پر آیا ہے جو اللہ رب العزت نے صرف اور صرف اپنی ذات کے لئے استعمال کیا ہے۔ ''حکیم'' اور ''حکیما'' سے متعلق آیات پر غور کرنے سے یہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اور اپنے کلام یعنی قرآنِ پاک کے علاوہ اور کسی کے لئے یہ الفاظ استعمال نہیں کئے۔ گویا حکمت کا مرکز ومنبع اللہ کی ذات پاک اور اس کا کلام قرآن پاک ہے۔ اور منصبِ نبوت کا بنیادی فرض یہ ہے کہ وہ لوگوں کو اسی کتاب وحکمت کی تعلیم دے۔ یہاں ایک طالبِ علم کی حیثیت سے میں صرف دو باتیں واضح کرنا چاہوں گا۔ پہلی بات یہ، جیسا کہ ہم نے اوپر بھی واضح کیا کہ کتاب یعنی قرآنِ پاک (اور دیگر آسمانی کتب) حکمت کا منبع ہے اور نبی اُسی کتاب کی تعلیم دیتا ہے۔ گویا کتاب اور حکمت ایک ہی چیز ہے۔ لیکن قرآنِ پاک میں ذکر الگ الگ ہے۔ وجہ اس کی یہ ہوسکتی ہے کہ عربی حرفِ عطف یعنی 'وَ' سے دو قسم کے مرکبِ عطفی بنتے ہیں ایک وہ مرکبِ عطفی جس کے دونوں الفاظ متضاد ہوتے ہوں مثلاً 'جن وانس'، 'الموت و الحیات' اور 'شمس وقمر' جبکہ مرکبِ عطفی کی دوسری قسم وہ ہے جس کے دونوں الفاظ ہم معنی ہوں مثلاً 'مال ودولت' اور 'عقل ودانش' اسی طرح ہوسکتا ہے کہ 'کتاب وحکمۃ' کا استعمال کیا گیا ہو۔ دوسری بات یہ کہ جو اکابرین کتاب کو قرآن اور حکمت کو سنتِ رسولؐ قرار دیتے ہیں اُن کا نقطۂ نظر بھی کسی حد تک درست ہے۔ مثلاً قرآن پاک پر داخلی غور وفکر سے یہ ثابت ہوگیا کہ حکمت کا مرکز ومنبع اللہ کی ذات اور قرآنِ پاک ہے۔ چونکہ نبیؐ کوئی بات اللہ کے حکم کے بغیر نہیں کرتے اور قرآن کی تعلیمات کی عملی تصویر پیش کرتے ہیں پس اس سے یہ ثابت ہوا کہ آپؐ کا ہر قول وعمل بھی دائرۂ حکمت میں آتا ہے اور آپؐ کا ہر قول وفعل انسانوں کے لئے بنیادی تعلیم کی حیثیت رکھتا ہے اور یہی تعلیم آپؐ کا کارِ منصبی ہے گویا آپؐ حکمتِ الٰہی وقرآن کا عملی مظہر بھی ہیں۔

حکمت کے قرآنی تصور پر غور کرنے کے بعد ہم یونانی اصطلاح ''فلسفہ'' کے ساتھ اس کا تقابل وموازنہ کریں تو ہمیں اندازہ ہوگا کہ 'فلسفہ' کا عربی مترادف قرآنی اصطلاح ''الحکمۃ'' نہیں۔ فلسفہ کے لفظی اور لغوی معنی ''دانائی سے محبت'' کی حد تک تو

ہم فلسفہ اور حکمت کو ہم معنی اور مترادف الفاظ مان سکتے ہیں لیکن جہاں تک ان کے اصطلاحی مطلب اور وسیع تر مفہوم کا تعلق ہے تو ان میں بہت تفاوت ہے۔ میرے خیال میں قرآن ہی کی اصطلاحات تدبر، تعقل اور تفکر معنوی و اصطلاحی اعتبار سے اس کے قریب تر ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ میرا نقطۂ نظر غلط ہو لیکن ذیل میں ان پر مختصراً بحث کرتے ہیں۔

تدبّر کا مطلب غور و فکر، سُوجھ بُوجھ اور دور اندیشی وغیرہ ہے۔ اس کا عربی مادہ ''د ب ر'' ہے جس سے مشتق تین الفاظ یَتَدَبَّرُوْن، یَدَّبَّرُوْا اور لِیَدَّبَّرُوْ قرآنِ پاک میں چار مختلف مقامات[۱۲] پر استعمال ہوئے ہیں۔ ان چاروں آیات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں تدبر کا مفہوم قرآنِ حکیم پر غور و فکر کرنے تک محدود ہے اور چونکہ قرآن حکمت کا منبع و سرچشمہ ہے تو گویا تدبر اس حکمت کو سمجھنا اور پا لینے کا ایک ذریعہ ہے۔

تعقل کا مطلب ہے دانشمندی و عقل سے کسی کام اور چیز میں غور و فکر کرنا۔ اس کا عربی مادہ 'ع ق ل' ہے اس سے مشتق پانچ الفاظ عَقَلُوْہُ، تَعقِلُوْن، نَعْقِلُ، یَعْقِلُھَا اور یَعْقِلُوْن قرآن کی کل انچاس (۴۹) آیات [۱۳] میں آئے ہیں۔ تدبر کی نسبت یہ اصطلاح زیادہ وسیع معنوں میں استعمال ہوئی ہے۔ ان آیات میں کائنات کی تخلیق، انسان اور دیگر مخلوقات کی پیدائش، زمین میں پائی جانے والی مختلف چیزوں اور اُس میں سے پیدا ہونے والی نعمتوں، سمندروں اور اُن پر چلنے والے جہازوں، ہواؤں کے چلنے، موسموں کے بدلنے، بادلوں کے برسنے اور اس سے زمین کے دوبارہ زندہ ہونے، سورج اور چاند کے مقررہ اوقات اور راستوں پر چلنے اور دیگر مظاہرِ فطرت پر غور و فکر کی دعوت دی گئی ہے۔ مقصد اس کا یہ ہے کہ یہ تمام مظاہرِ فطرت اور عوامل دراصل حقیقتِ مطلقہ کی طرف انسان کی رہنمائی کرتے ہیں جو اصل حکمت کا مرکز و منبع ہے۔

تفکر کا مطلب ہے سوچ بچار، غور و غوض اور کسی چیز، کام اور علمی مسئلے پر سوچنا یا غور و فکر کرنا ہے۔ تفکر کا عربی مادہ ''ف ک ر'' ہے۔ قرآنِ پاک میں اس سے مشتق پانچ الفاظ فَکَّرَ، تَتَفَکَّرُوا، تَتَفَکَّرُوْن، یَتَفَکَّرُوْا، یَتَفَکَّرُوْن قرآنِ پاک میں اٹھارہ آیات[۱۴] میں استعمال ہوئے۔ ان آیات کے مطالعہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ انسان کو بحیثیتِ مجموعی کائنات، حیات اور اس کے خالق کی صفات پر غور و فکر کی دعوت دی جارہی ہے۔ اس کا مقصد بھی یہی ہے کہ انسان اس کائنات کی اصل حقیقت اور اپنے خالق سے معرفت حاصل کر سکے جو اصل حکمت ہے۔

تدبر، تعقل اور تفکر سے متعلق قرآنی آیات پر غور و غوض کے بعد یہ بات واضح ہوتی ہے کہ یہ اصطلاحات فلسفہ کے مفہوم کے قریب تر ہیں کیونکہ ان میں بنیادی طور پر حقیقت کی تلاش اور جستجو کی دعوت دی گئی ہے اور فلسفہ بھی دراصل حقیقت کی تلاش ہی ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ اسلام میں اس کا مفہوم واضح ہے یعنی حق تعالیٰ سے معرفت، جو اصل حقیقت ہے۔ جبکہ غیر اسلامی فلسفہ (جسے خالص فلسفہ یا یونانی فلسفہ بھی کہہ سکتے ہیں) میں یہ جستجو اور تلاش محض حقیقت کی تلاش کہلاتی ہے۔ جہاں تک 'الحکمۃ' کا تعلق ہے تو یہ فلسفیانہ تفکر سے آگے کی منزل ہے یعنی اس فلسفیانہ غور و فکر کے نتیجے میں جب انسانی شعور پر نئے حقائق وا ہوتے اور اسرار کے دریچے کھلتے ہیں اور وہ معرفت و عرفان سے آشنا ہوتا ہے تو وہ مقام حکمت ہے۔ گویا فلسفہ حقیقتِ مطلقہ یا حکمتِ اولیٰ تک پہنچنے کا ایک طریقۂ کار اور ذریعہ تو ہے لیکن بذاتِ خود حکمت مطلقہ نہیں۔ بالفاظِ دیگر فلسفہ یعنی تدبر و تفکر راستہ ہے اور حکمت اُس کی

منزل۔ جہاں تک فلسفی کے 'محبّ حکمت' ہونے کا تعلق ہے تو یہ واضح ہے کہ فلسفی حکمت و دانائی سے محبت کرنے والا ہی ہوتا ہے۔

فلسفہ کے متعلق مندرجہ بالا اقتباسات اور مباحث پر غور و فکر کرنے کے بعد ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ فلسفہ کا طریقہ کار غور و فکر اور تدبر و تفکر پر مبنی ہے جس کا مقصد حقیقت کی تلاش ہے۔ یہ غور و فکر غیر جذباتی، غیر متعصبانہ، خالصتاً عقلی لیکن مروجہ و مسلمہ عقائد و نظریات کی حدود و قیود سے ماورا ہوتا ہے۔ اس غور و فکر کا مرکزی نقطہ حیات اور کائنات ہے۔ مطالعہ حیات و کائنات کی حدیں بہت وسیع ہیں جس میں ان کی تخلیق، ان کے تسلسل، ارتقا اور ان کے درپردہ کارفرما اصول و عوامل اور مقاصد (جنھیں علتِ اولیٰ بھی کہتے ہیں)، ان کے عناصرِ ترکیبی (روح، مادہ وغیرہ) تصوراتِ خیر و شر، خوبصورتی و بدصورتی، صحیح اور غلط فکر میں امتیاز کے طریقہ ہائے کار اور اس کائنات میں انسان کے مقام پر غور و فکر کیا جاتا ہے۔ فلسفہ کو ''اُم العلوم'' بھی کہا جاتا ہے کیونکہ تقریباً تمام علوم اسی کے بطن سے معرضِ ظہور میں آئے۔ جب انسانی شعور نے آنکھ کھولی اور اُس کی سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں بیدار ہوئیں اور اُس نے اپنے گرد و پیش کی چیزوں پر غور و فکر شروع کیا تو اس کے ذہن میں ان کے متعلق سوالات پیدا ہوئے مثلاً یہ کائنات کیا ہے؟ کیا یہ بامعنی ہے اور اس کی غایت کیا ہے؟ کیا اس کی تخلیق کے پسِ پردہ کوئی قوت موجود ہے؟ مادہ کیا ہے؟ روح کیا ہے اور جسم و روح میں کیا تعلق ہے؟ برائی اور بھلائی کیا ہے؟ ضمیر کیا ہے؟ حُسن کیا ہے، اور کیا یہ کوئی داخلی شے ہے یا خارجی؟ موت کی حقیقت کیا ہے کیا یہ محض زندگی کا اختتام ہے یا اس سے آگے بھی مراحل ہیں؟ اور سب سے اہم سوال یہ کہ کیا خدا ہے اور اگر ہے تو اس کا اور انسان کا کیا تعلق ہے؟ یہ وہ چند بنیادی سوالات ہیں جو ہمیشہ سے فلسفہ کا بنیادی موضوع رہے ہیں اور جن کے متعلق ذہن انسانی ابتداء ہی سے غور و فکر کر رہا ہے۔ شاید ایسے ہی سوالات سے فلسفہ کی ابتدا ہوئی کیونکہ فلسفہ ہمیشہ سوال اور تشکیک سے جنم لیتا ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ جب انسانی فکر منظم اور تجزیاتی ہوتی گئی تو اُسے اُس کے سوالوں کے جواب ملنے لگے اور انسانی علم ترقی کی منازل طے کرنے لگا۔ جب کسی فلسفیانہ سوال کا حتمی جواب مل جاتا ہے تو انسانی علم ایک قدم اور آگے بڑھ جاتا ہے لیکن وہ فلسفیانہ سوال فلسفہ کی حدود سے خارج ہو کر یا تو ایک الگ علم کی صورت اختیار کر لیتا ہے یا پھر دیگر علوم کا حصہ بن جاتا ہے۔ سائنس، نفسیات، تاریخ، علم الانسانیات/بشریات اور دیگر سماجی علوم اسی فلسفیانہ تفکر کا نتیجہ ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ آج یہ علوم اپنی الگ اور منفرد حیثیت میں بے پناہ ترقی کر کے کئی ذیلی شاخوں میں منقسم ہو کر مزید پھیل رہے ہیں۔ ایک دلچسپ امر یہ بھی ہے کہ یہ تمام ترقی یافتہ علوم (خصوصاً سائنس) جواب علمِ فلسفہ کا حصہ نہیں رہے لیکن ان کی ترقی سے زندگی اور سماج پر جو اثرات مرتب ہوتے ہیں ان کا مطالعہ و تجزیہ بھی 'فلسفہ' کے ذیل میں آتا ہے۔ یوں فلسفہ میں نئے موضوعات اور مباحث شامل ہوتے رہتے ہیں، مثلاً سائنس کی ترقی سے جب صنعتی انقلاب آیا اور اس کے نتیجے میں انسان کو مادی آسائشات میسر آئیں لیکن پھر یکے بعد دیگرے دو عالمی جنگوں میں اسی سائنسی ترقی کی بناء پر ہونے والی تباہ کاریوں سے زندگی سے متعلق پیدا ہونے والے بے ثباتی کے احساس نے فلسفۂ وجودیت کو جنم دیا اسی طرح جدیدیت، مابعد جدیدیت، ساختیات، پس ساختیات، اور تحلیلی اور لسانی فلسفہ وغیرہ اس کی بہترین مثالیں ہیں۔ علاوہ ازیں ہر قوم کے اپنے اجتماعی افکار اور نظریات ہوتے ہیں جو اس قوم کے فکری نظاموں کی تشکیل میں اہم کردار ادا کرتے ہیں اور یہ افکار اور نظریات اس قوم کا فلسفہ بھی کہلاتے ہیں۔ جس طرح سرسید، اقبال، اور دیگر

مفکرین ہماری قومی فکر کی تاریخ میں اہم مقام رکھتے ہیں ۔اس کے علاوہ ہر علم کا اپنا ایک فلسفہ ہوتا ہے جو اس کی بنیادی نوعیت، اہمیت اور معاشرے میں اس کی حیثیت سے بحث کرتا ہے مثلاً فلسفۂ سیاسیات اور فلسفۂ معاشیات وغیرہ۔

فلسفہ ایک روایت میں تشکیل پاتا ہے لیکن یہ ارتقائی مراحل سے گزرتا رہتا ہے۔ چونکہ اس کا مرکزی نقطہ مطالعہ ءحیات ہے اور جب وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ زندگی بدلتی اور سماجی ڈھانچے تبدیل ہوتے اور انکی اقدار وروایات میں تبدیلیاں پیدا ہوتی ہیں تو فلسفہ میں نئے موضوعات شامل ہوتے رہتے ہیں اور کچھ پرانے موضوعات خارج بھی ہوتے رہتے ہیں جن کا ذکر ہم درج بالا سطور میں کر آئے ہیں۔ ہم اپنے آپ کو فلسفہ کے زیادہ تر انہیں مباحث تک محدود رکھیں گے جن میں اردو میں کتب موجود ہیں اور جن کا جائزہ ہم آگے چل کر لیں گے۔اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی واضح کردوں کہ جن فلسفیانہ موضوعات اور شاخوں کا مفہوم بیان کیا جائے گا وہ خالص فلسفیانہ نہیں بلکہ عام فہم انداز میں ہوگا تاکہ طلبا اور عام قارئین ان کے مفاہیم آسانی اور سہولت سے سمجھ سکیں۔

فلسفے کی چار بنیادی شاخیں ہیں۔

۱۔مابعد الطبیعیات (Metaphysics) ۲۔اخلاقیات (Ethics) ۳۔جمالیات (Aesthetics)

۴۔منطق (Logic)

فلسفہ کی مندرجہ بالا شاخیں اب مزید شاخوں میں منقسم ہو چکی ہیں اور یہی وجہ ہے کہ اب فلسفیانہ موضوعات ومباحث کا دائرہ کار بھی بہت وسیع ہوگیا ہے۔جن میں سے کچھ اہم موضوعات یہ ہیں۔

فلسفۂ مذہب (Philosophy of Religon)، دینیات (Theology)، علم الکلام (Ilm ul Kalam) فلسفۂ علم الانسانیات (Anthropological Philosophy)، فلسفۂ تاریخ (Philosophy of History)، فلسفۂ علم/علمیات (Epistemology)، فلسفۂ نفس (Philosophy of Mind)، جدلیات (Dialectics)، وجودیت (Existentialism)، جدیدیت (Modernism)، اور تحلیلی ولسانی فلسفہ (Analytic and Linguistic Philosophy) وغیرہ۔فلسفہ کے اور بھی کئی موضوعات ہیں لیکن ہم نے یہاں اُن موضوعات کو ترجیح دی جن سے متعلق کُتب اُردو زبان میں موجود ہیں۔

مابعد الطبیعیات (Metaphysics)

مابعد الطبیعیات انگریزی فلسفیانہ اصطلاح Metaphysics کا اردو مترادف ہے۔ [۱۵] یہ انگریزی اصطلاح دو الفاظ Meta اور Physics کا مجموعہ ہے۔ Meta کا مطلب آگے یا بعد اور physics یعنی طبیعیات اور اس کا مجموعی مطلب ہوا ''طبیعات سے آگے'' یا طبیعات کے بعد۔اصطلاحاً اس کا مطلب ہوا مادی دنیا سے آگے (Beyond the Physical World)۔اس فلسفیانہ اصطلاح کا اصل ماخذ یونانی لفظ Metaphusika ہے۔ یونانی زبان میں اس اصطلاح کا لفظی مطلب ہے ''کتب''۔درحقیقت یہ ارسطو کی ان چودہ (۱۴) کتابوں کے مجموعے کا نام تھا جو غیر طبیعی موضوعات پر مبنی تھیں اسی لئے انہیں

Metaphysica بھی کہا جاتا ہے۔ یہی اصطلاح لاطینی سے ہوتی ہوئی انگریزی میں Metaphysics کی شکل اختیار کرتی ہے اور اُردو میں اُسے مابعد الطبیعات یا ماورا الطبیعات کا روپ دیا گیا۔ فلسفیانہ موضوع کی حیثیت سے مابعد الطبیعات کا شمار فلسفے کے بنیادی اور قدیم ترین موضوعات میں ہوتا ہے۔ مابعد الطبیعیات فلسفے کا وہ موضوع ہے جس میں کائنات، انسان، روح اور مادہ وغیرہ کے غیر مرئی پہلوؤں پر غور وفکر کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ کائنات کی تخلیق کے پیچھے کارفرما علتِ اولیٰ کی تلاش بھی اس کا خاص موضوع ہے جسے خُدا کے متعلق غور وفکر بھی کہہ سکتے ہیں اسی لئے اسے الٰہیات یا دینیات کے ساتھ بھی ملانے کی کوشش کی جاتی رہی ہے لیکن یہ طے ہے کہ خُدا، روح اور دیگر روحانی مباحث کے باوجود یہ مذہب یا اس کا حصہ نہیں ہے۔ اُردو میں اس موضوع پر بہت سی کتابیں موجود ہیں جن میں تراجم، طبع زاد، تنقیدی اور مرتبہ کتابیں شامل ہیں ان کا تعارف متعلقہ ابواب میں پیش کیا جائے گا۔

اخلاقیات (Ethics)

اخلاقیات انگریزی اصطلاح Ethics کا اُردو قالب ہے۔ ''اخلاق'' عربی لفظ ''خُلق'' کی جمع ہے اور اس کا لفظی مطلب ہے برتاؤ، رویہ، عادتیں، خصلتیں، طور طریقے (اچھے یا بُرے)، اچھا برتاؤ، وہ سلوک جو خلوص ومروت پر مبنی ہو، اور اخلاق سے متعلق عوامل اخلاقیات کہلاتے ہیں۔ فلسفے کے موضوع کے طور پر یہ فلسفہ کے قدیم ترین اور بنیادی موضوعات میں سے ایک ہے۔ اس میں انسانی معاملات، رویے اور زندگی گزارنے سے متعلق انسانی حکمتِ عملی پر فلسفیانہ غور وفکر کیا جاتا ہے۔ میکنزی کے نزدیک فلسفۂ اخلاقیات کا مفہوم کچھ یوں ہے:

> ''اخلاقیات نام ہے علم کردار کا، یہ انسان کے افعال سے بہ لحاظ خطا وصواب اور خیر وشر کے بحث کرتا ہے۔ انگریزی میں اس علم کا نام ''ایتھکس'' ہے۔ یہ یونانی الاصل لفظ ہے جس کے معنی سیرت، عادت یا خصلت کے ہیں۔۔۔ لہٰذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ 'اخلاقیات' (ایتھکس) لوگوں کے عادات وخصائل یا بالفاظ دیگر ان کی سیرت واصولِ عمل سے بحث کرتا ہے اور یہ دیکھتا ہے کہ ان اصول کی خطا وصواب اور ان خصائل کے خیر وشر ہونے کی بنیاد کس چیز پر ہے۔''[۱۶]

مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی کے نزدیک اخلاقیات کا مقصد یہ ہے کہ:

> ''علم الاخلاق لوگوں کے اعمال سے اس طور پر بحث کرتا ہے کہ ان پر اچھے یا بُرے کا حکم لگائے۔''[۱۷]

فلسفۂ اخلاقیات کا آغاز بھی قدیم یونانی دور میں ہوا اور پھر ارسطو نے باقاعدہ اخلاقیاتی اصول وضع کئے جو آج 'اخلاقیاتِ ارسطو' کے نام سے مشہور ہیں۔ یہ ایک ایسا موضوع ہے جس پر ہر دور، ہر معاشرے اور مذہب میں لکھا گیا کیونکہ انسان کو منظم، پُر امن، پُر وقار اور مہذب زندگی گزارنے کے لئے کچھ اخلاقی اور معاشرتی قوانین کی ضرورت ہوتی ہے۔ فلسفۂ اخلاق میں انھیں اخلاقی اصولوں پر غور وفکر کیا جاتا ہے۔ اب یہ بھی کئی ذیلی شاخوں میں تقسیم ہو چکا ہے مثلاً، اخلاقی اضافیت (Ethical Relativism)، اخلاقی اشتراکیت (Ethical Socialism) ارتقائی اخلاقیات (Revolutionary Ethics) الہیاتی اخلاقیات (Theological Eithics) اطلاقی اخلاقیات (Applied Ethics) اخلاقی نفسیات (Moral Psychology) اور بیانیہ اخلاقیات وغیرہ۔

جمالیات (Aesthetics)

جمالیات کی اصطلاح اُردو میں انگریزی فلسفیانہ اصطلاح Aesthetics کے مترادف کے طور پر استعمال ہوتی ہے۔ جمالیات، لفظ جمال سے ماخوذ ہے۔ جمال کا لفظی مطلب حُسن، خوبصورتی، روپ اور خوبی ہے۔ یوں جمالیات کا مطلب ہوا حُسن، خوبصورتی اور خوبی سے متعلق مباحث۔ جمالیات بھی فلسفے کے بنیادی مباحث میں سے ہے۔ لفظ Aesthetics کا اصل ماخذ یونانی لفظ Aesthetikos ہے جو لاطینی میں Aestheticus لکھا جاتا ہے۔ لیکن فلسفے کی ایک الگ شاخ کے طور پر اس کا پہلے پہل استعمال الگزینڈر رباؤم گارٹن (Alexander Baum Garten) نے کیا۔ فلسفہ جمالیات میں فن کے حُسن کو پرکھا جاتا ہے نیز اس کی اقدار اور معیارات کا بھی تعین کیا جاتا ہے بالفاظِ دیگر اس میں حسین چیزوں کے پرکھنے کے اصول وضوابط سے بحث ہوتی ہے اس کو ہم حُسن شناسی اور فنونِ لطیفہ کا علم بھی کہہ سکتے ہیں۔ ایرانیوں نے اس کے لئے ''زیبا شناسی'' کی خوبصورت اصطلاح وضع کی ہے۔ ماہرِ جمالیات نصیر احمد ناصر جمالیات کا مفہوم کچھ اس طرح بیان کرتے ہیں:

> ''جمالیات یوں تو فلسفے ہی کا ایک شعبہ ہے لیکن اس نے حکمائے جمالیات کی ذہنی کاوشوں کی بدولت اپنی ایک الگ مستقل حیثیت اختیار کر لی ہے۔ ایک اعتبار سے دیکھا جائے تو جمالیات اپنی وسعت و گیرائی میں کل زندگی کو محیط ہے، اس لئے علم کا کوئی گوشہ بھی اس کے حلقۂ اثر سے باہر نہیں ہے۔ لیکن اگر اس کی وسعتِ موضوع کے حدود کی حکیمانہ انداز میں تعیین کرنا چاہیں تو ہمیں اسے حسن وفن کے عوالم ہی تک محدود کرنا پڑتا ہے۔ جمالیات کا زندگی کے ساتھ اتنا گہرا اور ہمہ گیر تعلق ہے کہ یہ اپنے اندر مابعد الطبیعیات کا اندازِ تفکر بھی رکھتی ہے اور طبیعات کی تجربی تحقیق وجستجو بھی۔ اس میں نفسیاتِ انسانی کا تفحص بھی ہوتا ہے اور منطق کی موشگافیاں بھی۔ اس میں علومِ حیاتیات ونباتات کا مطالعہ بھی ہے اور علم تاریخ کی طرح عروج و زوالِ آدم کا حکیمانہ سراغ بھی۔ یہ الٰہیات کا اندازِ تفکر بھی رکھتی ہے اور تصوف کا وجدانی مشاہدہ بھی۔ غرضیکہ اپنے اندر وہ سب کچھ رکھتی ہے جو انسانی فکر ونظر کی طلب وجستجو کی دنیا سے تعلق رکھتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود اس کی گردش کا محور صرف حسن وفن ہی رہتا ہے۔ یہ ہر شے کو حسن وتخلیق کے نقطۂ نظر ہی سے دیکھتی ہے۔ اس اعتبار سے اس کی محدودیت میں ایک لامحدودیت اور لامتناہیت میں ایک متناہیت مضمر ہے۔''[۱۸]

منطق (Logic)

منطق انگریزی فلسفیانہ اصطلاح Logic کا اُردو قالب ہے۔ انگریزی لفظ Logic کا اصل ماخذ یونانی لفظ logike ہے جو اطالوی اور فرانسیسی زبان سے ہوتا ہوا انگریزی میں آیا۔ منطق دراصل عربوں کی اپنی وضع کردہ اصطلاح ہے جو یونانی الاصل انگریزی فلسفیانہ اصطلاح Logic کے مترادف کے طور پر استعمال ہوتی ہے۔ منطق عربی لفظ 'نُطق' سے نکلا ہے جس کا مطلب ہے بولنا۔ اسی لئے انسان کو 'حیوان ناطق'' یعنی بولنے والا جانور بھی کہتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ ''منطق'' کا لفظی مطلب ہے گویائی، معقول اور مؤثر بات چیت، گفتگو، بول چال وغیرہ۔ فلسفیانہ اصطلاح کے طور پر اس کے معنی ہیں وہ اصول جو غلط اور صحیح فکر میں امتیاز کرنا سکھاتے ہیں۔ منطق میں دلائل اور استدلال سے کسی علمی وفکری معاملے، قضیے اور مسئلے کے غلط اور

درست ہونے کا تعین کرنا مقصود ہوتا ہے۔عربوں نے منطق کو انگریزی سے پہلے ہی فلسفیانہ اصطلاح میں ڈھال لیا تھا۔اس لئے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ عربی نے یہ لفظ انگریزی سے مستعار نہیں لیا۔منطق فلسفے کی قدیم اور اہم شاخ ہے جس کی بنیاد بھی ارسطو نے رکھی اور یہ اصطلاح بھی اسی کی وضع کردہ ہے۔ذیل میں اس کی مختلف تعریفوں کے ذریعے اس کے مفہوم کو سمجھنے اور فلسفے کی ایک اہم شاخ کی حیثیت سے اسے جاننے کی کوشش کرتے ہیں۔شمس اناتی کے منطق سے متعلق مقالے سے ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

"The Arabic word mantiq meant in the Arabic language kalam(speech). Prior to the development of Arabic logic, this word was in use its Greek form, which also gave it the added logical meaning it acquired in Islamic philosophy. In the Qur'an, for example, the word mantiq is used in the sense of speech. The verb form of the word is also mentioned in the qur'an in the same sense.

To facilitate the translation of the Greek logical writings into Arabic and summaries, commentaries on and expansion of these works, Arabic thinkers felt the need to coin new words or to give new meaning to words that already existed in the Arabic language, Al. kindi, for example, coined the words *huwiyyah*(essence), *mahiyyah* (quiddity), *alys*(existence) and *al-lays* (non-existence). The word *mantiq* was among the Arabic words that took on added meanings. Thus, the word *al-nutq* (utterance), from which the word *mantiq* is derived, acquired three meanings, which it had for the ancients, as al-Farabi observes:

1- The power with which a human being grasps the intelligible .This is the power with which one acquires the science and crafts, and by means of which one can distinguish between good and bad deeds.

2- The intelligible that accrue to the human soul by virtue of comprehension. These intelligible are called by the ancients "internal utterance".

3- The expression of though by the tongue. This is called by the ancients "external utterance". The "craft" under consideration came to be known as al-mantiq because It provides the rational power with rules concerning internal utterance, i.e., the intelligible, and rules common to all tongues with regard to external utterance, i.e., the expression, and gives the rational power good

direction towards the truth in both matters and rescues it from falsehood in both of them. Therefore, the meaning of the name of the field under consideration indicates the purpose of this field."۱۹

کرامت حسین جعفری 'منطق' کا مفہوم یوں بیان کرتے ہیں۔

''ہم اپنی روزمرہ کی زندگی میں اپنی کسی بات یا دعوے کو درست ثابت کرنے کے لئے (یا اوروں کی کسی بات یا دعوے کو درست یا غلط ثابت کرنے کیلئے) دلائل پیش کرتے ہیں ۔ ہمارے دلائل کبھی صحیح ہوتے ہیں اور کبھی غلط ــــ صحیح اور غلط دلائل کا موازنہ کر کے ہم یہ معلوم کر سکتے ہیں کہ وہ کون سے اصول اور قوانین ہیں جن کے مطابق ہمیں استدلال کرنا چاہیے تاکہ ہمارے دلائل صحیح ہوں انہی اصولوں کے مجموعے کا نام منطق ہے۔

جب ہم کسی مسئلے کے متعلق استدلال کرتے ہیں تو اس کے متعلق سوچتے ہیں۔فکر سے کام لیتے ہیں۔اس سے ظاہر ہوا کہ منطق کا تعلق فکر سے ہے ــــ منطق کی تعریف ہم یوں کر سکتے ہیں۔منطق وہ علم ہے جو صحیح فکر کے قوانین کا مطالعہ کرتا ہے۔''۲۰

قاضی عبدالقادر کے نزدیک منطق کا مفہوم یہ ہے:

''منطق وہ معیاری حکمت ہے جو ان خطوط کی نشاندہی کرتی ہے جن پر عمل کرتے ہوئے اور جن کو برتتے ہوئے ہم صداقت تک پہنچ سکتے ہیں۔''۲۱

منطق کا دائرہ بہت وسیع ہو گیا ہے اور فلسفہ، ریاضیات اور سائنسی علوم سے نکل کر دیگر سماجی علوم میں اپنا کردار ادا کرتی ہے۔منطق کے بانی ارسطو کے نزدیک 'منطق' ایک ایسا آلہ یا اوزار ہے جس کے ذریعے مفہوم واضح اور متعین ہو جاتا ہے۔بالفاظِ دیگر یہ ایک ایسی ذہنی صلاحیت اور تربیت ہے جو ہمیں غلط اور صحیح فکر میں امتیاز کے قابل بناتی ہے۔ذیل میں ہم منطق کی اہم شاخیں اور اقسام کا ذکر کریں گے لیکن ان کی تفصیل میں نہیں جائیں گے۔

۱۔منطقِ استخراجیہ (Deductive Logic) ۲۔منطقِ استقرائیہ (Inductive Logic) ۳۔ریاضیاتی منطق (Mathematical Logic) ۴۔روایتی منطق (Traditional Logic) ۵۔جدید منطق (Modern Logic) ۶۔جہتی منطق (Model Logic) ۷۔اخلاقیاتی منطق (Ethical Logic) ۸۔صوری منطق (Formal Logic) ۹۔امتزاجی منطق (Combinatory Logic) ۱۰۔تعمیری منطق (Constructive Logic) ۱۱۔جدلیاتی منطق (Dialectical Logic) ۱۲۔کثیر القیمت منطق (Many Valued Logic) ۱۳۔منطقی جوہریت (Logical Atomism) ۱۴۔منطقِ علائق (Logic of Relations) ۱۵۔منطقی اثباتیت (Logical Positiveism) ۱۶۔منطقی صورت (Logical Form) ۱۷۔منطقی مشین (Logical Machine) ۱۸۔منطقی تجربیت (Logical Emprícism) ۱۹۔منطقی نحو (Logical Syntax) ۲۰۔منطقی معنویت (Logical Sematics)۔منطق کی مندرجہ بالا اقسام میں سے ہم اس کی صرف دو اہم اقسام 'منطق استخراجیہ' (Deductive Logic) اور 'منطق استقرائیہ' (Inductive Logic) پر مختصراً بحث کریں گے۔

منطق استخراجیہ (Deductive Logic)

استخراجیہ عربی لفظ 'استخراج' سے مشتق ہے۔لغات میں اس کا لفظی مطلب نکلنا، نکالنا، خارج کرنا یا چند باتوں سے ایک بات نکالنا ہے۔اصطلاحاً اس کا مفہوم کچھ بیانات سے نتائج اخذ کرنا اور معلوم باتوں سے نامعلوم کی دریافت کرنا یا اندازہ لگانا ہے۔منطق کی ایک شاخ اور فلسفیانہ اصطلاح کے طور پر اس کا مفہوم کچھ یوں ہے:

"Deductive reasoning or logic is the kind of reasoning in which the conclusion is necessitated by, or reached from, previously known facts (the premises). If the premises are true, the conlusion must be true. This is distinguished from abductive and inductive reasoning, where the premises may predict a high probability of the conclusion, but do not ensure that the conclusion is true. For instance, beginning with the premises "Sharks are fish" and "All fish have fins", you may conclude that "Sharks have fins."۲۲

کرامت حسین جعفری 'منطق استخراجیہ' کا مفہوم انتہائی سادہ اور سلیس انداز میں یوں بیان کرتے ہیں:

''منطق استخراجیہ استدلال کی صرف صوری صحت سے تعلق رکھتی ہے اور مقدمات (Premises) اور نتائج (Conclusions) کی مادی صحت کی جانچ پڑتال نہیں کرتی۔مقدمات کو صحیح مان کر منطق استخراجیہ یہ دیکھتی ہے کہ نتیجہ مانے ہوئے مقدمات سے مطابقت رکھتا ہے یا نہیں۔بالفاظ دیگر منطق استخراجیہ یہ دیکھتی ہے کہ نتیجہ دیے ہوئے مقدمات سے لازمی طور پر نکلتا ہے یا نہیں۔مقدمات اور نتائج کی مادی صحت کے بارے میں سوال اٹھانا منطق استخراجیہ کا کام نہیں۔مندرجہ ذیل مثال کو لیجیے:

(تمام انسان درخت ہیں) (تمام طلبہ انسان ہیں) (لہٰذا تمام طلبہ درخت ہیں)

منطق استخراجیہ کے لحاظ سے یہ استدلال بالکل صحیح ہے کیونکہ یہ قیاس (Syllogism) کے تمام قاعدوں کے مطابق ہے۔۔۔لیکن اگر ہم مقدمات اور نتیجے کی مادی صحت کو دیکھیں تو یہ استدلال حقیقت سے مطابقت نہ رکھنے کی وجہ سے غلط ہے۔یہ استدلال صوری لحاظ سے صحیح مگر مادی لحاظ سے غلط ہے۔اس قسم کے استدلال کو منطق استقرائیہ قبول نہیں کرے گی۔''۲۳

کسی بھی مقدمے کی صوری صحت سے مراد اس کی داخلی صحت ہے یعنی اس مقدمے میں داخلی طور پر تضاد یا خود اپنی ہی تردید تو نہیں پائی جاتی جبکہ مادی صحت سے مراد خارجی صحت ہے یعنی وہ مقدمہ بیرونی حقائق کے خلاف تو نہیں۔مثلاً کرامت حسین جعفری نے جو اوپر مثال پیش کی اس میں داخلی طور پر کوئی تضاد نہیں اور اس مقدمے سے یہ واضح نتیجہ نکلتا ہے کہ تمام طلبہ درخت ہیں جبکہ یہ نتیجہ خارجی حقیقت کے خلاف ہے کیونکہ حقیقت کے مطابق طلبہ درخت نہیں ہوتے۔اس سے معلوم ہوا کہ منطق استخراجی صرف داخلی صحت کو مدنظر رکھتے ہوئے مقدمات (Premises) سے نتائج اخذ کرتی ہے۔

منطق استقرائیہ (Inductive Logic)

استقرائیہ عربی لفظ 'استقراء' سے نکلا ہے جس کا مطلب ہے تلاش، جستجو اور غور وفکر وغیرہ۔ اصطلاحاً مقدمات (Premises) یا بیانات پر غور وفکر کرکے اس سے نتائج اخذ کرنا استقراء کہلاتا ہے۔ منطق کی ایک شاخ اور فلسفیانہ طور پر اس کی ایک تعریف نقل کرتے ہیں:

"An inductive logic is a system of evidential support that extends deductive logic to less-than-certain inferences. For valid deductive arguments the premises logically *entail* the conclusion, where the entailment means that the truth of the premises provides a *guarantee* of the truth of the conclusion. Similarly, in a good inductive argument the premises should provide som *degree of support* for the conclusion, where such support means that the truth of the premises indicates with some *degree of strength* that the conclusion is true." [۲۴]

کرامت حسین جعفری 'منطق استقرائیہ' کا مفہوم اس طرح سمجھاتے ہیں:

"منطق استقرائیہ حقائق کے مشاہدے کی مدد سے کلیہ قضیے مرتب کرتی ہے۔ مثال کے طور پر میں دیکھتا ہوں کہ میرا کتا وفادار ہے۔ آپ کا کتا وفادار ہے۔ اس کا کتا وفادار ہے۔ میں ان جزئی مشاہدات سے عمومی کلیہ قضیہ بطور نتیجہ اخذ کرتا ہوں کہ "تمام کتے وفادار ہوتے ہیں" یہ استدلال استقرائیہ کی ایک مثال ہے۔ چنانچہ منطق استقرائیہ سے مراد وہ طریقہ استدلال ہے جس میں جزئی حقائق (Particular Facts) سے کلیہ قضیے اخذ کئے جاتے ہیں۔" [۲۵]

منطق استقرائیہ جزئیات سے کلیہ نتائج اخذ کرتی ہے۔ گویا اس کا سفر جزو سے کل کی طرف ہوتا ہے جبکہ منطق استخراجیہ کل سے جزو کی طرف سفر کرکے نتائج اخذ کرتی ہے۔ اس سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ استخراجیہ اور استقرائیہ ایک دوسرے کی ضد ہیں اور ایک کے مفہوم کو سمجھنے کیلئے دوسرے کے مفہوم کو سمجھنا ضروری ہے۔ ان دونوں موضوعات پر اردو زبان میں ترجمہ شدہ اور طبع زاد کئی کتابیں موجود ہیں جن کا جائزہ ہم متعلقہ ابواب میں لیں گے۔

فلسفۂ مذہب (Philosophy of Religion)

مذہب اور انسان کا تعلق زمانۂ قدیم سے ہے۔ مذہب درحقیقت انسان اور خُدا کے تعلق کا نام ہے۔ لیکن فلسفۂ مذہب کا دائرہ کار ذرا مختلف ہے۔ اس میں مذہب کی معاشرے میں اہمیت، اثرات اور نوعیت پر فلسفیانہ انداز سے غور وفکر کیا جاتا ہے۔ فلسفۂ مذہب کسی خاص مذہب سے وابستہ نہیں۔ اس میں بحیثیت مجموعی مختلف مذاہب کے مذہبی تجربات اور ان کے مقدس متون کی زبان کا تجزیہ کیا جاتا ہے۔ ابتداء میں مذہب کو مابعد الطبیعات کا ہی حصہ سمجھا جاتا تھا لیکن حقیقت میں ایسا نہیں جیسا کہ ہم مابعد

الطبیعات کے حوالے سے بحث میں اس کا ذکر کرتے آئے ہیں۔ذیل میں ہم فلسفۂ مذہب کی ایک تعریف درج کریں گے تا کہ اس کا مفہوم واضح ہو جائے:

> ''مذہب کے بارے میں فلسفیانہ نقطۂ نگاہ: اس نقطۂ نگاہ کا منشا یہ ہے کہ مذہب کو جانچتے وقت فلسفیانہ معیار اور اصول استعمال ہونے چاہئیں اور غرض اس سے کسی خاص مذہب کی تائید یا تردید نہیں ہوتی۔فلسفہ مذہب کے چند ایک مسائل یہ ہیں:
> ۱۔مذہب کی نوعیت اس کی قدر و قیمت اور فریضے ۲۔مذہبی علم کی صداقت ۳۔مذہب اور اخلاقیات کا رشتہ ۴۔مثالی مذہب کے اوصاف ۵۔شر کی حقیقت ۶۔الہامی اور فطری مذہب کا مقابلہ ۷۔روح کی حقیقت اور اس کا مستقبل ۸۔انسان اور خدا کا رشتہ۔انسان کی آزادی اور ذمہ داری ۹۔الہام، کشف وغیرہ کی حقیقت ۱۰۔حیات بعد الممات ۱۱۔دُعا کی حقیقت ۱۲۔مذہبی رسومات، عقائد وغیرہ کی نوعیت ۱۳۔انسانی زندگی کا مقصد ۱۴۔اقدار کی نوعیت اور اُن کا مقام ۱۵۔خدا کی ذات و صفات ۱۶۔ایمان کی حقیقت''۲۶

دینیات (Theology)

دینیات فلسفے کی وہ شاخ ہے جو خدا کی ذات، فطرت اور اس کے انسان سے تعلق سے بحث کرتی ہے اور یہ بحث فلسفیانہ تناظر میں ہے نہ کہ کٹر مذہبی عقائد کے حوالے سے۔یہ فلسفہ مذہب سے الگ ہے لیکن اس کی جڑیں کہیں کہیں مابعد الطبیعات سے بھی جا ملتی ہیں اس لئے اسے مابعد الطبیعات کا حصہ بھی سمجھا جاتا رہا ہے لیکن بحیثیت مجموعی یہ مابعد الطبیعات سے الگ ایک موضوع ہے۔اس حوالے سے اس کو سمجھنے کیلئے ایک مختصر انگریزی اقتباس درج کیا جاتا ہے:

> "Study of the nature of God and the relationship of the human and divine. The term was first used in the works of Plato and other Greek philosophers to refer to the teaching of myth, but the discipline expanded within Christianity and has found application in all theistic religions (see theism) . It examines doctrines concerning such subjects as sin, faith, and grace and considers the terms of God's covenant with humankind in matters such as salvation and eschatology. Theology typically take for granted the authority of a religious teacher or the validity of a religious experience. It is distinguished from philosophy in being concerned with justifying and explicating a faith, rather than questioning the underlying assumptions of such faith, but it often employs quasi philosophical methods." ۲۷

دینیات (Theology) کی مندرجہ بالا تعریف سے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس میں خُدا، انسان اور مذہب کے باہمی تعلق اور معاملات پر غور و فکر اور بحث کی جاتی ہے۔

الٰہیات (Theism)

الہٰیات فلسفے کی وہ شاخ ہے جو صرف خُدا اور کائنات سے اس کے تعلق کے موضوع پر بحث کرتی ہے۔ ہمارے ہاں عموماً دینیات اور الہٰیات کو ایک ہی مفہوم میں استعمال کیا جاتا ہے حالانکہ دینیات میں خدا کے ساتھ ساتھ مذہب بھی موضوع بحث رہتا ہے جبکہ فلسفہ الہٰیات خدا اس کی صفات، جنہیں مختلف مکاتبِ فکر دیوی دیوتاؤں کا روپ بھی دے دیتے ہیں، سے متعلق مباحث تک محدود ہے۔ کچھ اکابرین کے نزدیک الٰہیات میں توحید کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ اس کے مختلف مکاتبِ فکر ایک خدا، کچھ دو خداؤں اور بعض بہت سے خداؤں کا نظریہ رکھتے ہیں۔ ذیل میں الٰہیات کی ایک تعریف درج کی جاتی ہے:

''یہ نظریہ وحدانیت کا ہے۔ اس کی رُو سے توحید لازمی آتی ہے۔ خدا اور مخلوقات کا رشتہ تین طرح سے بیان کیا گیا ہے۔ ہمہ اوست میں خدا اور دنیا ایک ہی شے کے دو نام ہیں الہ پرستی (Deism) کی رُو سے تخلیق کائنات کے بعد خدا کائنات سے بےتعلق ہو گیا۔ الہٰیات کی رو سے خدا دنیا میں اور دنیا کے ساتھ سرگرم کار ہے۔ پس یا تو خُدا دنیا سے بالا ہے یا اس کے اندر ہے یا اس کے مساوی ہے۔ جتنا شخصی خُدا ہو گا اتنا ہی الٰہیین کے لئے زیادہ قابلِ قبول ہو گا کیونکہ وہ اس صورت میں دُعائیں سُن سکے گا عبادت قبول کرے گا۔ جزا و سزا کا ذمہ دار ہو گا۔ الہٰیات کی رُو سے جو کچھ اس کائنات میں ہو رہا ہے وہ مشیتِ الٰہی سے ہو رہا ہے۔'' [۲۸]

علم الکلام

''علم الکلام'' عربی اصطلاح ہے۔ اسے انگریزی میں (Theology) کا مترادف بھی سمجھا جاتا ہے۔ ''کلام'' کا لفظی مطلب ہے 'گفتگو یا 'بات چیت'۔ اصطلاحاً اس کا مطلب ہے بامعنی اور مؤثر گفتگو۔ فلسفیانہ اصطلاح کے طور پر اس کا مفہوم یہ ہے کہ مذہبی عقائد، عبادات، تعلیمات اور افکار کی عقلی معیارات پر جانچ پرکھ اور اُن کی توضیح اور توجیہ دلائل و براہین کی بنیاد پر کرنا اور یہی طریقہ کار جب اسلامی عقائد کی توجیہ اور اثبات کیلئے اختیار کیا جائے تو اسلامی علم الکلام (Islamic Theology) کہلاتا ہے۔ ایم عبدالحلیم اپنے مقالے ابتدائی کلام (Early Kalam) میں لکھتے ہیں:

" Kalam, or '*ilm-al-Kalam* (the science of kalam), is a title of that branch of knowledge in Islam that is usually translated as "speculative theology". Literally kalam means "speech", "talk" or "words"; *yatakallim fi* means to talk about or discuss a matter or topic. In an early usage of the word *kalam* in this sense, the prophet is reported to have come out and found a group of muslims *yatakallamuna-fil-qadari-e* taking about, or discussing, predestination. The opposite of *takallama fi* is *sakata 'an* ----to keep silent about-such a matter or topic......*kalam* here means discussion on theological matters. ....In Islamic source a number of reasons were offered for giving such a title to the science

of *kalam*. TaftaZani(d.793/1390) put together such seasons as follows.

1. traditionally the title that was given to the discussions of any separate issue, was *al-kalam fi katha wa katha* (an exposition of/a chapter or section on)

2. The question of *kalam ALLAH* (the speech of God) was the most famous question and the one that gave rise to the most disputes.

3. The science of *Kalam* generates in one the power to talk about or discuss religious matters and impress one's arguments on one's rivals as logic does in the field of philosophy." ۲۹

ابن خلدون 'علم الکلام' کی تعریف یوں کرتے ہیں:

''یہ علم دلائل کے ذریعہ عقائدِ ایمانیہ کو ثابت، یا جن لوگوں نے اسلاف واہل سنت کے عقائد کو چھوڑ کر عقائدِ جدید اختیار کیے، ان کی تردید کرتا ہے۔'' ۳۰

اس سے آگے چل کر وہ مزید لکھتے ہیں:

''علم الکلام کا موضوع عقائدِ ایمانیہ ہیں اور وہ اس کو شریعت کی طرف سے صحیح سمجھ کر دلائلِ عقلیہ سے بھی صحیح ثابت اور بدعتوں کی بیخ کنی اور عقائد کو شکوک وشبہات سے پاک کرنے کی کوشش کرتا ہے۔'' ۳۱

اسلامی علم الکلام کا دائرۂ کار بہت وسیع ہے اور اس ضمن میں بے شمار کتابیں تصنیف وتالیف ہو چکی ہیں۔ ہم متعلقہ باب میں اُن میں سے نمائندہ اور خالص علم الکلام کی کتابوں کا جائزہ لیں گے۔

علمیات/فلسفۂ علم (Epistemology)

علم سے متعلق فلسفیانہ مباحث کو فلسفۂ علم یا علمیات کا نام دیا گیا ہے۔ ۳۲ جس طرح فلسفۂ مذہب میں مذہب کی نوعیت اور حیثیت پر فلسفیانہ غور وفکر کیا جاتا ہے اسی طرح علمیات میں علم کی نوعیت اور صحت پر تدبر کیا جاتا ہے جس کا مقصد مصدقہ اصولوں کی تلاش اور تعین ہے۔ اس میں علم کے ذرائع اور حدود وامکانات پر بھی بحث کی جاتی ہے۔ بعض مقامات پر اسے ''نظریۂ علم'' بھی کہا جاتا ہے۔ علمیات کے آگے بہت سے مباحث جنم لے چکے ہیں۔ لیکن ہم اس سے متعلق دو اہم مباحث کا مختصر اً ذکر کریں گے:

۱۔ نتائجیت (Pragmatism) ۲۔ تجربیت (Empiricism)

۱۔ نتائجیت (Pragmatism)

نتائجیت ایک فلسفیانہ تحریک ہے جس کا آغاز امریکہ سے انیسویں صدی کے آخر میں چارلس سانڈرس پرس (Charles Sandres Pierece) نے کیا۔ بعد ازاں بیسویں صدی کے شروع میں ولیم جیمس (William James) اور

جان ڈیوی (John Dewey) نے اسے پروان چڑھایا۔ فلسفہ نتائجیت کے مطابق کسی بھی تصور یا نظریے کی صداقت کا انحصار اس کے عملی نتائج پر ہوتا ہے۔ ولیم جیمس اپنی کتاب ''نتائجیت (Pragmatism)'' میں فلسفۂ نتائجیت کی وضاحت یوں کرتے ہیں:

''اس طریقہ کا اصلی مقصد مابعدالطبیعیات کی ان بحثوں کو طے کرنا ہے جو اگر اس طرح نہ طے کی گئیں تو کبھی نہ طے ہوں گی۔ دنیا ایک ہے یا کئی؟ مقدر ہے یا غیر مقدر؟ روحانی یا جسمانی؟ یہ وہ خیالات ہیں جن کا دنیا کے متعلق صحیح اور غلط دونوں ہونا ممکن ہے، اس لئے ان پر بحث کا سلسلہ ختم نہیں ہوتا۔ ایسے موقع پر نتائجیت یہ کرتی ہے کہ وہ ہر ایک کے عملی نتائج کا سراغ لگاتی ہے۔ اگر فلاں خیال درست ہوا تو اس کا انسان پر کیا عملی اثر پڑے گا؟ اگر کوئی عملی فرق نہ پیدا ہوا تو اس کا عدم و وجود یکساں اور یہ ساری بحث لاحاصل ہے۔ جب کبھی سنجیدگی سے بحث کی جائے تو کسی ایک پہلو کے بجا ہونے کا نتیجہ عملی فرق کی شکل میں دکھانا چاہیے۔''۳۳

۲۔ تجربیت (Empiricism)

تجربیت فلسفہءِ علم یا علمیات کا وہ موضوع ہے جس میں علم کا ماخذ و منبع حواس اور تجربے کو سمجھا جاتا ہے۔ یعنی علم کے حصول کا واحد ذریعہ ہمارے حواس کے ذریعے ہونے والا تجربہ ہے۔ اس کو مزید سمجھنے کیلئے اس کی ایک تعریف درج کرتے ہیں:

''یہ ایسا نظریہ ہے جس کے مطابق علم کا منبع صرف حواس ہیں اور علم کا انحصا تجربہ پر ہے اسے حاصل بھی تجربے سے ہی کیا جاتا ہے۔ دوسرا کوئی ذریعہ نہیں۔ تجربیت سے مندرجہ ذیل امور کا انکار لازمی ہے۔
۱۔ غیر تجربی یا بدیہی تصورات کا ۲۔ عمومی اور لاابدی صداقتوں کا ۳۔ ایسے علم کا جس میں ماضی، حال یا مستقبل کے تجربے کو دخل نہ ہو۔ ۴۔ جبلی، ارثی اور پیدائشی علم کا ۵۔ صداقت کے معیار وضاحت یا بداہیت کو ۶۔ علم کے حصول کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ اگر کسی تصور کا اُلٹ ممکن نہ ہو تو اُسے تسلیم کر لینا چاہیے ۷۔ علم کے لابدی فرضیہ ہیں۔ ۸۔ اگر کسی شے سے انکار اس کے اثبات کا باعث ہو تو اُسے مان لینا چاہیے۔''۳۴

یہ ایک قابلِ بحث مسئلہ ہے کہ کیا علم صرف حواس کے تجربے سے ہی ممکن ہے؟ یہ بحث ہمارا موضوع نہیں ہمارا مقصد صرف یہ ہے کہ فلسفیانہ اصطلاح کے طور پر ''تجربیت'' کا مفہوم واضح ہو جائے جو اُمید ہے کہ ہو گیا ہوگا۔

فلسفۂ تاریخ (Philosophy of History)

تاریخ کا لفظی مطلب ''وقت کے متعلق بتانا'' یا ''وقت کی نشاندہی کرنا'' ہے۔ اصطلاحاً اس سے مُراد یہ ہے کہ گزرے ہوئے وقت میں وقوع پذیر ہونے والے واقعات کا ریکارڈ یا ماضی میں انسان کے حالات، سرگرمیوں اور نمایاں سوانح کو لکھ کر محفوظ کرنا۔ لیکن فلسفہءِ تاریخ محض واقعات کے بیان کی بجائے ان پر فلسفیانہ غور وفکر کے ذریعے اُن سے کچھ نتائج اخذ کرنے کا نام ہے۔ ڈاکٹر مبارک علی کے نزدیک فلسفہءِ تاریخ کا مقصد اور اہمیت یہ ہے:

''فلسفۂ تاریخ، تاریخی واقعات کے انبار سے انسانی ذہن وشعور اور فکر کی ترقی کا مطالعہ کرتا ہے اور اُن واقعات کی تہہ میں جو عوامل کام کر رہے تھے ان پر سے پردہ اُٹھاتا ہے اور انسانی ذہن و دماغ کی تہوں میں جو پوشیدہ تھا اُسے کھینچ کر باہر لاتا ہے جس

کی وجہ سے تاریخی واقعات ہمارے سامنے اپنی اصلی شکل وصورت اور صحیح خدوخال میں اُبھر کر سامنے آتے ہیں۔اس لئے تاریخ کو پڑھنے کے لئے فلسفۂ تاریخ کی ضرورت ہے جس کی آگہی کے بغیر تاریخ اور تاریخی واقعات کی اصلیت وماہیت سے واقف نہیں ہوا جا سکتا۔فلسفۂ تاریخ کی مدد سے ہم انسانی تاریخ کا نہ صرف تنقیدی جائزہ لے سکتے ہیں بلکہ یہ بھی سمجھ سکتے ہیں کہ مختلف ادوار میں نظریات وعقائد کے تحت جو تاریخیں لکھی گئیں ان کے موضوعات کیا تھے؟اور وہ کن مقاصد کی تکمیل کے تحت لکھی گئیں۔اس کی مدد سے ہم تاریخی ارتقاء کے ساتھ ساتھ ذہنِ انسانی کے ارتقاء کا بھی مطالعہ کر سکتے ہیں۔"۵؎

"فلسفۂ تاریخ" کے متعلق پروفیسر مرزا محمد سعید کا یہ بیان بہت اہمیت کا حامل ہے:

"اگر واقعات کو اینٹ پتھروں کا ایک انبار تصور کر لیا جائے تو فلسفۂ تاریخ کی مثال ایک ماہر فن معمار کی ہے جو ان اینٹ پتھروں کو ترتیب دے کر ایک خوشنما عمارت کھڑی کر دیتا ہے۔۔۔۔شاید اس سے بھی زیادہ صحیح یہ تشبیہ ہو سکتی ہے کہ اگر واقعات کو کثرت کے لحاظ سے ایک جنگل تصور کیا جائے تو فلسفۂ تاریخ کی مثال اُس مسافر کی سی ہے جو اس جنگل کی تاریکی اور تنگی سے گھبرا کر کسی اونچے ٹیلے یا پہاڑی کا رُخ کرتا ہے تا کہ اُس بلندی پر سے درختوں کی نوعیت اور جنگل کی وسعت کا ٹھیک طور پر معائنہ کر سکے۔غرضیکہ فلسفۂ تاریخ نہ صرف واقعات کو ایک سلسلہ میں منظم کر دیتا ہے بلکہ ماضی اور حال کے درمیان جو خلیج واقع ہے اُس پر ایک ایسا پُل تیار کر دیتا ہے جس کے ذریعے سے عقل وتخیل اس خلیج کو آسانی سے عبور کر سکتے ہیں۔"۶؎

مندرجہ بالا اقتباسات سے فلسفۂ تاریخ کا مفہوم بہت حد تک واضح ہو جاتا ہے۔

علم الانسانیات/بشریات (Philosophy of Anthropology)

علم الانسانیات یا بشریات ایک نہایت وسیع اور مختلف الجہات علم ہے۔ابتداء میں یہ فلسفہ ہی کا حصہ تھا۔لیکن اب یہ سماجی علوم (Social Sciences)،فطری سائنس اور حیاتیات سے منسلک ہے۔Anthropology یونانی الفاظ Anthropos (Man) یعنی انسان اور Logia (Study) یعنی "مطالعہ" سے ملکر بنا ہے جس کا مجموعی لفظی مطلب ہے 'مطالعہء انسان'۔فلسفہ کے بنیادی موضوعات میں سے ایک موضوع 'انسان' ہے اس لئے ابتداء میں یہ فلسفہ ہی کا حصہ تھا۔لیکن اب اس کا تعلق انسان کے متعلق ان علوم سے ہے جو تجزیاتی اور سائنسی ہیں۔اس کا دائرہ کار بہت وسیع ہے اور یہ کئی ذیلی شاخوں میں تقسیم ہو چکا ہے۔اس کے دائرہ کار میں مذہب،ثقافت،معاشرہ،لسانیات،ماقبل تاریخ،نسل،ارتقاء،نوآبادیات،مابعد نوآبادیات،انسانی رویہ،رسم ورواج وغیرہ سب کچھ آ جاتا ہے۔علاوہ ازیں یہ انسان کے جسمانی،تمدنی تہذیبی وثقافتی اور لسانی ارتقاء پر بھی غور وفکر کرتا ہے۔فلسفہء تاریخ کی طرح فلسفۂ علم الانسانیات میں اس کے بنیادی تصورات،مقاصد اس ضمن میں اس کی تصدیقات اور توضیحات کا جائزہ لیا جاتا ہے۔ذیل میں اس کی ایک تعریف درج کی جاتی ہے:

"Anthropology, like philosophy, is multifaceted. It studies human's physical, social, cultural and linguistic development, as well as their material culture, from prehistoric times up to present, in all parts of the world....Philosophy of anthropology examines the definitions of basic anthropological concepts, the

objectivity of anthropological claims and the nature of anthropological confirmation and explanation. It also examines the problems in value theory that arise when anthropologist confront cultures that do not share their own society's standards." ۲۷

جدلیات (Dialectics)

انگریزی فلسفیانہ اصطلاح Dialectics کو اُردو میں 'جدلیات' کہا جاتا ہے۔ 'جدلیات' 'جَدَل' سے نکلا ہے جس کا لفظی مطلب لڑائی جھگڑا بھی ہوتا ہے اور بحث و دلیل بھی۔ اسی سے 'جدلیات' بنا ہے یعنی بحث و مباحثہ اور دلیل و استدلال کے ذریعے سچائی جاننے کا فن۔ اصطلاحاً اس کا مطلب یہ ہے کہ مکالمے یا سوال جواب کی صورت میں فلسفیانہ مسائل پر بحث اور دلائل و استدلال کے ذریعے علمی و فکری معاملات کا حل تلاش کرنا۔ محمد سلیم الرحمٰن اور ڈاکٹر سہیل احمد خان کی تالیف کردہ ''منتخب ادبی اصطلاحات'' میں 'جدلیات' کا یہ مفہوم درج ہے۔

''سوال جواب پر مبنی جو اسلوب افلاطون کے مکالمات میں ملتا ہے اُسے فلسفے میں جدلیات کی اصطلاح کی ابتدائی شکل سمجھنا چاہیے۔۔۔اٹھارویں صدی کے آخر میں اور انیسویں صدی کے شروع میں ہیگل، اور کانٹ جیسے جرمن فلسفیوں نے جدلیات کے مفہوم کو ایک نیا اور وسیع تر رخ دیا۔ فشٹے نے جدلیاتی مباحث کی ساخت کے مشترک خصائص کے تین مرحلے تجویز کئے۔ اُس نے کہا کہ پہلے ایک قضیے کو ثابت کیا جائے۔ پھر اتنا ہی مستحکم ثبوت کسی ایسے قضیے کے حق میں لایا جائے جو پہلے قضیے سے کوئی مطابقت ہی نہ رکھتا ہو۔ اس کے بعد ان قضایا کے تضاد کے سارے مسئلے کو ایک مختلف رُخ سے دیکھ کر حل کیا جائے۔ بتایا جائے کہ تضاد اس بنا پر پیدا ہوا کہ استدلال اور علم کی اپنی اپنی حدود ہیں۔ جب پہلے سے بعض مفروضات کو درست تصور کر لیا جاتا ہے تو تضاد سے بچنا ممکن نہیں رہتا۔

۔۔۔ہیگل نے جن مراحل کا ذکر کیا انہیں ہمہ گیر، اختصاصی اور انفرادی قرار دیا جا سکتا ہے۔ ہمہ گیری انتہائی سادہ لوحی پر مبنی اپنی ذات پر مکمل ایقان کا مرحلہ ہے۔ یعنیہ جیسے نوزائیدہ بچے کو اپنے وجود کے سوا دنیا کا کوئی شعور نہیں ہوتا۔ لیکن یہ علم یا ایقان حقیقی نہیں۔ حقیقی علم صرف دوئی یا علیحدگی سے دوچار رہنے کے بعد حاصل ہو سکتا ہے۔ جب فرد کو پتہ چلے گا کہ وہ کیا نہیں ہے (یعنی غیر کو پہچان لے گا) تو جانے گا کہ وہ خود کیا ہے۔ اس طرح ہمہ گیری اختصاص میں بدل جائے گی۔ اس مرحلے سے بالیدگی اور خود آگہی کے بار آور دور کا آغاز ہوگا۔ ہیگل نے انسانی تاریخ کو اسی انداز سے دیکھا ہے۔ گویا آخری مرحلے کی انفرادیت میں میں پہلے مرحلے کی ہمہ گیری دوبارہ حاصل ہو جاتی ہے لیکن اب وہ نئے انداز سے، گہرائی کے ساتھ، خود شعوری کی حامل ہوتی ہے۔'' ۲۸

جدیدیت (Modernism)

انگریزی لفظ Modern کو اردو میں جدید کہتے ہیں اسی سے Modernism بنا ہے جس کا لفظی مطلب ہے نیا پن، کسی چیز میں جدت ہونا، نیا انداز اور طریقہ وغیرہ۔ جدیدیت کی اصطلاح دو مختلف تاریخی پس منظر کی حامل ہے۔ پہلی صورت میں

جدیدیت کی اصطلاح سترہویں صدی میں ڈیکارٹ (Rene Descartes) کے فلسفیانہ افکار کے ظہور سے وجود میں آئی اسی لئے ڈیکارٹ کو ''بابائے فلسفۂ جدید'' کہا جاتا ہے۔ دوسرے تاریخی پس منظر کے مطابق اٹھارویں صدی میں سائنسی ترقی کی بدولت انسانی فکر و نظر کی تبدیلی کو جدیدیت کا نام دیا گیا۔ جدیدیت ایک طرزِ فکر کا نام ہے جو تمام فنونِ لطیفہ اور دیگر علوم میں ایک خاص نقطۂ نظر کی عکاس ہے اور کسی چیز یا دور کے نئے یا پرانے ہونے سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ اب ایک مختصر اقتباس ''منتخب ادبی اصطلاحات'' سے درج کیا جاتا ہے:

> ''جدیدیت پر اظہارِ خیال کرنے والے کہتے ہیں کہ اس کے دو خاص رخ ہیں۔ ایک تو تاریخ کے تسلسل کا وہ انقطاع جس نے نشاۃِ ثانیہ کو تشکیل نو (Reformation) کے دور سے الگ کیا اور اس نئی دنیا کو جنم دیا جو ہماری جانی پہچانی ہے۔ علم کے متبادل نظام کے طور پر سائنس نے مذہب اور مابعد الطبیعیات کی جگہ لینی شروع کی۔ دوسرا رخ، جو زیادہ عمومی ہے، اس تحریک سے منسلک ہے جس کا آغاز انیسویں صدی میں بودلیئر کے ہاتھوں ہوا۔ اس رخ کی تین باتیں قابلِ ذکر ہیں۔ پہلی اور سب سے بنیادی بات یہ کہ جدید دنیا بھی اتنی ہی اچھی اور مرادیں بر لانے والی ہے جتنا کہ کسی بھی پچھلے عہد کو سمجھا جائے۔ دوسری بات یہ کہ جدیدیت کا تعلق شہروں سے ہے۔ شہروں کو تہذیب کے طوفانی مراکز گردانا گیا۔ تیسری بات یہ کہ جدیدیت نئے پن کی پُر زور وکالت کرتی ہے۔ نئے پن کو ہر چیز پر مقدم رکھتی ہے۔ جدیدیت نے آواں گارد یا تبدیلی کے ہراول دستے کا کام بھی انجام دیا۔ ایک فن کارانہ اور دانشورانہ طور پر اخص گروہ سامنے آیا جس نے اپنی ذہنی فوقیت اور تخلیقی صلاحیت کی بنا پر عوام الناس سے الگ تھلگ رہنے کو ترجیح دی۔ جدیدیت نے پرانے، سست رو، زرعی معاشرے کو مسترد کر کے بڑے شہروں کے اس بے نام، برق رفتار اور ریزہ ریزہ معاشرے کو گلے لگایا جس میں بیگانگی، اخلاقی گراوٹ اور ذہنی انحطاط کے خطرات کلبلا رہے تھے۔''۹۳

وجودیت (Existentialism)

وجودیت انگریزی فلسفیانہ اصطلاح Existentialism کا اُردو قالب ہے۔ وجودیت لفظ 'وجود' سے نکلا ہے جس کا لفظی مطلب ہے ہستی، زندگی، حیات وغیرہ۔ مجازاً اس کا مفہوم ہے جسم، بدن، یوں 'وجودیت' کا مطلب ہوا زندگی و حیات سے متعلق۔ فلسفیانہ اصطلاح کے طور پر پہلے پہل اس کا استعمال بیسویں صدی میں ہوا۔ یہ اصطلاح بہت وسیع معنوں میں استعمال ہوتی ہے اس کا دائرہ کار فلسفہ اور دیگر تمام فنونِ لطیفہ تک بھی پھیلا ہوا ہے۔ اس کی بھی کوئی ایک متفقہ تعریف نہیں ہے۔ اس مکتبۂ فکر سے تعلق رکھنے والے مفکرین خود بھی اس کی کسی ایک تعریف پر متفق نہیں۔ وجودیت کے علمبرداروں میں سورن کرکیگارڈ (Soren Kierke Gaard)، ہائیڈگر (Hiedegger)، جیسپر (Jesper) اور ژاں پال سارتر (Jean-Paul Sartre) کے نام نمایاں ہیں۔ اس کی رُو سے فرد کا وجود حیات اور کائنات کا اصل عنصر ہے اسی لئے وہ جبر و قید سے ماوراء اور بااختیار ہونا چاہیے۔ دوسری جنگِ عظیم کی تباہ کاریوں کے نتیجے میں پیدا ہونے والے انسان کی بے وقعتی اور زندگی کے متعلق بے ثباتی کے احساس نے اس فلسفیانہ تصور کو تقویت بخشی۔ قاضی جاوید وجودیت کا مفہوم یوں بیان کرتے ہیں:

> ''لفظ وجودیت کا مفہوم کیا ہے؟ یہ ہر قسم کے محض تجریدی، منطقی و سائنسی فلسفہ کی نفی ہے۔ یہ عقل کی مطلقیت سے انکار ہے۔

اس کا تقاضا یہ ہے کہ فلسفہ کو فرد کی زندگی، تجربے اور اس تاریخی صورتِ حال سے گہرے طور پر مربوط ہونا چاہیے جس میں فرد خود کو پاتا ہے۔ فلسفہ ظن وتخمین کا کھیل نہیں بلکہ ایک طرزِ حیات ہے۔ یہ سب کچھ لفظ وجود میں مضمر ہے۔ وجودی اعلان کرتا ہے کہ میں معروضی دنیا کی بجائے صرف اپنے حقیقی تجربے ہی کو جانتا ہوں۔ اس کے نزدیک ذاتی ہی حقیقی ہے۔ اس لئے فلسفے کا آغاز اُس کی زندگی کے تجربے اور ذاتی علم سے ہونا چاہیے۔ وجودیت فرد کی بے مثل انفرادیت پر اصرار کرتے ہوئے فطرت اور طبعی دنیا کی عمومی خصوصیات کے مقابلے میں انسانی وجود کو بنیادی حیثیت دیتی ہے۔ وہ انسان کے چند اساسی موڈز جیسے بوریت، ناسیا، خوف اور تشویش پر خصوصی توجہ دیتی ہے جو انسان کی مطلق فطرت اور کائنات سے اس کے تعلق کے بارے میں سوالات پیدا کرتے ہیں۔''[۴۰]

وجودی فکر وفلسفہ نے بیسویں صدی میں ادب سمیت تمام فنونِ لطیفہ پر گہرے اثرات مرتب کئے اور دنیا کی کسی بھی زبان کا ادب اس کے اثرات سے بچ نہیں پایا۔

فلسفۂ نفس (Philosophy of Mind)

'فلسفۂ نفس'' بھی فلسفہ کا ایک موضوع ہے۔ اس کو فلسفۂ نفسیات (Philosophy of Psychology) بھی کہہ سکتے ہیں۔ نفسیات ابتداء میں فلسفے کا ایک بنیادی موضوع تھا لیکن اب یہ ایک الگ علم کے طور پر بے پناہ ترقی کر چکا ہے بلکہ اب تو اس کی بہت سی ذیلی شاخیں بھی ہیں۔ فلسفۂ نفسیات اور علمِ نفسیات کا وہی تعلق ہے جو فلسفۂ تاریخ اور علمِ تاریخ کا ہے۔ انگریزی میں Psyche روح کو کہتے ہیں جسے ہم نفس کا نام بھی دیتے ہیں جبکہ Ology انگریزی 'لاحقہ' کے طور پر استعمال ہوتا ہے جس کا مطلب 'علم' ہے یوں Psychology یعنی نفسیات کا مطلب ہوا علمِ روح' یا 'روح کا علم'۔ فلسفۂ نفسیات میں انسان کی داخلی کیفیات یعنی سوچ، خیالات، جذبات، ارادہ اور خواہش وغیرہ کا مطالعہ فلسفیانہ نقطۂ نظر سے کیا جاتا ہے۔[۴۱]

تحلیلی ولسانی فلسفہ (Analytic and Linguistic Philosophy)

تحلیلی وتجزیاتی اور لسانی فلسفہ کو بعض ماہرین ایک فلسفیانہ موضوع مفہوم کے طور پر لیتے ہیں لیکن ہم ان الگ الگ جائزہ لیں گے۔

تحلیلی وتجزیاتی فلسفہ:

تحلیل اور تجزیہ کا لفظی مطلب ہے کسی شے، مرکب یا آمیزے کے اجزائے ترکیبی کو الگ الگ کر کے ان کی مقدار، وزن اور شناخت کا تعین کرنا۔ اصطلاحاً کسی دقیق، مشکل اور پیچیدہ مسئلے یا قضیے کی جزئیات میں جا کر اس کی پیچیدگیوں اور گرہوں کو کھول اس مسئلے کا حل نکالنا تجزیہ وتحلیل کہلاتا ہے اور اس عمل کو تحلیلی یا تجزیاتی عمل کہتے ہیں۔ فلسفے میں یہ قدرے جدید موضوع ہے جسے متعارف کرانے کا سہرا وٹگنسٹائین (Wittgenstine)، جی۔ای مور (G.E. Moore) اور برٹرینڈ رسل (Bertrand Russell) کے سر ہے۔ تحلیلی فلسفے کو اینگلو۔امریکی فلسفہ (Anglo-American Philosophy) بھی کہا جاتا ہے۔ تحلیلی فلسفے کے طریقہ کار کے مطابق فلسفیانہ مسائل کے حل کے لئے سائنسی طریقہ ہائے کار کے استعمال پر زور دیا جاتا

ہے ۔اسے جرمن ۔فرنچ مثالیت پسندی کے خلاف بھی بغاوت قرار دیا جا سکتا ہے اور یہ تحریک ان ملکوں میں پروان چڑھی جہاں انگریزی زبان غالب تھی مثلاً برطانیہ، امریکہ، کینیڈا، نیوزی لینڈ، آسٹریلیا وغیرہ۔ پروفیسر خواجہ غلام صادق تحلیلی فلسفیوں کے طریقہ کار کے بارے میں یوں لکھتے ہیں:

''تحلیلی فلسفہ کے علمبردار فلسفے کے منہاج اور فلسفے کے (وظیفہ) کے بارے میں ایک خاص نقطۂ نظر رکھتے ہیں ۔وہ معانی اور صداقت کو بڑی شدت سے ایک دوسرے سے الگ رکھتے ہیں ۔ان کے نزدیک فلسفے کا تعلق معانی سے ہے صداقت سے نہیں ۔علوم کا تعلق صداقت سے ہے اور ہر علم اپنے اپنے دائرہ کار میں صداقت کے حصول کے لئے کوشاں رہتا ہے۔تحلیلی فلسفی اس بات پر ایمان رکھتا ہے کہ دنیا کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کا واحد طریقہ فرضیہ قائم کرنا اور پھر اس فرضیہ کو مشاہدہ اور تجربہ سے پرکھنے کا ہے اور یہی دراصل سائنس کا منہاج ہے۔تحلیلی فلسفہ حقیقت مطلقہ کا متلاشی نہیں اور نہ ہی فلسفے کو دیگر مثبت علوم کی صف میں لا کھڑا کرتا ہے۔اس کے نزدیک حقیقتِ مطلقہ کا تصور ایک افسانوی تصور ہے اور جہاں تک دنیا کے بارے میں صداقت یا سچائی قائم کرنے کا تعلق ہے وہ صرف سائنس کا خاصہ ہے۔اس لئے تحلیلی فلسفی معلومات فراہم کرنے کا کام سائنس دان کے سپرد کرتا ہے اور اپنی توجہ معانی اور زبان کے منطقی تجزیہ اور اس سے متعلقہ مسائل تک محدود رکھتا ہے۔''[۴۲]

لسانی فلسفہ:

جیسا کہ ہم نے پہلے بھی ذکر کیا کہ تحلیلی اور لسانی فلسفے کو اکثر ایک ساتھ بیان کیا جاتا ہے لیکن ہم نے ان کو الگ الگ کر کے ان کی وضاحت کی کوشش کی ہے ۔لسانی فلسفہ کے علمبرداروں کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ بہت سے فلسفیانہ مسائل زبان کی پیچیدگیوں اور مغالطوں سے پیدا ہوتے ہیں ۔اگر ہم ان لسانی گتھیوں کو سلجھالیں تو بہت سے دقیق فلسفیانہ مسائل خود بخود حل ہو جائیں گے۔ بالفاظ دیگر فلسفیانہ مسائل زبان کی اصلاح کے ذریعے حل کئے جاسکتے ہیں ۔سی ۔اے قادر ''لسانی فلسفہ'' کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار یوں کرتے ہیں:

''لسانی فلسفے کا کہنا یہ ہے کہ فلسفہ سائنس نہیں ۔سائنس میں ہر شے کو شواہد اور حقائق سے ثابت کیا جاتا ہے۔فلسفے میں صورتحال مختلف ہے۔فلسفے میں نہ تو کسی چیز کو ثابت کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی جھٹلایا جا سکتا ہے۔فلسفے کا کام مسائل کو ختم کرنا ہے۔یہ مسائل زبان کی خامیوں سے پیدا ہوتے ہیں ۔۔۔

۔۔۔فلسفے میں ہمارا سروکار اشیاء کے بجائے زبان سے ہے اور اس کے کئی الفاظ ایسے ہیں جن کے پیچھے کوئی معنی نہیں۔ منطق کی زبان میں ایسے الفاظ تضمینی ہوں گے۔اس کے علاوہ شے یا حقیقت کی تعریف بھی نہیں کی جا سکتی۔ان مشکلات کے پیش نظر لسانی فلسفی اشیاء کو چھوڑ کر صرف الفاظ اور جملوں سے سروکار رکھتے ہیں، انہی کو بیان کرتے ہیں اور ان کے بیان سے کئی پیچیدہ مسائل حل ہو جاتے ہیں۔''[۴۳]

❁❁❁❁❁

حواشی وحوالہ جات

۱۔ ”وأصبحت هذه الكلمة مرادفة لكلمة الفلسفة، وأطلقت في الأصل للدلة على الفلسفة اليونانية التي نقلت الى اللغة العربية۔“
كحالة، عمر رضا، الفلسفة الاسلامية و ملحقاتها، (دمشق : مطبع الحجاز، ۱۳۹۴/ ۱۹۷۳ء) ص:۵
۲۔ وحید عشرت، مرتب، فلسفہ کیا ہے؟، (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۷ء)
۳۔ رسل، برٹرینڈ (Russell Bertrand)، مسائل فلسفہ، مترجم، ڈاکٹر عبدالخالق، (لاہور: گورا پبلشرز، ۱۹۹۵ء)، ص:۱۵۱۔۱۵۲
۴۔ ایضاً، ص:۱۵۸

یہاں ہم انگریزی انسائیکلوپیڈیاز (Encyclopedias) سے فلسفہ سے متعلق کچھ اور تعریفیں درج کرتے ہیں۔

"Some readers might be surprised to find that there is no entry simply on philosophy itself. This is partly because no short definition is adequate. It will not do to define 'Philosophy', in the etymological way many have, as 'The Love Wisdom': granting that it is natural for philosophers to love wisdom and for many lovers of wisdom to be inspired to pursue philosophy , a lover of wisdom can be quite unphilosophical , and even a good philosopher can be wise in at most a few domains of inquiry. Perhaps a great many philosophers (though certainly not all of them)would agree that philosophy is roughly the critical, normally systematic, study of an unlimited range of ideas and issues: But this characterization says nothing about what sorts of ideas and issues are central in philosophy or about its distinctive methods of studying them."

(The Cambridge Dictionary of Philosophy, Edited by Rober Audi, (Cambridge: Press Syndicate of the University of Cambridge, 1995) P:xxv)

"Defining philosophy is itself a philosophical problem. Perhaps a great many philosophers would agree that whatever else philosophy is, it is the critical, normally systematic study of an unlimited range of ideas and issues. But this characterization says nothing about what sorts of ideas and issues are important in philosophy or about its distinctive methods of studying them......

Philosophy pursues questions in every dimension of human life, and its techniques apply to problems in any field of study or endeavor. It may be described in many ways.

It is a reasoned pursuit of fundamental truths, a quest for understanding, a study of principles of conduct. It seeks to establish standards of evidence, to provide rational methods of resolving conflicts, and to create techniques for evaluating ideas and arguments .Philosophy may examine concepts and views drawn from science, art, religion, politics or any other realm."

(Encyclopedia of Philosophy, Editor in Cheif, Donald M. Brochert, 2nd Edition, Vol:7, (New York: Thomsom Gale, 2006) P:325)

5. Nasr, Hussain, Syed, The Meaning and Concept of Philosophy in Islam, Encyclopedia of Islamic Philosophy, Edited by Syed Hussain Nasr, (Lahore: Sohail Academy, 2002) P:22.

۶۔ ایف۔پاولسن (F. Paulsen)، مقدمۂ فلسفہ (An Introduction to Philosophy)، ترجمہ، احسان احمد، مولوی، (حیدرآباد دکن: دارالطبع جامعہ عثمانیہ ۱۹۴۷ء)، ص:۵

۷۔ صدر الدین شیرازی (ملاصدرا)، اسفار اربعہ (حصہ اول۔ جلد اول)، ترجمہ، مناظر احسن گیلانی، مولانا، (حیدرآباد دکن: دارالطبع جامعہ عثمانیہ، ۱۹۴۱ء)، ص:۱

۸۔ حمید الدین فراہی، حکمت قرآن (حکمۃ القرآن۔النظام فی الدیانۃ الاسلام)، ترجمہ، خالد مسعود، (لاہور: فاران فاؤنڈیشن، طبع دوم ۲۰۰۰ء)، ص:۲۹۔۳۰۔۳۱

۹۔ (۱)سورۃ البقرہ۲: آیت ۱۲۹ (۲)۲:۱۵۱ (۳)۲:۲۳۱ (۴)۲:۲۵۱ (۵)۲:۲۶۹ (۶)۲:۲۶۹ (۷)۳:۴۸ (۸)۳:۸۱ (۹)۳:۱۶۴ (۱۰)۴:۵۴ (۱۱)۴:۱۱۳ (۱۲)۵:۱۱۰ (۱۳)۱۶:۱۲۵ (۱۴)۱۷:۳۹ (۱۵)۳۱:۱۲ (۱۶)۳۳:۳۴ (۱۷)۳۸:۲۰ (۱۸)۴۳:۶۳ (۱۹)۵۴:۵۔

۱۰۔ (۱)سورۃ البقرہ۲:آیت۳۲ (۲)۲:۱۲۹ (۳)۲:۲۰۹ (۴)۲:۲۲۰۹ (۵)۲:۲۲۸ (۶)۲:۲۲۰ (۷)۲:۲۶۰ (۸)۳:۶ (۹)۳:۱۸ (۱۰)۳:۵۸ (۱۱)۳:۶۲ (۱۲)۳:۱۲۶ (۱۳)۴:۲۶ (۱۴)۵:۳۸ (۱۵)۵:۱۱۸ (۱۶)۶:۱۸ (۱۷)۶:۷۳ (۱۸)۶:۸۳ (۱۹)۶:۱۲۸ (۲۰)۶:۱۳۹ (۲۱)۸:۱۰ (۲۲)۸:۴۹ (۲۳)۸:۶۳ (۲۴)۸:۶۷ (۲۵)۸:۷۱ (۲۶)۹:۱۵ (۲۷)۹:۲۸ (۲۸)۹:۴۰ (۲۹)۹:۶۰ (۳۰)۹:۷۱ (۳۱)۹:۹۷ (۳۲)۹:۱۰۶ (۳۳)۹:۱۱۰ (۳۴)۱۰:۱ (۳۵)۱۱:۱ (۳۶)۱۲:۶ (۳۷)۱۲:۸۳ (۳۸)۱۲:۱۰۰ (۳۹)۱۴:۴ (۴۰)۱۵:۲۵ (۴۱)۱۶:۶۰ (۴۲)۲۲:۵۲ (۴۳)۲۴:۱۰ (۴۴)۲۴:۱۸ (۴۵)۲۴:۵۸ (۴۶)۲۴:۵۹ (۴۷)۲۷:۶ (۴۸)۲۷:۹ (۴۹)۲۹:۲۶ (۵۰)۲۹:۴۲ (۵۱)۳۰:۲۷ (۵۲)۳۱:۲ (۵۳)۳۱:۹ (۵۴)۳۱:۲۷ (۵۵)۳۴:۱ (۵۶)۳۴:۲۷ (۵۷)۳۵:۲ (۵۸)۳۶:۲ (۵۹)۳۹:۱ (۶۰)۴۰:۸ (۶۱)۴۱:۴۲ (۶۲)۴۲:۳ (۶۳)۴۲:۵۱

(۶۴)۴:۴۳ (۶۵)۸۴:۴۳ (۶۶)۴:۴۴ (۶۷)۲:۴۵ (۶۸)۳۷:۴۵ (۶۹)۲:۴۶ (۷۰)۸:۴۹
(۷۱)۳۰:۵۱ (۷۲)۱:۵۷ (۷۳)۱:۵۹ (۷۴)۲۴:۵۹ (۷۵)۵:۶۰ (۷۶)۱۰:۶۰ (۷۷)۱:۶۱ (۷۸)۱:۶۲
(۷۹)۳:۶۲ (۸۰)۱۸:۶۴ (۸۱)۲:۶۶۔

۱۱۔ (۱)سورۃ النساء۴: آیت ۱۱ (۲)۱۷:۴ (۳)۲۴:۴ (۴)۵۶:۴ (۵)۹۲:۴ (۶)۱۰۴:۴ (۷)۱۱۱:۴ (۸)۱۳۰:۴
(۹)۱۵۸:۴ (۱۰)۱۶۵:۴ (۱۱)۱۷۰:۴ (۱۲)۱:۳۳ (۱۳)۴:۴۸ (۱۴)۷:۴۸ (۱۵)۱۹:۴۸ (۱۶)۳۰:۷۶

۱۲۔ (۱)سورۃ النساء۴: آیت ۸۲(یَتَدَبَّرُوْنَ) (۲)۲۴:۴۷(یَتَدَبَّرُوْنَ) (۳)۶۸:۲۳ (یَدَّبَّرُوا) (۴)۲۹:۳۸
(لِیَدَّبَّرُوا)

۱۳۔ (۱)سورۃ البقرۃ ۲: آیت ۷۵(عَقَلُوْهُ) (۲)۴۴:۲(تعقلون) (۳)۷۳:۲ (۴)۷۶:۲ (۵)۲۴۲:۲ (۶)۶۵:۳
(۷)۱۱۸:۳ (۸)۳۲:۶ (۹)۱۵۱:۶ (۱۰)۱۶۹:۷ (۱۱)۱۶:۱۰ (۱۲)۵۱:۱۱ (۱۳)۲:۱۲ (۱۴)۱۰۹:۱۲ (۱۵)۱۰:۲۱
(۱۶)۶۷:۲۱ (۱۷)۸۰:۲۳ (۱۸)۶۱:۲۴ (۱۹)۲۸:۲۶ (۲۰)۶۰:۲۸ (۲۱)۶۲:۳۶ (۲۲)۱۳۸:۳۷
(۲۳)۶۷:۴۰ (۲۴)۳:۴۳ (۲۵)۱۷:۵۷ (۲۶)۱۰:۶۷(نَعْقِلُ) (۲۷)۴۳:۲۹(یَعْقِلُهَا) (۲۸)۱۶۴:۲
(یعقلون) (۲۹)۱۷۰:۲ (۳۰)۱۷۱:۲ (۳۱)۵۸:۵ (۳۲)۱۰۳:۵ (۳۳)۲۲:۸ (۳۴)۴۲:۱۰ (۳۵)۱۰۰:۱۰
(۳۶)۴:۱۳ (۳۷)۱۲:۱۶ (۳۸)۶۷:۱۶ (۳۹)۴۶:۲۲ (۴۰)۴۳:۲۵ (۴۱)۳۵:۲۹ (۴۲)۶۳:۲۹
(۴۳)۲۴:۳۰ (۴۴)۲۸:۳۰ (۴۵)۶۸:۳۶ (۴۶)۴۳:۳۹ (۴۷)۵:۴۵ (۴۸)۴:۴۹ (۴۹)۱۴:۵۹۔

۱۴۔ (۱)سورۃ المدثر ۷۴: آیت ۱۸(فَكَّرَ) (۲)۴۶:۳۴ (تَتَفَكَّرُوا) (۳)۲۱۹:۲(تَتَفَكَّرُونَ) (۴)۲۶۶:۲ (۵)۵۰:۶
(۶)۱۸۴:۷(یَتَفَكَّرُوا) (۷)۸:۳۰ (۸)۱۹۱:۳(یَتَفَكَّرُونَ) (۹)۱۷۶:۷ (۱۰)۲۴:۱۰ (۱۱)۳:۱۳ (۱۲)۱۱:۱۶
(۱۳)۴۴:۱۶ (۱۴)۶۹:۱۶ (۱۵)۲۱:۳۰ (۱۶)۴۲:۳۹ (۱۷)۱۳:۴۵ (۱۸)۲۱:۵۹۔

15-i. "The branch of Philosophy which studies the underlying structure of reality. Central question in metaphysics include: can we act freely? What is something to exist? How are causes related to their effects? What is time? What is space? How is change possible?"

(www.abdn.ac.uk/philosophy/guide/glossary.shtm)

ii۔ ''کشافِ اصطلاحاتِ فلسفہ'' میں مابعد الطبیعات کا مفہوم یوں بیان کیا گیا ہے۔

''پہلی صدی قبل مسیح میں یہ اصطلاح ارسطو کی تصانیف کے لئے استعمال کی گئی جو طبیعات کے متعلق نہ تھیں بلکہ اصول اولیہ سے بحث کرتی تھیں۔ یہ اصول بالاترین تھے اور تمام موجودات پر حاوی تھے۔ ان کا تعلق حسی علم سے نہ تھا بلکہ فوق الحسی حقیقت سے تھا اور چونکہ یہ اصول عقل سے دریافت کئے جاتے تھے ان کا اطلاق تمام علوم پر تھا۔ زمانہء وسطی میں مابعد الطبعیات کو دینیات کے تحت کر دیا گیا اور اس سے مُراد وجودیات (Ontology) لی گئی۔ مارکسیوں کے نزدیک مابعد

الطبیعیات ایک غیر جدلیاتی فکر ہے جس میں حقیقت کو غیر متغیر، مستقل اور ابدی مانا گیا ہے۔ تضاد کا اصول جس سے کائنات میں نمو ہوتی ہے اس سے انکار کیا گیا ہے۔ لہٰذا مابعد الطبیعیات زندگی کے مسائل سے کوئی علاقہ نہیں رکھتی۔"

(کشاف اصطلاحات فلسفہ، مؤلفین و مترجمین، سی۔ اے قادر، اکرام رانا، (لاہور: بزم اقبال، اول ۱۹۹۴ء)، ص:۲۸۶۔۲۸۷)

۱۶۔ میکنزی جان۔ ایس (Mackenzie, John.S)، علم الاخلاق، ترجمہ عبدالباری ندوی، (حیدرآباد دکن: دارالطبع جامعہ عثمانیہ، ۱۹۲۳ء)، ص:۱

۱۷۔i سیوہاروی، محمد حفظ الرحمٰن، اخلاق اور فلسفہ اخلاق، (لاہور: مکتبہ رحمانیہ، ۱۹۷۶ء)، ص:۳۰

ii۔ یہاں کشاف اصطلاحاتِ فلسفہ سے بھی اخلاقیات کی مزید ایک تعریف درج کی جاتی ہے:

"پروفیسر ڈیوی (Dewey) کے مطابق "اخلاقیات وہ علم ہے جس میں کردار پر خیر و شر یا ثواب و خطاء کے نقطۂ نظر سے بحث کی جاتی ہے۔ اس کی غرض و غائیت یہ ہے کہ کردار پر ثواب یا خطاء یا خیر و شر کے نقطۂ نظر سے جو احکام عاید کئے جاتے ہیں ان کو باقاعدہ نظام کی صورت میں پیش کرے۔"

پروفیسر راجرس اپنی کتاب تاریخ اخلاقیات میں رقم طراز ہیں:

"جو علم ایسے اصول بتاتا ہو جس سے انسانی کردار کے صحیح مقاصد کی حقیقی اور سچی قدر و قیمت کا تعین ہو سکے اُس کا نام علمِ اخلاق ہے۔"

پروفیسر للّی (Lillie) کے خیال میں:

"انسانی کردار منوالی (Normative) سائنس کو اخلاقیات کہا جاتا ہے اس میں کردار کا مطالعہ خیر و شر یا ثواب و خطاء کی حیثیت سے کیا جاتا ہے علم الاخلاق کا تعلق قدر تصدیقات سے ہے۔۔۔ اخلاقیات کا مطالعہ دو طرح سے ہو سکتا ہے یا تو اخلاقی تصدیقات کا تجزیہ نفسیاتی اور معاشرتی لحاظ سے کیا جائے اور بتلایا جائے کہ ہماری پسندیدگی اور ناپسندیدگی سے کیا مُراد ہے اور ہم کیوں کسی کو پسند کرتے ہیں یا ناپسند کرتے ہیں۔ یا کوئی لائحہ عمل تجویز کیا جائے جسے صائب یا خیر یا فضیلت کہا جا سکے۔"

(کشافِ اصطلاحاتِ فلسفہ، ص ۱۷۴)

۱۸۔i ناصر نصیر احمد، مقدمہ تاریخ جمالیات، (لاہور: فیروز سنز، ۱۹۹۰ء)، ص:۲۰

ii۔ یہاں کشاف اصطلاحاتِ فلسفہ سے بھی جمالیات کی مزید ایک تعریف درج کی جاتی ہے:

"فلسفہ کی وہ شاخ جو حسن و جمال (خاص طور پر فن میں) اور فنونِ لطیفہ کے جمالیاتی اصولوں کو زیرِ بحث لاتی ہے اس اصطلاح کو پہلے پہل باؤم گارٹن (Baum Garten) نے ۱۷۵۰ء میں استعمال کیا۔ اس سے مُراد ایسا حسّی علم ہے جو حُسن تخلیق کرتا ہو۔ کانٹ نے اس سے کچھ اور مراد لی ہے اس کی اصطلاح ماورائی جمالیات (Transcendental

Aesthetics) ہے۔ جمالیات سے مُراد حسی تجربات کے غیر تجرباتی اصول ہیں۔
جمالیات نے اب مستقل علم کی حیثیت اختیار کرلی ہے اور اس میں مندرجہ ذیل مضامین شامل ہیں؛
ا۔فنون کے نمونے ۲۔فن کا تجربا اور تخلیق کا عمل ۳۔فن کے علاوہ حسن و قبح کے مظاہر مثلاً پھول، غروبِ آفتاب، انسانی صورتیں اور مشینیں وغیرہ۔"
(کشافِ اصطلاحاتِ فلسفہ، ص:۹)

19. Shams Inati, Logic, Encyclopedia of Islamic Philosophy (Part ii), P:805.

۲۰۔ کرامت حسین جعفری، منطق استخراجیہ، (لاہور: ایم۔آر برادرز، ۱۹۸۹ء)، ص:۷۔۸

۲۱۔ قاضی عبدالقادر، تعارفِ منطقِ جدید، (کراچی: شعبہ تصنیف و تالیف جامعہ کراچی)، ص:۱

22. http://askville.amazon.com/deductivelogic/answerviewer.do?Requested=1703695

۲۳۔ کرامت حسین جعفری، منطق استقرائیہ، (لاہور: ایم۔آر برادرز، ۱۹۸۹ء)، ص:۱۔۲

24. http://en.wikipedia.org/wiki/logic

۲۵۔ کرامت حسین جعفری، منطق استقرائیہ، (لاہور: ایم۔آر برادرز، ۱۹۸۹ء)، ص:۴۔۵

۲۶۔ کشافِ اصطلاحاتِ فلسفہ، ص:۳۳۷

27. http://www.answers.com/topic/theology#ixzz1bsudr10

۲۸۔ کشافِ اصطلاحاتِ فلسفہ، ص:۴۱۴

29. Abdel Haleem, M. Early Kalam, Encyclopedia of Islamic Philosophy, P:71-72.

۳۰۔ ابنِ خلدون، عبدالرحمٰن، علامہ، مقدمۂ تاریخ ابن خلدون، ترجمہ، حکیم احمد حسین الہ آبادی، (لاہور: الفیصل ناشران و تاجران کتب، جلد اول، ۲۰۰۴ء)، ص:۵۰۵

۳۱۔ مقدمۂ تاریخ ابن خلدون، جلد اول، ص:۵۱۰

32-i. "Epistemology, or the theory of knowledge, is that branch of philosophy concerned with the nature of knowledge, its possibility, scope, and general basis. It has been a major interest of many philosophers almost from the beginnings of the subject."
(The Oxford Campanion To Philosophy, Edited by Ted Honderich, (Oxford: Oxford University Press, 1995) P:242)

32-ii. "Epistemology is one of the core areas of philosophy. It is concerned with the nature, sources and limits of knowledge. There is a vast area of views about those topics, but one virtually universal presupposition is that knowledge is true belief, but not mere true belief. For example, lucky guesses or true belief resulting from wishful thinking

are not knowledge. Thus, a central question in epistemology is : what must be added to true beliefs to convert them into knowledge."

(Concise Routledge Encyclopedia of Philosophy, (New York: Routledge, 2000) P:246)

۳۳۔ ولیم جیمس (William James)، نتائجیت، مترجم، عبدالباری ندوی، (حیدرآباد دکن: دارالطبع جامعہ عثمانیہ، ۱۹۳۷ء)، ص:۲۳

۳۴۔ کشافِ اصطلاحاتِ فلسفہ، ص:۱۶۶

۳۵۔ مبارک علی، ڈاکٹر، تاریخ اور فلسفۂ تاریخ، (لاہور: فکشن ہاؤس، ۱۹۹۳ء)، ص:۶۲۔۶۳

۳۶۔ مرزا محمد سعید، پروفیسر، مذہب اور باطنی تعلیم (مذہب اور باطنیت)، (لاہور: اردو مرکز)، ص:۱۳

37. Concise Routledge Encyclopedia of Philosophy, P:39-40.

۳۸۔ سہیل احمد خاں، ڈاکٹر محمد سلیم الرحمٰن، مؤلفین، منتخب ادبی اصطلاحات، (لاہور: شعبہ اردو، جی سی یونیورسٹی، ۲۰۰۵ء)، ص:۶۵۔۶۶

۳۹۔ منتخب ادبی اصطلاحات، ص:۱۳۴۔۱۳۵

۴۰۔ قاضی جاوید، وجودیت، (لاہور: مکتبہ میری لائبریری، طبع اول، ۱۹۷۳ء)، ص:۱۶

41. "Philosophy of mind, the branch of philosophy that includes the philosophy of psychology, philosophical psychology, and the area of metaphysics concerned with the nature of mental phenomena and how they fit into the casual structure of reality.... philosophy of psychology investigates folk psychology, a body of commonsensical, protoscientific views about mental phenomena. such investigations attempt to articulate and refine views found in folk psychology about conceptualization, memory, perception, sensation, consciousness, belief, desire, intentions, reasoning, action and so on." (The Cambridge Dictionary of Philosophy, P:597)

۴۲۔ پروفیسر خواجہ غلام صادق، دیباچہ، فلسفہ جدید کے خدوخال، (لاہور: شعبہ فلسفہ پنجاب یونیورسٹی، ۱۹۷۸ء)، ص:۷

۴۳۔ سی۔اے قادر، دیباچہ، جدید مغربی فلسفہ، از قاضی جاوید، (لاہور: تخلیقات، ۱۹۹۷ء)، ص:۸

باب دوم

انگریزی اور دیگر مغربی زبانوں سے فلسفیانہ تراجم

باب دوم

(ا) قدیم یونانی و جدید مغربی فلسفہ اور فلسفیوں سے متعلق انگریزی کتب کے تراجم

کتاب: ۱

کتب خانہ مجلس ترقی ادب لاہور

رسالہ منطق استقرائی

PRINCIPLES OF INDUCTIVE LOGIC

By

FOLWER + JEVONS + MILLS

مصنف: فالور + جیوز + ملز

مؤلف و مترجم: مولوی محمد حسین

مطبع انجمن پنجاب لاہور، متحدہ ہندوستان، ۱۸۸۲ء

کل ابواب: ۶ (چھ)

کل صفحات: ۱۵۸ (158)

موضوع:

یہ کتاب علم منطق کی اہم شاخ ''منطق استقرائی'' (Inductive Logic) کے موضوع پر نمایاں انگریزی کتب اور ماہرین منطق کے کاموں سے ماخوذ ہے۔ یہ کتاب کسی ایک تصنیف کا براہ راست ترجمہ نہیں بلکہ مختلف کتابوں سے ''ماخوذ'' تصنیف ہے اس لئے ہم طبع زاد تصنیف کی بجائے ''ترجمہ'' ہی تصور کریں گے۔ یہ کتاب بنیادی طور پر پنجاب یونیورسٹی کے طلبہ کے لئے لکھی گئی لیکن اس کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ فلسفہ اور منطقِ جدید کی اس نئی اور اہم شاخ (منطقِ استقرائیہ) کو اپنے ملک کے اہل علم سے متعارف کروایا جائے اور اردو زبان میں اس موضوع کو بیان کر کے نہ صرف اردو میں علمی موضوعات کو وسعت دی جائے بلکہ ایسے اسالیب کی بھی داغ بیل ڈالی جائے جن سے اردو لسانی اور فنی حوالے سے ایک علمی زبان کا رتبہ حاصل کر سکے۔ یہ کتاب ان کاوشوں کے سلسلے کی ابتدائی ترین کڑیوں میں سے ایک ہے۔

زبان:

یہ کتاب اردو زبان کی ابتدائی ترین فلسفیانہ کتب میں سے ایک ہے۔ یہ ۱۸۸۲ء میں منصۂ شہود پر آئی۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو اس کی زبان بہت صاف، قابل فہم اور رواں ہے۔ ناگزیر اصطلاحات کے علاوہ زبان مشکل الفاظ اور تراکیب سے پاک ہے۔ علمی و فلسفیانہ اسالیب کے بیان سے یہ کتاب اس بات کا ثبوت ہے کہ اردو میں ابتداء ہی سے ایسے موضوعات کو بخوبی اپنے اندر سمونے کی صلاحیت موجود تھی۔ یہ کتاب آج سے تقریباً ایک سو اٹھائیس (۱۲۸) سال قبل لکھی گئی اس دوران میں زبان بہت سے ارتقائی مراحل سے گزر چکی ہے اس لئے کچھ الفاظ متروک ہو چکے ہیں یا ان کا املا تبدیل ہو گیا ہے۔ مثلاً

ہین	ہیں	ص ۱۲	کسیکو	کسی کو	ص ۸
کیجاوے	کی جائے	ص ۸	دیوے	دے	ص ۹
گہاس	گھاس	ص ۹			

لیکن بحیثیت مجموعی زبان فصیح، علمی اور قریب الفہم ہے۔ ایک مختصر اقتباس درج کرتے ہیں:

''مشاہدہ کسی حادثہ کو حالت ظہور مین غور او رتوجہ کے ساتھ دیکھنے کو کہتے ہین۔ اس حادثہ کو خاص اور خاطر خواہ قرینوں میں

ترتیب دے کراس کے نتیجہ کو مشاہدہ کرنا تجربہ کہلاتا ہے۔ گویا ہرایک تجربہ مین مشاہدہ ضمناً شامل ہوتا ہے۔ جب کوئی ہیئت دان سیاروں کی حرکت کو دیکھتا ہے تو کہتے ہین کہ وہ مشاہدہ کررہا ہے کیونکہ سیاروں کی حرکت کو فقط مشاہدہ کرنے کے علاوہ ان میں کسی طرح کی تبدیلی یااس کی ترتیب اور ترکیب بدلنااس کے اختیار سے باہر ہوتا ہے۔اس کا فقط یہ کام ہے کہ حادثہ کو جب وہ قدرتاً ظاہر ہو رہا ہو دیکھ لیوے۔''[۱]

☆☆☆☆☆

کتاب: ۲ — کتب خانہ مجلس ترقی ادب لاہور

علم النفس والقوائے

مصنف: ہملٹن

مترجم: مولوی انعام علی

مطبع انجمن پنجاب لاہور، متحدہ ہندوستان، ۱۸۸۵ء

HAMILTON'S LECTURES

(VOL I-II)

By

HAMILTON

کل ابواب: اس میں ابواب نہیں ۴۷ (سینتالیس) لیکچرز ہیں۔ | **کل صفحات:** ۱۸۳ (183)

موضوع:

فلسفہ کے بنیادی مباحث اور فلسفہ نفسیات پر مشتمل سینتالیس لیکچرز کو ایک خاص ترتیب سے مرتب کر کے اسے کتابی صورت دی گئی ہے۔ کسی حد تک یہ کتاب علم نفسیات کے تحت بھی آتی ہے لیکن ان لیکچرز میں زیادہ تر ان مباحث کو چھیڑا گیا ہے جو فلسفہ اور نفسیات میں مشترک ہیں۔ اصل انگریزی کتاب ۴۶ (چھیالیس) لیکچرز پر مشتمل ہے لیکن مصنف ہی کا ایک اور لیکچر کسی دوسری کتاب سے لے کر اس میں شامل کیا گیا ہے۔ پہلے سات لیکچرز فلسفہ کے مفہوم، مبادی مباحث اور اس کے بنیادی موضوعات سے متعلق ہیں۔ آٹھواں، نواں، دسواں لیکچر ''علم'' کے متعلق ہیں۔ اس کے بعد نفسیات سے متعلق لیکچرز ہیں جن میں تعقل، تعقل کی شرائط، توجہ، نفسیات اور فلسفہ کے طلبہ کو تعقل سے متعلق پیش آنے والے مسائل، قوت مدرکہ اور س کے مختلف پہلو، قوت محصلہ، ادراک، طبعی فلسفیوں کے مذہب پر اعتراضات، ذہن اور خارجی اشیاء کا عمل، حواس کے متعلق ابواب، قوتِ باصرہ اور لامسہ کا تعلق، وجدان، قوتِ حافظہ، قوت متحضرہ، قوتِ متخیلہ، تصورِ مجرد عام، قوتِ مجوزہ (تصدیق و برہان) قوتِ جبلی، قانونِ مشروط، اصول علیت، کیفیاتِ ذہنی اور تاثرات، رنج وخوشی، رنج وخوشی کی تاریخ، تاثراتِ حسن، عظمت نفرت وغیر، خواہش اور ارادہ پر سیر حاصل گفتگو ہے۔ موضوع کے اعتبار سے فلسفہٗ ونفسیات کی ابتدائی ترین ترجمہ شدہ کتب میں سے ہے۔ یہ کتاب ثابت کرتی ہے کہ انیسویں صدی کے دوسرے نصف میں اردو اعلیٰ علمی وفلسفیانہ موضوعات بیان کرنے کے قابل ہوگئی تھی۔

زبان:

یہ کتاب اس دور میں اردو زبان میں منتقل ہوئی جب اردو میں اعلیٰ علمی نثر کی روایت اپنے ابتدائی مراحل میں تھی اور

بدستور اسے محض شاعرانہ زبان ہی سمجھا جاتا تھا اور ایسے اسالیب بھی وضع نہیں ہوئے تھے جو علمی خصوصاً فلسفیانہ موضوعات کو بہ حسن وخوبی اپنے اندر بیان کر سکتے ۔ ایسے میں یہ کتاب ایک علمی وفلسفیانہ روایت کی بنیاد بنی ۔ املاء، ہجے اور الفاظ کے پرانے استعمال کے علاوہ زبان نہایت فصیح، رواں اور براہِ راست ہے ۔ اس میں اسلوبیاتی وحدت ہے اور کہیں کوئی جھول نظر نہیں آتا ۔ اگر کچھ الفاظ کا ہجے اور املا آج کے مطابق کر لیا جائے تو یہ اندازہ لگانا مشکل ہوگا کہ یہ کتاب آج سے ایک سو چھبیس سال پہلے شائع ہوئی ۔ ایک مختصر اقتباس درج کرتے ہیں:

> ''بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک چیز کا تصور دوسری چیز کے تصور کو ذہن میں لاتا ہے لیکن ان دونوں اشیاء کے درمیان کوئی ظاہری تعلق نظر نہیں آتا ۔ اس کی توجیہ بعض فلسفی اس طرح کرتے ہیں کہ اگر خیال (الف) کے بعد خیال (ج) آتا ہے تو (ب) کا خیال بھی دل میں ضرور آیا ہوگا اور نمیں سے سٹوارٹ کی یہ رائے ہے کہ خیال (ب) تعقل میں آیا اور اسنے (ج) کا تصور ذہن میں پیدا کیا اور خود بھلا دیا گیا ۔''[۱۲]

☆☆☆☆☆

کتاب: ۳

کتب خانہ مجلس ترقی ادب لاہور

رسالہ منطق استخراجی

مصنف: رے، پی ۔ کے

مترجم: چودھری علی گوہر ایم ۔ اے

مفید عام پریس لاہور، متحدہ ہندوستان، ۱۸۹۹ء

کل ابواب: ۱۱ (گیارہ)

DEDUCTIVE LOGIC

By

RAY, P. K.

کل صفحات: ۳۸۰ (380)

موضوع:

یہ کتاب فلسفہ کی ایک اہم شاخ علم منطق کے جدید موضوع منطق استخراجی (Deductive Logic) سے متعلق انگریزی کتاب کا اردو ترجمہ ہے ۔ اس کے بنیادی طور پر تین حصے ہیں ان میں ''تمہید''، ''حصہ اول — حدود کے بیان میں'' اور ''حصہ دوم — قضایا کے بیان میں'' ۔ تمہید دو ابواب، حصہ اول دو ابواب اور تیسرا حصہ سات ابواب پر مشتمل ہے اور کتاب کے مجموعی ابواب کی تعداد گیارہ ہے ۔ جن میں منطق، منطق استخراجی، استدلال، تصور، تصدیق، منطقی حدود، قضایا، استنتاج، ان کی اقسام کو بہت جامع انداز میں واضح کیا گیا ہے ۔ یہ کتاب بنیادی طور پر پنجاب یونیورسٹی کے انٹرمیڈیٹ کے طلبہ کی ضروریات کو مدنظر رکھ کر ترجمہ کرائی گئی تھی ۔ اس کتاب کی خوبی یہ ہے کہ اس میں ہر مسئلے کو واضح کرنے کیلئے عملی مثالیں اتنی زیادہ اور آسان ہیں کہ اس موضوع کے تمام پیچیدہ پہلو واضح ہو جاتے ہیں اور یہ دقیق موضوع بہت آسان اور قریب الفہم ہو جاتا ہے ۔

زبان:

جیسا کہ ہم نے کتاب کے موضوع پر بات کرتے ہوئے بھی یہ ذکر کیا کہ یہ انٹرمیڈیٹ کے طلبہ کی نصابی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے لکھی گئی۔ اس لئے اس کی زبان کا سہل اور آسان ہونا ضروری تھا۔ ایک بات اپنی جگہ اہمیت کی حامل ہے کہ موضوع کے لحاظ سے بھی زبان کا سہل یا مشکل ہونا ناگزیر ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ موضوع بہت پیچیدہ اور مشکل ہے اس لئے زبان کا پیچیدہ ہونا ایک ناگزیر امر ہے۔ لیکن اس کے باوجود مترجم نے زبان کو صاف اور قریب الفہم رکھنے کی ممکن حد تک کوشش کی۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ انگریزی میں دی گئی مثالوں کو انہوں نے اپنے طلبہ کیلئے جس مانوس اور قابل فہم انداز میں اردو میں ڈھالا ہے وہ بہت بڑا کارنامہ ہے۔ یہ کتاب فلسفیانہ (خصوصاً منطق) اسلوب بیان کے لئے ایک نمونے اور مثال کی حیثیت رکھتی ہے۔ ایک مختصر اقتباس نقل کرتے ہیں:

> ''ہم نام کی تعریف یوں کر سکتے ہیں کہ نام ایک علامت ہے جو ایک شے یا کئی اشیاء کے واسطے مقرر کی جائے اور اس سے بھی صحیح تر یوں سمجھو کہ نام ایک لفظ یا مجموعہ الفاظ ہے جس سے کوئی مفکورہ (مادۂ فکر) سمجھ میں آتا ہے۔ وہ مادہ واقعی چیز ہو یا وہمی، نفسانی ہو یا مادی، ذاتی ہو یا صفاتی، شہودی ہو یا وجودی۔ مثلاً الفاظ حیوان، پودا، پھول، میز، کاغذ، کرسی واقعی چیزوں کے نام ہیں۔''[۳۷]

☆☆☆☆☆

کتاب: ۴ — قائداعظم لائبریری لاہور

معرکۂ سائنس و مذہب

مصنف: ڈاکٹر ولیم جان ڈریپر

مترجم: مولانا ظفر علی خان بی۔اے (علیگ)

اشاعت قدیم: انجمن اردو حیدرآباد دکن، ہندوستان، ۱۹۱۰ء

اشاعت جدید: لائف ممبرز ایسوسی ایشن پنجاب پبلک لائبریری لاہور، پاکستان، طبع دوم، ۱۹۹۲ء

کل ابواب: ۱۲ (بارہ)

CONFLICT BETWEEN SCIENCE AND RELIGION

By

DR. WILLIAM JOHN DREAPER

کل صفحات: ۵۴۳ (543)

نوٹ: (جائزے کیلئے اشاعتِ جدید کو موضوع بنایا گیا ہے)

موضوع:

اس کتاب کا موضوع اس کے عنوان سے ظاہر ہے یعنی مذہب اور سائنس کے مابین کشمکش۔ ڈاکٹر ڈریپر برطانیہ میں پیدا ہوئے وہیں سائنس کی تعلیم پائی پھر امریکہ منتقل ہو گئے۔ ڈاکٹر صاحب بنیادی طور پر سائنس دان تھے اور شاید اسی لئے مذہب کے

مخالف بھی۔ یہ کتاب درحقیقت سائنس کی حمایت اور مذہب کی مخالفت میں ہے۔ اس ضمن میں ہم کتاب ہذا کے فلیپ سے مولوی عبدالحق کی تحریر سے مختصر اقتباس نقل کرتے ہیں:

''ڈاکٹر ڈریپر کی یہ کتاب ''کان فلکٹ بٹوین سائنس اینڈ ریلجن'' (معرکہ مذہب و سائنس) درحقیقت سائنس کی پر زور حمایت ہے لیکن فاضل ڈاکٹر نے ایک بڑی غلطی کھائی ہے وہ یہ کہ جسے وہ مذہب کہتے ہیں وہ درحقیقت مذہب نہیں بلکہ رومن ازم ہے اور جتنے جملے انہوں نے مذہب پر کیے ہیں وہ رومن ازم پر ہیں مذہب پر نہیں ہیں بلکہ میں یہاں تک کہتا ہوں کہ عام مذہب تو کیا خود مسیح کے مذہب پر بھی ان کے جملوں کا اطلاق نہیں ہوسکتا۔ اس لئے کہ جب یہ بنیاد ہی غلط ہے تو وہ شاندار عمارت جو انہوں اس بنیاد پر قائم کی متزلزل ہو کر دھڑام سے گر پڑتی ہے۔۔۔''[۴]

یہ کتاب دراصل مغرب میں ہونے والی سائنسی و مادی ترقی کی بدولت مذہب کے متعلق پیدا ہونے والے مخصوص باغیانہ افکار کی نمائندہ ہے۔

زبان:

یہ کتاب اردو کی ابتدائی ترجمہ شدہ علمی کتب میں شمار ہوتی ہے۔ یہ اس وقت ترجمہ کی گئی جب انگریزی سے اردو میں علمی کتب کے تراجم کے قابل تقلید نمونے موجود نہ تھے۔ اس لئے ہم اسے علمی کتب کے تراجم میں ایک سنگ میل کی حیثیت سے دیکھتے ہیں۔ اس دور کی زبان کے مطابق زبان صاف اور رواں ہے لیکن سو سال سے زیادہ کے ارتقائی سفر کے بعد کچھ الفاظ کا استعمال متروک ہو چکا ہے جس کی وجہ سے کچھ الفاظ نامانوس اور تحریر کی روانی میں رکاوٹ محسوس ہوتے ہیں مثلاً وہ ''ں'' کی بجائے ''ن'' استعمال کرتے ہیں:

نہیں ——— نہین　　کنویں ——— کنوئین　　میں ——— مین　　دشمنوں ——— دشمنون

اُس ——— اوس　　انہوں ——— انہون　　اُن ——— اون

املا کے مندرجہ بالا فرق کے علاوہ زبان براہ راست اور رواں ہے۔ مترجم چونکہ خود ایک قادرالکلام شاعر تھے اس لئے ان کی تحریر میں ادبیت کی جھلک بھی دکھائی دیتی ہے۔ بحیثیت مجموعی ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ انگریزی سے ترجمہ کی گئی کتب میں یہ ایک نمایاں مقام رکھتی ہے۔ ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

''مشرق مین مذہبی مباحث عموماً خدا کی ذات وصفات کے متعلق ہوتے رہے ہین لیکن مغرب مین اس قسم کے مناقشوں کا میلان تعلقات وحیات انسان کی طرف رہا ہے۔ یہ خصوصیت اون تغیرات مین صاف طور سے نمایان ہے جن سے مذہب عیسوی ایشیا اور یورپ مین متاثر ہوا۔ اوس زمانہ مین جس کا ہم ذکر کررہے ہین سلطنت روما کے مشرقی صوبون مین ایک عقلی ہلچل مچی ہوئی تھی۔۔۔''[۵]

☆☆☆☆☆

کتاب: ۵

شعبہ اقبالیات لائبریری، اورینٹل کالج لاہور

مشاہیر یونان وروما (جلد پنجم)

مصنف: پلوٹارک

مترجم: مولوی سید ہاشمی فرید آبادی

اشاعت قدیم: انجمن ترقی اردو ہندوستان، ۱۹۱۹ء

انجمن ترقی اردو ہندوستان، ۱۹۳۳ء

اشاعت جدید: انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی، پاکستان، ۱۹۹۴ء

PARALLEL LIVES

By

MESTRIUS PLUTARCHUS

کل ابواب: یہ کتاب ابواب کی بجائے دوحصوں (الف) اور (ب) پر مشتمل ہے جن کی وضاحت ''موضوع'' میں کر دی جائے گی۔

کل صفحات: ۲۶۹ (269)

موضوع:

پلوٹارک کی عظیم تصنیف ''مشاہیر یونان وروما'' کے سلسلے کی یہ پانچویں تصنیف ہے۔اس کے دو حصے ہیں۔حصہ ''الف'' میں ادارے کی طرف سے ''حرف چند'' از جمیل الدین عالی اور طبع اول کا مولوی عبدالحق کا لکھا ہوا ''دیباچہ'' درج ہے۔ اس کے علاوہ مترجم سید ہاشمی فرید آبادی کی طرف سے مصنف کی اس تصنیف اور یونان وروم کے حوالے سے تین مختصر مضامین ہیں۔دوسرے حصے میں یونان وروما کی دو دو اور مجموعی طور پر چار عظیم شخصیات کی زندگیوں کے حالات، کمالات اور صفات اور ان کا آپس میں موازنہ ہے۔ان میں سکندر یونانی اور جولیس سیزر اور ڈموس تھینز اور سسر شامل ہیں۔ان چاروں عظیم تاریخی شخصیات کو جاننے اور ان کے کمالات، صفات اور افکار سے آگاہی کیلئے یہ کتاب بنیادی اہمیت کی حامل ہے۔

زبان:

اس کتاب کی زبان بھی مشکل اور دقیق نہیں بلکہ اس میں ایک روانی اور تسلسل ہے۔اس کی وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ اس میں فلسفیانہ و علمی مباحث کم ہیں۔وجہ جو بھی ہو اس میں ایک شگفتگی اور ادبی چاشنی بھی ہے۔ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

> ''ڈموس تھینز نے اسی رات ایک عجیب خواب دیکھا تھا کہ گویا اس کا اور ارکیاس کا ایک تھیٹر میں مقابلہ ہوا ہے اور وہ تماشا کرنے میں ایک دوسرے سے بازی لے جانا چاہتے ہیں، پھر اگرچہ اس نے بہت اچھا تماشا کیا اور لوگ بھی اس سے خوش ہوئے لیکن سامان ضروری کی کمی کے باعث وہ اپنے حریف سے ہار گیا اس کے بعد اس کی آنکھ کھل گئی۔۔۔''[۹]

☆☆☆☆☆

کتاب: ۶

کتب خانہ مجلس ترقی ادب لاہور

مفتاح المنطق

(حصہ اول: منطق استخراجی)

مصنف: جوزف، ایچ۔ ڈبلیو۔ بی۔

مترجم: مرزا محمد ہادی رُسوا

دارالطبع جامعہ عثمانیہ، حیدر آباد دکن، ہندوستان، ۱۹۲۳ء

AN INTRODUCTION TO LOGIC

PART 1(DEDUCTIVE LOGIC)

By

JOSEPH H. W. B.

کل ابواب: ۱۷ (سترہ)

کل صفحات: ۴۹۰ (490)

موضوع:

یہ کتاب مشہور انگریزی کتاب AnIntroductiontoLogic کا اردو ترجمہ ہے۔اس کے دو حصے ہیں۔پہلے حصے میں منطق استخراجی اور دوسرے میں منطق استقرائی پر تفصیلاً اور سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔منطق استخراجی اور استقرائی علم منطق کی دو بنیادی قسمیں یا شاخیں ہیں۔اس پہلی جلد میں منطق استخراجی کا مفصل بیان ہے۔اس کتاب کے آغاز میں فاضل مترجم کی طرف سے کوئی ''دیباچہ''،''پیش لفظ'' یا ''تمہید'' نہیں جس سے مصنف یا کتاب کے متعلق کوئی وضاحتی بات ہو۔بہر حال موضوع کے اعتبار سے یہ کتاب فلسفہ کے ایک اہم موضوع منطق کو سمجھنے کے لئے بنیادی اہمیت کی حامل کتاب ہے اور اس موضوع پر اردو میں اولین کتب میں سے ایک کا درجہ رکھتی ہے۔موضوع تو اس کا واضح ہے لیکن کچھ حوالوں سے مترجم یا ادارے کی طرف سے کچھ وضاحتیں ضروری تھیں جن کی کمی محسوس ہوتی ہے مثلاً حواشی کے حوالے سے دیکھیں تو پتہ نہیں چلتا کہ کون سے حواشی مصنف کے ہیں اور کون سے فاضل مترجم کے۔بہر حال ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس دور میں موضوع کے حوالے سے یہ بنیادی اہمیت کی حامل کتاب تھی اور ابھی بھی ہے۔

زبان:

مرزا ہادی رُسوا کا شمار اردو ادب کے نمائندہ ناول نگاروں اور ادیبوں میں ہوتا ہے۔ان کو اردو نثر کے حوالے سے زبان و بیان پر عبور حاصل تھا۔لیکن اس کتاب کی زبان مشکل، سپاٹ اور دور از فہم ہے۔یہ بات اپنی جگہ مسلمہ ہے کہ یہ فلسفہ کی کتاب ہے کوئی ناول یا ادبی شہ پارہ نہیں کہ جس کی زبان ادبیت سے بھر پور ہو لیکن اس میں ایسی اصطلاحات، تراکیب اور الفاظ کی بھر مار ہے جو معانی و مفاہیم کو دور از کار بنا دیتے ہیں۔وجہ اس کی یہ بھی ہوسکتی ہے کہ یہ موضوع چونکہ اردو زبان میں نیا تھا اور تھا بھی فلسفیانہ اور اس سے متعلق پیرائیہ اظہار کے نمونے بھی اردو میں موجود نہ تھے اس لئے فاضل مصنف کو اس کے لئے نیا پیرائیہ اظہار تخلیق کرنا پڑا جو اردو میں نامانوس تھا۔بہر حال اولین کاوش کے طور پر اس کتاب کو فلسفیانہ کتب ذخیرے میں بہت اہم مقام حاصل ہے۔ایک مختصر اقتباس درج کرتے ہیں:

''قیاس ایک حجت ہے،جس میں ایک نسبت بہ طریق موضوع ومحمول درمیان دو حدوں کے بذریعہ ایک مشترکہ نسبت کے جو کہ

ان دونوں حدوں کو اسی طریق سے ایک اور حد کے ساتھ ہوتا بت کی جاتی ہے پس بغیر تیسری حد کے قیاس نہیں ہو سکتا۔''[۷]

کتاب: ۶

کتب خانہ مجلس ترقی ادب لاہور

مفتاح المنطق

(حصہ دوم: منطق استقرائی)

مصنف: جوزف ایچ۔ڈبلیو۔بی۔

مترجم: مرزا محمد ہادی رُسوا

دارالطبع جامعہ عثمانیہ، حیدرآباد دکن، ہندوستان، ۱۹۲۳ء

AN INTRODUCTION TO LOGIC

PART 2(INDUCTIVE LOGIC)

By

JOSUPH H.W.B.

کل ابواب: ۱۰ (دس)

کل صفحات: ۳۰۷ (307)

موضوع:

یہ ''مفتاح المنطق'' کی دوسری جلد ہے جس میں علم منطق کی دوسری اہم شاخ ''منطق استقرائی'' پر مفصل بحث کی گئی ہے۔ بالفاظ دیگر یہ منطق استقرائی کی تاریخ ہے۔ منطق استقرائی منطق کی وہ قسم ہے جس میں کسی بیان کی داخلی صحت پر غور وفکر کیا جاتا ہے۔ اس میں مصنف نے منطق کی اس اہم شاخ کے تمام پہلوؤں کو اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے اور وہ اس دور کی تحقیقات اور علم کی حد تک اس میں کامیاب بھی رہے۔ اگرچہ آج کے دور میں یہ علم مزید ترقی کر کے بہت پھیل چکا ہے اس میں نئے نئے مباحث شامل اور اس کی نئی جہات سامنے آ چکی ہیں لیکن تاریخی اعتبار سے اس کی اہمیت بدستور قائم ہے۔

زبان:

زبان کا ذکر ہم پچھلی جلد میں کر آئے ہیں۔

''ریاضیات (فلسفہ تعلیمی) کو اکثر علم قیاس کہا ہے اور درست کہا ہے۔ تاہم یہ بھی کہا گیا ہے کہ علم بھی عمومات پر مبنی ہے جو تجربے سے ماخوذ ہیں۔ لہٰذا یہ علم بھی اساساً استقرائی ہے۔ اکثر طریقے استدلال کے ریاضی میں ایسے ہیں جن کو استقرائی کے نام سے بالتخصیص موسوم کیا ہے۔''[۸]

☆☆☆☆☆

کتاب: ۷

کتب خانہ مجلس ترقی ادب لاہور

علم الاخلاق

مصنف: جان، ایس۔میکنزی

مترجم: مولانا عبدالباری ندوی

دارالطبع جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن، ہندوستان، ۱۹۲۳ء

MANUAL OF ETHICS

By

JOHN, S. MACKENZIE

کل ابواب: ۲۵ (پچیس) | **کل صفحات:** ۴۰۸ (408)

موضوع:

جیسا کہ عنوان سے واضح ہے کہ یہ کتاب فلسفہ کی اہم شاخ اخلاقیات کے موضوع پر ہے۔ یہ بنیادی طور پر ایک درسی کتاب ہے جو انگریزی میں لکھی گئی جس کا مقصد آسان زبان میں فلسفہ اخلاقیات کے بنیادی تصورات کو طلبہ کے لئے اجاگر کرنا تھا اور اسی مقصد کے تحت یہ اردو میں ترجمہ کی گئی ہے۔ یہ کتاب بنیادی طور پر چار حصوں میں منقسم اور مجموعی طور پر پچیس ابواب پر مشتمل ہے۔ مقدمہ میں تین ابواب، کتاب اول (حصہ اول) میں ۶ (چھ)۔ کتاب دوم (حصہ دوم) میں ۸ (آٹھ)، کتاب سوم (حصہ سوم) میں ۸ (آٹھ) ابواب شامل ہیں یوں مجموعی طور پر یہ کتاب پچیس ابواب پر مشتمل ہے۔ اس کے علاوہ "ادبیات اخلاق" کے عنوان سے ایک ضمیمہ بھی شامل ہے۔ اس کتاب میں مجموعی طور پر اخلاقیات کا مفہوم، ماہیت اخلاق، اخلاقیات بحیثیت علم وفن، نیکی، کردار، اخلاقیات کی کچھ شاخوں، اخلاقیات کے نفسیاتی پہلوؤں مثلاً (خواہش، ارادہ، احتیاج، خواہشات میں فرق وغیرہ) نیت محرک، لذتیت، سیرت، جبر، اختیار، خصلت، اختیار کی قسمیں، عقل، ارتقاء کردار، اخلاقی حکم، اخلاقی حکم کی نشو ونما، اخلاقی حکم کی ابتدائی صورتیں، ضمیر، رواج، قدیم کے اخلاقی تصورات، نفس (انا) اور اخلاقیات کے متعلق مختلف افکار و نظریات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ فلسفۂ اخلاق کا مفہوم، تاریخ اور ارتقاء اور اس کے مختلف نظریات کو سمجھنے کے لئے یہ ایک بنیادی کتاب ہے۔

زبان:

اردو فلسفیانہ نثر کے ارتقاء میں یہ کتاب بنیادی اہمیت رکھتی ہے کیونکہ اس میں خالص فلسفیانہ مسائل کو جس فصیح اور علمی انداز میں بیان کیا گیا ہے کہ جس کی مثال ابتدائی فلسفیانہ کتب میں ملنا مشکل ہے۔ اردو فلسفیانہ اسلوب میں یہ کتاب نمائندہ کتب میں سے ایک قرار دی جاسکتی ہے۔ اس کی زبان براہ راست اور رواں ہونے کے ساتھ علمی وقار اور تمکنت سے بھی مالا مال ہے۔ ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

> "اخلاقیات نام ہے علم کردار کا، یہ انسان کے افعال سے بہ لحاظ خطا و صواب اور خیر وشر کے بحث کرتا ہے۔ انگریزی میں اس علم کا نام "اِتھکس" ہے۔ یہ یونانی الاصل لفظ ہے جس کے معنی سیرت، عادت یا خصلت کے ہیں۔ اسی طرح "مارل فلاسفی" جو اِتھکس کے ہم معنی ہے اس میں لفظ مارل لاطینی کے جس لفظ سے مشتق ہے اس کے معنی بھی عادات یا خصائل ہی کے ہیں۔ لہٰذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ "اخلاقیات" (اِتھکس) لوگوں کے عادات وخصائل یا بہ الفاظ دیگر ان کی سیرت واصول عمل سے بحث کرتا ہے اور یہ دیکھتا ہے کہ ان اصول کی خطا وصواب اور ان خصائل کے خیر وشر ہونے کی بنیاد کس چیز پر ہے۔"[9]

☆☆☆☆☆

کتاب: ۸

کتب خانہ مجلس ترقی ادب لاہور

مسائل فلسفہ

مصنف: برٹرینڈ رسل

مترجم: مولوی معین الدین انصاری

دارالطبع جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن، ہندوستان، ۱۹۲۵ء

کل ابواب: ۱۵ (پندرہ)

THE PROBLEMS OF PHILOSOPHY

By

BERTRAND RUSSEL

کل صفحات: ۱۲۸ (128)

موضوع:

یہ کتاب بیسویں صدی کے عظیم برطانوی فلسفی کی فلسفیانہ موضوعات پر مشتمل مضامین (The Problems of Philosophy) کا اردو ترجمہ ہے۔ رسل کا شمار ان فلسفیوں میں ہوتا ہے جنہوں نے فلسفہ میں مابعد الطبیعاتی طرز فکر کی بجائے تجزیاتی انداز فکر کو ترجیح دی۔ اسی لئے انہیں تحلیلی و تجزیاتی فلسفہ کے بانیوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ یہ کتاب مجموعی طور پر پندرہ مقالات پر مشتمل ہے جن میں شہود حقیقت، مادے کے وجود اور اس کی اصلیت، تصوریت بنظر یہ علم معرفت اور بیان کی بنیاد پر، استقرا، علم کے عام اصولوں، عالم کلیات، کلیات کے حوالے سے انسانی علم، علم وجدانی، حق اور باطل، علم خطا اور ظن غالب، علم فلسفہ کی حدود اور اس کی قدر و قیمت جیسے موضوعات پر مابعد الطبیعاتی کی بجائے تجزیاتی بحث کی ہے۔

زبان:

''مسائل فلسفہ'' کے کچھ جدید تراجم بھی ہوئے ہیں لیکن جس دور (۱۹۲۵ء) میں یہ کتاب ترجمہ ہوئی اس وقت اردو میں نہ تو فلسفیانہ نثر کی روایت اتنی مستحکم تھی اور نہ ہی اصطلاحات کا مسئلہ حل ہوا تھا۔ لیکن اس کے باوجود اس مشکل کتاب کو بڑی فصیح و بلیغ اور رواں و آسان فہم اردو میں منتقل کیا اور اردو زبان میں فلسفیانہ نثر کی روایت کو نہ صرف مستحکم کیا بلکہ فلسفیانہ تراجم کے ضمن میں ایک اہم مثال بھی قائم کی۔ یہ بات بہت اہم ہے کہ اس جدید فلسفہ کی اہم کتاب کو ۱۹۲۵ء میں ہی اردو زبان میں منتقل کرلیا گیا تھا۔ ذیل میں زبان کے نمونے کے طور پر ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

> ''سوال یہ ہے کہ کسی قانون کا بار بار زمانہ ماضی میں پورا ہوتے رہنا آیا اس امر کی دلیل ہے کہ آئندہ بھی یہ سلسلہ جاری رہے گا؟ اگر نہیں ہے تو ظاہر ہے کہ ہمیں یہ توقع رکھنے کی کوئی وجہ نہیں کہ آفتاب پھر طلوع ہوگا یا جو غذا ہم آئندہ تناول کریں گے وہ ہمارے حق میں سم قاتل نہ ہو جائے گی یا یہ کہ ہماری وہ توقعات بر آئیں گی جو گوشاذ ہی ہم کو محسوس ہوتی ہیں مگر ہماری روزمرہ کی زندگی پر ہر طرح قادر ہیں۔''[۱۵]

☆☆☆☆☆

کتاب: ۹

کتب خانہ مجلس ترقی ادب لاہور

افادیت

مصنف: جان اسٹورٹ مل

مترجم: معتضد ولی الرحمٰن

دارالطبع جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن، ہندوستان، ۱۹۲۸ء

کل ابواب: ۵ (پانچ)

THE UTILITARIANISM

By

JOHN STUART MILL

کل صفحات: ۸۴ (84)

موضوع:

یہ کتاب مشہور فلسفی جان اسٹورٹ مل کی مختصر لیکن معروف اور اہم تصنیف (Utilitiarianism) کا ''افادیت'' کے عنوان سے ترجمہ ہے۔ ''افادیت'' فلسفے کا قدرے جدید موضوع ہے۔ سائنسی وجدید صنعتی انقلاب کے بعد جب سماج اور زندگی میں بہت سی تبدیلیاں رونما ہوئیں اور دنیا تیزی سے بدلنے لگی تو اخلاقی معیارات بھی بدلنے اور تبدیل ہونے لگے۔ ''افادیت'' اخلاقیات ہی کی ایک نئی شاخ ہے جو مسرت وشادمانی کے پہلوؤں سے بحث کرتی ہے۔ اسی لئے ''افادیت'' کو ''اصول مسرت'' بھی کہا جاتا ہے اور بعض مفکرین تو اسے اخلاقیات کی بنیاد قرار دیتے ہیں۔ اس کتاب میں اخلاقیات کے اسی پہلو ''افادیت'' کے مفہوم اور اس کے مختلف عوامل پر روشنی ڈالی ہے۔

زبان:

جان اسٹورٹ مل کا شمار ان فلسفیوں میں ہوتا ہے۔ جن کا طرز نگارش بہت دقیق اور مشکل ہے۔ لیکن فاضل مترجم معتضد ولی الرحمٰن نے اسے ممکن حد تک آسان فہم انداز میں بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ بحیثیت مجموعی اس کی زبان فصیح و بلیغ، آسان فہم اور براہ راست ہے۔ اس ضمن میں ایک مختصر اقتباس درج کرتے ہیں:

> ''اخلاقیات کا کوئی نظام بھی فرض کے احساس کو ہمارے تمام افعال کا محرک قرار نہیں دیتا۔ برخلاف اس کے ہمارے سو افعال میں سے نناوے کسی دوسرے محرک کا نتیجہ ہوتے ہیں اور ان کو بے جا بھی نہیں کہا جا سکتا، شرط صرف یہ ہے کہ وہ فرض کے اصول کے مطابق ہوں افادیت کے لئے یہ اور بھی بے انصافی ہے کہ یہ خاص غلط فہمی ایک اعتراض کی بنا بن جائے، کیونکہ یہ تمام دیگر نظامات کے مقابلے میں اس بات پر زور دیتے ہیں سب سے زیادہ بلند آہنگ ہے کہ ایک فعل کے محرک کو اس کی اخلاقی حیثیت سے کوئی تعلق نہیں اگرچہ اس کو فاعل کی قدر و قیمت سے بہت گہری نسبت ہے۔''[۱۱]

☆☆☆☆☆

کتاب: ۱۰

کتب خانہ مجلس ترقی ادب لاہور

فلسفہ کی پہلی کتاب

A PRIMER OF PHILOSOPHY

By

ANGELO, S. RAPPO PORT

مصنف: اینجیلو، ایس۔ریپو پارٹ

مترجم: ڈاکٹر میر ولی الدین

دارالترجمہ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن، مطبع معارف دارالمصنفین اعظم گڑھ، ہندوستان، ۱۹۲۸ء

کل ابواب: ۱۳ (تیرہ)

کل صفحات: ۱۲۳ (123)

موضوع:

فلسفہ کے بنیادی مباحث، اسکی مختصر تاریخ اور ارتقاء سے متعلق بنیادی نوعیت کی یہ کتاب انگریزی سے ترجمہ کی گئی ہے۔ یہ کتاب دو حصوں میں منقسم اور مجموعی طور پر تیرہ ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلا حصہ ۹ (نو) ابواب پر مشتمل ہے جس میں فلسفہ کی تعریف وتوضیح کے علاوہ مابعد الطبیعات، فلسفہ طبعی، نفسیات، منطق، جمالیات، اخلاقیات، اجتماعیات اور فلسفہ کا تاریخی خاکہ بھی بیان کیا گیا ہے۔ دوسرے حصے ''مذاہب ومسائل فلسفہ'' میں چار ابواب ہیں جن میں فلسفہ مذہب، مذہب میں فلسفیانہ مسائل، مابعد الطبیعات، مادیت، روحانیت، کونیات اور علمیات جیسے مسائل پر بحث کی گئی ہے۔

زبان:

اس کتاب کو ڈاکٹر میر ولی الدین نے اپنے زمانہ طالب علمی میں ترجمہ کیا اور جامعہ عثمانیہ کی طرف سے انعام کے مستحق قرار پائے۔ اس کتاب کی زبان موضوع فلسفیانہ ہونے کے باوجود، بہت رواں، براہ راست اور ادبی شگفتگی سے بھرپور ہے۔ اس کی خاص بات یہ بھی ہے کہ مترجم نے بے جا اور بلا ضرورت فلسفیانہ اصطلاحات استعمال کر کے کتاب کو بوجھل اور ثقیل نہیں بنایا۔ علاوہ ازیں ان کا پیرائیہ اظہار ادبی ہے نہ کہ خالص فلسفیانہ۔ اسی لئے اس کتاب سے ایک عام ذوق رکھنے والا قاری بھی کسب فیض کر سکتا ہے۔ یوں یہ کتاب نہ صرف انگریزی فلسفیانہ تراجم اور موضوع کے حوالے سے بلکہ طرز نگارش کے اعتبار سے بھی ایک نادر کتاب ہے۔ زبان کے حوالے سے ایک اقتباس نقل کرتے ہیں:

> ''جو چیز کہ انسان کو حیوان پر تفوق و برتری بخشتی ہے، وہ اس کی قوت فکر یا عقل ہے، حیوان دیکھتا ہے، سنتا ہے اور یاد بھی رکھتا ہے، لیکن وہ ان قویٰ کا استعمال صرف اپنی فوری حاجت وضرورت کے رفع کرنے کیلئے کرتا ہے، لیکن انسان حیات و فطرت کے مختلف مظاہر وآثار کو دیکھتا ہے، تعقلات وتصورات قائم کرتا ہے اور پھر یہ کوشش کرتا ہے کہ بذریعہ استدلال مختلف واقعات ومظاہر کے درمیانی تعلق وباہمی ربط کو دریافت کر کے ان کو ایک نظام میں منسلک کر دے تا کہ اشیاء کو واضح طور پر سمجھ سکے، جب انسان اسی طرح فکر کرتا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ یہ فلسفیانہ فکر ہے۔ جب ہم کسی شے کے متعلق (خواہ وہ مادی ہو

مجرد)مذکورہ بالا طریقہ سے سوچتے یا فکر کرتے ہیں،مفصلہ،ذیل سوالات کے جواب دینے کی کوشش کی جاتی ہے۔

۱۔ وہ شے جس پر ہمارا ذہن فکر دنا مل کر رہا ہے کیا ہے؟

۲۔ اس شے یا تصور کی اصل کیا ہے؟

۳۔ دیگر اشیاء وتصورات سے اس کا تعلق کیا ہے؟''[۱۲]

☆☆☆☆☆

کتاب: ۱۱

کتب خانہ مجلس ترقی ادب لاہور

تاریخ اخلاق یورپ (جلد اول)

مصنف: ایڈورڈ ہارٹ پولیکی

مترجم: عبدالماجد بی۔اے

انجمن ترقی اردو دہلی/ مسلم یونیورسٹی پریس علیگڑھ، ہندوستان، ۱۹۲۸ء

HISTORY OF EUROPEAN MORALS (P-1)

By

EDWARD HART POLE LECKY

کل ابواب: ۳ (تین)

کل صفحات: ۳۹۲ (392)

موضوع:

اس کتاب میں قدیم یورپ کی اخلاقی تاریخ یا بالفاظ دیگر اس کا ارتقاء بیان کیا گیا ہے۔ یہ تین ابواب ۱۔اخلاق کی تاریخ طبیعی ۲۔اخلاق قبل مسیح ۳۔رومہ کا قبول مسیحیت پر مشتمل ہے۔ ہر باب کئی ذیلی ابواب یا فصلوں پر مشتمل ہے۔اس میں قبل از مسیح کی سلطنت رومہ، جس میں تقریباً سارا یورپ ہی آ جاتا ہے، اور پھر رومہ کے مذہب مسیحیت کے قبول اور اس کے اثرات کے حوالے سے تاریخ بیان کی گئی ہے۔اس کتاب سے قدیم یورپ کے اخلاقی معیارات سے آگاہی ہوتی ہے اور بہت سے اخلاقی پہلو جو اب تک پردۂ اخفا میں تھے منظر عام پر آ جاتے ہیں۔علاوہ ازیں یہ اخلاقیاتِ یورپ میں عہد بہ عہد تبدیلیوں کا جائزہ بھی پیش کرتی ہے۔

زبان:

اس کتاب کی زبان بھی اتنی دقیق، پیچیدہ اور دور از کار نہیں کہ مفہوم سمجھنے میں دشواری ہو۔لیکن یہ بھی طے شدہ امر ہے کہ کسی علمی، خصوصاً فلسفیانہ کتاب کی زبان بالکل سادہ اور سلیس نہیں ہو سکتی۔ بہر حال کچھ مخصوص اصطلاحات، الفاظ اور تراکیب کے علاوہ اس کی زبان براہ راست، رواں اور قدرے صاف ہے علمی ذوق رکھنے والے قارئین کیلئے یہ ایک آسان فہم کتاب ہے اور قدیم یورپ کی اخلاقی تاریخ کو سمجھنے کیلئے ایک بنیادی ذریعہ بھی۔ یہ بیسویں صدی کی دوسری دہائی میں ترجمہ اور تیسری دہائی میں شائع ہوئی۔اس دور میں اتنے دقیق علمی وفلسفیانہ مسائل کو اتنی فصاحت و بلاغت سے بیان کرنا نہ صرف مترجم کی صلاحیت کا ثبوت ہے بلکہ اس خیال اور تصور کو بھی جھٹلاتا ہے کہ اردو علمی مسائل کے اظہار کے لئے اتنی کشادہ دامن نہیں رہی۔ زبان کے

حوالے سے ایک مختصر اقتباس درج کرتے ہیں:

"جو شے ہماری امید کو تازہ رکھتی ہے، جو شے خوف وخطر کی حالت میں سپر کا کام دیتی ہے جو شے ہمارے اندرونی جذبات کو تسکین دیتی ہے وہ یہی توہمات ہوتے ہیں۔ استدلال، نکتہ چینی و احتمال آفرینی میں مصروف رہتا ہے۔ سکون قلب وہم پرستی ہی سے حاصل ہوتا ہے۔ عقل، تنقید و تنقیح ہی میں لگی رہتی ہے مگر جن چیزوں سے روح کو بالیدگی حاصل ہوتی ہے وہ متخیلہ ہی کی پیداوار ہوتی ہیں۔"[۱۳]

کتاب: ۱۱ — کتب خانہ مجلس ترقی ادب لاہور

تاریخ اخلاق یورپ (جلد دوم)

مصنف: ایڈورڈ ہارٹ پولیکی

مترجم: مولوی احسان احمد

انجمن ترقی اردو اورنگ آباد، ہندوستان، طبع ثانی ۱۹۳۲ء

HISTORY OF EUROPEAN MORALS

By

EDWARD HART POLE LECKY

کل ابواب: ۲ (دو) کتاب کا مجموعی طور پر چوتھا اور پانچواں | **کل صفحات:** ۳۱۱ (311)

موضوع:

کتاب کے موضوع پر ہم جلد اول میں بحث کر آئے ہیں۔ یہاں صرف یہ بتانا ضروری ہے کہ یہ جلد دو ابواب، باب چہارم اور باب پنجم پر مشتمل ہے۔ ان دونوں ابواب میں بالترتیب سولہ (۱۶) اور چار (۴) فصلیں ہیں۔ چوتھے باب "قسطنطنیہ کے زمانہ سے شارلیمن کے عہد تک" میں مذہب مسیحیت کی تعلیمات، رہبانیت کی تاریخ، مناقب بالا کے مختلف پہلوؤں، بازنطینی حکومت کی اخلاقی حالت، دور رہبانیت کے مخصوص فضائل، خانقاہیت اور عقل کے تعلق، مغربی یورپ کی اخلاقی حالت، کلیسا میں عسکریت کے آغاز اور دینی اقدار کے مذہبی احترام کے حوالے سے بحث کی گئی ہے۔ جبکہ پانچویں اور آخری باب "عورت کا مرتبہ" میں یونان کی اخلاقی حالت، رومہ کی اخلاقی زندگی کی افضلیت، مسیحیت کے اثرات اور فضائل نسوانی پر روشنی ڈال کر اس عہد کی اخلاقی زندگی کو واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

زبان:

زبان کا مجموعی جائزہ ہم پہلی جلد میں لے آئے ہیں۔ یہ جلد ٹائپ خط میں ہے۔ اس لئے اس میں "ٹ" وغیرہ نہیں لکھا جا سکتا اس لئے "ت" کو "ٹ" کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ مثلاً (سوسائتی، ص ۲۰) اور (پروتسنت، ص ۳۰۷) وغیرہ

"یہ احساس ہر شخص کے دل میں فطرتاً موجود ہوتا ہے کہ انسانیت، رحم وخدا ترسی قابل اختیار ہیں اور شقاوت، بے رحمی اور بیدردی قابل ترک۔ رہا یہ کہ انسانیت و شقاوت کی تعریف کیا ہے؟ تو اس کا دارومدار تمام تر سوسائٹی کے اثرات و تعلیم و تربیت پر ہے اور انہیں کے اقتضا سے ان کی تعریفات مختلف زمانوں میں بدلتی رہتی ہیں۔"[۱۴]

☆☆☆☆☆

کتاب: ۱۲

کتب خانہ مجلس ترقی ادب لاہور

مفتاح الفلسفہ

مصنف: آس والڈ کلپے

مترجم: مرزا محمد ہادی رسوا

اشاعت قدیم: دارالطبع جامعہ عثمانیہ، حیدرآباد دکن، ہندوستان، ۱۹۲۹ء

اشاعت جدید: سٹی بک پوائنٹ کراچی، پاکستان، ۲۰۰۶ء

کل ابواب: ۴ (چار)

AN INTRODUCTION TO PHILOSOPHY

By

OSWALD KULPE

کل صفحات: ۳۳۶ (336)

موضوع:

یہ کتاب انگریزی تصنیف (An Itroduction to Philosophy) کا ''مفتاح الفلسفہ'' کے عنوان سے اردو ترجمہ ہے۔ جس میں فلسفے کے بنیادی موضوعات، مباحث اور مسائل کو واضح اور اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی۔ اس کا جدید ایڈیشن ''فلسفہ کیا ہے؟'' کے عنوان سے شائع ہوا ہے۔ یہ کتاب بھی بنیادی طور پر فلسفہ کے انگریزی طلبہ کے لئے لکھی گئی اور پھر فلسفہ کے اردو طلبہ کے لئے اردو میں ترجمہ کی گئی۔ یہ چار ابواب پر مشتمل ہے اور ہر باب میں کئی ذیلی فصلیں شامل ہیں۔ اس میں فلسفہ کی تعریف، اس کی تقسیم، اس کی تعلیمات، مابعد الطبیعات، منطق، فلسفہ طبیعی، فلسفہ نفس، فلسفہ اخلاق و قانون، جمالیات، فلسفہ مذہب، فلسفہ تاریخ تعقل، وحدت و کثرت، مادیت، روحانیت، ادبیت، اثنینیت، واحدیت، میکانیت اور مقصدیت، علمیات اور اس کے مختلف پہلو معقولیت تجربیت، شکیت، اثباتیت، تصوریت، حقیقت، ظاہریت، جزئیت، کلیت، موضوعیت، معروضیت اور مختلف فلسفیانہ نظاموں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ فلسفہ کے بنیادی موضوعات اور مباحث کو سمجھنے کے لئے یہ ایک مفید کتاب ہے۔

زبان:

مرزا ہادی کی دیگر ترجمہ شدہ کتب کی نسبت اس کی زبان قدرے صاف اور شستہ ہے۔ مسئلہ صرف دقیق اصطلاحات کا ہے جو ناگزیر ہیں اور شاید انہیں کی وجہ سے زبان مشکل لگتی ہے اور مفہوم بھی واضح نہیں ہوتا۔ تاہم اگر ان اصطلاحات سے شناسائی ہو تو زبان اتنی مشکل نہیں لگتی بلکہ اس میں ایک طرح کی روانی اور شگفتگی بھی نظر آتی ہے۔ زبان کے حوالے سے ایک مختصر اقتباس نقل کرتے ہیں:

> ''یہ ضروری نہیں ہے کہ ہم حقیقت محض کو پہونچ جائیں گو کہ خیالات مذکورہ بالا سے ہم نے ابتداء کی ہے۔ وہ صرف ایک ہی نظریہ ہے اور وہ بالکل بدیہی اور سادہ نظریہ ہے حقیقی اشیاء کی ماہیت کے بارے میں جو ہمارے ادراکات سے مطابقت رکھتا ہے۔ اس کو عام استعمال میں زندگی نے قبول کرلیا ہے محض اس وجہ سے کہ وہ نظری مشکلات جو فوراً پیدا ہو کے اس کو رد کر دیتی ہیں وہ بطور ایک قاعدہ کلیہ کے عملی تعلقات سے کوئی واسطہ نہیں رکھتیں۔'' ۱۵

☆☆☆☆☆

کتاب: ۱۳

کتب خانہ مجلس ترقی ادب لاہور

تاریخِ فلسفہ

مصنف: کلیمنٹ، سی۔ جے۔ ویب

مترجم: مولوی احسان احمد

اشاعت قدیم: دارالطبع جامعہ عثمانیہ، ۱۹۲۹ء

اشاعت جدید: نفیس اکیڈمی، کراچی، پاکستان، س۔ن

اشاعت جدید: بک ہوم، لاہور، پاکستان، ۲۰۰۳ء

کل ابواب: ۱۰ (دس)

A HISTORY OF PHILOSOPHY

By

CLEMENT, C. J. WEBB

کل صفحات: اشاعت دوم: ۱۷۷ (177)

اشاعت سوم: ۱۸۴ (184)

موضوع:

یہ کتاب چھٹی صدی قبل مسیح سے بیسویں صدی مسیح تک کے فلسفیانہ مباحث کی ایک مختصر تاریخ ہے۔ یہ فلسفیانہ تاریخ قدیم فلسفہ یونان سے لے کر بیسویں صدی کے جدید فلسفۂ یورپ تک کا احاطہ کرتی ہے۔ پہلے تین ابواب (۱۔فلسفہ اور اس کی تاریخ ۲۔افلاطون اور اس کے متقدمین ۳۔ارسطو اور دیگر متاخرین افلاطون) میں مصنف نے قبل از مسیح کے فلسفہ یونان کے نمائندہ فلسفیوں کا ذکر اوران کے نظریات کو بیان کر کے ان تقابلی جائزہ لیا ہے۔ قبل از مسیح کے جن نمایاں فلسفیوں کا ذکر کیا گیا ہے وہ یہ ہیں، طالیس، انکسمانڈر، انکسامینز، ہرقلیطوس، فیثاغورث، پرمینڈیز، انکساغورس، ارسطو، ایمپیڈوکلیز، دیماقریطوس، اپی قورس، زینو، دیوجانس قلبی، وغیرہ۔ علاوہ ازیں مصنف نے فلسفیانہ فرقوں مثلاً رواقیہ، اپی قوریہ اور کلبیہ پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ بقیہ سات ابواب میں مصنف نے یورپ میں بعد از مسیح عہد کے فلسفے پر روشنی ڈالی ہے۔ پانچویں اور چھٹے باب میں یورپ میں عیسائیت کے فروغ سے فلسفے میں جو نئی جہتیں پیدا ہوئیں ان کو بیان کیا گیا ہے۔ ساتویں، آٹھویں اور نویں باب کو بالترتیب ڈیکارٹ اور اس کے متاخرین، لاک اور اس کے متاخرین، کانٹ اور اس کے معاصرین کا نام دے کر قدیم وجدید فلسفہ یورپ کا احاطہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے نیز دسویں باب متاخرین کانٹ میں مزید جامع انداز سے کانٹ اور دیگر فلسفیوں کے نظریات بیان کئے گئے ہیں۔ کتاب کے آخر میں اصطلاحات فلسفہ کا ترجمہ بھی کر دیا گیا ہے۔ مترجم مولوی احسان احمد چونکہ ایک راسخ العقیدہ مسلمان ہیں اور یونانی و یورپی فلسفہ کے مذہبی نظریات سے اتفاق نہیں کرتے اس لئے اس کتاب میں جہاں کہیں ان کو اختلاف ہوا یا کسی بات کی وضاحت کی ضرورت محسوس ہوئی انہوں نے حواشی میں اس اختلاف یا وضاحت کو بیان کر دیا۔ اس کتاب میں مترجم کی جانب سے کل دس حواشی ہیں۔ نواں اور دسواں ایک ہی ہے جسے دو مختلف جگہوں پر لکھ دیا گیا ہے۔

زبان:

یہ کتاب بھی فلسفہ کی ابتدائی ترجمہ شدہ کتابوں میں سے ایک ہے ۔اس دور میں اردو زبان میں فلسفیانہ تحریروں کا سرمایہ بہت کم تھا اور ابھی فلسفیانہ اصطلاحات بھی پوری طرح وضع نہیں ہوئی تھیں ۔اس کے باوجود زبان و بیان اور مفہوم کی ادائیگی کے حوالے سے یہ ایک اہم کتاب ہے ۔دقیق فلسفیانہ نظریات ،خیالات اور اصطلاحوں کے باوجود اس میں ایک روانی اور سلاست موجود ہے ۔ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ کتاب انگریزی زبان سے فلسفیانہ تراجم میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے ۔زبان کے حوالے سے ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

> ''افلاطون کہتا ہے کہ فلسفہ کی ابتداء حیرت سے ہوتی ہے اور بلا شبہ صرف وہی حیوان فلسفیت سیکھ سکتا ہے جو اشیاء کے تغیر کو یونہی (بے وجہ) نہ سمجھے بلکہ خود سے یہ سوال کرے کہ یہ کیوں ہوا ہے؟ کس طرح ہوا ہے؟ اور یہ مان لے کہ ہر تغیر کے لئے کیوں اور کس طرح کا ہونا ضروری ہے ۔''[۲]

☆☆☆☆☆

کتاب: ۱۴ — کتب خانہ مجلس ترقی ادب لاہور

مقدمہ مابعد الطبیعات

مصنف: ہنری برگساں

مترجم: مولانا عبدالباری ندوی

دارالطبع جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن ،ہندوستان ،۱۹۳۱ء

AN INTRODUCTION TO MATAPHYSIC

By

HENRY BERGSON

کل ابواب: اس میں ابواب نہیں بلکہ یہ ایک مختصر مضمون ہے ۔ **کل صفحات:** ۴۹ (49)

موضوع:

اس کتاب کے عنوان ہی سے ظاہر ہے کہ اس میں فلسفہ کی قدیم ترین شاخ ''مابعد الطبیعات'' کا تعارف ،وضاحت اور اس کے تاریخی پس منظر پر روشنی ڈالی ہے ۔یہ مقالہ مشہور فرانسیسی فلسفی ہنری برگساں کی تصنیف ہے جسے جدید فلسفہ میں بہت نمایاں مقام حاصل ہے ۔یہ مقالہ اس لئے بھی اہم ہے کہ اس میں عہد حاضر کے اتنے اہم فلسفی کے مابعد الطبیعات کے متعلق نظریات اجاگر ہوتے ہیں اور اس سے مابعد الطبیعات کا تاریخی پس منظر بھی واضح ہو جاتا ہے ۔

زبان:

مولانا عبدالباری ندوی کا شماران اکابرین میں ہوتا ہے جنہوں نے مغربی زبانوں سے فلسفیانہ تراجم جیسے مشکل کام کا بیڑا اٹھایا اور کئی اہم فلسفیانہ کتب کے تراجم کر کے نہ صرف موضوع بلکہ لسانی اعتبار سے بھی اردو زبان کے دامن کو وسعت دی ۔یہ کتاب اس موضوع پر اردو کی ابتدائی کتب میں سے ایک ہے ۔چند ایک عربی اور نامانوس اصطلاحات اور تراکیب ،جو ایسے

فلسفیانہ موضوعات میں ناگزیر ہوتی ہیں، کے علاوہ بحیثیت مجموعی کتاب کی زبان فصیح و بلیغ اور براہ راست ہے۔ فلسفیانہ موضوع اور اسلوب دونوں حوالوں سے یہ کتاب بہت اہم ہے۔ زبان کے حوالے ایک مختصر اقتباس نقل کرتے ہیں:

> ''تجزیہ کا یہ قول بالکل بجا ہے کہ نفسیاتی تحلیل سے شخصیت میں نفسی حالات کے علاوہ اور کوئی شے نظر نہیں آتی۔ واقعہ یہ ہے کہ یہی تحلیل کی تعریف اور یہی اس کا کام ہے۔ عالم نفسیات کو صرف شخصیت کی تحلیل یعنی نفسی حالات کو ملحوظ خاطر رکھنا پڑتا ہے۔ جس طرح مصور اپنے خاکوں کے نیچے لفظ پیرس لکھ دیتا ہے اسی طرح عالم نفسیات بھی ان حالات کو حالات ایغو (انا) ظاہر کرنے کے لئے ان کے نیچے لفظ ایغو (انا) لکھ دیتا ہے۔'' ۱۷

☆☆☆☆☆

کتاب: ۱۵ — کتب خانہ مجلس ترقی ادب لاہور

اخلاقِ نقوماجس/ اخلاقیاتِ ارسطو

THE NICOMACHEAN ETHICS

By

ARISTOTLE /ARITOLLE

مصنف: ارسطاطالیس/ ارسطو

مترجم: مرزا ہادی رُسوا

اشاعت قدیم: جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن، ہندوستان، ۱۹۳۱ء

اشاعت جدید: سٹی بک پوائنٹ، کراچی، پاکستان، ۲۰۰۶ء

کل ابواب: ۱۰ (دس)

کل صفحات: ۲۵۶ (256)

نوٹ: (جائزے کیلئے اشاعتِ جدید کو بنیاد بنایا گیا ہے)

موضوع:

یہ کتاب مشہور زمانہ یونانی فلسفی ارسطاطالیس/ ارسطو کی معروف کتاب کا اردو ترجمہ ہے۔ ۱۸ یہ ترجمہ انگریزی سے اردو میں کیا گیا ہے۔ جیسا کہ کتاب کے عنوان سے ظاہر ہے کہ یہ فلسفے کی اہم ترین شاخ ''اخلاقیات'' سے متعلق ہے۔ اس میں ارسطاطالیس نے اخلاقیات کے جو پہلو اور اصول بیان کئے وہ کم و بیش اڑھائی ہزار سال گزر جانے کے باوجود بھی زندہ ہیں اور آفاقی ہو چکے ہیں۔ علم کی ترقی اور اس کے نتیجے میں طرز معاشرت میں ہونے والی ناگزیر تبدیلیوں کے باوجود خفیف سی ناگزیر ترامیم، جو کہ فطری عمل ہے، کے ساتھ ارسطاطالیس/ ارسطو کے اخلاقیاتی اصول معاشرے میں نہایت اہمیت کے حامل ہیں۔ اس کتاب میں ارسطاطالیس نے سماج کے تناظر میں جن اخلاقی پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے وہ درج ذیل ہیں۔ خیر، خیر کی ماہیت، سعادت، سعادت کے مختلف نظریات، اخلاقی فضیلت، فضیلت اور فعل کا مقابلہ، مسئلہ اوسط، ارادی اور غیر ارادی افعال، اخلاقی غرض، تدبر، خواہش کا معروض، نیکی اور بدی، خوف، شجاعت، شجاعت کا لذت والم سے تعلق، عفت، شہوت پرستی، سخاوت، بخل، بلند ہمتی، دہقانیت، عالی دماغی، کمینہ پن، حلم، سچے جھوٹے، لاف زنی، شرم، عدل، عدل اور ظلم، عدالت، مکافات، ارتکاب، نصفت، عقلی فضائل، صناعت، پیش بینی، دانش، تفکر، استدلال، رذالت، بے اعتدالی، بہیمت، فسق و فجور، ناپرہیزگاری، اعتدال،

استقلال، لذت والم، دوستی، محبت، دوستی کی اقسام، مساوات، غیر متشابہ دوستی، نیک دلی اور دوستی، لذت، لذت کی ماہیت، لذت اور زندگی، عقلی اور غیر عقلی نیکی اور علم اور عمل وغیرہ۔ ان نکات سے پتہ چلتا ہے کہ یہ فلسفہ اخلاق کے حوالے سے کتنی بنیادی بلکہ ہمہ گیر کتاب ہے۔ اس کو اردو زبان میں منتقل کر کے مرزا محمد ہادی نے ایک بہت بڑی خدمت انجام دی باوجودیکہ اس میں کچھ خامیاں رہ گئی تھیں لیکن ان کے باوجود ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اولیت کے اعتبار اور موضوع کے حوالے سے یہ کتاب اردو کی فلسفیانہ کتب میں نمایاں مقام رکھتی ہے۔ معاشرتی ارتقاء اور سماجی تبدیلیوں کے تناظر میں دیکھا جائے تو ضروری ہے کہ ارسطو کی اس کتاب کا دوبارہ ترجمہ کیا جائے اور اس ضمن میں رُسوا کے اس ترجمے کو ضرور پیش نظر رکھا جانا چاہیے۔

زبان:

مرزا ہادی رُسوا نے ۱۹۳۱ء میں ارسطا طالیس/ارسطو کی اس شہرۂ آفاق تصنیف کو اردو زبان کے قالب میں ڈھالا۔ یہ وہ دور تھا جب اردو فلسفیانہ اور اعلیٰ علمی کتب کا فقدان تھا۔ مرزا محمد ہادی ان ابتدائی لوگوں میں سے ہیں جنھوں نے اردو زبان میں فلسفیانہ اور علمی کتب کی اس کمی کو پورا کرنے کے لئے انگریزی و دیگر ترقی یافتہ زبانوں سے تراجم کرنے کا بیڑا اٹھایا۔ زیر جائزہ کتاب ''اخلاق نقوماجس'' انگریزی سے ترجمہ کی گئی۔ یہ ایک مشکل اور دقیق کتاب ہے۔ لیکن رُسوا نے بڑی مہارت سے اس کا ترجمہ کیا۔ جس دور میں یہ ترجمہ ہوئی اس دور کے مطابق اس کی زبان بہت حد تک صاف ہے۔ ہمیں اس ضمن میں یہ بات بھی پیش نظر رکھنی چاہیے کہ اس وقت فلسفیانہ نثر کی روایت کی تقریباً ابتداء تھی نیز اصطلاحات کا مسئلہ بھی تھا۔ اس لئے آج جب ہم اس کا مطالعہ کرتے ہیں تو اس کی نثر میں بہت سی جگہوں پر جھول، سلاست وروانی کا فقدان اور ادبیت کی کمی کا احساس بھی ہوتا ہے۔ فلسفیانہ اور اعلیٰ علمی کتب میں سلاست اور ادبیت کے فقدان کو تو نظر انداز کیا جا سکتا ہے لیکن نثر کی بے ترتیبی اور جھول کو نہیں مثلاً

> ''دوستی کی تین قسمیں، جیسا کہ ابتداء میں مذکور ہو چکا ہے، اور ان میں ہر ایک میں یا تو دوستی شامل ہے حدود مساوات پر یا برتری اور کمتری پر کیونکہ جو لوگ نیکی میں برابر دوست ہو سکتے ہیں یا جو بہتر ہے وہ بدتر کا دوست ہو سکتا ہے اور یہی حال خوشکن لوگوں کا ہے یا ایسے لوگ جن کی دوستی کی بنیاد نفع پر ہے کیونکہ ان کی خدمت گزاریاں یا برابر ہوں گی یا کم وبیش ہوں گی۔ پس مناسب ہے کہ جو لوگ برابر والے ہیں وہ اپنی برابری کو محبت کی مساوات سے ثابت کریں اور ہر چیز میں برابر ہوں۔ اور جو لوگ برابر نہیں وہ ایسی حیثیت دوسروں کے ساتھ ظاہر کریں جو کہ متناسب ہو، ہر ایک برتری سے۔''[۱۹]

مندرجہ بالا اقتباس کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ تحریر منطقی ربط اور مفہوم کے ابلاغ کا فقدان ہے۔ علاوہ از کتابت کی چند غلطیاں بھی درج کی جاتی ہیں:

ولالت	دلالت	ص۹۱	کوگ	لوگ	ص۹۲
کھڑا	اکھڑ	ص۹۲	چہری	شہری	ص۲۰۰
ذت	لذت	ص۲۱۴	واقععات	واقعات	ص۲۱۴
نکوہش	خواہش	ص۲۱۴	واسط	اوسط	ص۹۲

کای ہے	کی ہیں	ص ۲۳۸	دوستورات	دستورات	ص ۲۳۸
تقریط	تقریظ	ص ۲۹	رسم ورواج کیسے ہونے چاہئیں		ص ۲۳۸

☆☆☆☆☆

کتاب: ۱۶

کتب خانہ مجلس ترقی ادب لاہور

طریق

مصنف: رینی ڈیکارٹ

مترجم: مولانا عبدالباری ندوی

دارالطبع جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن، ہندوستان، ۱۹۳۲ء

کل ابواب: ۶ (چھ)

A DISCOURSE ON METHOD

By

RENE DESCARTES

کل صفحات: ۷۴ (74)

موضوع:

یہ کتاب مشہور فرانسیسی فلسفی رینی ڈیکارٹ کی کتاب کا اردو ترجمہ ہے۔[۲۰] اس میں مصنف نے تمام فرسودہ، متعصبانہ اور پامال نظریات اور طریقہ ہائے کار سے ہٹ کر کائنات کو خالص عقل کی روشنی میں دیکھا اور اس کے فکری مسائل کو حل کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس ضمن میں اس نے اپنی فکر کو ہر قسم کے روایتی بندھنوں سے آزاد رکھا اور سیدھی راہ اختیار کی۔ اس کے موضوع کو مزید سمجھنے کے لئے دیباچہ مصنف سے ایک مختصر اقتباس نقل کرتے ہیں:

> "۔۔۔ پہلے باب میں مختلف خیالات حکمیات کے متعلق ملیں گے۔ دوسرے میں جو خاص طریق مصنف نے دریافت کیا ہے اس کے اہم قواعد، تیسرے میں بعض وہ قواعد اخلاق جو مصنف نے اس طریق سے مستنبط کئے ہیں، چوتھے میں وہ دلائل ہیں جن سے اس نے وجودِ باری اور روح کو جو اس کے فلسفہ کی بنیادیں ہیں ثابت کیا ہے۔ پانچویں میں ان مسائل کی ترتیب ہے جن کو اس نے دریافت کیا ہے اور خاص کر وہ دشواریاں جو طبیعیات سے تعلق رکھتی ہیں مع روح انسانی اور روح حیوانی کے فرق کے۔ اور آخر میں ان چیزوں کا ذکر ہے جو مصنف کے نزدیک کائنات فطرت کی تحقیق میں اس سے زیادہ ترقی کے لئے جتنی کہ اب تک ہو چکی ہے درکار ہیں، نیز وہ وجوہ جن سے وہ قلم اٹھانے پر مجبور ہوا۔"[۲۱]

زبان:

یہ فرانسیسی زبان میں لکھی گئی ایک بہت دقیق کتاب تھی جسے انگریزی سے اردو میں ترجمہ کیا گیا۔ یہ ایک صبر آزما، وقت طلب اور مہارت کا کام تھا جسے مولانا عبدالباری ندوی نے بہ حسن وخوبی انجام دیا۔ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس کتاب کی زبان فصیح، رواں اور قابل فہم ہے۔ موضوع اگرچہ دقیق ہے لیکن فاضل مترجم نے اسے ممکن حد تک قابل فہم زبان میں ادا کرنے کی کوشش کی ہے۔ اردو زبان فلسفیانہ حوالے سے تنگ دامن تھی لیکن فاضل مترجم نے فلسفہ کی اس کتاب کو اردو لبادہ پہنا کر موضوع اور اسلوب

دونوں طرح سے اردو زبان کے دامن کو وسعت دی اور آنے والے لوگوں کے لئے ایک روشن مثال قائم کی۔اس لئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ موضوع اور زبان دونوں حوالوں سے یہ کتاب فلسفیانہ ذخیرہ کتب میں بہت اہم مقام کی حامل ہے۔زبان کے حوالے سے ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

"جب کسی کو از سر نو اپنا مکان بنانا ہوتا ہے تو وہ صرف معمار ہی نہیں ڈھونڈتا بلکہ اپنا عارضی مسکن بھی تلاش کر لیتا ہے۔بغیر اس کے تعمیر جدید میں بے تحاشہ مصروف ہو جانا کوئی صحیح اصول نہیں۔پس جب میری عقل نے مجبور کیا کہ ابھی اپنا فیصلہ ملتوی رہنے دوں تو میں نے ایک عارضی دستور العمل بنا لیا تا کہ آئندہ اپنے کام میں کوئی تردد کا موقع نہ پاؤں اور اطمینان سے اپنا مشغلہ جاری رکھوں۔" [۲۲]

☆☆☆☆☆

کتاب: ۱۷

کتب خانہ مجلس ترقی ادب لاہور

تفکرات

THE MEDITATIONS

By

RENE DESCARTES

مصنف: رینی ڈیکارٹ

مترجم: مولانا عبدالباری ندوی

دارالطبع جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن، ہندوستان، ۱۹۳۲ء

کل ابواب: ۷ (سات)

کل صفحات: ۱۰۴ (104)

موضوع:

ڈیکارٹ کو "بابائے فلسفۂ جدید" بھی کہا جاتا ہے۔جیسا کہ اس کتاب کے عنوان "تفکرات" سے واضح ہوتا ہے کہ اس میں انسانی فکر کی سرگرمیوں کے حوالے سے بات کی گئی ہے۔اس میں ڈیکارٹ نے وجود خدا، روح، جسم، انسانی ذہن، صحیح اور غلط، مادی اشیاء کی ماہیت اور مادی اشیاء اور انسانی جسم و ذہن میں فرق جیسے معاملات پر اپنی عقل کے گھوڑے دوڑائے ہیں اور اس کے نتیجے میں اپنے حاصلات کو "تفکرات" کا نام دیا ہے۔ڈیکارٹ کو ہم بنیادی طور پر ایک عیسائی متکلم کہہ سکتے ہیں جس نے خدا کے وجود کو عقلی دلائل سے ثابت کرنے کی کوشش کی۔بالفاظ دیگر ڈیکارٹ نے اس کتاب میں خدا کے وجود کو عقلی دلائل سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ابتداء وہ شک سے کرتا ہے لیکن اس کی منزل یقین ہے۔اس کے ساتھ ساتھ وہ روح، جسم، مادہ، خیر و شر کے متعلق فکری و عقلی مباحث چھیڑتا ہے۔اس میں اس نے کل چھ قسم کے تفکرات بیان کئے ہیں۔۱۔ان چیزوں کا بیان جن میں شک کیا جا سکتا ہے۔۲۔انسانی ذہن کی حقیقت اور جسم کی بہ نسبت اس کا آسانی سے جان سکنا۔۳۔خدا کا وجود۔۴۔صحیح اور غلط۔۵۔مادی اشیاء کی ماہیت اور وجود خدا کا ثبوت۔۶۔مادی اشیاء کا وجود اور انسان کے جسم و نفس میں فرق۔

زبان:

اس کتاب کی زبان بھی "طریق" کی طرح علمی، فصیح اور کسی حد تک رواں اور براہِ راست ہے۔ ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

"میرے خیالات میں بعض تو ایسے ہیں جن کو گویا اشیاء کی تصویر کہا جا سکتا ہے اور تصورات صحیح معنی میں انہیں کا نام ہے، مثلاً کسی آدمی کا تصور، آسمان کا تصور، فرشتہ کا تصور، خدا کا تصور یا محض کسی خیالی و فرضی عجیب الخلقت شے کا تصور۔ دوسرے وہ خیالات ہیں جو کچھ دوسری طرح کی صورتیں رکھتے ہیں مثلاً جب میں ارادہ کرتا ہوں یا ڈرتا ہوں، دعویٰ کرتا ہوں یا انکار کرتا ہوں تو دراصل میرے سامنے کسی ایسی شے کا خیال ہوتا ہے جس سے ذہن کے اس فعل کا تعلق ہوتا ہے۔ لیکن ساتھ ہی اس شے کا جو تصور مجھ کو حاصل ہے۔ اس میں کسی اور شے کا میں اضافہ بھی کر دیتا ہوں اور اس قسم کے خیالات میں سے بعض کو جذبات یا ارادت کہا جاتا ہے اور بعض کو احکام یا تصدیقات۔" [۲۳]

☆☆☆☆☆

کتاب: ۱۸

کتب خانہ مجلس ترقی ادب لاہور

تاریخ اخلاقیات

مصنف: روجرس آر۔اے۔پی

مترجم: مولوی احسان احمد

دارالطبع جامعہ عثمانیہ، حیدرآباد دکن، ہندوستان، ۱۹۳۲ء

کل ابواب: ۹ (نو)

A SHORT HISTORY OF ETHICS

By

ROGERS R. A. P

کل صفحات: ۲۴۸ (248)

موضوع:

اس کتاب میں فلسفہ کی اہم شاخ "اخلاقیات" کی تاریخ بیان کی گئی ہے۔ یہ بنیادی طور پر قدیم یونان سے لے کر جدید مغربی افکار و تصوراتِ اخلاقیات کا احاطہ کرتی ہے اس میں کل نو ابواب ہیں جن میں سوفسطائیہ، سقراط، افلاطون، ارسطو، ابیقیورس، رواقیہ، قدیم فطریت، انگریزی وجدانیت، ہیوم، کانٹ، جرمن تصوریت، افادیت، ڈارون، اسپنسر اور گرین کے اخلاقی تصورات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ قدیم یونانی اور جدید مغربی تصورات اخلاقیات کو سمجھنے کے لئے یہ کتاب بہت اہم ہے۔

زبان:

مولوی احسان احمد کی دیگر ترجمہ شدہ کتب کی طرح اس کی زبان بھی فصیح و بلیغ، عالمانہ لیکن کسی حد تک آسان فہم اور براہ راست ہے۔ علمی و فلسفیانہ موضوعات کے بیان کے حوالے سے یہ کتاب بہت اہم ہے کیونکہ اس میں قدیم و جدید اخلاقی مسائل کو سہل انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ اس حوالے سے ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

"افلاطون کے نزدیک عمدہ آدمی وہ ہے جس میں علم، جذبا ور خواہش پوری ہمنوائی سے عمل کرتے ہیں اور ذہن کا کوئی حصہ

دوسرے حصوں پر غالب نہیں آ جاتا اور ہر فرد اپنا صحیح فعل انجام دیتا ہے۔ یہ افلاطون وارسطو کے مابین بہت سی کڑیوں میں سے ایک کڑی ہے۔ جس کا مسئلہ اوسط اسی حقیقت کے اظہار کا ایک خاص طریقہ ہے۔''[۴۴]

☆☆☆☆☆

کتاب: ۱۹ | جی۔ سی یونیورسٹی لائبریری لاہور

ریاست

REPUBLIC

By

PLATO

مصنف: افلاطون

مترجم: ڈاکٹر ذاکر حسین

اشاعت قدیم: ۱۹۳۲ء

اشاعت جدید: فکشن ہاؤس، لاہور، پاکستان،......

کل ابواب: ۱۰ (دس)

کل صفحات: ۴۸۳ (483)

موضوع:

یہ کتاب مشہور زمانہ یونانی فلسفی افلاطون کی معروف کتاب (Republic) کا ''ریاست'' کے عنوان سے اردو ترجمہ ہے۔ اسے ہندوستان کے مشہور اسکالر اور سابقہ بھارتی صدر ڈاکٹر سید ذاکر حسین نے اردو کے قالب میں ڈھالا ہے۔ یہ کتاب نہ صرف افلاطون بلکہ یونانی فلسفہ وفکر کی نمائندہ کتاب ہے جس میں افلاطون نے انسانی افعال، معاشرتی اقدار اور ریاستی عوامل سے متعلق ایک حکیمانہ نقطہ نظر پیش کیا جو سینکڑوں برس گزر جانے کے باوجود آج بھی اپنی جگہ اہمیت کا حامل ہے، اس ضمن میں ''مقدمہ'' سے ایک مختصر اقتباس نقل کرتے ہیں:

> ''یہ کتاب جو افلاطون کے شجر علم کا پختہ ثمر ہے ہم تک دو ناموں سے پہنچی ہے: ''ریاست'' اور ''تحقیق عدل'' ان ناموں سے یہ سمجھ لینا کہ یہ سیاست یا قانون پر ایک تصنیف ہے غلط ہوگا۔ سچ یہ ہے کہ اس میں انسان کی پوری زندگی پر نظر ڈالی گئی ہے۔ البتہ زیادہ توجہ انسانی زندگی کے عملی پہلو پر ہے۔ اس لئے کتاب کا زیادہ حصہ اخلاقی اور سیاسی مسائل سے پُر معلوم ہوتا ہے لیکن یہ نہیں ہے کہ فکر وخیال کی دنیا کو یک قلم نظر انداز کر دیا گیا ہو۔ فلسفہ کی بلندیاں دیکھنی ہوں تو عین خیر میں۔ سب چیزوں کے اتحاد کا جلوہ بھی اس کتاب میں دکھائی دیتا ہے۔''[۴۵]

زبان:

جیسی یہ بلند پایہ کتاب ہے مترجم نے اس کو ویسی ہی بلند پایہ اردو میں منتقل کرنے کی کوشش کی ہے جس کے نتیجے میں اس کی زبان صاف، رواں، براہ راست اور شگفتہ ہے۔ اس میں مفہوم کہیں بھی پیچیدہ اور دقیق الفاظ، تراکیب اور اصطلاحات تلے گم نہیں ہوتا۔ موضوع اور زبان دونوں حوالوں سے یہ ایک اہم کتاب ہے۔ ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

> ''لیکن کیا ناانصافی کی طاقت ایسی مؤثر نہیں ہے کہ چاہے وہ کسی شہر میں پائی جائے یا کسی فوج میں، کسی خاندان میں ہو یا کسی

دوسری جماعت میں، کہیں ہو، پراگندگی اور پریشانی پیدا کر کے متحدہ عمل کی گنجائش باقی نہ رہنے دے گی اور اس طرح جہاں انصاف اور دوسری نیک چیزوں کی مخالف ہوگی وہاں خود اپنی بھی دشمن ثابت ہوگی۔''۲۷

☆☆☆☆☆

کتاب: ۲۰ | کتب خانہ مجلس ترقی ادب لاہور

اخلاقیات

مصنف: جان ڈیوی + جیمس، ایچ۔ ٹفٹس

مترجم: مولوی عبدالباری ندوی

مطبع جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن، ہندوستان، ۱۹۳۲ء

کل ابواب: ۲۶ (چھبیس)

ETHICS

By

DEWEY. J - TUFTS, J.H

کل صفحات: ۶۵۲ (652)

موضوع:

جیسا کہ عنوان سے واضح ہے کہ اس کتاب میں ''اخلاقیات'' کے موضوع پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ فلسفہ اخلاقیات کی دیگر ترجمہ شدہ کتب کے برعکس اس میں 'اخلاقیات'' کی تاریخ وارتقاء کے ساتھ ساتھ اس میں اخلاقیات کی سماجی اہمیت اور پہلوؤں پر بھی بحث کی گئی ہے۔ یہ کتاب مقدمہ کے علاوہ دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلے حصے میں کل آٹھ (۸) ابواب ہیں جن میں اخلاقیات کی تعریف، تاریخ، مختلف اخلاقی نظریات اور اصول اور رواجی اور فکر اخلاق کا تقابل پیش کیا گیا ہے۔ دوسرے حصے میں دس (۱۰) ابواب شامل ہیں جس میں نظریہ اخلاق کی مختلف اقسام، سیرت و کردار، سعادت، نیکی، خواہش، سعادت اور معاشرتی مقاصد، اخلاقیات کا مقام و مرتبہ، فرض کی حیثیت، ذات کا مقام اور فضائل کے حوالے سے بحث ہے۔ تیسرے حصے میں سات (۷) ابواب شامل ہیں۔ یہ حصہ بہت اہم ہے کیونکہ ''اخلاقیات'' کی اجتماعی زندگی میں معاشرتی، سیاسی اور اقتصادی پہلوؤں پر مباحث شامل ہیں۔ بحیثیت مجموعی ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ دیگر کتب اخلاقیات کے برعکس اس کتاب کا دائرہ بحث زیادہ وسیع اور متنوع لیکن جامع ہے۔

زبان:

اس کتاب کی زبان بھی دیگر ترجمہ شدہ کتب اخلاقیات کی نسبت زیادہ فصیح، رواں اور براہ راست ہے۔ اس میں ایک خاص طرح کی ادبی شگفتگی بھی ہے۔ بعض مقامات پر تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ دور حاضر کا کوئی کہنہ مشق انشاء پرداز ادبی انداز میں اخلاقی مسائل پر خامہ فرسائی کر رہا ہے۔ زبان کے حوالے سے یہ کتاب فلسفیانہ موضوعات کا شستہ اور ادبی پیرائے میں اظہار کا ایک بہترین نمونہ ہے۔ ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

''انسان کی فطرت کیا ہے؟ اس سوال کے جواب میں افلاطون اور ارسطو کو انفرادی فلاح و بہبود کے مسئلہ کے لئے بھی اشارات

ملے۔ کیونکہ سپاہی اگر اس اعتبار سے قابل نفرت ہے کہ وہ عزت و شہرت کا بھوکا ہے، بخیل اس لئے قابل نفرت ہے کہ خواہش زر کا مجسمہ ہے۔ جابر بادشاہ اس وجہ سے زیادہ قابل نفرت ہے کہ اس کی ہر خواہش وجذبہ بے لگام ہوتا ہے، تو کیا اس امر کا پتہ لگانا آسان نہیں کہ عقل کی نگرانی اور ضابطہ میں جذبات وتحریکات کا با قاعدہ نشو ونما، خواہشوں کے غیر منضبط عمل سے کہیں زیادہ بہتر ہے۔ بعض اصولیت پسند حامیان انفرادیت اور لذت پرست اسی آزادئ خواہش کے طالب تھے۔"[۲۰]

☆☆☆☆☆

کتاب: ۲۱

قائد اعظم لائبریری لاہور

معاہدہ عمرانی

مصنف: روسو

مترجم: محمود حسین

اشاعت قدیم: مکتبہ جامعہ دہلی، ہندوستان، ۱۹۳۵ء

اشاعت جدید: شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ، جامعہ کراچی، پاکستان، ۱۹۶۴ء

کل ابواب: یہ کتاب چار حصوں میں منقسم اور مجموعی طور پر ۴۸ (اڑتالیس) ابواب پر مشتمل ہے۔

CONTRACT SOCIAL

By

ROU SSEAU

کل صفحات: ۲۳۸ (238)

موضوع:

یہ کتاب شہرۂ آفاق مغربی فلسفی "روسو" کی انقلابی تصنیف (Contract Social) کا "معاہدہ عمرانی" کے عنوان سے اردو ترجمہ ہے۔ روسو کی یہ تصنیف عظیم "انقلاب فرانس" کا پیش خیمہ بنی اور اسی بنا پر روسو کو انقلاب فرانس کا "روحانی باپ" قرار دیا جاتا ہے۔ بالفاظ دیگر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ جو کام کارل مارکس کے فلسفے اور تصانیف نے انقلاب روس کے لئے کیا وہی کردار روسو اور اس مذکورہ بالا تصنیف انقلاب فرانس کے لئے کر چکی تھی۔ ہمارا مقصد یہاں یہ بحث کرنا نہیں کہ انقلاب فرانس میں روسو کے فلسفے اور اس تصنیف کا کس حد تک عمل دخل تھا۔ ہم یہاں اس کتاب کی فلسفیانہ اہمیت دیکھیں گے۔ یہ کتاب فلسفۂ عمرانیات (Philosophy of Sociaology) یا کچھ حد تک (Political Philosophy) کے ذیل میں آتی ہے۔ لیکن جس دور (اٹھارویں صدی) میں یہ کتاب تحریر ہوئی اس وقت یہ موضوع تقریباً فلسفہ کے تحت ہی تھا لیکن آج 'عمرانیات' اور 'سیاسیات' کو الگ الگ علم تصور کیا جاتا ہے۔ لیکن بحیثیت مجموعی فطرت انسان، معاشرے، فرد اور معاشرے کے ربط پر بنیادی مباحث کے حوالے سے اسے فلسفیانہ تصنیف تصور کیا جاتا ہے۔ موضوع کے متعلق 'مقدمہ' سے فاضل مترجم کا ایک اقتباس نقل کیا جاتا ہے۔

"اس تصنیف میں روسو کے نظریوں کی اساس قانونِ فطرت ہے، اور روسو شروع سے آخر تک اس حقیقت پر نہایت سختی کے ساتھ مصر ہے کہ طاقت کو حق (قانون) نہیں کہا جا سکتا۔۔۔

۔۔۔فرانسیسی انقلاب کے زمانے میں روسو کی یہ تصنیف انقلابیوں کی انجیل تھی ۔ان کے لئے دنیا ئے تمام سیاسی حقائق اس کے اندر موجود تھے ۔ایسے حقائق جو ہر زمانہ اور ہر ملک میں یکساں طور پر صحیح ہوں ۔ان کی نظر میں انسانیت کا بھلا اسی میں تھا کہ ''معاہدۂ عمرانی'' کے اصولوں کو عملی جامہ پہنایا جائے ۔''۲۸

فلسفہ سیاست میں ''معاہدۂ عمرانی'' ایک روشن ستارے کی مانند ہے جس سے نظریاتی اختلاف تو ہو سکتا ہے لیکن اس کی اہمیت سے انکار نہیں۔

زبان:

یہ کتاب ۱۹۳۵ء میں ترجمہ ہوئی۔اس دور کے تناظر میں دیکھیں تو اس کی زبان خالص علمی زبان ہے۔اس میں قطعیت بھی ہے اور فصاحت بھی۔کہیں کہیں روانی اور ربط ٹوٹتا ہوا محسوس ہوتا ہے لیکن کہیں بھی یہ محسوس نہیں ہوتا کہ مفہوم واضح نہیں ہو رہا۔فلسفیانہ و علمی اسالیب نثر کے ضمن میں یہ ایک بہت اہم کتاب ہے۔بحیثیت مجموعی ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس کی زبان براہ راست، رواں، فصیح اور قطعی ہے اور اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ اردو میں ابتداء ہی سے یہ صلاحیت تھی کہ وہ اپنے علمی و فلسفیانہ مضامین بخوبی بیان کر سکتی ہے۔

''فرض کر لیجیے کہ ایک ریاست کی آبادی دس ہزار انسانوں پر مشتمل ہے۔فرماں روا کا تخیل محض مجموعاً اور ایک ہیئت کی حیثیت سے ممکن ہے۔لیکن ہر شخص رعایا کا رکن ہونے کے اعتبار سے علیحدہ علیحدہ انفرادی حیثیت بھی رکھتا ہے لہٰذا فرماں رواں کی نسبت رعایا کے ساتھ دس ہزار اور ایک کی ہے۔یعنی ریاست کے ہر رکن کے حصہ میں اختیارات ریاست کا صرف دس ہزار رواں حصہ آتا ہے۔حالانکہ وہ اس کا سراپا مطیع و فرماں بردار ہوتا ہے۔''۲۹

☆☆☆☆☆

کتاب: ۲۲ | قائداعظم لائبریری لاہور

فلسفۂ نتائجیت

مصنف: ولیم جیمس

مترجم: مولانا عبدالباری ندوی

اشاعت قدیم: دارالطبع جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن، ہندوستان، ۱۹۳۷ء

اشاعت جدید: نفیس اکیڈمی کراچی، پاکستان، ۱۹۸۷ء

کل ابواب: ۸ (آٹھ) اس کتاب میں ابواب کی بجائے محاضرات خطبات شامل ہیں جن کی کل تعداد آٹھ (۸) ہے۔ ہر محاضرہ بہت سے ذیلی موضوعات میں منقسم ہے۔

PHILOSOPHY OF PARAGMATISM

By

WILLIAM JAMES

کل صفحات: ۱۶۲ (162)

موضوع:

یہ کتاب فلسفہ جدید کی ایک نئی شاخ ''نتائجیت'' (Paragmatism) کے موضوع پر ہے۔اسے ہم فلسفے کی نئی جہت کہہ

سکتے ہیں جس میں فلسفیانہ افکار کا جائزہ ان کے نتائج کی بنیاد پر کیا جاتا ہے۔ بالالفاظ دیگر یہ سائنسی طریقہ کار ہے جس میں خیالات، افکار اور نظریات کا تجزیہ ان سے حاصل ہونے والے عملی نتائج کی بنیاد پر کیا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں ریاض صدیقی کا کہنا ہے کہ:

> ''ولیم جیمس کا فلسفہ نتائجیت (Paragmatism) جدید سائنسی فلسفے کے خاندان کی ایک اہم عصری شاخ ہے۔۔۔ فلسفۂ نتائجیت (Paragmatism) اور انسان پرستی (Humanism) اسی سلسلے کی کڑیاں ہیں جن کی جنم بھومی امریکہ ہے۔۔۔ ''نتائجیت'' بہر حال جامع، مفید اور ترقی یافتہ انداز فکر پیش کرتی ہے جو سائنسی مادیت کے ساتھ ساتھ انسانی صلاحیتوں اور قوتوں کے اعتراف کا اعلان نامہ ہے۔ اس نے انسان کی بے بسی اور مجبوری کے اس تصور کو جو بنیاد پرستی (Fundamentalism) اور تقدیر پرستی (Fatalism) جیسے نقطہ ہائے کو تقویت پہنچاتا ہے رد کیا ہے۔''[۳۰]

یہ کتاب بنیادی طور ان لیکچرز کا مجموعہ ہیں جو مختلف اوقات میں ولیم جیمس نے مختلف جگہوں پر دیئے۔ اس موضوع پر اردو زبان میں بہت کم تصانیف ہیں بلکہ نہ ہونے کے برابر ہیں اس لئے اس کتاب کا شمار حوالہ جاتی کتب میں ہوتا ہے۔

زبان:

فلسفیانہ کتب کے تراجم میں ایک اہم مسئلہ اصطلاحات کا رہا ہے۔ خصوصاً ان فاضل مترجمین کیلئے جنہوں نے اس کا آغاز کیا۔ عبدالباری ندوی بھی انہی پیش روؤں میں سے ہیں جنہیں علمی وفلسفیانہ کتب کے تراجم میں اصطلاحات کے بارگراں کو انگریزی و دیگر زبانوں سے اردو میں منتقل کرنا پڑا۔ ''نتائجیت'' فلسفہ کا قدرے ایک جدید موضوع ہے اور اس لئے بہت پیچیدہ بھی لیکن مترجم نے اسے ممکن حد تک آسان فہم اور براہ راست زبان میں بیان کرنے کی کوشش کی اور اس میں کافی حد تک کامیاب بھی رہے۔ اس دور میں اتنی رواں، صاف اور رشستہ زبان میں اتنے مشکل فلسفیانہ موضوع کو بیان کرنا یقیناً ایک قابل قدر کارنامہ تھا۔ ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

> ''جب ہم کسی فلسفی کے نظام کی جزئیات پر غور کرتے ہیں تو خود اس فلسفی کا ہمارے دل پر ایک آخری اثر پڑتا ہے اور اسی اثر پر اس کے متعلق ہمارا ردِّعمل مبنی ہوتا ہے۔ فلسفہ میں مہارت کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ کوئی ماہر تلخیص ردِّعمل سے یا جو نام لقب دے کر ایسی پیچیدہ اشیاء کی نوعیت کا تصفیہ کرتا ہے وہ کہاں تک ٹھیک ہے لیکن اس طرح کے لقب یا تعبیر کے لئے کسی بڑی مہارت کی ضرورت نہیں۔''[۳۱]

☆☆☆☆☆

کتاب: ۲۳

جی۔سی یونیورسٹی لائبریری لاہور

تاریخ فلسفہ

مصنف: الفرڈ ویبر

مترجم: خلیفہ عبدالحکیم

اشاعت قدیم: دارالطبع جامعہ عثمانیہ، حیدرآباد دکن، ہندوستان، ۱۹۲۸ء

اشاعت جدید: نفیس اکیڈمی، کراچی، پاکستان، ۱۹۸۷ء

HISTORY OF PHILOSOPHY

By

ALFRED WEBER

کل ابواب: اس میں ابواب کی تقسیم نہیں۔ یہ کل چار حصوں پر منقسم ہے اور ہر حصہ کئی ذیلی حصوں پر مشتمل ہے۔
کل صفحات: ۵۳۴ (534)

نوٹ: (جائزے کیلئے اشاعتِ جدید کو موضوع بنایا گیا ہے)

موضوع:

جیسا کہ عنوان سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کتاب فلسفہ کی تاریخ ہے۔ کتاب کی ابتدا میں "مقدمہ" ہے جس میں فلسفہ، الٰہیات اور علم پر بحث کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ یہ کتاب تین حصوں میں منقسم ہے۔ ۱۔ فلسفہ یونان، ۲۔ قرونِ وسطیٰ کا فلسفہ، ۳۔ فلسفہ جدیدہ۔ ہر حصے کو مزید ذیلی ادوار میں تقسیم کر کے موضوعات کی فہرست دی گئی ہے۔ یہ کتاب بنیادی طور پر فلسفہ مغرب کی تاریخ ہے جو ۶۰۰ قبل از مسیح کے فلسفہ یونان سے انیسویں صدی عیسوی کے جدید فلسفہ یورپ تک کا احاطہ کرتی ہے۔ اس میں یونانی، رومن (اطالوی)، جرمن، فرانسیسی اور انگریزی دبستان ہائے فلسفہ اور نمائندہ فلسفیوں کا ذکر موجود ہے۔

زبان:

زبان کے اعتبار سے یہ ترجمہ بہت اہم ہے۔ کیونکہ اس دور میں اردو زبان میں ایسی علمی کتابیں تقریباً نایاب تھیں۔ اس کتاب اور اس جیسی دوسری کتب نے اردو زبان کے سر سے اس الزام کو دھونے کی کوشش کی کہ اردو محض شاعرانہ زبان ہے اور اس میں اتنی صلاحیت اور وسعت نہیں کہ یہ فلسفیانہ اور اعلیٰ علمی موضوعات کو اپنے اندر سمو سکے۔ جس مرتبے کی یہ دقیق اور گنجلک فلسفیانہ کتاب ہے اس اعتبار سے اس کی زبان رواں، شستہ اور بہت حد تک براہِ راست ہے۔ فلسفیانہ اصطلاحات اور تراکیب کے علاوہ کتاب کی تحریر بہت کم گنجلک اور پیچیدہ ہے۔ ایک مختصر اقتباس پیش خدمت ہے:

> "۔۔۔خواہ تم کچھ ہی کہو، مگر یہ بات قابل قبول نہیں کہ ہر شخص عقلی کمال حاصل کر لیتا ہے اور اخلاقی کمال کسی ایسے نصب العین تک پہنچنے کا نام نہیں، جس تک اس دنیا میں رسائی نہ ہو سکے، بلکہ ہر شخص کیلئے اپنے فرائض منصبی کی دیانتدارانہ انجام دہی اس کے لئے کمال اخلاق ہے۔" ۴۲

☆☆☆☆☆

کتاب: ۲۴

نوررلائبریری (خالد اسحٰق کولیکشن) لاہور

نظریہ خیر و شر کی پہلی کتاب (حصہ اول)

مصنف: ہیسٹنگ راشڈل

مترجم: خواجہ عبدالقدوس

دارالطبع جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن، ہندوستان، ۱۹۳۸ء

THE THEORY OF GOOD AND EVIL

By

HASTING RASHDALL

کل ابواب: ۹ (نو)

کل صفحات: ۳۸۱ (381)

موضوع:

موضوع کے حوالے سے یہ کتاب فلسفہ اخلاقیات کے ذیل میں آتی ہے جیسا کہ اس کے عنوان ''نظریہ خیر وشر کی پہلی کتاب'' سے ظاہر ہے۔ اس میں عام اخلاقی تصورات سے بلند سطح پر بحث کی گئی ہے۔ اس کتاب کی 'تمہید'' کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ یہ کتاب تین جلدوں پر مشتمل ہے جن کے عنوانات بھی مختلف ہیں۔ یہ اس سلسلے کی پہلی جلد کا ترجمہ ہے دوسری جلد کا ذکر ضمیمے میں کر دیا گیا ہے لیکن تیسری جلد کے متعلق معلوم نہیں ہو سکا کہ اس کا ترجمہ ہوا ہے یا نہیں اور اگر ہوا ہے تو کس نے کیا؟ کہاں سے کیا گیا اور اس کی موجودہ کیفیت کیا ہے؟ بہر حال کتاب کے اس پہلے حصے کے متعلق یوں لکھتے ہیں:

> ''میری کتاب کے پہلے حصے کا مقصد یہ ہے کہ اخلاق کے معیار کا زیادہ واضح اور قطعی تصور حاصل کیا جائے اور یہ تصور اس جواب سے بھی زیادہ واضح اور قطعی ہو جو عام شعور اخلاق سے، جہاں سے ہماری بحث شروع ہوتی ہے، یہ سوال کرنے سے حاصل ہوتا ہے کہ مجھے کیا کرنا چاہیے مجھے ایسے کیوں کرنا چاہیے۔''۴۳؎

زبان:

اس کتاب کا شمار فلسفہ کی ابتدائی ترجمہ شدہ کتب میں ہوتا ہے اس لئے اس کی اہمیت اولیت کے اعتبار سے بھی ہے۔ جہاں تک اس کی زبان کا تعلق ہے تو وہ کسی حد تک رواں اور براہ راست ہے۔ موضوع فلسفیانہ ہونے کی وجہ سے کہیں کہیں ثقیل اور گنجلک بھی ہے۔ علاوہ ازیں اصطلاحات کے استعمال نے بھی عبارت کو دقیق بنا دیا ہے۔ علاوہ ازیں کہیں کچھ الفاظ کے ہجے بھی آج کے مستعمل ہجے سے مختلف ہیں۔ مثلاً ثواب کیلئے صواب (ص:۶) (تمہید)
بحیثیت مجموعی کتاب کی زبان علمی ذوق رکھنے والے قارئین کے لئے قابل فہم ہے اور مفہوم کی تفہیم کیلئے قاری کو کوئی دقت پیش نہیں آتی۔ زبان اور موضوع دونوں حوالوں سے فلسفیانہ کتب کی روایت وارتقاء میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

> ''۔۔۔جو فعل ایک اچھے مقصد کی محبت میں انجام پائے وہ اچھا ہوتا ہے۔ اگر ایک غریب اپنی سوکھی روٹی میں اپنے سے زیادہ مفلس کو شریک کرے تو یقیناً اس کے فعل میں اخلاقی قیمت ہے۔''۴۴؎

☆☆☆☆☆

کتاب: ۲۵

فہم انسانی

مصنف: ڈیوڈ ہیوم

مترجم: عبدالباری ندوی

اشاعت قدیم: دارالمصنفین اعظم گڑھ ہندوستان، ۱۹۳۸ء

اشاعت جدید: نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد، ۱۹۸۹ء

HUMAN UNDERSTANDING

By

DAVID HUME

کل ابواب: ۱۲(بارہ) | **کل صفحات:** ۱۸۹(189)

موضوع:

جدید فلسفۂ یورپ میں ڈیوڈ ہیوم کو ممتاز مقام حاصل ہے۔ یہ بہت سی کتابوں کا خالق ہے لیکن دو کتابوں کو "شہرت عام اور بقائے" کا مقام حاصل ہے۔ ایک کتاب "فطرت انسانی" (Human Nature) اور دوسری "فہم انسانی" (Human Understanding) ہے۔ زیر بحث کتاب موخر الذکر کا ترجمہ ہے جو مولانا عبدالباری ندوی نے دارالمصنفین اعظم گڑھ کی طرف سے تقریباً ۱۹۱۷ء میں کیا لیکن چند وجوہات کی بناء پر یہ شائع ۱۹۳۸ء میں ہوا۔ اس کا ذکر فاضل مترجم نے کتاب ہذا کے دیباچے میں خود کیا ہے۔ یہ کتاب بنیادی طور پر انسانی فہم و فکر کے ارتقاء سے متعلق ہے۔ اس کتاب کا اصل نام "تحقیق متعلق فہم انسانی" ہے۔ اس کتاب کے مصنف ہیوم نے تحقیقی بنیادوں پر انسانی عقل و فہم کے ارتقاء کا احاطہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ فلسفے کی مختلف اقسام بیان کرتے ہوئے وہ (عقل انسانی کے) مظاہر فطرت اور ان سے متعلق غور و فکر اور پیدا ہونے والے سوالات پر فکر انسانی کے طریقہ ہائے کار پر بحث کرتا ہے۔ وہ ایک خالصتاً عقلیت پرست فلسفی ہے لیکن اس کے باوجود وہ کتاب ہذا میں جبر و قدر، معجزات، ربوبیت اور آخرت جیسے موضوعات پر بحث کرتا ہے جس سے ان موضوعات مابعد الطبیعیات کے متعلق اس کے اپنے تشکیکی تصورات کا پتہ چلتا ہے۔ علاوہ ازیں فاضل مترجم نے ابتداء میں "مصنف کے مختصر حالات" اور "اس کے فلسفے کا حاصل" کے عنوانات کے تحت مصنف کی زندگی اور اس کے فلسفے سے متعلق قابل قدر اور اہم تحریریں شامل کر دی ہیں جن سے اس کے فلسفے کو سمجھنے میں آسانی ملتی ہے۔

زبان:

اس کتاب کا ترجمہ بیسویں صدی کی دوسری دہائی میں کیا گیا۔ اس لحاظ سے یہ اعلیٰ فلسفیانہ کتب کے تراجم کے ابتدائی دور سے تعلق رکھتا ہے جب یہ روایت اتنی مستحکم نہیں تھی۔ مترجم کا شمار خود اس روایت کے پیش رووں میں ہوتا ہے۔ لیکن یہ قابل تحسین ہے کہ اس قدر دقیق اور گنجلک کتاب کا اتنی فصاحت و بلاغت سے ترجمہ کیا گیا ہے کہ کہیں بھی عبارت میں جھول نظر نہیں آتا۔ زبان کی صفائی اور روانی بھی اہمیت کی حامل ہے بالفاظ دیگر کتاب کے مفہوم کو بڑی سلاست اور ادبی انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ تراجم خصوصاً فلسفیانہ تراجم میں اصل مفہوم کی ادائیگی کے ساتھ روانی، سلاست اور ادبیت کا دامن تھامے رکھنا ایک مشکل امر ہے۔ ایک مثال پیش خدمت ہے:

> "اگر ہم کو یہ قدرت حاصل ہوتی کہ ہمارے اندر کی کسی مخفی خواہش یا ارادہ سے پہاڑ چلنے لگتے یا سیاروں کی گردش ہمارے قابو میں آ جاتی تو وہ بھی اس سے زیادہ غیر معمولی یا فوق الفہم بات نہ ہوتی جتنا کہ روح کا جسم پر عمل ہے۔"۳۵

☆☆☆☆☆

کتاب: ۲۶ | کتب خانہ مجلس ترقی ادب لاہور

مقدمہ فلسفہ حاضرہ

مصنف: ڈاکٹر ڈی۔ایس رابنسن

مترجم: ڈاکٹر میر ولی الدین

اشاعت قدیم: دارالترجمہ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن، ہندوستان، ۱۹۴۱ء

اشاعت جدید: نفیس اکیڈمی کراچی، پاکستان، ۱۹۸۷ء

اشاعت جدید: سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، پاکستان، ۱۹۹۵ء

کل ابواب: یہ کتاب پانچ حصوں میں منقسم ہے۔ ہر حصے کے اپنے الگ الگ ابواب اور ان کے ذیلی موضوعات ہیں۔

THE PHILOSOPHY OF MODERN AGE

By

DR. D.S.RABINSON

کل صفحات: ۴۱۶(416)

نوٹ: (جائزے کے لئے نفیس اکیڈمی کی اشاعت کو بنیاد بنایا گیا ہے)

موضوع:

اس کتاب میں جدید فلسفۂ یورپ کا ایک تعارف اور جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ بالفاظ دیگر جدید فلسفے کے بنیادی مسائل کو سمجھنے کیلئے یہ ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کتاب کی ایک اور اہم بات یہ ہے کہ اس میں براہ راست فلسفیوں اور ان فلسفیانہ نظریات پر بحث کی بجائے ابتداء میں فلسفہ کا سماج اور انسان سے تعلق بیان کرنے کے بعد زمانی اعتبار سے فلسفے کے مباحث کا احاطہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس ضمن میں اگر کہیں حوالے کے طور پر کسی فلسفی کا ذکر آ گیا تو الگ بات ہے وگرنہ نظریات اور موضوعات ہی زیر بحث آئے ہیں۔ اشاعت قدیم کا نسخہ کتب خانہ مجلس ترقی ادب لاہور میں موجود ہے۔

زبان:

''دارالترجمہ عثمانیہ'' کی طرف سے ترجمہ ہونے والی کتب کی ایک اہمیت تو اولیت کے اعتبار سے ہے دوسری یہ کہ انہوں نے اردو زبان میں فلسفیانہ اسلوب اور طرز تحریر کی کمزور روایت کو مستحکم کیا۔ اس روایت کی بنیاد اگرچہ سرسید کے دور میں پڑ چکی تھی لیکن اتنی مستحکم نہیں تھی۔ اس کتاب کی زبان کو اگر اس دور کے لحاظ سے مروجہ اعتبارات سے دیکھا جائے تو بہت بہتر ہے۔ اس میں روانی بھی ہے اور فلسفیانہ ہونے کے باوجود کسی حد تک ادبیت بھی۔ لیکن کہیں کہیں املا میں فرق ہے اور یہ فرق وہاں زیادہ نمایاں ہو جاتا ہے جہاں اسماء الرجال یا اصطلاحات کا بیان ہو۔ مثلاً

۱۔شوپنہور ـــــ شوپنہار (ص ۱۴۲) ۲۔تجیت ـــــ تجائیت (ص ۱۵۷) ۳۔قایل ـــــ قائل (ص ۲۱۶)

علاوہ ازیں یہ اشاعت چونکہ اصل کتاب کا فوٹو عکس لے کر شائع کی گئی اس لئے ہوسکتا ہے کہ اس وجہ سے بھی کچھ کمی رہ

گئی ہے۔لیکن بحیثیت مجموعی یہ کتاب زبان و بیان کے اعتبار سے معیاری کتاب ہے جس میں دقیق فلسفیانہ اصطلاحوں اور ادق خیالات کو آسان پیرائے میں ادا کرنے کی ہر ممکن کوشش کی گئی ہے۔زبان کے حوالے سے ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

"لفظ تصوریت کی طرح لفظ حقیقت کے بھی بہت سے معنی ہیں خصوصاً جب اس کی ترکیب دوسرے الفاظ کے ساتھ ہوتی ہے۔ان تمام معنی کا سلجھانا آسان نہیں۔شاید سب سے بہتر طریقہ یہ ہوگا کہ اس لفظ کے ان تین مربوط معنی پر غور کیا جائے جن کا استعمال ادب و فن میں ہوتا ہے۔"۳۶

☆☆☆☆☆

کتاب: ۲۷

کتب خانہ مجلس ترقی ادب لاہور

منطق ابتدائی

مصنف: کرائٹن، جے

مترجم: مولوی احسان احمد

دارالطبع جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن، ہندوستان، ۱۹۴۳ء

کل ابواب: ۲۴ (چوبیس)

AN INTRODUCTION TO LOGIC

By

CREIGHTON, J.

کل صفحات: ۴۷۸ (478)

موضوع:

جیسا کہ اس کتاب کے عنوان "منطق ابتدائی" سے ہی اس کا موضوع واضح ہو جاتا ہے۔اس میں فلسفے کی بنیادی شاخ "منطق" کے ابتدائی تصورات پر بحث اور ان کی تشریح و توضیح کی گئی ہے۔پہلے دو ابواب میں منطق کا مفہوم، اس کی وضاحت اور اس کی ارتقائی منازل پر روشنی ڈالی گئی ہے جو علم منطق کو سمجھنے کیلئے بنیادی اہمیت کے حامل ہیں۔اس کے بعد بقیہ ۲۲ (بائیس) ابواب تین حصوں میں منقسم ہیں۔حصہ اول 'قیاس' حصہ دوم 'طریق استقرائی' اور حصہ سوم 'فکر کی ماہیت' کے عنوانات کے تحت ہیں۔اس کتاب کی اہمیت اس لئے زیادہ ہے کہ یہ فلسفے کی اہم ترین شاخوں میں سے ایک "منطق" سے متعلق ہے اور اس وقت ترجمہ کی گئی جب اس موضوع پر اردو میں کتابیں بہت کم تھیں۔ہر باب کے آخر میں کچھ سوالات ہیں جو قاری کی فکر کو تحریک دیتے ہیں اور قاری ان کے جوابات کی تلاش میں اسی فکری عمل سے گزرتا ہے جو منطق اور صحیح فکر کی تلاش کے سلسلے میں ذہنی تربیت کرتے ہیں یوں ایک عملی مشق بھی ہو جاتی ہے۔

زبان:

بیسویں صدی کے نصف میں اس کتاب کو اردو کے قالب میں ڈھالا گیا جب اردو میں فلسفیانہ و علمی نثر کی روایت اتنی مستحکم اور پائیدار نہیں ہوئی تھی لیکن اس کے باوجود اس زبان اور اسلوب فلسفیانہ نثر کے معیار پر تقریباً پورا اترتا ہے بہتری کی گنجائش تو بہر حال ہر جگہ موجود رہتی ہے۔فلسفیانہ طرز نگارش کے نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو یہ تسلی اور اطمینان بخش ہے۔قاری

فلسفہ منطق سے متعلق کچھ بنیادی اصطلاحات سے واقف ہو تو اس کے مفاہیم اور مطالب کو سمجھنا چنداں مشکل نہیں۔ یوں ہم کہہ سکتے ہیں، موضوع، زبان اور اولیت کے اعتبار سے یہ کتاب اردو کتب کے فلسفیانہ ذخیرے کی نادر اور اہم کتابوں میں سے ایک ہے۔ زبان کے حوالے سے ایک مختصر پیرا گراف درج کیا جاتا ہے:

''تعریف میں اس شے کے جس کی تعریف کرنی مقصود ہو اساسی اوصاف بیان ہونے چاہئیں ایسا کرنے کیلئے اس جنس کو بیان کیا جاتا ہے جس سے اس شے کا تعلق ہے اور وہ خاص نشانات یا خصوصیات بیان کی جاتی ہیں، جن سے یہ اسی قسم کے دوسرے افراد سے پہچانی جاتی ہے یا جس طرح اصول کو معمولاً بیان کیا جاتا ہے۔''۲۷

☆☆☆☆☆

کتاب: ۲۸ — جی۔سی یونیورسٹی لائبریری لاہور

مکالمات افلاطون

PLATO'S DIALOGUE

By

PLATO

مصنف: افلاطون

مترجم: ڈاکٹر سیّد عابد حسین

اشاعت قدیم: انجمن ترقی اردو، دہلی، ہندوستان، ۱۹۴۳ء

اشاعت جدید: تخلیقات، لاہور، پاکستان، ۲۰۰۰ء

کل ابواب: ۸ (آٹھ)

کل صفحات: ۳۷۹ (379)

موضوع:

یہ کتاب معروف یونانی فلسفی افلاطون کے آٹھ منتخب مشہور زمانہ مکالمات کا اردو ترجمہ ہے۔ یہ ترجمہ ڈاکٹر سیّد عابد حسین نے ۱۹۴۳ء میں انجمن ترقی اردو دہلی ہندوستان کی طرف سے کیا۔ مترجم نے ''مکالمات افلاطون'' کے ترجمے کیلئے مشہور انگریز محقق جویٹ (Jeweet) کے نسخے کو بنیاد بنایا جسے صحت کے لحاظ سے مستند سمجھا جاتا ہے۔ ''دیباچے'' کے علاوہ فاضل مترجم ڈاکٹر سید عابد حسین نے ایک مفصل ''مقدمہ'' بھی لکھا ہے۔ یہ ''مقدمہ'' بہت اہمیت کا حامل ہے۔ اس میں مترجم نے نہ صرف افلاطون کی سوانح اور افکار پر روشنی ڈالی ہے بلکہ سقراط، جس نے افلاطون کی فکر کو وضع کرنے میں اہم کردار ادا کیا، کے حالات و افکار پر گرانقدر معلومات بہم پہنچائی ہیں۔ سقراط جسے انسان کے فکری ارتقاء میں ایک سنگ میل کی حیثیت حاصل ہے اس کی تعلیمات اور افکار افلاطون کے توسط سے ہی ہم تک پہنچے ہیں۔ اس ضمن میں مترجم نے مقدمے میں افلاطون پر سقراط کے اثرات کا جائزہ بھی لیا ہے۔ جہاں تک کتاب میں شامل افلاطون کے آٹھ مکالمات کا تعلق ہے ان کے متعلق مترجم لکھتے ہیں:

''جن آٹھ مکالمات کا ترجمہ اس کتاب میں پیش کیا جارہا ہے ان میں سے پہلے پانچ مکالمے سقراط کی زندگی اور اس کی تعلیم کا مکمل خاکہ پیش کرتے ہیں۔ ''صفائی کا بیان'' اور ''کریٹو'' اس معلومات کے بڑے حصے کا ماخذ ہیں جو ہمیں سقراط کی سیرت اور سوانح حیات کے متعلق حاصل ہے۔ ''لائے سس''، ''یوتھائی فرو'' اور ''پروٹا گورس'' سقراط کے مخصوص طرز بحث کے عمدہ

نمونے ہیں اوران فلسفیانہ افکار پر روشنی ڈالتے ہیں جو افلاطون نے براہ راست سقراط سے اخذ کئے ۔باقی تینوں مکالموں ''فیڈو''،''فیڈرس''اور''بزم طرب'' میں افلاطون نے ان نتائج کی طرف اشارہ کیا ہے جو اس کے نزدیک سقراط کے مقدمات سے نکلتے ہیں ۔''۳۸؎

علاوہ ازیں فاضل مترجم نے اس کتاب کے مقدمے میں متذکرہ بالا آٹھ مکالموں پر تفصیلی بحث بھی کی جس کی بدولت ان کی تفہیم آسان ہوگئی ہے۔

زبان:

''مکالمات افلاطون'' انجمن ترقی اردو ہند کی طرف سے ۱۹۴۳ء میں پہلی مرتبہ شائع ہوئی ۔اس کی دوسری اشاعت ادارہ ''تخلیقات'' لاہور سے ۲۰۰۰ء میں ہوئی ۔ پہلی اشاعت تقریباً ناپید ہے۔ جائزے اور تبصرے کیلئے دوسری اشاعت کو بنیاد بنایا گیا ہے۔ باعتبار زبان یہ کتاب فلسفیانہ کتب میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ کتاب انگریزی سے ترجمہ کی گئی ہے جس کی زبان بہت دقیق اور گنجلک تھی لیکن فاضل مترجم نے اسے انتہائی رواں، سلیس اور شستہ اردو کے قالب میں ڈھالا ۔انہوں نے ثقیل اور دورازکار اصطلاحات اور تراکیب سے ممکن حد تک اجتناب کیا ہے یہی وجہ ہے کہ عام سی سمجھ بوجھ رکھنے والا قاری بھی بنا کسی تردد اور دقت کے نہ صرف اس کا مطالعہ کرسکتا ہے بلکہ اس کے مفہوم کو بھی سمجھ سکتا ہے۔ایک مختصر اقتباس پیش کیا جاتا ہے:

''عشق دیوتا کے حسن کی میں کافی تعریف کر چکا لیکن پھر بھی بہت کچھ باقی ہے اب مجھے اس کی نیکیوں کا ذکر کرنا ہے ۔اس کی سب سے بڑی شان یہ ہے کہ نہ تو وہ خود کسی انسان یا کسی دیوتا سے بے انصافی کرتا ہے اور نہ ان کی بے انصافی برداشت کرتا ہے ۔اس کو اگر کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ تشدد سے نہیں پہنچتی ۔نہ تشدد اس کے قریب آتا ہے اور نہ وہ اپنے عمل میں تشدد سے کام لیتا ہے۔''۳۹؎

☆☆☆☆☆

کتاب: ۲۹ — کتب خانہ مجلس ترقی ادب لاہور

مقدمہ اخلاقیات	**PROLEGOMENA TO ETHICS**
مصنف: گرین، ٹی ۔ایچ	By
مترجم: مولوی احسان احمد	GREEN T. H.
مطبع جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن، ہندوستان، ۱۹۲۷ء	
کل ابواب: ۱۴(چودہ)	**کل صفحات:** ۵۷۴(574)

موضوع:

جیسا کہ عنوان سے واضح ہے اس کتاب کا موضوع بھی ''اخلاقیات'' سے متعلق ہے ۔لیکن اس کتاب کا دائرہ بحث بہت وسیع ہے جس میں اخلاقی اصول ونظریات کے ساتھ ساتھ مابعدالطبیعات ،علمیات ،فطرت کے روحی اصول، عقل، ارادہ، خواہش اوران کے باہمی تعلق پر بھی تاریخی اعتبار سے روشنی بھی ڈالی گئی ہے۔ یہ کتاب چار حصوں ۱۔ارادہ ۲۔اخلاقی نصب العین

۳۔اخلاقی ترقی ۴۔اخلاقی نصب کا نشوونماء پر منقسم ہے اور یہ چار حصے مجموعی طور پر ۱۴ (چودہ) ابواب پر مشتمل ہیں۔ ''اخلاق کے علم طبیعی ہونے کا تصور'' کے عنوان سے ایک مقدمہ ہے۔ہم یہ کہہ سکتے ہیں مغربی فلسفہ اخلاق اس کے ارتقاء اور اس کے نمایاں پہلوؤں کو سمجھنے کے لئے یہ کتاب بنیادی اہمیت رکھتی ہے۔

زبان:

مولوی احسان دارالترجمہ جامعہ عثمانیہ کے کہنہ مشق مترجمین میں شمار ہوتے ہیں جنہوں نے بڑی مشکل کتابوں کا ترجمہ بڑی فصیح اور براہ راست زبان میں کیا۔یہ کتاب بھی ایک مشکل کتاب تھی کیونکہ اس کا دائرہ بحث بہت وسیع اور متنوع تھا۔لیکن اسے بھی انہوں نے ممکن حد تک آسان فہم انداز میں کرنے کی کوشش کی۔لیکن جیسا کہ بارہا ذکر کیا جا چکا ہے کہ کسی بھی علمی خصوصاً فلسفہ کی کتاب کا آسان فہم زبان میں ہونا ممکن نہیں۔بحیثیت مجموعی ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس کتاب کی زبان خالص علمی و فصیح ہے لیکن اس میں ایک روانی اور ادبیت بھی ہے جس سے موضوع بالکل خشک محسوس نہیں ہوتا اس ضمن میں ایک مختصر اقتباس درج کرتے ہیں:

> ''اگر یہ تسلیم کیا جا سکتا کہ مادہ اور حرکت بجائے خود ایک مستقل وجود رکھتے ہیں، یا ان کا وجود شعور کا رہین منت نہیں ہے تو بھی روح کے افعال کی یا کسی اور شے کی ہمارے لئے ایسے مادے اور حرکت سے توجیہ نہیں ہو سکتی، بلکہ ایسی حرکت اور مادے سے ہوگی جس کو ہم جانتے ہیں۔غیر معلوم کے حوالے سے کسی شے کا علم نہیں ہو سکتا۔''[۷۹]

☆☆☆☆☆

کتاب: ۳۰ — کتب خانہ مجلس ترقی ادب لاہور

مقدمہ و مسائل فلسفہ	**AN INTRODUCTION TO PHILOSOPHY**
مصنف: فریڈرک پاولسن	By
مترجم: مولوی احسان احمد	FREIDRICH PAULSEN
اشاعت قدیم: دارالترجمہ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن، ہندوستان، ۱۹۲۸ء	
اشاعت جدید: سٹی بک پوائنٹ، کراچی، پاکستان، ۲۰۰۴ء	
کل ابواب: ۴ (چار) معہ تفصیلی مقدمہ	**کل صفحات:** ۳۶۳ (363)

نوٹ: (کتاب کے جائزے کیلئے اشاعتِ جدید کو بنیاد بنایا گیا ہے)

موضوع:

یہ کتاب فلسفے کے مختلف مسائل ،نظریات، دبستانوں اور مباحث پر روشنی ڈالتی ہے۔یعنی اس میں فلسفے کی نوعیت و اہمیت، مابعد الطبیعات، کونیاتی اور مذہبی، اخلاق اور بہت سے مسائل زیر بحث آتے ہیں۔ بالفاظ دیگر یہ کتاب فلسفے کے بہت سے اہم اور بنیادی مسائل اور موضوعات سے بحث کرتی ہے جس سے فلسفے کے ایک قاری کے لئے ان مباحث کی تفہیم آسان

ہو جاتی ہے۔

زبان:

اس کتاب کی زبان بھی کافی حد تک صاف، رواں اور فصیح ہے۔ چونکہ یہ ایک فلسفیانہ کتاب ہے اس لئے اس میں اصطلاحات، مشکل الفاظ و تراکیب کا ہونا ایک واضح سی بات ہے لیکن اس کے باوجود زبان و بیان کے اعتبار سے یہ کتاب ابتدائی فلسفیانہ کتب کی روایت میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس ضمن میں ایک مختصر اقتباس درج کیا جا رہا ہے:

> ''۔۔۔کانٹ اس سے مختلف نقطے سے آغاز کرتا ہے، لیکن وہ بھی اس نتیجے تک پہنچتا ہے کہ خدا کے وجود اور روح کو غیر فانی ثابت کرنے کیلئے جتنی کوششیں کی جاتی ہیں وہ سب فضول ہیں۔ وہ دلائل کو ترتیب وار لیتا ہے اور یہ ثابت کرتا ہے کہ یہ قطعاً ناکافی ہیں، وحدت شعور سے روحی جوہر کی سادگی ثابت کرنا اور پھر اس سے اس کا ناقابل فنا ہونا اور شخصی زندگی کا تسلسل ثابت کرنا محض ایک منطقی دور ہے۔''[۱۴]

☆☆☆☆☆

کتاب: ۳۱ — قائداعظم لائبریری لاہور

تاریخ مسائل فلسفہ

A HISTORY OF THE PROBLEMS OF PHILOSOPHY

By

PAUL JANET AND GABRIEL SEAILLES

مصنف: پال ژانے۔گبریل سیلے

مترجم: ڈاکٹر میر ولی الدین

اشاعت قدیم: دارالطبع جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن، ہندوستان، ۱۹۳۹ء

اشاعت جدید: سٹی بک پوائنٹ، کراچی، پاکستان، ۲۰۰۸ء

کل ابواب: ۱۰ (دس) (ہر باب بہت سے ذیلی ابواب میں منقسم ہے)

کل صفحات: ۴۸۰ (480)

نوٹ: (جائزے کیلئے اشاعت جدید کو بنیاد بنایا گیا ہے)

موضوع:

یہ کتاب فلسفیانہ مسائل کی تاریخ ہے جو اصل میں فرانسیسی زبان میں لکھی گئی بعد ازاں اس کا ترجمہ انگریزی میں ہوا۔ انگریزی سے اس کتاب کو اردو کے قالب میں ڈھالا گیا۔ ڈاکٹر میر ولی الدین نے اس کا اردو ترجمہ کیا۔ اس کا شمار انگریزی سے اردو مین ترجمہ کی گئی ابتدائی فلسفیانہ کتب میں ہوتا ہے۔ اس کتاب میں فلسفے کے بنیادی مسائل، ان کی تاریخ اور ارتقاء کا اجمالی جائزہ لیا گیا ہے۔ فلسفے کی مبادیات کو سمجھنے کیلئے یہ کتاب کلیدی حیثیت رکھتی ہے۔ بالفاظ دیگر اس کتاب میں فلسفے کی تاریخ کو ایک نئے نقطۂ نظر سے پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے اس لئے یہ کتاب بہت اہمیت کی حامل ہے۔

زبان:

اس کتاب کے مترجم ڈاکٹر میر ولی الدین اردو میں فلسفیانہ تراجم کے اولین اور کہنہ مشق مترجمین میں شمار ہوتے ہیں۔ لیکن فلسفیانہ تراجم کی ابتدائی کتب کی طرح اس میں بھی کتابت کی غلطیاں تھیں۔افسوسناک امر یہ ہے کہ اشاعت جدید میں بھی ان اغلاط کی تصحیح نہیں کی گئی۔ بہرحال اس کتاب کی زبان اس دور کی مناسبت سے دیکھی جائے تو بہت صاف، شستہ اور علمی وقار سے معمور ہے۔فلسفیانہ اصطلاحات اور دقیق و ثقیل الفاظ وتراکیب کے علاوہ اس میں روانی اور صفائی بھی ہے۔اس کتاب کو فلسفیانہ تراجم کی روایت میں ایک نمایاں مقام حاصل ہے جو دیگر فلسفیانہ مترجمین کی راہنمائی بھی کرتی ہے۔اس حوالے سے ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

> ''جس طرح عقل میں تصورات کی ایک کثرت پنہاں ہوتی ہے اس طرح روح کلی میں انفرادی ارواح کی ایک کثرت نہاں ہوتی ہے۔دھوکے میں مبتلا ہو کر یہ ارواح اپنے اپنے موزوں جسموں میں داخل ہو جاتی ہیں''گویا کہ انہیں ایک نقیب کی آواز نے بلایا ہے'' جب روح ایک مرتبہ جسم میں داخل ہو جاتی ہے تو اس کو اپنی ذلیل وخستہ حالت میں لطف بھی مل سکتا ہے اور وہ اپنے رب کو بھول بھی سکتی ہے لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ وہ اپنے جسم ہی سے علیحدگی اختیار کر لے اور اسی دنیا میں رہ کر خدا کی جانب اپنا رخ کر لے۔''۲۴؎

☆☆☆☆☆

کتاب: ۳۲

کتب خانہ مجلس ترقی ادب لاہور

انواعِ فلسفہ

THE TYPES OF PHILOSOPHY

By

WILLIAM ARNEST HOCKING

مصنف: ولیم ارنسٹ ہاکنگ

مترجم: ظفر حسین خاں

انجمن ترقی اردو ہند،علی گڑھ،ہندوستان،۱۹۵۲ء

کل ابواب: ۳۵ (پینتیس)

کل صفحات: ۳۶۸ (368)

موضوع:

یہ کتاب مشہور امریکی دانشور ولیم ارنسٹ ہاکنگ کی فلسفہ سے متعلق معروف تصنیف (The Types of Philosophy) کا بعنوان ''انواع فلسفہ'' ترجمہ ہے۔جس میں مصنف نے قارئین فلسفہ،خصوصاً طلبہ کیلئے تحریر کیا۔لیکن یہ کتاب نہ صرف طلبا اور عام قارئین کیلئے کارآمد ثابت ہوئی بلکہ خواص کے لئے بھی بہت اہمیت کی حامل ہے۔اس کتاب کے چار حصے ہیں۔۱۔انواع مابعد الطبیعات ۲۔نظریات علم ۳۔انواع مابعد الطبیعات اور علمیات ۴۔ترکیب انواع۔یہ چار حصے مجموعی طور پر ۳۵ (پینتیس) ابواب پر مشتمل ہیں۔اس میں فلسفہ کی سات انواع بیان کی گئی ہیں جن میں ۱۔دہریت ۲۔عملیت ۳۔وجدانیت ۴۔ثنویت ۵۔تصوریت

۶۔حقیقت ۷۔سریّت شامل ہیں۔یہ کتاب ان دقیق موضوعات فلسفہ کواس سادگی اور سلاست سے بیان کرتی ہے کہ طلبہ و عام قارئین پر ان کا مفہوم واضح ہو جاتا ہے۔مختصراً یہ کہ یہ کتاب فلسفہ کے بنیادی مسائل کو سمجھنے کیلئے ایک کلید کی حیثیت رکھتی ہے۔اس میں جن بلند پایہ مفکرین اور فلاسفہ کی آراء اور بیانات درج کئے گئے ہیں اس کی بدولت یہ ایک حوالے کی کتاب بھی بن گئی ہے۔

زبان:

ظفر حسین خان صاحب کا شمار ہمارے ان اکابرین میں ہوتا ہے جو شرقی علوم کے ساتھ ساتھ مغربی فلسفہ وفکر پر بھی گہری نظر رکھتے تھے۔علاوہ ازیں انہیں عربی، فارسی، اردو اور انگریزی و دیگر مغربی زبانوں پر بھی عبور تھا۔اس کتاب کو انہوں نے رواں، قریب الفہم اور بڑی شستہ اردو زبان میں منتقل کیا ہے۔اس کی ایک خاص بات یہ بھی ہے کہ مترجم نے دقیق اور مشکل اصطلاحات کا استعمال بہت کم کیا ہے اور ایسی اصطلاحات وہاں استعمال کی ہیں جہاں بالکل ناگزیر تھیں۔اس کتاب کو ہم فلسفیانہ تراجم کے لئے ایک نمونے کے طور پر بھی پیش کر سکتے ہیں۔زبان کے حوالے سے ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

> ''یہ مسلم ہے کہ عالم حیوانات میں نفس اور جسم کا ارتقا ساتھ ساتھ ہوا ہے۔ڈارون نے اس کے ثبوت میں بہت سی اہم شہادتیں پیش کی ہیں (اصل انواع باب ہفتم اور اظہار جذبات ۱۸۷۲ء) اور تقابلی نفسیات کے متعدد کی تحقیقات نشو ونما کے اس نقطہ تک پہونچتی ہیں جہاں سے شعور کا آغاز ہوتا ہے ---ان سب کے لئے ساری دشواری اس امر میں ہے کہ شعور ایک غیر مرئی شے ہے۔''[۳۴]

☆☆☆☆☆

کتاب: ۳۳

جی۔سی یونیورسٹی لائبریری لاہور

علم کے نئے اُفق

مصنف: جوڈ، سی۔ای۔ایم

مترجم: سید قاسم محمود

مکتبہ جدید لاہور، پاکستان، طبع اول ۱۹۵۷ء

کل ابواب: ۷ (سات)

AN INTRODUCTION TO CONTEMPORARY KNOWLEGE

By

JOAD, C.E.M.

کل صفحات: ۲۶۲ (262)

موضوع:

کتاب کی ابتداء میں ''حنیف رامے'' کی طرف سے ''تعارف'' ہے جو کتاب ہذا کے بارے میں نہیں بلکہ مکتبہ جدید کے ان کتابوں کی اشاعت کے اغراض ومقاصد کے حوالے سے ہے۔مترجم نے کتاب کے آخر میں ''حاشیے''، ''فرہنگ'' اور ''اشاریہ'' تو دیا ہے جس سے کتاب کی اہمیت اور افادیت میں اضافہ ہوا ہے لیکن کتاب اور مصنف کے حوالے سے کچھ نہیں لکھا۔اس کتاب میں مصنف اپنے دور کے نوجوانوں میں فکر کی ایک نئی لہر پیدا کرنا چاہتا ہے جو انہیں جوانی کی لاپرواہی، فارغ البالی اور ادھیڑ عمر کی خانگی

پریشانیوں سے بالاتر ہو کر کائنات، انسان، روح، مادہ، جسم وغیرہ سوچ بچار کی طرف لے جاتی ہے۔ مصنف نے اپنے عہد کے نوجوان کے ذہن و فکر کو مدنظر رکھتے ہوئے فلسفے کے بنیادی مسائل کی طرف نہ صرف ان کی فکر کو تحریک دی ہے بلکہ اس کی رہنمائی بھی کی ہے۔

زبان:

موضوع مشکل ہونے کے باوجود کتاب کی زبان رواں، براہ راست اور کسی حد تک ادبیت سے بھرپور بھی ہے۔ زبان کے حوالے سے یہ کتاب بہت اہم ہے کیونکہ اس میں افکار و خیالات ایک تسلسل اور بہاؤ کے ساتھ بغیر کسی رکاوٹ اور الجھاؤ کے بہتے چلے آتے ہیں۔ نہ مشکل الفاظ و تراکیب مسئلہ پیدا کرتی ہیں اور نہ فلسفیانہ اصطلاحات۔ بظاہر یہ ایک گمنام کتاب ہے لیکن اپنے موضوع اور زبان کے حوالے سے انتہائی اہم کتابوں میں شمار کی جاسکتی ہے۔ خصوصاً انگریزی سے فلسفیانہ تراجم کے ضمن میں۔ زبان کے حوالے سے دو مختصر اقتباس درج کئے جاتے ہیں:

> ''جسم اور ذہن کا رشتہ بہت قریبی ہے اور ہمیشہ قائم رہتا ہے۔ دونوں لازم وملزوم کی حیثیت رکھتے ہیں اور ہمیشہ ایک دوسرے پر اثر ڈالتے رہتے ہیں۔ اگر مجھے کوئی صدمہ پہنچے تو میرا رنگ پیلا پڑ جاتا ہے۔ اگر مجھے غصہ یا شرم آئے تو چہرہ سرخ ہو جاتا ہے۔ سخت درد اور تکلیف ہو تو میرے حلق میں ایک خاص آواز پیدا ہوتی ہے جسے کراہنا کہتے ہیں اور میری آنکھوں میں پانی کے چند قطرے ڈبڈبا آتے ہیں جنہیں آنسو کہتے ہیں۔۔۔
>
> ۔۔۔ ذہن مادی شے نہیں اور اسی لئے اس میں کیت ہے نہ طول، نہ عرض، نہ موٹائی اور نہ یہ جگہ گھیرتا ہے۔ اس کے مشمولات تمنائیں، خواہشات، تفکرات، خوف، خیالات اور جذبات ہوتے ہیں۔ یہ سب مجموعی طور پر شعور کہلاتے ہیں۔''[۳۴]

☆☆☆☆☆

کتاب: ۳۴ — جی۔سی یونیورسٹی لائبریری لاہور

تشکیل انسانیت

MAKING OF HUMANITY

By

ROBERT BREFAULT

مصنف: رابرٹ بریفالٹ

مترجم: مولانا عبدالمجید سالک

مجلس ترقی ادب لاہور، پاکستان، طبع اول ۱۹۵۸ء، طبع سوم ۱۹۹۴ء

کل ابواب: ۲۲ (بائیس)

کل صفحات: ۵۰۰ (500)

نوٹ: (جائزے کے لئے طبع اول کو بنیاد بنایا گیا ہے)

موضوع:

جیسا کہ عنوان سے ظاہر ہے کہ کتاب ''انسان'' اور ''انسانیت'' سے متعلق فلسفیانہ مباحث کا احاطہ کرتی ہے۔ مزید یہ کہ کتاب کے موضوع کے بیان میں فاضل مترجم کے اپنے الفاظ ہی سب سے زیادہ قابل قدر ہیں اس لئے کتاب کے پیش لفظ

بعنوان "چند اشارات" سے ایک مختصر اقتباس پیش کیا جاتا ہے جو امید ہے کہ اس کے موضوعاتی دائرہ کا احاطہ کرے گا:

"۔۔۔اس کتاب میں مصنف نے ارتقائے انسانی پر معاشرتی علم الانسان کے نقطۂ نگاہ سے غور کیا ہے اور اس کے مدارج پر عالمانہ اور ناقدانہ نظر ڈالی ہے۔قدیم ترین انسانی معاشروں سے لے کر زمانہ حال کی تنظیمات تک کا تدریجی ارتقا بیان کیا ہے۔عقلی فکر، رواجی فکر اور قوتی فکر کے کارناموں اور ان کے باہمی تصادمات و تعاملات کو واضح کرنے کے بعد یورپ کی موجودہ تہذیب و ثقافت کے ماخذوں اور سرچشموں کا سراغ لگایا ہے اور بتایا ہے کہ اس تہذیب نے کس طرح مشرق اور اس کے بعد یونان و روما سے فیضان حاصل کیا اور پھر عربوں نے یورپ کی "ولادتِ نو" میں کتنا بڑا پارٹ ادا کیا۔مصنف نے اسلام کے تہذیبی، ثقافتی اور علمی اثرات کا جس فراخدلانہ دیانت سے اعتراف کیا ہے وہ اس کے خالص عالمی نقطۂ نظر کا پتہ دیتا ہے۔حصہ سوم میں نظام اخلاق کے ارتقاء کے مختلف پہلوؤں پر غور و فکر کرنے کے بعد جن نتائج کا استخراج کیا ہے اس سے کسی صحیح الفکر انسان کو اختلاف نہیں ہوسکتا۔"[۴۵]

زبان:

اگر چہ یہ کتاب مجلس ترقی ادب جیسے ادارے نے شائع کروائی جو اس ضمن میں ایک معیاری اور کسی حد تک مستند ادارہ سمجھا جاتا ہے۔لیکن اس کتاب میں رموزِ اوقاف کی بہت سی غلطیاں ہیں۔ میں بھی زبان و بیان میں رموزِ اوقاف کے استعمال کا ماہر تو نہیں لیکن ایک عام قاری بھی ان اغلاط کو سمجھ سکتا ہے۔اس قدر اعلیٰ پائے کی علمی کتاب کے اتنے اچھے ترجمے میں رموز اوقاف کا اس قدر غلط استعمال ایک بہت بڑی خامی ہے۔میرا خیال ہے کہ یہ کاتب کی غلطی ہے۔لیکن اگر یہ کاتب یا کتابت کی غلطی بھی ہے تو پروف ریڈنگ میں اس پر توجہ کیوں نہیں دی گئی۔اس کتاب کی زبان میں روانی، سلاست اور کسی حد تک ادبیت بھی ہے۔ روانی، سلاست اور ادبیت کے حوالے سے ایک مختصر اقتباس دیا جاتا ہے:

"۔۔۔اس میں شک نہیں کہ انسان کو ابھی بہت کچھ سیکھنا ہے۔لیکن بہت سا سیکھا ہوا بھلانا بھی ہے۔فکر انسانی کو صرف ان معموں ہی کو حل نہیں کرنا ہے۔۔۔جو زندگی کے "ابوالہول" نے اس کے سامنے پیش کر رکھے ہیں۔بلکہ وہ جوابات اور وہ حل بھی اس کے سامنے ہیں جو اب تک فکر پر قبضہ کر چکے ہیں۔"[۴۶]

☆☆☆☆☆

کتاب: ۳۵

کتب خانہ مجلس ترقی ادب لاہور

مقدرِ انسانی

مصنف: لیکمو، دونوائے

مترجم: عبدالمجید قریشی

اکیڈمی آف ایجوکیشنل ریسرچ کراچی، پاکستان، ۱۹۵۹ء

کل ابواب: ۱۸ (اٹھارہ)

HUMAN DESTINY

By

LECOMTE DU NOUY

کل صفحات: ۵۸۴ (584)

موضوع:

یہ کتاب فرانسیسی سائنسدان، مفکر اور فلسفی کی مشہور زمانہ تصنیف ''Human Destiny'' کا اردو ترجمہ ہے۔ جس میں کائنات، حیات اور بنی نوع انسان کی تاریخ اور ارتقاء بیان کیا گیا ہے۔ یہ کتاب تین حصوں میں منقسم ہے۔ ا۔مناہج فکر ۲۔ارتقائے حیات ۳۔بنی نوع انسان کا ارتقاء۔ یہ تینوں حصے مجموعی طور اٹھارہ (۱۸) ابواب پر مشتمل ہیں۔ یہ کتاب کائنات میں انسان کے مقام اور اس کی زندگی کے مقصد کا صحیح تعین کرنے میں مدد دیتی ہے۔ علاوہ ازیں اس میں مادی و روحانی مسائل کو عقل کے تناظر میں حل کرنے کی ایک کوشش کی گئی ہے۔ مصنف کو بنیادی طور پر عیسائی متکلم کہہ سکتے ہیں جنھوں نے ایک سائنس دان ہونے کے باوجود مذہب خصوصاً عیسائیت کی نہ صرف پر زور حمایت کی بلکہ اس کے احیاء کی ضرورت پر بھی زور دیا ہے۔

زبان:

مترجم نے اس کتاب کو ممکن حد تک فصیح اور براہ راست زبان میں ترجمہ کرنے کی کوشش کی تا کہ اس سے عام علمی سطح کے اردو قارئین بھی استفادہ کر سکیں اور وہ اس مقصد میں بہت حد تک کامیاب بھی رہے ہیں۔ کہیں کہیں کچھ اصطلاحات اور تراکیب ادق ہیں اور یوں لگتا ہے کہ انہیں زبردستی شامل کیا گیا ہے۔ بحیثیت مجموعی زبان فصیح و بلیغ، قابل فہم اور رواں ہے۔ کسی کسی جگہ جھول محسوس ہوتا ہے لیکن شاید ایسا مفہوم کا مکمل طور پر ابلاغ نہ ہونے کی وجہ سے ہے۔ ایک مختصر اقتباس زبان کے نمونے کے طور پر درج کرتے ہیں:

> ''تمام قصص و روایات کا خواہ وہ انسان کے زمانہ جاہلیت سے متعلق ہوں یا مذہب سے ہر چشمہ وہی امنگ ہے جو اسے اس غیر مادی دنیا کی طرف لے جانا چاہتی ہے جس میں نیکیاں اور بدیاں دونوں بڑھا چڑھا کر اور علامتی طور پر ظاہر کی جاتی ہیں۔ ان قصص و روایات نے اپنی متنوع صورتیں، ماحول سے، آب و ہوا سے اور ان خواص سے مستعار لیں جو وقتی موثرات نے اس کے تخیل پر عائد کیں۔'' ۲۷

☆☆☆☆☆

کتاب: ۳۶

کتب خانہ مجلس ترقی ادب لاہور

اصول اخلاقیات

THE PRNICEPLES OF ETHICS

By

GEORGE EDWARD MOOR

مصنف: جارج ایڈورڈ مور

مترجم: پروفیسر عبدالقیوم

مجلس ترقی ادب لاہور، پاکستان، طبع اول ۱۹۶۲ء، طبع دوم ۲۰۱۱ء

کل ابواب: ۶ (چھ)

کل صفحات: ۲۷۶ (276)

نوٹ: (جائزے کے لئے اشاعتِ دوم کو موضوع بنایا گیا ہے)

موضوع:

جیسا کہ عنوان سے ظاہر ہے کہ اس کتاب میں فلسفہ کی اہم شاخ ''اخلاقیات'' سے متعلق مباحث شامل ہیں۔ یہ اصل میں جدید اخلاقی اصولوں کا تعارف پیش کرتی ہے اور اس میں اخلاقیات کی چند نئی شاخوں پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ یہ کتاب مجموعی طور پر چھ ابواب ۱۔اخلاقیات کا موضوع ۲۔فطریتی اخلاق ۳۔لذتیت ۴۔مابعد الطبیعاتی اخلاق ۵۔اخلاقیات اور کردار ۶۔مثل اعلیٰ پر مشتمل ہے۔اس میں مجموعی طور پر، خیر، شر، اخلاقی احکام، فطریت، اساس اخلاقیات، اخلاقیاتی ارتقاء، لذتیت، انائیت، افادیت، مابعد الطبیعاتی اخلاقیات، فضلیت، لذت، اذیّت اور دیگر بہت سے پہلوؤں پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔اس ضمن تمام نمائندہ اور اہم حکمائے اخلاقیات کے نظریات کا حوالہ بھی آ گیا ہے۔جدید تصور اخلاقیات اور اس کے اصولوں کو سمجھنے کے لئے یہ ایک نمائندہ اور کلیدی کتاب ہے۔

زبان:

یہ کتاب پہلی مرتبہ ۱۹۶۲ء میں شائع ہوئی۔یہ فلسفہ اخلاقیات کے موضوع پر ہے اس لئے اس کی زبان قدرے آسان ہے کیونکہ اخلاقیات فلسفہ کے دیگر موضوعات کی نسبت ذرا کم پیچیدہ اور مشکل ہے۔اسی لئے اس کی زبان بھی نسبتاً ہونا ایک فطری امر ہے۔اس موضوع کی بنیادی اصطلاحات سے شناسائی ہو تو عبارت کے مفہوم کو سمجھنا چنداں مشکل نہیں۔اس کتاب کی زبان صاف، سہل اور قدرے ادبی ہے اور انگریزی سے علمی و فلسفیانہ تراجم کے اچھے نمونوں میں سے ایک ہے کیونکہ آج سے تقریباً انچاس پچاس سال قبل جب یہ ترجمہ ہوئی اس وقت فلسفیانہ موضوعات پر ایسی فصیح زبان میں کتب کم تھیں۔موضوع اور زبان دونوں حوالوں سے یہ فلسفیانہ و علمی ذخیرے کی اہم کتاب ہے۔زبان کے حوالے سے ایک مختصر اقتباس درج کرتے ہیں:

> ''جب کبھی ہم کہتے ہیں کہ ''فلاں شخص اچھا ہے'' یا ''فلاں آدمی برا ہے'' جب کبھی ہم پوچھتے ہیں کہ ''مجھے کیا کرنا چاہیے؟'' یا ''کیا ایسا کرنا میرے لئے نادرست؟'' جب کبھی ہم نے یہ کہنے کی جرأت کرتے ہیں کہ ''عفت فضیلت ہے اور مئے نوشی رذالت ہے'' تو بلاشبہ یہ اخلاقیات ہی کا کام ہے کہ وہ اس قسم کے سوالات اور بیانات پر بحث کرے۔''[۴۸]

☆☆☆☆☆

کتاب: ۳۷

دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری لاہور

آدمی کی انسانیت

مصنف: رالف بارٹن پیری

مترجم: مولانا محمد بخش مسلم

اردو بک سٹال، لاہور، پاکستان، ۱۹۶۲ء

کل ابواب: ۶ (چھ)

TEH HUMANITY OF MAN

By

RALPH BARTON PERRY

کل صفحات: ۲۲۸ (228)

موضوع:

اس کتاب کا موضوع فلسفے کی نسبتاً ایک جدید شاخ "انسانیت" سے ہے۔ کچھ مفکرین اسے خالص فلسفے (Pure Philosophy) کا موضوع قرار نہیں دیتے بلکہ علم الانسانیات (Anthropology) سے متعلق سمجھتے ہیں۔ لیکن میرا ذاتی خیال یہ ہے کہ اس کتاب میں انسان پرستی کو فلسفہ اخلاقیات اور کچھ دیگر فلسفیانہ پہلوؤں سے دیکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ بالفاظ دیگر اس میں انسان کی اس کائنات میں اخلاقی حیثیت اور ذمہ داری کو فلسفیانہ تناظر میں اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

زبان:

اس کتاب کی زبان اتنی پیچیدہ اور ثقیل تو نہیں البتہ اس میں روانی و تسلسل کا فقدان ہے یعنی عبارت میں کہیں کہیں جھول محسوس ہوتا ہے لیکن ایسا ہر جگہ نہیں ہے۔ بہر حال بحیثیت مجموعی زبان کے حوالے سے ہم اسے معیاری کتاب کہہ سکتے ہیں۔ ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

> "لفظ حُر کا سب سے پہلا مفہوم یہ ہے کہ میں یا کوئی اور شخص جو چاہے سو کرے اور اگر میں یہ چاہوں کہ میں آزادانہ سوچوں اور آزادانہ اپنے خیالات کا اظہار کروں تو مجھے اس کی اجازت ہونی چاہیے — اگر نہیں تو کیوں نہیں؟ اس نہیں کی وجہ صرف یہ ہو سکتی ہے کہ میں جو کچھ کرنا چاہتا ہوں وہ اس چیز سے ٹکرا گیا ہے جو کوئی اور شخص کرنا چاہتا ہے۔"[۹۴]

☆☆☆☆☆

کتاب: ۳۸ — کتب خانہ مجلس ترقی ادب لاہور

غیب و شہود	**SCIENCE AND UNSEEN WORLD**
مصنف: سر اڈنگٹن، اے۔ ایس	By
مترجم: سید نذیر نیازی	SIR, ADINGTON, A.S
مجلس ترقی ادب لاہور، پاکستان، طبع دوم ۱۹۶۲ء، طبع جدید ۱۹۹۲ء	
کل ابواب: اس میں ابواب نہیں بلکہ یہ ایک مقالے کا ترجمہ ہے۔	**کل صفحات:** ۴۰ (40)

موضوع:

مقالہ نگار کا شمار بیسویں صدی کے عظیم سائنسدانوں میں ہوتا ہے۔ یہ مقالہ بنیادی طور پر "سوارتھ مور لیکچر شپ" (Swarthmore Lectureship) کے تحت ہونے والے لیکچرز کے سلسلے کا (Science and Unseen World) یہ خطبہ ۱۹۲۹ء میں دیا گیا۔ اس خطبے کا بنیادی موضوع "مذہب" ہے یعنی مذہب کو جدید علوم (خصوصاً) کے تناظر مین دیکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ مقالہ نگار موصوف خود بھی عیسائی تھے اور ان کے مخاطب بھی راسخ العقیدہ عیسائی۔ اس لئے مذہب کے ضمن میں ان کا دائرۂ فکر و گفتگو صرف عیسائیت تک ہی محدود رہا۔ لیکن اس میں مذہب کی آفاقی حیثیت پر بھی بحث ہے۔ علاوہ ازیں مترجم نذیر

نیازی کا مقدمہ اپنی جگہ ایک وقیع علمی مقالے کی حیثیت رکھتا ہے۔اسے ہم اصل مقالے کی تفسیر اور تشریح بھی کہہ سکتے ہیں۔ فاضل مترجم مقدمہ میں مقالہ نگار کے افکار کے خیالات کی تشریح کرتے ہیں علاوہ ازیں انہوں نے اس ضمن میں کچھ اسلامی افکار کے تناظر میں اپنے خیالات بھی بیان کئے ہیں جس سے اس مختصر کتاب کی اہمیت دوچند ہوگئی ہے۔

زبان:

اس مقالے کے مترجم سید نذیر نیازی علوم مشرقیہ کے ساتھ ساتھ جدید مغربی علوم پر بھی گہری نظر رکھتے تھے۔آپ علامہ اقبال کے قریبی رفقاء میں سے تھے۔آپ کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ ڈاکٹر سید عابد حسین کے انکار کے بعد علامہ نے اپنے انگریزی خطبات کے اردو ترجمے کی ذمہ داری بھی آپ کو تفویض کی تھی اور اس ضمن میں آپ کی رہنمائی بھی کی تھی لیکن وہ ترجمہ علامہ کی زندگی میں مکمل ہوکر شائع نہ ہوسکا لیکن اس کے بعد نیازی صاحب ہی کا ترجمہ پہلے شائع ہوا۔اس مختصر مقالے کو نیازی صاحب نے نہایت فصیح، علمی زبان میں ترجمہ کیا ہے جو براہ راست ہونے کے ساتھ رواں بھی ہے۔ایک خالص علمی تحریر اتنی شائستگی کے ساتھ اردو میں بیان کرنا واقعی ایک کارنامہ ہے۔ایک مختصر اقتباس درج کرتے ہیں:

> ”اب تک ہماری توجہ اس عمل پر مرکوز تھی کہ انسان ایسی پیچیدہ ہستی کی ترکیب ان برقی دروں سے کیوں کر ہوتی جو ازلی الوجود ہیولی میں دور دور تک پھیلے ہوئے تھے، گو اس کے باوجود تسلیم کرنا پڑے گا کہ ذات انسانی میں کچھ باتیں ایسی بھی ہیں جن کا احصا ان اشیاء کے ذریعے ممکن نہیں جن سے ہم اب تک بحث کر رہے تھے۔اس سے یہ غلط فہمی نہ ہو کہ مجھے شعور میں ارتقاء کے عمل دخل سے انکار ہے۔“ ۵۰

☆☆☆☆☆

کتاب: ۳۹

قائداعظم لائبریری لاہور

فلسفے کا نیا آہنگ

مصنف: سوسین، کے۔لینگر

مترجم: بشیر احمد ڈار

شیش محل کتاب گھر لاہور، پاکستان طبع اول ۱۹۶۲ء

کل ابواب: ۱۰(دس)

PHILOSOPHY IN A NEW KEY

By

SUSANNE, K. LANGER

کل صفحات: ۴۶۴(464)

موضوع:

اس کتاب کے عنوان ”فلسفے کا نیا آہنگ“ سے ہی اس کے موضوع کا اندازہ ہو جاتا ہے۔یہ کتاب بیسویں صدی میں سائنسی ترقی کی بدولت فلسفیانہ فکر اور اس کے موضوعات میں رونما ہونے والی تبدیلیوں کی عکاس ہے۔اس کتاب میں علامت، زبان، فن، موسیقی اور ان کی فنی معنویت پر استدلالی و فکری بحث کرتے ہوئے ان کو فلسفیانہ موضوعات کے دائرہ کار میں لانے کی

کامیاب فکری کوشش کی گئی ہے۔اس کتاب میں لسانیات،علامات اور فن کی ماہیئت اور باطنیت کے جن پہلوؤں پر بحث کی گئی ہے وہ آگے جا کر جدید لسانیاتی فلسفہ کی بنیاد بنے ہیں۔جدید فلسفیانہ فکر ونظر کے حوالے سے یہ ایک اہم کتاب ہے۔

زبان:

یہ کتاب جدید امریکن انگریزی زبان میں لکھی گئی۔اس کی بنیادی خصوصیت یہ ہے کہ یہ دقیق اور گنجلک فلسفیانہ اصطلاحوں اور مشکل تراکیب کے بجائے سادہ،عام فہم اور کسی حد تک ادبی چاشنی سے لبریز زبان میں ہے۔بشیر احمد ڈار نے اس کو ترجمہ کرتے ہوئے نہ صرف اس کی معنویت اور مفاہیم کو بطریق احسن اردو لفظوں کا روپ دیا ہے بلکہ زبان کی ادبیت،شگفتگی اور روانی کو بھی چار چاند لگا دیئے ہیں۔اس ضمن میں ایک چھوٹا سا اقتباس درج ذیل ہے:

> ''اس میں کوئی شک نہیں کہ زبان انسانی ذہن کی سب سے زیادہ اہم اور سب سے زیادہ پُر اسرار پیداوار ہے۔حیوان کی محبت یا غصے کی ''چیخ'' اور انسان کے ''لفظ'' کے درمیان تخلیق کا پورا دن یا جدید اصطلاح میں ارتقاء کا پورا ایک باب ہے۔ زبان علامتوں کا آزادانہ اور بھرپور استعمال ہے۔زبان تخیلات وتصورات کا بھرپور ذریعہ اظہار ہے۔''[۵۱]

☆☆☆☆☆

کتاب: ۴۰ — جی۔سی یونیورسٹی لائبریری لاہور

داستانِ فلسفہ	THE STORY OF PHILOSOPHY
مصنف: وِل ڈیورانٹ	By WILL DURANT
مترجم: عابد علی عابد	
اشاعت قدیم: مکتبہ اردو لاہور، پاکستان،۱۹۶۳ء	
اشاعت جدید: فکشن ہاؤس لاہور، پاکستان،۱۹۹۵ء،۲۰۰۴ء،۲۰۰۷ء	
کل ابواب: ۱۱ (گیارہ)	کل صفحات: ۶۷۲ (672)

نوٹ: (جائزے کے لئے اشاعت جدید کو موضوع بنایا گیا ہے۔مولوی احسان احمد نے بھی ''حکایاتِ فلسفہ'' کے عنوان سے اس کا ترجمہ کیا ہے جو دارالطبع جامعہ عثمانیہ سے شائع ہوا)

موضوع:

بہ اعتبار موضوع یہ فلسفہ کی تاریخ ہے۔لیکن یہ ایک محدود اور مختصر تاریخ ہے جس میں قدیم فلاسفۂ یونان،فلاسفہ یورپ اور معاصر امریکی فلسفیوں کا ذکر ہے۔اس میں فلسفۂ مشرق اور مشرقی فلسفیوں کا ذکر نہیں کیا گیا۔اس لئے ہم کہہ سکتے ہیں یہ فلسفے کی ایک نامکمل تاریخ ہے۔وِل ڈیورانٹ نے بڑے شگفتہ اور دلکش انداز میں فلسفے کی تاریخ بیان کی تاکہ پڑھنے والا بلا بغیر کسی ذہنی اکتاہٹ کے اس کا مطالعہ کر سکے۔اس کے گیارہ ابواب میں افلاطون،ارسطو،فرانسس بیکن،سپائی نوزا،والٹر،کانٹ،شوپن ہار،

ہربرٹ اسپنسر،فریڈرک نطشے ،ہنری برگساں،کروچے،برٹرینڈ رسل،سنتیانا ،ولیم جیمس اور جان ڈیوی کے افکار کو بیان کیا ہے۔

زبان:

عابدعلی عابد اردو کے ایک بہت بڑے ناقد،انشاء پرداز اور شاعر تھے۔انہیں اردو زبان وبیان پر عبور اور دسترس حاصل تھی۔یہی وجہ ہے اس کتاب کو ترجمہ کرتے ہوئے انہوں نے سلاست، روانی اور ادبیت کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔اگر چہ یہ ایک فلسفیانہ کتاب ہے جس میں دقیق اور پیچیدہ نظریات وخیالات کو بیان کیا گیا ہے لیکن مترجم کا اسلوب ایسا ہے کہ مشکل سے مشکل فلسفیانہ خیالات اور ادق نظریات کو ایسے شستہ اور دلنشین انداز سے بیان کردیا ہے کہ عام قاری بھی بوجھل پن اور ذہنی تھکاوٹ کا شکار نہیں ہوتا۔ایک مختصر اقتباس مثال کے طور پر دیا جا تا ہے:

> ”ارسطو کا خدا خاموش اور متین ہے کہ اس میں رومانیت کا کوئی عنصر نہیں۔وہ دنیا کی کشمکش اور مکروہات سے دامن چھڑا کر ایک مینارہ عاج میں اپنے آپ میں مگن مسند افروز ہے۔نہ اسے ان فلسفی بادشاہوں کی پرواہ ہے جو افلاطون کے منظورنظر ہیں نہ یہودیوں کے خدا یہوواہ کی گوشت پوست کی تلخ حقیقتوں کی خبر ہے۔نہ اسے یہ پرواہ ہے کہ عیسائیوں کے شریف اور رحمدل اور پرشفقت خدا کی کیا کیفیت ہے۔“ ۵۴

☆☆☆☆☆

کتاب: ۴۱ — قائداعظم لائبریری لاہور

فلسفۂ مذہب	PHILOSOPHY OF RELIGION
مصنف: ایڈون،اے۔برٹ	By ADWIN, A. BERT
مترجم: بشیراحمدڈار	
اشاعت قدیم: مجلس ترقی ادب لاہور، پاکستان،۱۹۶۳ء	
اشاعت جدید: ۲۰۰۹ء	
کل ابواب: ۱۷(سترہ)	کل صفحات: ۵۰۹ (509)

موضوع:

یہ فلسفۂ مذہب پر بنیادی کتب میں سے ایک ہے جو مذہب کے مختلف پہلوؤں اور اس کی نئی جہات پر روشنی ڈالتی ہے۔
کتاب کے موضوع کو مزید سمجھنے کیلئے اس کے فلیپ پر درج تحریر سے ایک مختصر اقتباس یہاں نقل کرتے ہیں:

> ”یہ کتاب فلسفہ مذہب کے بنیادی مسائل اور اس کے مختلف نظریات کے تاریخی ارتقاء سے تفصیلی بحث کرتی ہے۔اردو زبان میں اس موضوع پر یہ پہلی کتاب ہے جس میں ان مسائل کو مغربی فلسفے کی روشنی میں بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اسرائیلی اور عیسوی مذاہب کی تدریجی اور تاریخی ترقی، یونانی فلسفے کا پس منظر اور کلیسائی علم کلام کی تشکیل میں اس کا حصہ، کیتھولک اور پروٹسٹنٹ نظام ہائے فلسفہ، سائنسی مذہب کا مکتب فکر، لاادریت، تجربیت، اخلاقی تصوریت، آزادخیالی،

جدیدیت اور انسیت کے مختلف مکاتب پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ مغربی فلسفے کے اہم مفکرین افلاطون، ارسطو، سپنوزا، ہیوم، گلیلیو، کانٹ، طامس اکویناس، آگسٹائن، لوتھر، کیلون، شلائر ماشر کے ذہنی فکر کو وضاحت سے پیش کیا گیا ہے۔''۵۳؎

زبان:

بشیر ڈار علمی اور فلسفیانہ کتب کے تراجم میں بہت مہارت رکھتے تھے۔ کتاب ہذا بھی ان کے وسیع مطالعے، اردو انگریزی دونوں زبانوں پر عبور اور فلسفے پر گہری نظر کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اس میں انہوں نے ایسی زبان استعمال کی ہے جو نہ صرف مصنف کے مافی الضمیر کو بخوبی بیان کر دیتی بلکہ اس میں سلاست، صفائی اور روانی بھی ہے۔ اس قسم کی فلسفیانہ کتب کے تراجم میں ان تمام پہلوؤں کو یکجا کرنا مشکل کام ہے لیکن مترجم اس میں بہت حد تک کامیاب رہے ہیں۔ اس ضمن میں ایک اقتباس نقل کیا جاتا ہے:

''لیکن خدا کو اس المیے کا پورا پورا علم تھا اور اس نے کمال محبت اور رحم سے اپنے برگزیدہ بندوں کے لئے نجات کا ایک راستہ پیش کیا۔ یسوع مسیح جو خود خدا اور کائنات کی ابتدائی تخلیق میں خدا کا نائب تھا اپنے وقت پر انسانی شکل میں ظاہر ہو گا اور موت کے بعد دوبارہ جی اٹھنے سے بنی آدم کے لئے نجات کا راستہ صاف کر دے گا۔''۵۴؎

☆☆☆☆☆

کتاب: ۴۲

قائد اعظم لائبریری لاہور

اخلاقی زندگی کا نظریہ

مصنف: جان ڈیوی

مترجم: میاں عبدالرشید

مقبول اکیڈمی لاہور، پاکستان، ۱۹۶۴ء

کل ابواب: ۶ (چھ)

THEORY OF THE MORAL LIFE

By

JOHN DEWEY

کل صفحات: ۳۳۶ (336)

موضوع:

یہ کتاب مشہور امریکی فلسفی جان ڈیوی کی جدید اخلاقی نظریات پر مبنی کتاب ''Theory of the Moral Life'' کا اردو ترجمہ ہے۔ اس میں ڈیوی نے تیزی بدلتی اور ترقی کرتی ہوئی دنیا میں اخلاقی اصول بیان کئے جو جدید فلسفہ اخلاق کی حیثیت سے نہایت اہم ہیں۔ کتاب کے اردو ترجمے بعنوان ''اخلاقی زندگی کا نظریہ'' کی ابتداء میں ایک تعارف ہے لیکن یہ واضح نہیں کہ یہ ''تعارف'' مصنف کی طرف سے ہے یا مترجم، ادارے یا کسی اور فرد نے لکھا ہے۔ اس کتاب میں ''فلسفہ اخلاق'' کے تمام بنیادی مباحث پر نہ صرف بحث کی گئی ہے بلکہ اخلاقی ارتقاء اور معاشرے سے اس کے تعلق پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ جدید فلسفہ اخلاق کو سمجھنے کے لئے یہ کتاب کلیدی حیثیت رکھتی ہے۔

زبان:

کتاب کی زبان نہ تو خشک ہے، نہ سپاٹ اور نہ ہی بہت زیادہ دقیق۔ اخلاقیات سے متعلق بنیادی اصطلاحات سے واقفیت ہو تو قاری بغیر کسی ذہنی مشقت کے اس مطالعہ کے مفہوم و معانی کو سمجھ سکتا ہے۔ بحیثیت مجموعی موضوع و زبان دونوں حوالوں سے یہ فلسفے کی ایک اہم کتاب ہے۔ زبان کے حوالے سے ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

"اخلاقی بھلائی کو پسندیدگی کا معیار بنانے پر ایک اور اعتراض یہ ہے کہ اس سے اخلاقیات میں جذبات پرستی کو برتر حیثیت حاصل ہو جاتی ہے چنانچہ کارلائل "نظریہ افادیت" کو "جذباتی بکواس کا عالمگیر نصاب" کہہ کر اس کا مذاق اڑاتا ہے۔ یہ درست ہے کہ ہمہ گیر بہبود اور ہمدردی کی روش میں گہرا تعلق ہے لیکن ضروری نہیں کہ نتائج کا خیال ترحم اور ہمدردی کے ہر جذبہ کے سامنے سپر ڈال دینے کی حوصلہ افزائی کرے۔"۵۵

☆☆☆☆☆

کتاب: ۴۳ | کتب خانہ مجلس ترقی ادب لاہور

شاخِ زرّیں (جلد اول)

مصنف: سر جیمس جارج فریزر

مترجم: سید ذاکر اعجاز

مجلس ترقی ادب لاہور، پاکستان، طبع اول ۱۹۶۵ء، طبع دوم ۲۰۰۲ء

کل ابواب: ۲۸ (اٹھائیس)

THE GOLDEN BOUGH

By

JAMES GEORGE FRAZER

کل صفحات: ۶۶۴ (664)

موضوع:

یہ کتاب انسانی مذہب، عقائد انسانی کی تاریخ، مذہبی رسومات کی مفصل تاریخ ہے۔ بالفاظ دیگر یہ بشریات یا علم الانسانیات سے متعلق ابتدائی کتب میں سے ایک ہے جو ماقبل تاریخ سے عصر جدید تک کا احاطہ کرتی ہے۔ مترجم اس کتاب کو لکھنے کا مقصد خود بیان کرتے ہیں:

"واقعات کا جو دور شاخ زریں میں بیان کیا گیا ہے ایک پیچ دار خاکے میں اندھیرے اور روشنی کے گھٹتے بڑھتے کھیل میں اس طویل ارتقاء کو سامنے لاتا ہے جس سے انسانی فکر و عمل درجہ بدرجہ سحر سے مذہب اور مذہب سے سائنس میں تبدیل ہوئے۔ ایک حد تک یہ انسانیت کی رزمیہ نظم ہے۔ اس انسانیت کی جس نے سحر سے ابتداء کر کے اپنی پختہ عمر میں سائنس پر قابو پا لیا ہے جو اس کے لئے شاید موت کا باعث ہو، کیونکہ جس دیو نے آج کا انسانی فکر پیدا کیا ہے وہ انسانیت کو فنا کی دھمکی دیتا ہے حالانکہ انسانیت کا انحصار اپنی آسودگی اور ترقی کیلئے اسی فکر پر ہے۔ "شاخ زریں" کا تمام تر تعلق گزشتہ زمانے سے ہے ---
--- شاخ زریں دیومالا اور مذہبی رسوم کا ایسا مطالعہ ہے جس نے علم الانسان، قدیم تاریخ اور یورپ و ایشیاء کے عوام کے عقائد، قصے کہانیوں اور رواجوں سے پورا فائدہ حاصل کیا ہے۔ جس مواد کو مصنف نے منظم کیا اور پرکھا ہے وہ دوسروں کا جمع

کیا ہوا ہے اور اس میں کہیں کہیں غلطیاں بھی ہیں، لیکن مذہب کے متعلق ان کے نظریات از حد دلچسپ اور عوام کے عقائد اور رواجات کے متعلق ان کا کام حیرت انگیز ہے۔" ۵۶

زبان:

یہ کتاب بنیادی طور پر قدیم مذاہب کی تاریخ ہے۔ یہ علم الانسانیات کے سب سے اہم حصے مذہب سے بحث کرتی ہے۔ اس کے خالق جیمس فریزر انگریزی کے ایک باکمال انشاء پرداز تھے اور اس کتاب میں انہوں نے اپنے اس فن کا بھرپور اظہار کیا ہے۔ مترجم زبان وبیان کی اس بلندی کو تو اردو میں منتقل نہ کر سکے لیکن اس کے باوجود یہ اردو میں انگریزی سے ترجمہ شدہ کتب میں ایک بلند مقام رکھتی ہے۔ عبارت موضوع گنجلک ہونے کے باوجود دقیق اور مشکل نہیں۔ مترجم نے اردو ترجمے میں اس کتاب کی ادبی لطافت اور اسلوب کی شگفتگی کو ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ اس لیے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ کتاب علمی موضوعات پر رواں اور سادہ اردو میں اہم اور بہترین کتابوں میں سے ایک ہے۔

"اس سے ظاہر ہے کہ بادشاہت ساحری کے بطن سے جنم لیتی ہے اور رفتہ رفتہ جادو کی بجائے مذہبی منصب اختیار کر لیتی ہے اور جب تک خدا اور انسان کے صحیح فاصلے معین نہیں ہوتے، اکثر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ انسان کی ذات میں مستقل یا عارضی طور پر کسی زبردست روح کے حلول کرآنے سے انسان خود اسی زندگی میں مقام کبریا تک پہنچ سکتا ہے۔" ۵۷

کتاب: ۴۳ | کتب خانہ مجلس ترقی ادب لاہور

شاخِ زرّیں (جلد دوم)

مصنف: سر جیمس جارج فریزر

مترجم: سید ذاکر اعجاز

مجلس ترقی ادب لاہور، پاکستان، طبع اول ۱۹۶۵ء، طبع دوم ۲۰۰۲ء

کل ابواب: ۴۱ (اکتالیس)

THE GOLDEN BOUGH

By

JAMES GEORGE FRAZER

کل صفحات: ۷۴۵ (745)

موضوع:

کتاب کا موضوع ہم جلد اول میں تفصیل سے بیان کر آئے ہیں جس کی مزید وضاحت کی ضرورت نہیں۔

زبان:

اس کی زبان کے حوالے سے بھی ہم جلد اول میں جائزہ لے آئے ہیں یہاں صرف جلد دوم کی زبان کے حوالے سے ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

"وحشی زندگی کو ایک ایسی روح سے منسوب کرتا ہے جو جسم کے اندر بستی اور عملاً ہمیشہ زندہ رہتی ہو اور وہ اپنا یہ نظریہ انسانوں تک محدود نہیں رکھتا بلکہ اسے بہ حیثیت عمومی تمام ذی حیات موجودات پر منطبق کر دیتا ہے۔" ۵۸

☆☆☆☆☆

کتاب: ۴۴

جی۔سی یونیورسٹی لائبریری لاہور

نظریہ اضافیت وقدریت

مصنف: جارج گیمو

مترجم: محمد انیس عالم

مجلس ترقی ادب لاہور، پاکستان، ۱۹۶۶ء

کل ابواب: ۶ (چھ)

MR. TOMPKINS IN

WONDERLAND

By

GEORGE GAMOW

کل صفحات: ۱۵۲ (152)

موضوع:

اصل کتاب کے عنوان اور ترجمہ شدہ کتاب کے عنوان کا موازنہ کریں تو ظاہراً یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ دو مختلف کتابیں ہیں۔ زیادہ تر یوں ہوتا ہے کہ ترجمہ شدہ کتابوں کے عنوانات کے مفہوم کا ترجمہ کردیا جاتا ہے یا پھر اصل عنوان کو ہی اردو تلفظ کا لبادہ پہنادیا جاتا ہے۔ لیکن اس کتاب میں مترجم نے اصل کتاب کے عنوان "Mr. Tompkins in Wonderland" کے ترجمہ کی بجائے کتاب کے اصل موضوع کو ترجمہ شدہ کتاب کا عنوان دے دیا ہے جو کچھ یوں ہے "نظریہ اضافیت وقدریت" دراصل مصنف نے مسٹر ٹامکن (Mr. Tompkins) نامی کردار کے خوابوں کے ذریعے نظریہ اضافیت اور قدریت جیسے ادق اور پیچیدہ موضوعات پر عام فہم انداز میں بحث کر کے ایک عام آدمی کے لئے بھی ان موضوعات کو قابل فہم بنانے کی کوشش کی ہے۔ اس ضمن میں مصنف کتاب کے "پیش لفظ" میں لکھتے ہیں:

> "اس کتاب میں مندرج قصوں کا مرکزی کردار اپنے خوابوں میں اس قسم کی کئی دنیاؤں کی سیر کرتا ہے جن میں وہ مظاہر قدرت، جن پر ہمارے حواس خمسہ کی نارسائی نے پردہ ڈال رکھا ہے، عام مشاہدے میں آگئے ہیں ۔۔۔ آخر میں اضافیت اور نظریہ قدریت پر ایک عالم طبیعات کے وہ تین خطبے بھی درج کر دیے گئے ہیں جنہیں سننے کے بعد مرکزی کردار نے بستر میں لیٹے لیٹے عجیب وغریب دنیاؤں کی سیر کی۔"[۵۹]

اس کتاب کا موضوع طبیعاتی سائنس کے زمرے میں آتا ہے لیکن اضافیت، حرکت، ارتقاء عرصہ دراز تک فلسفیانہ مباحث کا حصہ رہے ہیں لیکن اب علم کی ترقی اور تحقیق میں وسعت کے بعد یہ خالصتاً سائنسی موضوعات کے ذیل میں آتے ہیں لیکن ان موضوعات کے تاریخی پس منظر کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کتاب کو فلسفیانہ کتب کی فہرست میں شامل کیا جارہا ہے۔

زبان:

یہ کتاب چونکہ طبیعاتی سائنس کے زمرے میں آتی ہے اس لئے اس میں فلسفیانہ اصطلاحات کی نسبت سائنسی اصطلاحات زیادہ ہیں۔ مصنف کا مقصد چونکہ نظریہ اضافیت وقدریت کو عام قاری کیلئے قابلِ فہم بنانے کے لئے یہ کتاب لکھی۔ اس مقصد کے حصول کے لئے انہوں نے دو چیزیں اختیار کیں ایک تو یہ کہ اس موضوع پر مباحث کو کہانی کی شکل میں کرداروں کی صورت میں بیان کیا دوسرا یہ

کہ انتہائی عام فہم اور سادہ زبان استعمال کرنے کی کوشش کی۔یہی وجہ ہے کہ مترجم نے بھی سادہ اور صاف زبان استعمال کی۔اس کے علاوہ اہم بات یہ ہے کہ انہوں نے کتاب کے مفہوم و معانی تبدیل کئے بغیر اسے پاکستانی رنگ دیا ہے جس سے یہ بالکل اپنے ہی ماحول کی پیداوار لگتی ہے اور موضوع کی تفہیم مزید آسان ہو جاتی ہے۔اس کتاب کا اسلوب اور زبان بہت حد تک عام فہم ہے۔اس میں روانی اور سلاست کے ساتھ ساتھ ادبیت بھی پائی جاتی ہے۔طبیعاتی اصطلاحات کے علاوہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ بحیثیت مجموعی یہ کتاب موضوع اور زبان وبیان کے اعتبار سے ایک اہم کتاب ہے۔اس ضمن میں مختصر اقتباس پیش خدمت ہے:

"۔۔۔یہ کیا حماقت ہے؟ کیسی باتیں کر رہے ہو؟ غزالہ نے کہا۔تاہم اس نے اپنا ہاتھ مظہر کے ہاتھ میں ڈال لیا۔لیکن وہ ہوٹل سے آدھے فاصلے پر ہی تھے کہ غیر یقینی کی ایک اور رو نے انہیں آ لیا اور مظہر اور غزالہ جیسے افراد پورے ساحل پر پھیل گئے۔اسی کے ساتھ قریب کی پہاڑیوں سے ایک قطعہ پھیلنے لگا۔چٹانیں اور ماہی گیروں کے جھونپڑے عجیب وغریب شکلوں میں تبدیل ہو گئے۔سورج کی کرنیں ایک انتہائی طاقت ور تجاذبی میدان سے منحرف ہو کر افق سے بالکل غائب ہو گئیں اور مظہر گھپ اندھیرے میں گھر گئے۔"۹۰

☆☆☆☆☆

کتاب: ۴۵

نور لائبریری (خالد اسحٰق کولیکشن) لاہور

افکارِ حاضرہ

مصنف: جوڈ، سی۔ای۔ایم

مترجم: محمد بن علی باوہاب

مجلس ترقی ادب لاہور، پاکستان، ۱۹۶۶ء

کل ابواب: ۸ (آٹھ)

A GUIDE TO MODERN THOUGHT

By

JOAD C. E. M.

کل صفحات: ۴۵۴ (454)

موضوع:

سی۔ای۔ایم۔جوڈ کا شمار بیسویں صدی کے نامور مفکرین میں ہوتا ہے۔انہوں نے فلسفہ، تاریخ، تہذیب اور اخلاقیات پر گرانقدر کتابیں لکھیں۔زیر بحث تصنیف بھی ان کی ایک شاہکار تصنیف ہے جسے محمد بن علی باوہاب نے اردو زبان کے قالب میں ڈھالا۔میں خود اس کتاب کے موضوع پر تبصرہ کرنے کی بجائے وحید مرزا کے لکھے ہوئے دیباچے سے ایک اقتباس نقل کرتا ہوں:

"مصنف کتاب ہذا "A Guide to Modern Throught" موجودہ زمانے کا ایک صاحب بصیرت فلسفی اور متعدد کتابوں کا مصنف ہے۔وہ بظاہر خود کسی نقطہ خیال کا حامی نہیں ہے۔اس نے اپنی اس نسبتاً مختصر سی کتاب میں یہ کوشش کی ہے کہ عام فہم انداز میں جدید فلسفے کے اہم متنازعہ مسائل سے لوگوں کو آشنا کرے اور انہیں مزید فکر و تجسس کی دعوت دے۔چنانچہ وہ ہر نظریے یا تصور کی وضاحت کرتے وقت اس کے اچھے اور بُرے پہلوؤں پر بھی روشنی ڈالتا جاتا ہے اور ان چیزوں کا خاص طور پر ذکر کرتا ہے جو اس کی موافقت یا مخالفت میں کہی جا سکتی ہیں۔اس کی یہ کتاب باوجود اپنے اختصار کے بہت جامع ہے۔۔۔

مسائل زیر بحث میں مادیت، نظریہ کردار (Behaviourism)، طبیعات اور علم الحیوان کا فلسفے سے تعلق، آغازِ عالم، غیر معمولی نفسیاتی مظاہر مثلاً روحوں سے بات چیت، مکالمہ یا تعلق روحانی (Telepathy)، علم باطن اور تناسخ ارواح، نیز طبیعی مظاہر مثلاً تلطیف مادہ (Ectaplasm)، اشیاء کا خود بخود حرکت میں آنا (Poltereism)، نفسیاتی تجزیہ اور اس کے اثرات اور آخر میں موجودہ ادب میں علم نفس کا اثر و نفوذ وغیرہ سب ہی شامل ہیں۔''[۶۱]

اس کتاب کی اہمیت ترجمۂ متن کے علاوہ بھی زیادہ ہے۔ سب سے پہلے یہ کہ فاضل مترجم نے ''پیش لفظ'' میں ترجمے کے پس منظر عوامل و محرکات کا ذکر کرتے ہوئے دیگر اکابرین اور ان کی تصنیفات کا ذکر کیا ہے۔ ''احوال مصنف'' میں مترجم نے سی۔ای۔ایم جوڈ کے مختصر حالات زندگی اور اس کی تمام تصانیف کا تذکرہ اردو مفاہیم کے ساتھ کر دیا ہے۔ اس سے بھی اہم بات یہ ہے کہ مترجم نے اصل مصنف کے حواشی کے ترجمے کے ساتھ ساتھ حسب ضرورت اپنی طرف سے حواشی بھی دیئے ہیں۔ اس بناء پر یہ محض ایک ترجمہ نہیں بلکہ تحقیقی کتاب بھی ہوگئی ہے۔ آخر میں ''مصطلحات'' ''شخصیات'' اور ''اغلاط نامہ'' سے اس کتاب کی اہمیت اور افادیت دو چند ہوگئی ہے۔ ''شخصیات'' میں کتاب میں مذکور مفکرین، فلاسفہ اور علماء کے نام، پیدائش و وفات کے سنین اور نمائندہ کتب اور کارناموں کے مختصر ذکر سے کتاب کی اہمیت ''حوالہ جاتی'' ہوگئی ہے۔ فلسفیانہ اور دیگر علمی کتابوں کے تراجم کیلئے اس کتاب کو نمونے کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے۔

زبان:

اس کتاب کے بغور مطالعے سے یہ بات واضح ہوتی ہے مترجم نے سلاست زبان کی خاطر مصنف کے مفاہیم اور معانی کو قربان کرنے کی کوشش نہیں کی اور نہ ہی ارادتاً ادبیت پیدا کرنے کی سعی کی ہے۔ نیز ممکن حد تک متعین اصطلاحات کے استعمال کی کوشش کی ہے۔ اس وجہ سے کتاب کی تحریر ادق اور بوجھل تو لگتی ہے لیکن مفہوم کے ابلاغ میں بہت بہتر۔ جہاں کہیں اصطلاحات کا استعمال کم ہے وہاں روانی و سلاست بھی ہے اور ادبیت بھی۔ ایک مثال پیش کی جاتی ہے:

''میرا علم جیسا کچھ بھی ہے، بیشتر ان چیزوں کی یاد ہے جنھیں میں نے سیکھا ہے اور زندگی کے بارے میں میرا مطمع نظر گویا ایک اثر ہے ان چیزوں کا جن کا مجھے تجربہ ہوا ہے۔ اگر میں پانچ سال کی عمر میں کھڑکی سے نہ گرا ہوتا تو اب میں اونچی جگہوں سے خائف نہ رہتا۔ جب آدمی بوڑھا ہوتا جاتا ہے تو اس کی یادیں زیادہ اہم ہوتی چلی جاتی ہیں۔ چنانچہ بہت زیادہ معمر لوگ تو اپنی یادوں ہی میں زندہ رہتے ہیں بلکہ سچ تو یہ ہے کہ وہ اپنی یادیں ہی تو ہیں۔''[۶۲]

☆☆☆☆☆

کتاب: ۴۶

نور لائبریری (خالد اسحٰق کولیکشن) لاہور

فلسفے کی نئی تشکیل

RECONSTRUCTION IN PHILOSOPHY

By

JOHN DEWEY

مصنف: جان ڈیوی

مترجم: انتظار حسین

اشاعت قدیم: شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور، پاکستان طبع دوم ۱۹۶۹ء

اشاعت جدید: سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، پاکستان، ۱۹۹۱ء

کل ابواب: ۸ (آٹھ) | **کل صفحات:** ۲۰۸ (208)

نوٹ: (جائزے کے لئے اشاعت جدید کو بنیاد بنایا گیا ہے)

موضوع:

جیسا کہ کتاب کے عنوان سے ظاہر ہے کہ اس میں جان ڈیوی نے فلسفے کے مروجہ افکار و تصورات کو رد کرتے ہوئے ان کی نئی تشریح اور تشکیل کی کوشش کی ہے۔ اس کتاب کا مقصد فلسفے کو اس کی اصلیت سے واقف کرانا اور اس کا اصلی مقصد یاد دلانا ہے۔ اس کتاب کے آٹھ ابواب میں مصنف نے مجموعی طور پر تیزی سے تبدیل ہوتی ہوئی دنیا میں فلسفے کی ایک نئی تشکیل کی طرف توجہ دی ہے۔ اس ضمن میں فلسفے کی ابتداء اور اس کے ارتقاء پر بحث کی ہے۔ اس بحث میں وہ ان معاشرتی عوامل پر بھی روشنی ڈالتے ہیں جو فکر و نظر میں تبدیلی کا باعث بنتے ہیں۔ سائنسی ترقی نے انسانی معاشرے اور زندگی کو جس تیزی سے تبدیل کر دیا اور مزید کر رہی ہے اس کے تناظر میں مصنف نے فلسفے کی ایک تشکیل کی کوشش کی ہے۔ اس میں سائنسی، اخلاقی، منطقی اور معاشرتی سطح پر نئے فلسفیانہ تصورات کو نئے حالات سے ہم آہنگ کرنے کی ایک کاوشش کی گئی ہے۔

زبان:

انتظار حسین ایک افسانہ و ناول نگار کی حیثیت سے اردو زبان و ادب کے صف اول کے ادیبوں میں شمار ہوتے ہیں۔ ''فلسفہ کی نئی تشکیل'' خالصتاً ایک فلسفیانہ کتاب ہے اور اس کی زبان افسانوی نہیں بلکہ قطعی، علمی اور فصیح ہے۔ یہ نہ تو بہت دقیق اور مشکل ہے اور نہ ہی بالکل سادہ اور سلیس۔ تھوڑا بہت علمی ذوق رکھنے والے عام قارئین اور طلبہ بھی اس کے مفاہیم کو بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔ فلسفیانہ کتب کے تراجم کے ضمن میں یہ ایک بہت اہم کتاب ہے اور موضوع و زبان دونوں حوالوں سے فلسفیانہ کتب کے ذخیرے کی ایک اہم کتاب ہے۔ زبان کے حوالے سے ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

> ''اور اس راستے سے فلسفے کا ایک اور خاصہ ہمارے سامنے آتا ہے جو اس کی ابتداء کے ساتھ ہی پیدا ہو گیا تھا۔ جن چیزوں کو پہلے جذباتی اُنس اور معاشرتی وقار کی بناء پر قبول کر لیا گیا تھا اب عقلی طور پر انہیں جائز ثابت کرنا تھا اس کے لئے عقل و استدلال کا ایک نام جھام کھڑا کرنا پڑا۔ جن معاملات سے فلسفے کو بحث تھی ان میں فی نفسہٖ عقلی رنگ تو تھا نہیں، اس لئے اس نے منطقی شکل کے مظاہرے کا سہارا لیا۔''۶۴

☆☆☆☆☆

کتاب: ۴۷

قائداعظم لائبریری لاہور

کمیونسٹ پارٹی کا مینی فیسٹو

MANI-FESTO OF COMMUNIST PARTY

By

CARL MARX + FREDRICK ENGLES

مصنف: کارل مارکس + اینگلس

مترجم: ن م ۔ ندارد

دارالاشاعت ترقی ماسکو، روس، طبع دوم ۱۹۷۰ء

کل ابواب: یہ مختصر رسالے کی صورت میں ہے اس میں ابواب نہیں مختصر عنوانات کے تحت بحث کی گئی ہے۔ | **کل صفحات:** ۷۹ (79)

نوٹ: یہ ترجمہ کیمونسٹ پارٹی کے مینی فیسٹو ۱۸۸۸ء کے انگریزی ایڈیشن سے کیا گیا ہے۔

موضوع:

یہ کتاب دراصل ''کیمونسٹ پارٹی کا منشور'' ہے جس کی بنیاد پر ۱۹۱۷ء میں روس کا اشتراکی انقلاب آیا۔ یہ منشور جدلیاتی مادیت اور کیمونسٹ فلسفے کے خالق کارل مارکس اور ان کے قریبی رفیق کارفریڈرک اینگلس کی تخلیق ہے جو اشتراکی فلسفے کی نمایاں تصنیف تصور کی جاتی ہے۔ اس کتاب کے شروع میں اس منشور اور انقلابی تصور کو عملی جامہ پہنانے والے لینن کی مختصر تحریر درج ہے جو اس منشور کو سمجھنے کے لئے بنیادی اہمیت کی حامل ہے:

''غیر معمولی صفائی اور آب و تاب کے ساتھ یہ تصنیف نئے عالمی نظریے کا خاکہ پیش کرتی ہے، با اصول مادیت کا، جو سماجی زندگی کے دائرے پر بھی حاوی ہے، جدلیات کا، جو کہ ارتقاء کا سب سے جامع اور گہرا نظریہ ہے، طبقاتی جدوجہد اور اس پر وہ لتاریہ کے عالمگیر تاریخی انقلابی رول کے نظریے کا جو ایک نئے، کیمونسٹ سماج کا خالق ہے۔''۶۴

زبان:

یہ کتاب انگریزی زبان سے اردو میں ترجمہ ہوئی لیکن اس پر مترجم کا نام درج نہیں۔ اس سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ یہ ترجمہ برصغیر پاک وہند کے کسی شخص سے کروایا گیا ہے یا پھر کسی اور سے لیکن کتاب کے اسلوب اور طرز تحریر میں روانی، فصاحت اور شگفتگی دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ تحریر برصغیر پاک وہند کے اسکالر کی ہے لیکن اس کا کوئی مصدقہ ثبوت ہمارے پاس نہیں۔ لیکن ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ منشور بڑی سلیس، آسان فہم اور رواں زبان میں ترجمہ کیا گیا ہے اور عام قارئین کے لئے بھی اس کے مفاہیم کو سمجھنا کچھ مشکل نہیں۔ ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

''ہم نے دیکھا ہے کہ آج تک ہر سماج کی بنیاد ظالم اور مظلوم طبقوں کے تصادم پر رہی ہے۔ لیکن کسی طبقہ پر ظلم کرنے کے لئے بھی ایسے حالات مہیا کرنے کی ضرورت ہوتی ہے جن میں طبقہ کم از کم اپنی غلامانہ زندگی کو برقرار رکھ سکے۔ زرعی غلامی کے زمانے میں زرعی غلام بڑھتے بڑھتے کمیون کا رکن بنا، ٹھیک اسی طرح جیسے پیٹی بورژوا آدمی جاگیردارانہ مطلق العنانی کے جوتے تلے ترقی کر کے بورژوا بن گیا۔ اس کے برعکس جدید مزدور صنعت کے فروغ کے ساتھ اوپر اٹھنے کے بجائے اپنے طبقے کے موجودہ معیار زندگی سے بھی نیچے گرتا جا رہا ہے۔ وہ نادار ہوتا جا رہا ہے اور ناداری، آبادی اور دولت دونوں سے زیادہ تیزی سے بڑھتی ہے۔''۶۵

کتاب: ۴۸

قائد اعظم لائبریری لاہور

افکارِ عالیہ

مرتب: جیروم ایڈلر

ترجمہ و تلخیص: ڈاکٹر خان رشید + قاضی قیصر الاسلام

انجمن ترقی اردو پاکستان کراچی، پاکستان طبع اول ۱۹۷۶ء طبع دوم ۲۰۰۰ء

کل ابواب: ۷ (سات)

GREAT IDEAS

EDITED By

JEROME EDLER

کل صفحات: ۲۲۷ (227)

موضوع:

یہ کتاب انگریزی کی دو ضخیم جلدوں پر مشتمل مشہور کتاب The Great Ideas (A Syntopicon of Great Books of the Western World) سے اخذ کی گئی ہے۔ انگریزی کی اس معروف کتاب میں مغرب کے چون (۵۴) عظیم مفکرین کی نمائندہ اور اہم تصانیف میں سے ان کے افکار کو مجتمع کر دیا گیا ہے۔ انجمن ترقی اردو پاکستان کی طرف سے ڈاکٹر خان رشید نے مختلف موضوعات پر سات مقالات کا ترجمہ و تلخیص کی جو ''افکار عالیہ'' کے عنوان سے انجمن ترقی اردو کی طرف سے ۱۹۷۶ء۔۱۹۷۷ء میں پہلی مرتبہ شائع ہوئی۔ اس کی دوسری اشاعت ۲۰۰۰ء میں عمل میں آئی جس میں قاضی قیصر الاسلام کے ترجمہ شدہ دو مزید مقالے شامل کر دیے گئے۔ یوں دوسری اشاعت کل نو (۹) مقالات کے ساتھ بطور مترجم ڈاکٹر خان رشید اور قاضی قیصر الاسلام کے ناموں کے ساتھ شائع ہوئی۔ پہلے سات مقالے ڈاکٹر خان رشید اور آخری دو مقالے قاضی قیصر الاسلام کے ترجمہ شدہ ہیں۔ تبصرے اور جائزے کیلئے اسی دوسری اشاعت کو بنیاد بنایا گیا ہے۔ ہر موضوع پر اعلیٰ علمی انداز سے بحث کی گئی ہے۔ تحقیقی حوالے سے ایک خامی یہ ہے کہ ہر مقالے کے اصل مصنف کا نام درج نہیں کیا گیا۔ بہر حال یہ ایک اچھی کوشش ہے کہ اعلیٰ علمی موضوعات پر دنیا کی بہترین تحریروں سے کچھ اردو میں منتقل کر کے اس کے دامن کو وسعت دینے کی کوشش کی گئی۔

زبان:

اس کتاب کے دونوں مترجمین نے زبان کو ممکن حد تک رواں اور براہ راست رکھنے کی کوشش کی ہے۔ چونکہ یہ خالصتاً علمی و فکری مضامین ہیں اس لئے ان کی زبان کا بالکل ہی سلیس اور عام زبان میں ہونا ممکن نہیں۔ لیکن اس کے باوجود اس کی زبان میں علمی وقار و تمکنت بھی ہے اور ادبی شستگی اور چاشنی بھی۔ یوں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ موضوع و زبان دونوں حوالوں سے یہ اردو کی ایک اہم علمی کتاب ہے۔ ذیل میں ہم دونوں مترجمین (خان رشید۔ قاضی قیصر الاسلام) کے ترجمہ کیے ہوئے دو مختلف مقالات سے دو مختصر اقتباسات درج کریں گے:

(ا) ''مفرض اور خواہش کی کشمکش، قوانین اخلاق کی پابندی اور ان سے لاتعلقی اور روگردانی کے بکھیڑے، ایک ایسا بار ہیں جسے انسان کے علاوہ اور کوئی ذی حیات نہیں اٹھاتا۔ یہ عظیم منظومات کا ایک مستقل مبحث ہیں۔ بہت سی عشقیہ داستانوں کے

پلاٹ کا مرکزی ستون اور المیہ کا پسندیدہ موضوع ہیں کہ اس کے بغیر ان کی تکمیل نہیں ہوتی کبھی فرض محبت پر غالب آ جاتا ہے اور کبھی محبت فرض پر۔ فرض کے معاملے میں اطاعت اور بغاوت کی کشمکش بھی رنگ لاتی ہے۔"۶۶

(۲)"ایک شاعر کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنی شاعری کے وسیلے سے قرین قیاس کہانی اپنے سامع کو سنائے اور اس کے برعکس ایک مورخ ماضی میں گزرے ہوئے مخصوص واقعات کو اپنے قابل بھروسہ بیانات کے وسیلے سے اصل حقائق کو اپنے سامع کی طرف منتقل کرتا ہے۔"۶۷

☆☆☆☆☆

کتاب: ۴۹ | کتب خانہ مجلس ترقی ادب لاہور

فلسفہ کے بنیادی مسائل

مصنف: اے۔سی۔ایونگ

مترجم: ڈاکٹر میر ولی الدین

ترقی اردو بورڈ دہلی، ہندوستان، (نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا)، ۱۹۷۸ء

کل ابواب: ۱۱ (گیارہ)

THE FUNDAMENTAL QUESTIONS OF PHILOSOPHY

By

EWING, A.C

کل صفحات: ۳۱۲ (312)

موضوع:

جیسا کہ عنوان سے ظاہر ہے کہ اس کتاب میں فلسفے کے کچھ بنیادی مسائل ومباحث کو واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ یہ کتاب فلسفہ کے طالب علموں اور ان عام قارئین کے لئے لکھی گئی ہے جو فلسفے کی مبادیات کو سمجھنا چاہتے ہیں۔اس مقصد کے حصول کے لئے کتاب کی زبان کو ممکن حد تک آسان رکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔اس کتاب کے گیارہ ابواب میں فلسفہ، علم، صداقت، مادہ، ذہن، مادے اور ذہن کے تعلق، زمان ومکان، علت، اختیار، وحدتیت وکثرتیت کا تقابل اور خدا جیسے اہم فلسفیانہ موضوعات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔یہ کتاب فلسفہ کے ابتدائی اور بنیادی موضوعات کو سمجھنے کیلئے بہت اہم کتاب ہے۔

زبان:

ڈاکٹر میر ولی الدین انگریزی وعربی اور دیگر زبانوں سے فلسفیانہ تراجم میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔اردو فلسفیانہ نثر کے ارتقاء میں آپ کا کردار بہت نمایاں اور قابل قدر رہے۔جیسا کہ ہم نے کتاب کے موضوع کے بیان میں بھی ذکر کیا کہ مصنف نے بہت آسان فہم انداز میں فلسفہ کے مسائل کو بیان کیا اس لئے اس کے ترجمے کا سلیس ہونا بھی ایک فطری امر ہے۔گویا ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس کی زبان آسان فہم اور رواں ہے۔کہیں کہیں مشکل اصطلاحات کے علاوہ مفہوم کی تفہیم میں کوئی مشکل پیش نہیں آتی۔ فلسفیانہ مسائل کے بیان کے ضمن میں اس کی زبان بہت اہمیت کی حامل ہے۔ایک مختصر اقتباس درج کرتے ہیں:

''جوہر کا جو بھی تصور ہو میں نہیں سمجھتا کہ ہمیں یہ کہنے کیلئے کوئی مابعد الطبیعاتی اساس مل سکتی ہے کہ مادی دنیا میں کب ایک جوہر ختم ہوتا ہے اور کب دوسرا جوہر شروع ہوتا ہے۔ہم جسم انسانی کو ایک کہتے ہیں باوجود اس کے کہ اس کا مادہ ہر ساتویں سال بالکل بدل جاتا ہے،اور اس کی وجہ یہ ہے کہ کل صورت اب بھی وہی باقی رہتی ہے۔اگر ایک مکان کی کھپریل بدل دی جائے تو مکان تو پھر بھی وہی رہتا ہے۔''۶۸

☆☆☆☆☆

کتاب: ۵۰

کتب خانہ مجلس ترقی ادب لاہور

جدید ابتدائی منطق

مصنف: سٹیبنگ، ایل۔کے

مترجم: ڈاکٹر سلطان علی شیدا

ترقی اردو بورڈ نئی دہلی، ہندوستان، ۱۹۷۹ء

کل ابواب: ۹ (نو)

A MODERN ELEMENTARY LOGIC

By

STAIBING L. K.

کل صفحات: ۲۱۵ (215)

موضوع:

یہ کتاب فلسفہ کی ایک قدیم اور بنیادی شاخ ''منطق'' کے جدید روپ اور اس کے مختلف پہلوؤں پر مبنی انگریزی کتاب کا اردو ترجمہ ہے۔یہ کل نو ابواب پر مشتمل ہے اس کے علاوہ ایک ضمیمہ بھی ہے۔انگریزی میں یہ کتاب طلبہ کے لئے لکھی گئی اور بنیادی طور پر یہ ایک نصابی کتاب ہے۔اس لئے اس میں جدید منطق کے بنیادی مباحث کو آسان اور قابل فہم پیرائے میں بیان کیا گیا۔اس کتاب کے نو (۹) ابواب میں مجموعی طور پر منطق کے مطالعے، قضایا، مرکب قضایا، ان کی نسبتیں اور دلائل، روایتی قیاسات، افراد، اصناف اور نسبتیں، صنف بندی اور بیان، متغیرات، قضایا کی ہئیتیں، مادی دلالت اور منطق اصول و سائنس کی منہاجیات پر تفصیل سے بحث کی گئی ہے۔

زبان:

جیسا کہ مصنف کے حوالے سے پہلے بھی ذکر کیا گیا کہ اصل کتاب انگریزی طلبہ کی علم منطق کی نصابی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے ممکن حد تک صاف اور سہل انداز میں لکھنے کی کوشش کی گئی۔اسی وجہ سے اردو میں ترجمہ شدہ کتاب کی زبان کا صاف اور واضح ہونا ایک فطری امر ہے۔اس کی زبان صاف اور براہ راست ہے اور ایک مشکل فلسفیانہ موضوع کے مباحث کو واضح انداز میں بیان کرتی ہے۔منطق کے حوالے سے بنیادی اصطلاحات سے واقفیت ہو تو کتاب بہت آسان ہے۔موضوع اور زبان دونوں حوالوں سے اردو کے فلسفیانہ ذخیرہ کتب کی یہ ایک اہم کتاب ہے۔ایک مختصر اقتباس بطور نمونہ درج کرتے ہیں:

''ارسطو کے مابعد الطبیعاتی تصورات سے وابستہ کچھ وجوہات تھیں جن کی بنا پر وہ صرف مشکل اول کے لئے ایک اصول کی

تشکیل پر قانع ہو گیا۔ اب اگر یہ مان لیا جائے کہ ارسطو کا مندرجہ بالا مقولہ (قول ایجاب کل وسلب کل) صحیح معنوں میں ایک بنیادی اصول ہے اور اس کے علاوہ یہ کہ یہ ایک ایسا بنیادی اصول ہے جو قیاسی ضروب کی صحت کا ضامن ہے۔''[۹۹]

☆☆☆☆☆

کتاب: ۵۱

تعارفِ اخلاقیات

AN INTRODUCTION TO ETHICS

By

WILLIAM LILLY

مصنف: ولیم للّی

مترجم: سید محمد احمد سعید

شعبہ تصنیف وتالیف وترجمہ کراچی یونیورسٹی، تعاون مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد، پاکستان، کراچی، پاکستان، ۱۹۸۲ء

کل ابواب: ۱۸ (اٹھارہ)

کل صفحات: ۴۱۰ (410)

موضوع:

''اخلاقیات'' شروع ہی سے فلسفہ کے بنیادی مسائل میں سے ایک رہا ہے۔ ہر دور میں مفکرین اور فلاسفہ اپنے عہد اور سماج کے مطابق مختلف اخلاقی نظریات پیش کرتے رہے ہیں۔ یہ کام صرف فلاسفہ ہی کا نہیں بلکہ اس ضمن میں تمام بانیان مذہب، مصلحین اور داعیان حق کی دعوت و تعلیمات میں بھی اخلاقیات کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ ولیم للّی کی یہ کتاب بھی اخلاقیات کے مختلف پہلوؤں، نظریات کا احاطہ کرتی ہے۔ فہرست ابواب اور ذیلی موضوعات کے مطالعے سے ہی اس کی وسعت، تنوع اور ہمہ گیریت کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ یہ کتاب اخلاقیات کی تمام جہات کا احاطہ تو نہیں کرتی لیکن ''فلسفہ اخلاق'' کے طالب علموں کیلئے بنیادی حوالے اور ماخذ کی حیثیت ضرور رکھتی ہے۔ ہم مختصراً یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ کتاب اخلاقیات کی مختصر تاریخ، اخلاقیات کے نمائندہ نظریات اور اخلاقیات کے مختلف معیارات سے بحث کرتی ہے۔ علاوہ ازیں اس میں اخلاقیات کا منطق، مابعد الطبیعات اور مذہب سے تعلق اور تقابل کا بھی بیان ہے۔ اس میں فرد اور سماج کے تعلق کے ساتھ فرد کے حقوق و فرائض پر بھی روشنی ڈالی گئی نیز فضیلت کا مفہوم مختلف تصورہائے فضیلت بھی بیان کر دیئے گئے۔ اس کتاب کا آخری باب ''اخلاقیات کی زبان'' اس حوالے سے اہم ہے کہ اس میں اخلاقیات کی زبان کے حوالے سے سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ اس میں اخلاقی زبان کی درجہ بندی بھی کی گئی ہے۔ ۱۔ اخلاقیات کی حکمی زبان ۲۔ جذبی زبان ۳۔ بیانی زبان ۴۔ سوالیہ زبان ۵۔ اخلاقیات کی مستعمل زبان ۶۔ اخلاقیات کی تثمینی زبان۔

زبان:

اس کتاب کی زبان پر بات کرنے سے پہلے اس بات کی وضاحت کرنا چاہوں گا کہ یہ کتاب بہت کم مدت میں طباعت کے مراحل سے گزری اس کا ذکر ڈاکٹر جمیل جالبی نے جو اس کتاب کی اشاعت کا بنیادی محرک ہیں، نے بھی ''حرفِ آغاز'' میں

کیا۔اس کتاب کو ٹائپ کروا کر شائع کیا گیا جس کی وجہ سے املاء میں کہیں کہیں فرق ہے۔مثلاً کہیں ''نقطے'' طباعت میں نہیں آئے اور کہیں آ گئے ہیں۔بہت سی جگہوں پر جہاں ''اضافت'' ضروری ہے وہاں اضافت نہیں جس سے بعض جگہ مفہوم میں ابہام آ گیا ہے۔ایسا صرف ٹائپ کی وجہ سے ہے نہ کہ مصنف کے انداز تحریر سے جہاں تک مصنف کی زبان کا تعلق ہے، جوانہوں نے اس کتاب کو ترجمہ کرتے ہوئے اختیار کی،تو وہ موضوع اور اصل متن کے مطابق ٹھیک ہے۔لیکن کہیں کہیں یہ محسوس ہے کہ مترجم بات کو سادہ اور عام فہم انداز بیان کر سکتے تھے لیکن اس کو تخلک اور دقیق کرنے کی شعوری کوشش کی گئی مثلاً

> ''میڈوگل جبلت کی یہ تعریف کرتا ہے کہ یہ ایک ارثی یا خلقی نفسی طبعی میلان ہے۔اس کی وجہ سے میلان رکھنے ایک خاص قسم کی شے کا ادراک کرتا ہے۔۔۔میڈوگل نے انسان کی خاص جبلتوں کو اس طور پر ترتیب دیا ہے۔۱۔جبلت فرار ۲۔جبلت اندفاع ۳۔جبلت استعجاب ۴۔جنگجوئی کی جبلت ۵۔جبلت اثبات ذات ۶۔والدینی جبلت ۷۔جبلت جنس ۸۔غولی جبلت ۹۔جبلت اکتساب ۱۰۔جبلت تعمیر۔''۷۰

☆☆☆☆☆

کتاب: ۵۲ — قائد اعظم لائبریری لاہور

فلسفہ اور معاشرہ

مصنف: جارج پلیٹزر

مترجم: جمیل عمر

ادارۂ فکر مزدور کسان لاہور، پاکستان،۱۹۸۳ء

کل ابواب: ۶ (چھ)

ELEMENTARY PRINCIPLES OF PHILOSOPHY

By

GEORGE POLITZER

کل صفحات: ۱۶۰ (160)

موضوع:

یہ کتاب بنیادی طور پر ''فلسفہ مادیت'' اور معاشرے کے ساتھ اس کے تعلق کو واضح کرتی ہے۔''فلسفہ مادیت'' کی بنیاد دو عظیم فلسفیوں ہیگل اور کارل مارکس کے نظریات پر ہے اس لئے اس کتاب میں ان دو فلسفیوں کے نظریات اور خیالات اور ان کی تفسیر اور توجیہہ و توضیح بھی ملے گی۔علاوہ ازیں ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ یہ کتاب انقلاب روس (روس کے اشترا کی انقلاب) کے ان محرکات اور نظریات پر بھی روشنی ڈالتی ہے جن کی بناء پر یہ عظیم انقلاب رونما ہوا۔یہی وجہ ہے اشترا کیت اور مارکسزم کی بنیاد پر انقلابی سوچ رکھنے والے کچھ پاکستانی مزدور رہنماؤں نے اسے اردو زبان میں ترجمہ کروایا۔

زبان:

اس کتاب کی زبان نسبتاً آسان فہم اور سادہ ہے۔یہ اس لئے بھی آسان لگتی ہے کیونکہ اردو زبان وادب میں مارکسزم، اشترا کیت اور انقلاب روس کا بہت چرچا اور پروپیگنڈہ کیا گیا جس کی وجہ سے قارئین مارکسزم کی بہت سی اصطلاحات سے مانوس

ہیں۔نیز ان کا ابلاغ بھی مشکل نہیں۔ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

''ہمیں معلوم ہے کہ اٹھارویں صدی کے مادیت پسندوں کی غلطیاں ان کے طرز استدلال اور اس خاص طریقہ تحقیق کی پیدا کردہ ہیں جسے ہم ''مابعد الطبیعاتی طریقہ کار'' کہتے ہیں۔مابعد الطبیعاتی طریقہ کار ہمیں دنیا کا ایک مخصوص تصور دیتا ہے۔ ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ قبل از مارکس مادیت، مارکسی مادیت سے اسی طرح مختلف ہے جیسے مابعد الطبیعاتی طریقہ کار جدلیاتی طریقہ کار سے۔''[۱]ے

☆☆☆☆☆

کتاب: ۵۳ | لمز لائبریری (خالد اسحٰق کولیکشن) لاہور

آزادیٔ فکر و خیال اور اس کی تاریخ

مصنف: جان بگنل برے

مترجم: سعید احمد رفیق

قمر کتاب گھر کراچی، پاکستان طبع اول ۱۹۸۸ء

کل ابواب: ۸ (آٹھ)

HISTORY OF THE FREEDOM OF THOUGHT

BY

JOHN BAGNELL BURY

کل صفحات: ۲۳۹ (239)

موضوع:

فلسفہ میں ایک قدیم بحث یہ چلی آ رہی ہے کہ کیا انسان اپنی فکر، ارادہ اور عمل میں آزاد ہے اور آزادیٔ فکر و خیال کو اس عہد میں اس مقام تک پہنچنے میں کن کن ارتقائی مراحل سے گزرنا پڑا۔اس کتاب میں انہی مباحث کی فکری و عملی تاریخ کا احاطہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔یہ اصل کتاب انگریزی میں آئرلینڈ (Ireland) کے معروف مفکر، مؤرخ اور اسکالر جان بگنل برے نے تصنیف کی۔مصنف کا کمال یہ ہے کہ انہوں نے کسی بھی مسئلے کو بیان کرتے ہوئے دونوں رُخ پیش کئے ہیں اور دونوں طرف سے دلائل دینے کے بعد ایک نقطۂ نظر اخذ کرنے کی کوشش کی ہے۔استدلالی نقطۂ نظر سے یہ ایک بہت اہم تصنیف ہے۔

زبان:

جہاں تک کتاب کے اسلوب کا تعلق ہے تو وہ قابل فہم، رواں اور رشتہ ہے اور علمی ذوق رکھنے والے قارئین کے لئے اس کے مفاہیم کو سمجھنے میں دشواری پیش نہیں آتی۔لیکن کتاب میں کتابت کی کافی سنگین غلطیاں ہیں جس سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ اس کی پروف ریڈنگ پر توجہ نہیں دی گئی جس کی واضح مثال ''فہرست'' میں نظر آ جاتی ہے۔مثلاً فہرست ابواب میں ''نشاۃ الثانیہ'' کو ''نشاط الثانیہ'' اور ''عقلیت پسندی'' کو ''اقلیت پسندی'' لکھا گیا ہے۔ایسی غلطیوں کی بدولت اتنی بلند پایہ علمی کتاب کا وقار مجروح ہوا ہے۔بہر حال زبان کے حوالے سے ایک مختصر اقتباس درج کرتے ہیں:

''واقعات کی بے لوث محبت اور تحقیق جس کا کہ ہماری امیدوں، تمناؤں، مقاصد اور خوف سے کوئی بھی تعلق نہ ہو، ہر زمانہ

میں کمیاب رہی ہے۔اور قدیم یونان وروما کے بعد تو یہ صفت بہت ہی کمیاب ہوگئی ہے۔یہی وہ صفت ہے جسے علمی انداز فکر کہتے ہیں۔" ۲؎

☆☆☆☆☆

کتاب: ۵۴

قائداعظم لائبریری لاہور

تاریخ تہذیب، تمدن، فلسفہ ہندوستان

STORY OF CIVILIZATION

By

WILL DURANT

مصنف: وِل ڈیورانٹ

مترجم: طیب رشید

تخلیقات، لاہور، پاکستان، ۱۹۹۵ء

کل ابواب: ۹ (نو)

کل صفحات: ۲۹۶ (296)

موضوع:

یہ کتاب وِل ڈیورانٹ کی شہرۂ آفاق تصنیف سٹوری آف سولائزیشن (Story of Civilization) کی پہلی جلد کا ترجمہ ہے جو قدیم ہندوستان کی تہذیبی، مذہبی، فلسفیانہ اور سماجی تاریخ پر مبنی ہے۔اگر چہ یہ خالص فلسفے کی کتاب نہیں لیکن اس میں ہندوستان کے قدیم دور سے دورِ جدید تک کے فلسفیانہ رجحانات اور دبستانوں کا ذکر ہے جس سے قدیم ہندی فلسفے کا سراغ ملتا ہے۔اس لئے اسے اس فلسفیانہ کتب کی فہرست میں شامل کیا گیا ہے۔علاوہ ازیں مصنف نے کتاب کی ابتداء میں "جدول تاریخ ہند" کے عنوان سے قبل از مسیح اور بعد از مسیح کے نمایاں ادوار، واقعات اور شخصیات کو زمانی ترتیب کے ساتھ بیان کر دیا ہے۔

زبان:

وِل ڈیورانٹ کا شماران فلسفیوں اور مؤرخین فلسفہ میں ہوتا ہے جن کا انداز نگارش شستہ اور دلفریب ہونے کے ساتھ ساتھ پرکشش تشبیہ واستعارات سے بھی مزین ہوتا ہے۔اس لئے ان کے اردو تراجم میں بھی وہی دلکشی اور شستگی پائی جاتی ہے۔اس کتاب کی زبان خشک اور بے کیف نہیں بلکہ اس میں روانی اور ادبیت ہے۔کہیں کہیں مضمون مشکل ہونے کی بنا پر تحریر بھی مشکل ہے لیکن ایسا بہت کم ہے۔بحیثیت مجموعی عام سی سمجھ بوجھ اور تاریخ وفلسفہ کا ذوق رکھنے والا قاری بخوبی اسے سمجھ سکتا ہے۔ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

> "بدھ مت کی جگہ لینے والا "ہندومت" اب محض ایک مذہب نہیں تھا بلکہ یہ مخلوط معتقدات، مراسم اور مسالک کا ایک برہم نظام تھا، جس کے پیروکاروں میں فقط چار خصوصیات مشترک تھیں۔وہ ذات پات کے نظام کو تسلیم کرتے ہوئے برہمنوں کی رہنمائی پر متفق تھے۔گائے کا احترام کرتے ہوئے اسے الوہی مانتے تھے۔وہ قانون "کرم" اور تناسخ ارواح کو قبول کرتے تھے اور ویدوں کی الوہیت کی جگہ نئے دیوتاؤں کو ماننے پر اتفاق کرتے تھے۔" ۳؎

☆☆☆☆☆

کتاب: ۵۵

قائد اعظم لائبریری لاہور

نشاطِ فلسفہ

THE PLEASURES OF PHILOSOPHY

By

WILL DURANT

مصنف: وِل ڈیورانٹ

مترجم: ڈاکٹر محمد اجمل

اشاعت قدیم: مکتبہ خاور لاہور، پاکستان، س۔ن

اشاعت جدید: تخلیقات لاہور، پاکستان، ۱۹۹۵ء

کل ابواب: ۲۴ (چوبیس)

کل صفحات: ۶۴۰ (640)

نوٹ: (جائزے کے لئے اشاعت قدیم کو بنیاد بنایا گیا ہے)

موضوع:

فہرست ابواب کے مطالعے سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ مصنف نے اس کتاب میں فلسفے کے مختلف پہلوؤں اور جہات کو سمونے کی کوشش ہے۔فلسفہ مابعد الطبیعات، اخلاقیات، جمالیات، سیاسیات، منطق، علم اور فلسفہ تاریخ پر بحث کرتے ہوئے ان موضوعات کو سماج اور انسان کے پس منظر میں دیکھنے اور بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔اس ضمن میں کتاب کے پیش لفظ ''دعوتِ فکر'' میں مصنف نے کچھ یوں لکھا ہے:

> ''اس کتاب میں ایک مربوط فلسفہ حیات ترتیب دینے کی کوشش کی گئی ہے۔میری کتاب ''داستان فلسفہ'' میں بڑے بڑے مفکروں کی شخصیتوں اور ان کے فلسفوں کو بیان کیا گیا تھا اور انہیں آسان زبان میں ادا کرنے اور موجودہ حالات میں پرکھنے کی کوشش کی گئی تھی۔اس کے برعکس اس کتاب میں فلسفے کے مسائل کو سلجھایا گیا ہے۔''[۱۴۷]

زبان:

کتاب ہذا کی زبان کا جائزہ لینے سے پہلے اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ یہ کتاب دو مختلف اوقات اور اداروں سے شائع ہوئی۔پہلی اشاعت مکتبہ خاور لاہور سے اس پر سن اشاعت موجود نہیں۔لیکن اس کے سرورق سے پتہ چلتا ہے کہ یہ اس دور میں شائع ہوئی جب ڈاکٹر صاحب شعبۂ نفسیات گورنمنٹ کالج لاہور کے صدر تھے۔دوسری اشاعت تخلیقات لاہور کی طرف سے ۱۹۹۵ء کی ہے۔ان دونوں میں ایک تو ضخامت کا فرق ہے۔اول الذکر ۶۴۰ جبکہ مؤخر الذکر ۴۵۳ صفحات پر مشتمل ہے۔ڈاکٹر محمد اجمل نے اس ترجمے میں نہ صرف اصل متن کے مفہوم کو ادا کرنے کی احسن کوشش کی ہے بلکہ سادگی، سلاست اور ادبیت کو بھی ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔دقیق فلسفیانہ اصطلاحوں اور خیالات کو سادہ لفظوں اور روانی کے ساتھ بیان کر دیا ہے۔اصل کتاب کے اسلوب کو اردو میں برقرار رکھنے کی کوشش کی ہے اور بہت کم جگہوں پر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہم کسی کتاب کا ترجمہ پڑھ رہے ہیں۔ایک مثال ملاحظہ ہو:

> ''بڑھاپا کیا ہے؟ بنیادی طور پر یہ جسم کی ایک کیفیت ہے جسم کی موج حیات اپنی انتہا پر پہنچ جاتی ہے۔بڑھاپا جسمانی اور ذہنی

انحطاط کا دور ہے۔ یہ رگوں، فکری پیمانوں، خون اور تدبر کے سکڑنے کی حالت ہے۔ ایک انسان اتنا ہی زندہ ہے جتنی اس کی رگیں اور اتنا ہی جوان ہے جتنے اس کے خیالات۔"۵۷

☆☆☆☆☆

کتاب: یہ کتاب اسی عنوان سے پہلے بھی ترجمہ ہو کر شائع ہو چکی ہے۔ صرف مترجم مختلف ہیں۔ — کتب خانہ مجلس ترقی ادب لاہور

مسائل فلسفہ	THE PROBLEMS OF PHILOSOPHY
مصنف: برٹرینڈ رسل	By
مترجم: ڈاکٹر عبدالخالق	BERTRAND RUSSEL
کوراپبلشرز لاہور، پاکستان، ۱۹۹۵ء	
کل ابواب: ۱۵ (پندرہ)	**کل صفحات:** ۱۶۱ (161)

نوٹ: (اس کتاب کے ترجمہ اول کا جائزہ ہم لے آئے ہیں)

موضوع:

اس کتاب میں فلسفے کے مشہور اور فاضل استاد ڈاکٹر نعیم احمد کی طرف سے کتاب اور اس کے مصنف کا ایک "تعارف" شامل ہے۔ یہ "تعارف" رسل کی اس کتاب کے موضوع کو سمجھنے کیلئے کلیدی حیثیت کا حامل ہے۔ اس کتاب کا پہلا ترجمہ مولوی معین الدین انصاری نے کیا جو ۱۹۳۵ء میں دارالطبع جامعہ عثمانیہ سے شائع ہوا اور جس کا جائزہ ہم پہلے لے چکے ہیں۔

زبان:

ڈاکٹر عبدالخالق خود فلسفے کے استاد ہیں اور فلسفیانہ نظریات، خیالات اور فلسفیانہ زبان گہری نظر اور دسترس رکھتے ہیں اس بناء پر یہ کتاب اردو کے فلسفیانہ ذخیرہ کتب میں ایک گرانقدر اضافہ ہے۔ اس کتاب کی زبان صاف، شستہ اور رواں ہے۔ بعض فلسفیانہ اصطلاحات کے علاوہ کتاب کا اسلوب اور انداز ایسا ہے کہ عام قاری بھی اس کو آسانی پڑھ اور سمجھ سکتا ہے۔ اس کی مثال درج ذیل ہے:

"گزشتہ ابواب میں ہم دیکھ آئے ہیں کہ علم کی دو اقسام ہیں: علم اشیاء اور علم حقائق۔ اس باب میں علم اشیاء پر بحث ہو گی جس کی پھر دو قسمیں ہیں۔ وہ علم اشیاء جسے ہم علم بالوقوف کہتے ہیں بنیادی طور پر علم حقائق سے سادہ تر اور منطقی لحاظ سے اس سے بے نیاز بھی ہو جاتا ہے۔"۵۸

☆☆☆☆☆

کتاب: ۵۶ — قائداعظم لائبریری لاہور

فلسفہ کیا ہے؟	(NOT MENTIONED)
مصنف: گالینا کیریلنکو + لیڈیا کورشنووا	By
مترجم: تقی حیدر	GALYNA KIRILENKO
فکشن ہاؤس لاہور، پاکستان، ۱۹۹۶ء	+
	LYDIA KORSHUNOVA

کل ابواب: ۵ (پانچ) | **کل صفحات:** ۱۶۸ (168)

موضوع:

اس کتاب کا موضوع فلسفے کے بنیادی مباحث سے متعلق ہے۔ایک عجیب بات ہے کہ کتاب میں ''پیش لفظ''، ''دیباچہ'' یا ''مقدمہ'' نہیں جس سے یہ معلوم ہو سکے کہ یہ ترجمہ انگریزی زبان سے کیا گیا ہے یا کسی دوسرے زبان سے۔علاوہ ازیں کتاب کے متعلق بھی کچھ معلومات نہیں ہیں۔ یہ ایک غلط اور غیر تحقیقی روایت ہے۔اس کتاب میں فلسفے کے کچھ بنیادی سوالوں کا جواب دینے کی کوشش کی گئی ہے۔مثلاً سائنس وفلسفہ، تضادات، جدلیات، مابعد الطبیعات، حرکت وارتقاء، جدلیات و انتخابیت، استدراک، احساس وعقل، ادراک، تخلیقی عمل اور فلسفہ وسماج وغیرہ۔اس کے علاوہ آخر میں اصطلاحات کی فرہنگ اور اہم ناموں کا اشاریہ بھی دیا گیا ہے جس سے کتاب کی اہمیت میں اضافہ ہو گیا ہے۔

زبان:

اس کتاب کی زبان براہ راست اور معیاری ہونے کے ساتھ ساتھ صاف ہے۔لیکن ہمارے ہاں قواعد اور رموزِ اوقاف کی غلطیوں پر توجہ نہیں دی جاتی جس بناء پر کتاب میں غلطیاں رہ جاتی ہیں۔بحیثیت مجموعی کتاب بہتر ہے لیکن بعض جگہوں پر ذرا جھول اور مفہوم کا ابلاغ مشکل ہو گیا ہے اس سے کتاب کی روانی پر بھی اثر پڑتا ہے۔اس سے متعلق ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

> ''مگر ہم طے کر چکے ہیں کہ دنیا کے مظہر پر تضاد ہیں۔ ۱۷ ویں ہی صدی میں نظر آنے والی روشنی کی سائنس، بصریات میں بحث چلی کہ روشنی کی فطرت کیا ہے۔۔۔۔وہ مسلسل ہے، لہر دار اور لہروں کے قانون کی تابع ہے یا غیر مسلسل، جسمیہ دار ہے اور ذات کے قانون کی تابع ہے۔'' ۷۷

☆☆☆☆☆

کتاب: ۵۷ | قائد اعظم لائبریری لاہور

فلسفہ، سائنس اور تہذیب

مصنف: کارل پوپر

مترجم: ڈاکٹر ساجد علی

تالیف وتعارف: ڈاکٹر نعیم احمد

مشعل / مکتبہ جدید لاہور، پاکستان، ۱۹۹۷ء

PHILOSOPHY, SCIENCE AND CIVILIZATION

(SELECTED ESSAYS)

By

CARL POPPER

کل ابواب: ۸ (آٹھ) | **کل صفحات:** ۲۲۹ (229)

موضوع:

کارل پوپر بیسویں صدی کا ایک عظیم مغربی فلسفی، سائنسدان اور اسکالر تھا۔کتاب ہٰذا اس کی کسی باقاعدہ تصنیف کا ترجمہ

نہیں بلکہ اس کے منتخب مضامین کا ترجمہ کر کے کتابی صورت دی گئی ہے۔علاوہ ازیں ''تعارف'' میں ڈاکٹر نعیم احمد نے پوپر کے مختصر حالات زندگی کو بیان کیا ہے نیز اس کی تصانیف کا تعارف بھی کرا دیا ہے۔''تعارف'' کے بعد'' کارل پوپر ایک عہد ساز فلسفی'' میں مترجم ڈاکٹر ساجد علی نے پوپر کی فکر کا خلاصہ بیان کیا ہے۔کتاب کے مؤلف اور مترجم کی یہ دونوں تحریریں بیسویں صدی کے اس عظیم فلسفی اور اس کی فکر کو جاننے کیلئے ابتدائی سنگ میل کی حیثیت کی حامل ہیں۔ہر مضمون کے آخر میں مترجم نے پوپر کی اس تصنیف کا نام لکھ دیا ہے جس میں سے وہ مضمون لیا گیا ہے۔اس کتاب کے بیک فلیپ پر یہ درج ہے:

''بیسویں صدی میں جن فلسفیوں اور مفکروں نے سیاسی، معاشی، معاشرتی اور سائنسی فکر کو متاثر کیا ہے ان میں کارل پوپر کا نام ایک ممتاز مقام رکھتا ہے۔کتاب میں پوپر کے ان مضامین کا ترجمہ پیش کیا گیا ہے جو سب سے زیادہ مقبول اور مشہور ہوئے۔انسان دوستی، لبرل ازم، سائنسی فکر اور عقلیت پسندی جیسے موضوعات پر کارل پوپر کا نقطۂ نظر جاننے کیلئے اس کاب کا مطالعہ ضروری ہے۔''۸؎

زبان:

اس کتاب کے مترجم ڈاکٹر ساجد علی بنیادی طور پر فلسفے سے تعلق رکھتے ہیں اردو زبان و ادب سے نہیں۔اس کے باوجود اس کتاب کی زبان خالص علمی زبان ہے۔انہوں نے کارل پوپر کے مشکل نظریات کو جس فصاحت سے اردو میں بیان کیا وہ قابل قدر ہے۔زبان نہ تو بوجھل اور کثیف ہے اور نہ ہی اس میں فلسفیانہ اصطلاحات کی بھرمار ہے۔اس میں شگفتگی اور کہیں کہیں ادبیت بھی جھلکتی ہے۔اس ضمن میں ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

''اگر چہ میں روایت کا مداح ہوں لیکن میں اسی کے ساتھ آزاد خیالی کا بھی روایتی طرف دار ہوں۔میرا مؤقف ہے کہ تقلید علم کی موت ہے کیونکہ علم کی ترقی کلیتًا اختلاف کے وجود پر منحصر ہے۔بجا کہ اختلاف تنازعہ اور بالآخر تشدد کا سبب بن سکتا ہے اور یہ امر میرے خیال میں نہایت تکلیف دہ ہے کیونکہ میں تشدد سے متنفر ہوں تاہم اختلاف، بحث، استدلال، دوطرفہ تنقید پر بھی منتج ہو سکتا ہے اور میرے نزدیک یہ بات نہایت اہم ہے۔''۹؎

☆☆☆☆☆

کتاب: ۵۸

ابتدائی فلسفہ

مصنف: جان ہاسپرس

مترجم: ڈاکٹر سلطان علی شیدا

نگارشات لاہور، پاکستان، ۱۹۹۸ء

کل ابواب: ۹ (نو)

AN INTRODUCTION TO PHILOSOPHICAL ANALYSIS

By

JOHN HOSPERS

کل صفحات: ۶۱۶ (616)

موضوع:

یہ کتاب فلسفہ کی تاریخ یا فلسفیوں کے نظریات کا بیان نہیں بلکہ بنیادی فلسفیانہ مسائل اور سوالات کی تفہیم سے متعلق ہے۔ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ اس کتاب میں مصنف جان ہاسپرس نے فلسفے کے بنیادی مباحث اور مسائل کو سہل انداز میں بیان کر کے قارئین کو ان مشکل، ادق اور گنجلک فلسفیانہ معاملات کو سمجھنے میں سہولت بہم پہنچائی ہے۔

زبان:

مصنف نے چونکہ یہ کتاب فلسفے کے عام قارئین کیلئے لکھی تھی اس لئے انہوں نے اپنی تحریر کو ممکن حد تک دقیق اور ثقیل اصطلاحات اور الفاظ کے گورکھ دھندے سے بچایا۔یہی وجہ ہے کہ فاضل مترجم نے بھی اسے اردو میں منتقل کرتے ہوئے روانی و سلاست کو ملحوظ رکھا ہے۔لیکن ہم یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ اس کی زبان بالکل عام یا سادہ ہے۔ایک علمی و فلسفیانہ کتاب کی زبان بالکل سلیس بھی نہیں ہوسکتی بہرحال ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ فلسفے کی دیگر کتب کی نسبت اس کی زبان صاف اور رواں ہے۔ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

> ''اس طرح علم الحساب میں بھی استثنا کا منطقی امکان ہوسکتا ہے۔ہم علم الحساب کے قوانین سے متعلق زیادہ یقین صرف اس لئے رکھتے ہیں کہ ہزاروں سال سے اس کی تصدیق ہر روز متعدد بار ہوتی ہے جبکہ دیگر اشیاء کی تصدیق اتنی عام نہیں۔''۸۰

☆☆☆☆☆

کتاب: ۵۹ | لمز یونیورسٹی (خالد اسحٰق کولیکشن) لاہور

فلسفۂ مذاہب

PHILOSOPHY OF RELIGIONS

By

AMOLIA RANJAN MAHAPUTR

مصنف: امولیہ رنجن مہاپتر

مترجم: یاسر جواد

فکشن ہاؤس لاہور، پاکستان، ۱۹۹۸ء

کل ابواب: ۲۰ (بیس)

کل صفحات: ۲۳۲ (232)

موضوع:

جیسا کہ عنوان سے ظاہر ہے کہ یہ کتاب فلسفہ مذہب اور مذاہب عالم کے متعلق ہے۔اس کے مصنف معروف بھارتی سکالر امولیہ رنجن مہاپتر ہیں جنہوں نے انگریزی میں یہ کتاب لکھی۔اس کتاب کے دو حصے ہیں۔پہلے حصے ''فلسفہ مذاہب'' میں مصنف نے مذہب کے مفہوم، ارتقاء، معاشرے میں اس کی اہمیت اور اس کے بنیادی عناصر و مباحث پر روشنی ڈالی ہے جبکہ دوسرے حصے ''مذاہب عالم'' میں دنیا کے بڑے مذاہب اور ان کے بنیادی عقائد اور تصورات پر بحث کی گئی ہے۔مترجم نے مختصر ''پیش لفظ'' تو لکھا ہے جس میں کتاب کے موضوع اور مصنف کا مختصر تعارف ہے لیکن کتاب کے اصل عنوان، متن اس کے سن

اشاعت پر روشنی نہیں ڈالی جس سے ایک تشنگی سی رہ جاتی ہے۔

زبان:

یہ کتاب تقریباً دورِ جدید کی کتاب ہے جو اردو میں ۱۹۹۸ء میں شائع ہوئی۔اس کی زبان اور اسلوب اتنا مشکل اور پیچیدہ نہیں۔زیادہ تر مشکل اصطلاحات کا بریکٹ میں انگریزی مترادف (Version) دے دیا گیا ہے جس سے قارئین کو کافی سہولت ہو جاتی ہے۔یعنی اگر اردو میں اصطلاح سمجھ نہیں آتی تو انگریزی مترادف سے آسانی پیدا ہو جاتی ہے۔اس کتاب کی روانی اور پختگی اس بات کی دلیل ہے کہ اردو نثر اپنے ارتقائی مراحل طے کر کے اس مقام تک پہنچ چکی ہے جہاں وہ مشکل سے مشکل خیالات وافکار کو بہ احسن وخوبی بیان کر سکتی ہے۔ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

> ''نظریہ وحدت الوجود کی رو سے خدا اور دنیا بنیادی طور پر ہم وجود ہیں اور خدا ان تمام چیزوں میں رچا بسا ہے جن سے مل کر دنیا بنی ہے۔دنیا کے بغیر خدا ایک بے خاصیت جوہر اور خدا کے بغیر دنیا ایک مطلق نیستی ہے۔ہر چیز، ہر واقعہ، ہر ذہن اور ہر ذہنی وظیفہ، سب خدا ہیں اور اس کے علاوہ کچھ نہیں۔نہ صرف یہ کہ خدا تمام وجود میں حاضر ہے، بلکہ وہ واحد حقیقت ہے۔''[۸۱]

اس کتاب میں کہیں کہیں ہجے، املا اور کتابت کی غلطیاں موجود ہیں جو بعض اوقات مفہوم کے ابلاغ میں مشکل اور کبھی کبھی تبدیلی کا باعث بھی بن سکتی ہیں۔اس ضمن میں احتیاط ضروری ہے۔مثلاً

ا۔	خدا کا وجود زبان ومکاں سے ماورا ہے۔	زمان ومکاں	ص ۱۰۳

☆☆☆☆☆

کتاب: ۶۰ — شعبہ اقبالیات، اورینٹل کالج لاہور

سماجی فلسفہ

مصنف: میکنزی، جے۔ایس

مترجم: سعید احمد صدیقی

نگارشات لاہور، پاکستان، ۱۹۹۸ء

کل ابواب: ۱۲ (بارہ)

AN INTRODUCTION TO SOCIAL PHILOSOPHY

By

MACKENZIE, JOHN S.

کل صفحات: ۲۸۸ (288)

موضوع:

ارسطو نے انسان کو معاشرتی جانور کہا تھا۔کیونکہ یہ واحد حیوان ہے جو معاشرہ اور سماج بنا کے رہتا ہے اس لئے معاشرتی اور سماجی علوم ابتدا ہی سے علم انسانی کا اہم حصہ رہے ہیں۔افلاطون کی کتاب ''جمہوریہ'' Republic کو اس سلسلے کی اولین کتاب قرار دیا جاتا ہے۔سماجی فلسفہ کو علم سماجیات سے نہیں ملانا چاہیے۔ان میں ایک موہوم لیکن بنیادی فرق ہے۔سماجی فلسفے میں سماج کے جو اہم پہلو زیر بحث آتے ہیں ان میں سے کچھ یہ ہیں۔سیاسیات یا نظریہ حکومت، قانون اور عدل، انسانیات، سماجی زندگی کے بدلتے پہلو، تاریخی ارتقاء، مذہبی عقائد، نصب العین اور تمنائیں اور ان کی تشریح وغیرہ۔مختصراً یہ کہ سماجی فلسفہ انواع و

اقسام کے موضوعات سے بحث کرتا ہے اور اس میں دلچسپی اور مواد کی کوئی کمی نہیں۔ سماجی فلسفہ کے متعلق اوپر جو نکات بیان کئے گئے وہ اس کتاب میں ملیں گے۔ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ کتاب فلسفہ سماجیات کے تقریباً تمام پہلوؤں کا احاطہ کرتی ہے۔

زبان:

یہ کتاب چونکہ دور جدید کی کتابوں میں سے ہے اس لئے اس کی زبان اتنی مشکل اور نا مانوس نہیں۔ اس میں ابلاغ بھی آسانی سے ہو جاتا ہے لیکن اس میں ادبیت اور شستگی کا فقدان ہے۔ بحیثیت مجموعی یہ جدید اردو کی علمی و فلسفیانہ کتب میں ایک اہم کتاب ہے۔ زبان کے حوالے سے ایک مختصر اقتباس دیا جاتا ہے:

> ”متحد لوگ افراد کی ایسی جماعت کو کہا جائے گا جن میں ایک قسم کی جذباتی اور روایتی وحدت پائی جاتی ہے۔ ان افراد کا ایک دوسرے کے ساتھ رہنا ضروری نہیں۔ اہل یہود اگرچہ ساتھ نہیں رہتے پھر بھی وہ آپس میں کچھ مضبوط روایتوں اور رشتے میں بندھے ہوئے ہیں۔ جیسے زبان، مذہبی جذبات اور بہت سی تاریخی یادوں اور تعلقات وغیرہ کے رشتے۔“ ۸۲

☆☆☆☆☆

کتاب: ۶۱

خارجی دنیا کا علم

مصنف: برٹرینڈ رسل

مترجم: خالد مسعود

مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد، پاکستان، ۱۹۹۸ء

کل ابواب: ۸ (آٹھ)

OUR KNOWLEDGE OF THE EXTERNAL WORLD

By

BERTRAND RUSSEL

کل صفحات: ۲۰۴ (204)

موضوع:

یہ کتاب رسل کے ان خطبات پر مبنی ہے جو اس نے لوویل انسٹی ٹیوٹ بوسٹن میں ۱۹۱۴ء میں دیئے۔ ان خطبات کو رسل کی فلسفیانہ فکر میں نمایاں حیثیت حاصل ہے۔ اس کتاب کے موضوع کو واضح کرنے کے لئے میں ایک اقتباس درج کروں گا:

> ”خارجی اشیاء کا علم“ اس لئے اہم ہے کہ ”Principia“ کے بعد پہلی شائع شدہ کتاب ہے جس میں رسل نے منطق اور ریاضی کے دائرہ کار سے باہر منطقی تعمیرات کا تصور استعمال کیا ہے۔ سیدھے سادھے الفاظ میں اس میں رسل یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ معلوم جزئیات میں سے منطقی تعمیر کی مدد سے عام طبیعی اشیاء کو بدلنا ممکن ہے، ان منطقی تعمیرات میں طبیعی اشیاء کی تمام خصوصیات ہوتی ہیں، نیز چونکہ تعمیرات پوری طرح معلوم ہوتی ہیں طبیعی اشیاء بھی پوری طرح معلوم کی جا سکتی ہیں ---
> --- ذیل کے خطبات میں کوشش کی گئی ہے کہ فلسفہ میں منطقی و تجزیاتی طریقہ کار کی نوعیت، استعداد اور حدود کو مثالوں کی مدد سے سمجھایا جائے۔“ ۸۳

زبان:

یہ کتاب فلسفہ جدید کے دقیق اور پیچیدہ مسائل سے متعلق ہے اس لئے اس کی زبان کا مشکل اور ادق ہونا ایک فطری امر ہے۔اس کے باوجود مترجم نے بھر پور کوشش کی ہے کہ کتاب کی زبان قابل فہم ہو اور مفہوم ثقیل اصطلاحات تلے نہ دب جائے۔ جدید فلسفیانہ اور علمی ذوق رکھنے والے قارئین اور فلسفے کے طلبہ کیلئے یہ ایک اہم کتاب ہے۔زبان اور موضوع دونوں حوالوں سے اردو فلسفیانہ ذخیرہ کتب کی اہم کتاب کا درجہ رکھتی ہے۔ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

> ''اکثر سائنسدان فوری معلومات کو محض موضوعی قرار دے کر رد کرنے کے درپے ہوتے ہیں حالانکہ وہ انہی معلومات سے ماخوذ طبیعات کی صداقت کے علمبردار ہیں۔اس طرح کا رویہ اگرچہ معقول قرار دیئے جانے کے لائق ہو، بدیہی طور پر فی الواقع اس کا محتاج ہے۔''۸۴؎

☆☆☆☆☆

کتاب: ۶۲

قائداعظم لائبریری لاہور

سوفی کی دنیا

SOFIES VERDEN

By

JOSTEIN GAARDER

مصنف: جوسٹین گارڈر

مترجم: شاہد حمید

اردو سائنس بورڈ لاہور، پاکستان، اشاعت اول ۱۹۹۸ء

کل ابواب: ۳۵ (پینتیس)

کل صفحات: ۸۰۷ (807)

موضوع:

یہ کتاب دراصل ایک فلسفیانہ ناول ہے جس میں مصنف جوسٹین گارڈر نے ایک بچی اور چند دیگر کرداروں کے ذریعے فلسفے کے کچھ بنیادی اور اہم مسائل پر روشنی ڈالی ہے۔یہ دور جدید میں شاید فلسفے کی سب سے زیادہ پذیرائی حاصل کرنے والی کتاب ہے جو پوری دنیا کے پڑھے لکھے طبقے میں یکساں طور پر مقبول ہے۔یہ پہلی مرتبہ ناروے زبان میں ۱۹۹۱ء میں شائع ہوئی اور اب تک تقریباً دنیا کی تمام بڑی زبانوں میں اس کا ترجمہ ہو چکا ہے اور کئی مرتبہ چھپ چکا ہے۔اس کتاب کے مترجم جناب شاہد حمید صاحب کتاب کے ''پیش لفظ'' میں اس بارے میں لکھتے ہیں:

> ''سوفی کی دنیا'' میں افسانوی انداز میں مغربی فلسفے کے تمام ادوار کا کامیابی سے احاطہ کیا گیا ہے۔ابتداء وہاں سے ہوتی ہے جہاں اسطورہ، فلسفہ، تاریخ، سائنس سب آپس میں گھلے ملے ہوئے تھے۔رفتہ رفتہ فلسفے اور سائنس کے خدوخال واضح ہونا شروع ہو گئے۔کتاب کا دوسرا سرا ہمیں بیسویں صدی تک لے آتا ہے جہاں تان اس ''بڑے دھماکے'' یا ''انفجار عظیم'' (Big Bang) پر ٹوٹتی ہے جس کے ساتھ خیال ہے کہ ہماری کائنات کا آغاز ہوا۔درمیان میں ان تمام فلسفیوں (بشمول سائنسدانوں) اور فلسفیانہ دبستانوں کا ذکر ہے جو اہمیت کے حامل ہیں۔ان صفحات میں آپ کی ملاقات بڑے دلچسپ اور

انوکھے انداز میں ویموکریتیس، سقراط، افلاطون، ارسطو، ڈیکارٹ، سپوزا، گلیلیو، نیوٹن، لوک، بارکلی، ہیوم، کانٹ، ہیگل، کرکیگارڈ، مارکس، ڈراون اور سارتر جیسی شخصیات سے ہوگی۔ فلسفے اور سائنس کے علاوہ ادب کے بے شمار گوشوں تک رسائی کا موقع ملے گا۔''۸۵؎

زبان:

جہاں تک اس کتاب کی زبان کا تعلق ہے تو یہ جدید اردو زبان میں ہے جہاں اردو اپنے ارتقائی مراحل طے کرتے ہوئے اس مقام تک پہنچ چکی ہے اور اعلیٰ علمی وفلسفیانہ موضوعات کو اپنے اندر بہ خوبی سمو سکتی ہے۔''سوفی کی دنیا'' اس بات کی بہترین مثال ہے۔ اگر چہ یہ ایک فلسفیانہ ناول ہے اور اس میں مباحث مکالمات کی صورت میں ہیں جن کا ترجمہ آسان ہے۔ شاید اسی لئے فلسفے کی زبان ہونے کے باوجود اس کی زبان رواں، براہ راست اور ادبیت سے بھرپور ہے۔ یہ کہیں بھی اتنی بوجھل اور دقیق نہیں کہ قاری ذہنی تھکاوٹ کا شکار ہو۔ فلسفیانہ مسائل جو اس میں بیان کئے گئے وہ ذہنی مشقت کا تقاضا ضرور کرتے ہیں لیکن زبان کہیں بھی ان کی تفہیم میں رکاوٹ نہیں بنتی دو مثالیں درج کی جاتی ہیں:

''قدیم عیسائیوں اور یہودیوں کا عقیدہ یہ تھا کہ خدا صرف نرینہ صفات کا مالک نہیں بلکہ اس کا ایک نسوانی پہلو یا مادرانہ فطرت بھی ہوتی ہے۔ عورتیں بھی خدا کی شبیہ پر تخلیق کی جاتی ہیں۔ خدا کے اس نسوانی پہلو کو یونانی میں ''سوفیا'' کہا جاتا ہے۔ ''سوفیا'' یا سوفی کا مطلب دانش، حکمت یا دانائی ہے۔''۸۶؎

☆☆☆☆☆

کتاب: ۶۳

کتب خانہ مجلس ترقی ادب لاہور

تخلیقی ارتقاء

مصنف: ہنری برگساں

مترجم: ڈاکٹر رحیم بخش۔ عبدالحمید اعظمی

مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد، پاکستان، طبع اول ۱۹۹۹ء

کل ابواب: ۴ (چار)

CREATIVE EVOLUTION

By

HENERY LOUIS BERGSON

کل صفحات: ۳۰۶ (306)

موضوع:

یہ کتاب انیسویں صدی کے مشہور فرانسیسی فلسفی ہنری برگساں کی عظیم فلسفیانہ تصنیف کا اردو روپ ہے۔ اس کے اردو ترجمے کا آغاز ڈاکٹر رحیم بخش شاہین نے کیا لیکن ابھی وہ اس کا کچھ حصہ ہی مکمل کر پائے تھے کہ ان کا انتقال ہو گیا۔ ان کی وفات کے بعد عبدالحمید اعظمی نے اس کام کو پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ یہ کتاب ہنری برگساں کی فلسفیانہ تصانیف میں سب سے نمایاں مقام رکھتی ہے جس میں اس نے حیات کے مفہوم، اس کے ارتقاء، ارتقاء کے طریقہ کار اور اس کی غایت، اس کی منفرج جہات، نظام

فطرت اور عقل کی ہیئت ترکیبی اور آخر میں ''تصور'' کے سینماٹوگراف اور اس کے مشینی التباس پر بحث کی ہے۔اسی تصنیف کی بدولت اسے فرنچ اکیڈیمیا (French Academia) کی رکنیت سے نوازا گیا۔

زبان:

یہ کتاب دیگر کلاسیکی فلسفیانہ تراجم کی نسبت ایک نئی کتاب ہے۔اس کی زبان ایک خالص علمی، واضح اور ابہام اور دقیق اصطلاحات سے پاک ہے۔اگرچہ اس کا ترجمہ دو مختلف اصحاب نے کیا ہے لیکن اس میں ایک وحدت نظر آتی ہے۔اس میں ادبی شگفتگی تو نہیں لیکن یہ براہِ راست اور رواں ہے۔اس میں دقیق اور دور از کار اصطلاحات کے بے جا استعمال سے گریز کیا گیا ہے لیکن علمی و فلسفیانہ اسلوب میں کچھ اصطلاحات اور تراکیب کا استعمال ناگزیر ہوتا ہے۔اس میں کچھ ایسی اصطلاحات اور الفاظ ہیں جن سے اگر قاری کی شناسائی ہو تو اس کا مفہوم بعید از فہم نہیں۔بحیثیت مجموعی زبان و بیان اور موضوع دونوں حوالوں سے یہ فلسفیانہ ذخیرہ کتب کی ایک اہم کتاب ہے۔زبان کے حوالے سے ایک مختصر اقتباس درج کرتے ہیں:

> ''مادی دنیا میں تواتر ایک ناقابل انکار حقیقت ہے۔اگرچہ منفرد نظاموں پر ہمارے استدلال کا یہ مفہوم نکل سکتا ہے کہ ان کی تاریخ ماضی، حال اور مستقبل ایک چینی پنکھے کی طرح فوری طور پر کھل گئے ہیں۔یہ تاریخ دراصل اپنے آپ کو بتدریج منکشف کرتی ہے۔گویا کہ اس کا دوران بھی ہمارے دوران ہی کی مانند ہے۔''[۸۷]

☆☆☆☆☆

کتاب: ۶۴ — قائد اعظم لائبریری لاہور

ہسٹری آف ویسٹرن فلاسفی

(نشاۃ ثانیہ سے ڈیوڈ ہیوم تک)

مصنف: برٹرینڈ رسل

مترجم: ذکی احمد

شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ، جامعہ کراچی، (انڈس پبلی کیشنز) کراچی، پاکستان، ۱۹۹۹ء

کل ابواب: ۱۷ (سترہ)

HISTORY OF WESTERN PHILOSOPHY

By

BERTRAND RUSSEL

کل صفحات: ۳۳۲ (332)

موضوع:

رسل کا شمار بیسویں صدی کے مشہور اور قابل قدر انگریز فلسفیوں میں ہوتا ہے۔اس کی بہت سی تصانیف کو اردو زبان میں ترجمہ کیا جا چکا ہے۔کتاب ہذا بھی انہی کتابوں میں سے ایک ہے۔اس میں رسل نے فلسفہ مغرب کی مفصل تاریخ بیان کی ہے لیکن یہ کتاب اس مکمل تاریخ کا ترجمہ نہیں بلکہ اس کے ایک منتخب حصے ''نشاۃِ ثانیہ سے ڈیوڈ ہیوم تک'' کا ترجمہ ہے اور اس سے

موضوع بھی واضح ہے۔ یہ تاریخ فلسفۂ مغرب کی تاریخ، ارتقاء، فلسفیانہ مکاتب فکر اور فلسفیوں کے افکار کو سمجھنے کے لئے کلیدی حیثیت رکھتی ہے۔

زبان:

اس کتاب کے فاضل مترجم ذکی احمد ایک سول انجینئر اور سی۔ ایس۔ پی آفیسر ہیں۔ رسل کی اس عمیق اور ادق فلسفیانہ کتاب کا اردو ترجمہ ایک قابل قدر کوشش ہے جس کی داد نہ دینا ناانصافی ہوگی۔ لیکن کتاب کے مطالعے سے ایک چیز واضح طور پر محسوس کی جاسکتی ہے کہ مترجم کو زبان پر وہ دسترس اور مہارت حاصل نہیں جو اس قسم کی کتب کے تراجم کیلئے ضروری ہے۔ کئی جگہوں پر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مترجم کتاب کے مفہوم کو پا تو گئے ہیں لیکن اسے خوش اسلوبی اور روانی سے اردو میں منتقل نہیں کر پائے، اس ضمن میں ایک مثال پیش خدمت ہے:

> ''قریب قریب ہر وہ چیز جو جدید زمانے کو گزشتہ صدیوں سے ممتاز کرتی ہے وہ سائنس سے قابل منسوب ہے۔ جس نے سترہویں صدی میں خوب قابل نظارہ کامیابیاں حاصل کیں۔ اطالوی نشاۃ ثانیہ (گو کہ قرون وسطیٰ کی نہیں) جدید نہیں ہے۔ یہ زیادہ تر یونان کے بہترین دور سے ملتی ہے۔ سولہویں صدی، دینیات میں گھل مل کر غائب ہوجانے، میکیاولی کی دنیا کے مقابلے میں قرون وسطیٰ کے دور سے زیادہ قریب ہے۔'' ۸۸ے

اس پیراگراف میں روانی و تسلسل کی کمیابی کے ساتھ رموز واوقاف کی اغلاط بھی موجود ہیں جن احباب نے ابتداء میں اور اس کے بعد فلسفیانہ کتب کے تراجم کئے ان میں سے زیادہ تر اردو زبان و ادب سے نہ صرف گہرا تعلق رکھتے تھے بلکہ ان کا اس میدان میں اپنا اپنا ایک مقام تھا۔ لیکن کتاب ہٰذا کے مترجم ایک مختلف شعبے سے تعلق رکھتے ہیں لیکن اس کے باوجود یہ ایک اچھی کوشش ہے اور اس کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیے۔ نیز یہ امید رکھنی چاہیے کہ اس کتاب کی دوسری یا تیسری اشاعت اور ان کی آنے والی کتب زبان و بیان کے اعتبار سے بہت اعلیٰ پائے کی ہوں گی۔

☆☆☆☆☆

کتاب: ۶۵

مکالماتِ برکلے

مصنف: جارج برکلے

مترجم: مولانا عبدالماجد دریا آبادی

اشاعت قدیم: مطبع معارف اعظم گڑھ، ہندوستان، ۱۹۲۶ء

اشاعت جدید: آگہی پبلی کیشنز، لاہور، پاکستان، ۲۰۰۰ء

کل ابواب: ۳ (تین)

قائداعظم لائبریری لاہور

THREE DIALOUGUES BETWEEN HYLAS AND PHILONOUS

By

GEORGE BERKELEY

کل صفحات: ۱۲۳(123)

نوٹ: (جائزے کے لئے اشاعت جدید کو بنیاد بنایا گیا ہے)

موضوع:

یہ کتاب مشہور آئرش مذہبی فلسفی جارج برکلے کی کتاب ''مکالمات برکلے'' کا ترجمہ ہے جو معروف اردو محقق اور عالم مولانا عبدالماجد دریا آبادی نے ترجمہ کی ہے۔ برکلے ایک راسخ العقیدہ عیسائی پادری تھا۔اس نے فلسفہ سائنس اور مادیت پرستی کے خلاف مذہب اور خدا کی عقلی توجیہات پیش کیں۔اس بناء پر اسے عیسائی متکلم کے طور پر بھی یاد کیا جاتا ہے۔اس کتاب کے موضوع کی وضاحت کے لئے ''مقدمہ'' کا مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

> ''بعض حکمائے یونان اپنی تصانیف کے لئے مکالمہ کا پیرایہ اختیار کرتے تھے۔۔۔ برکلے جب نظریہ رویت ومبادی کی تصنیف سے فارغ ہوچکا تو اسے یہ مناسب نظر آیا کہ انہیں خیالات کو زیادہ واضح، سلیس، عام فہم پیرایہ میں ادا کرے، اس کے لئے بہترین طریقہ مکالمات کا ہوسکتا تھا۔چنانچہ یہی صورت اس نے اختیار کی اور ۱۷۱۳ء میں ''مکالمات مابین ہائیلیس و فلونیس'' کے نام سے اس نے ایک رسالہ شائع کیا۔۔۔اسی کا اردو ترجمہ اس وقت ناظرین کے روبرو ہے۔ یہ کتاب تین مکالمات پر مشتمل ہے۔ پہلے مکالمہ میں علم وادراک انسانی کی ہیئت وحدود پر بحث ہے، دوسرے میں وجود روح اور اس کی عدم مادیت پر، تیسرے میں وجود باری اور اس کے بدیہی الاثبات ہونے پر۔اس میں تمام مسائل ہائیس وفلونیس دوفرضی اشخاص کی باہمی گفتگو کے ذریعے سے ادا کئے گئے ہیں، ہائیلیس کو بطور معترض ومخالف کے فرض کیا گیا ہے اور فلونیس خود برکلے کے خیالات کی ترجمانی کرتا ہے، جتنے اعتراضات ان نظریات پر وارد ہونا ممکن ہیں، تقریباً سب ہائیلیس کی زبان سے ادا کئے گئے ہیں اور فلونیس نے ان کی تردید کی پوری کوشش کی ہے۔کوئی جدید اعتراضات اب شاید ہی پیدا ہو سکے۔''۸۹

زبان:

مولانا عبدالماجد دریا آبادی کا شمار اردو اور عربی زبان وادب کے نمایاں محققین اور علماء میں ہوتا ہے۔علاوہ ازیں مذہب وفلسفہ پر بھی ان کی گہری نظر تھی۔ یہ کتاب موضوع کے اعتبار سے خاصی مشکل کتاب تھی لیکن مولانا مرحوم نے نہایت احسن طریقے سے اسے اردو زبان کے قالب میں ڈھالا ہے۔اس کتاب کی زبان اتنی دقیق اور گنجلک نہیں جتنا کہ موضوع ہے۔ اصطلاحات کے علاوہ اس میں روانی اور شائستگی کے ساتھ ساتھ علمی وقار اور تمکنت بھی ہے۔اسے ہم سادہ اور بالکل براہ راست بھی نہیں کہہ سکتے کیونکہ خالصتاً فلسفیانہ موضوع اس طرح کی زبان میں ادا ہو بھی نہیں سکتا۔بہر حال ہم یہ کہہ سکتے ہیں باعتبار زبان یہ کتاب انگریزی سے فلسفیانہ تراجم میں نمایاں حیثیت کی حامل ہے۔ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

> ''فلونیس: اگر مادہ موجود ہے تو آپ کو اس کا علم کیونکر ہے؟ ظاہر ہے کہ دو ہی طرح ہو سکتا ہے، براہ راست یا بالواسطہ اگر براہ راست ہے تو فرمایئے کہ حواس میں کس کے ذریعے سے ہوتا ہے اور اگر بالواسطہ ہے تو کس استدلال کی بناء پر؟ یہ سوالات تو مادہ کے علم وادراک سے متعلق تھے، اب رہا مادہ بذات خود تو فرمایئے کہ وہ کیا ہے؟''۹۰

☆☆☆☆☆

کتاب: ٦٦

20 عظیم فلسفی

LIVING BIOGRAPHIES OF GREAT PHILOSOPHERS

By

HENERY THOMAS + DANALI THOMAS

مصنف: ہنری تھامس+ڈانالی تھامس

مترجم: قاضی جاوید

تخلیقات لاہور، پاکستان، ۲۰۰۱ء

کل ابواب: ۲۰ (بیس) **کل صفحات:** ۳۳۸ (338)

موضوع:

یہ کتاب مغرب کے 20 (بیس) عظیم فلسفیوں کی مختصر سوانح حیات اور افکار پر مشتمل ہے۔ کتاب کے 20 ابواب انہیں فلسفیوں کے نام پر ہیں جن کا ذکر کتاب ہذا میں کیا گیا ہے۔ کتاب کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ اس میں فلسفیوں کے نظریات و افکار کے بجائے ان کے سوانح، عہد اور شخصیت پر زیادہ توجہ دی گئی ہے نیز ان عوامل پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے جنہوں نے ان کے فکر و نظر کو خاص نہج پر ڈھالنے میں اہم کردار ادا کیا۔ اس بناء پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ کتاب اردو کی فلسفیانہ کتب میں ایک اہم اضافہ ہے۔

زبان:

یہ کتاب چونکہ خالصتاً فلسفیانہ افکار اور خیالات پر بحث نہیں کرتی بلکہ مذکورہ فلسفیوں کی سوانح ہے اور فلسفیانہ مباحث قدرے کم ہیں یہی وجہ ہے کہ اس میں فلسفیانہ اصطلاحات کی بھرمار نہیں اور اسی لئے کتاب کی زبان سادہ اور آسان ہونے کے ساتھ ساتھ رواں اور ادبیت سے بھرپور ہے۔ ایک مختصر اقتباس پیش کیا جاتا ہے:

> ''انسان جب حسن کا تجربہ کرتا ہے تو وہ اپنے اندر بے پایاں قوت محسوس کرتا ہے۔ یہ قوت اس کے باہر کی بے پایاں قوت کے مساوی ہوتی ہے۔ ہر شے اپنی جیسی دوسری شے کیلئے کشش کی حامل ہوتی ہے۔ خدا نے انسان سے کلام کیا ہے اور انسان کا جواب یہ ہے کہ ''میں سمجھتا ہوں''۔''۹۱

☆☆☆☆☆

کتاب: ٦٧

خدا کی تاریخ

(یہودیت، عیسائیت اور اسلام میں وحدانیت کا جائزہ)

A HISTORY OF GOD

(THE 4000-YEAR QUEST OF JUDAISM, CHRISTIANITY AND ISLAM)

By

KAREN ARMSTRONG

مصنف: کیرن آرمسٹرانگ

مترجم: یاسر جواد

نگارشات لاہور، پاکستان، ۲۰۰۴ء

کل ابواب: ۹ (نو) | **کل صفحات:** ۲۱۷ (217)

موضوع:

اس کتاب میں مصنفہ کیرن آرم سٹرانگ نے چار ہزار سال قبل مسیح سے لے کر عہد جدید تک انسانوں کے خدا کے متعلق مختلف تصورات کی تاریخ کا احاطہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ مصنفہ چونکہ خود ایک راسخ العقیدہ کیتھولک عیسائی ہیں اس لئے انہوں نے مذہبی (خصوصاً تینوں بڑے الہامی مذاہب، یہودیت، عیسائیت اور اسلام) کے عقائد تناظر میں خدا کے متعلق مختلف تصورات کا جائزہ لیا ہے۔ خدا فلسفہ الٰہیات کا ابتدا ہی سے بنیادی موضوع رہا ہے۔ علاوہ ازیں مصنفہ نے زمانہ قدیم کے لوگوں کے تصور خدا کے علاوہ فلسفیوں، صوفیوں اور زمانہ جدید کے اصلاح پسندوں کے تصور خدا پر بھی بحث کی ہے۔

زبان:

جس دور میں یاسر جواد نے اس کتاب کا ترجمہ کیا ہے اس دور تک اردو زبان اپنا ارتقائی سفر طے کر کے اس مقام تک پہنچ چکی ہے جہاں وہ ہر قسم کی علمی و فلسفیانہ کتب کو اس طرح اپنے اندر سمو سکتی ہے جیسے وہ کتاب اسی زبان میں لکھی گئی ہو۔ یاسر جواد دور حاضر مین علمی و فلسفیانہ کتب کے تراجم میں کافی دسترس رکھتے ہیں۔ کتاب ہذا میں بھی انہوں نے مصنفہ کے خیالات کو بعینہ روانی، سلاست اور صفائی سے بیان کرنے کی کوشش کی ہے اور وہ اس مقصد میں کامیاب بھی رہے ہیں۔ لیکن ہمیں ایسی کتابوں کے مطالعے اور جائزے کے وقت یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ ایسی کتب کو بالکل عام بول چال یا خالصتاً ادبی زبان میں نہیں لکھا جا سکتا۔ ان موضوعات کی اپنی اصطلاحات اور اسلوب بیان ہوتا ہے۔ ان چیزوں کے باوجود یہ کتاب کافی حد تک رواں اور سادہ زبان میں ہے جہاں اصطلاحات ہیں وہاں صورتحال قدرے مختلف ہے۔

> ''جانوروں کو اپنی فطرت کے مطابق زندگی گزارنے میں کوئی مشکل درپیش نہ تھی، لیکن مردوں اور عورتوں کو انسان بن کر رہنا بہت مشکل معلوم ہوتا تھا۔ اسرائیل کا خدا کبھی کبھی ناپاک اور غیر انسانی ظلم کو فروغ دینے والا لگتا تھا۔ لیکن صدیوں کے عرصے میں یہواہ ایک تصور بن گیا تھا جو انسانوں کو اپنے ساتھ انسانوں کے ساتھ حسن سلوک میں مدد دیتا تھا۔'' ۹۲

☆☆☆☆☆

کتاب: ۶۸

جی۔سی یونیورسٹی لائبریری لاہور

برٹرینڈ رسل کے فکر انگیز مضامین

ESSAYS OF RUSSELL

By

BERTRAND RUSSELL

مصنف: برٹرینڈ رسل

مترجم: جمشید اقبال

بیکن بکس ملتان، پاکستان، ۲۰۰۶ء

کل ابواب: ۱۵ (پندرہ) | **کل صفحات:** ۱۶۸ (168)

موضوع:

یہ کتاب رسل کے متفرق مضامین کا ترجمہ ہے جنہیں ان کی مختلف کتابوں اور رسائل سے مجتمع کیا گیا ہے۔اس لئے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس کتاب کا ہر مضمون ایک الگ اکائی اور مختلف موضوع کا عکاس ہے۔اس میں فلسفیانہ، سیاسی، معاشی، معاشرتی، نفسیاتی اور دیگر فکری موضوعات پر مضامین شامل ہیں۔یوں تو اس کتاب کے تمام موضوعات اپنی جگہ پر اہمیت کے حامل ہیں لیکن فلسفیانہ حوالے سے ان کا مضمون ''تصوف اور منطق'' انتہائی گرانقدر ہے۔اس میں رسل نے منطق (سائنسی طرز فکر) اور ''تصوف'' (روحانی و وجدانی انداز فکر و نظر) کے درمیان تعلق اور ہم آہنگی کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔اس ضمن میں وہ قدیم و جدید فلسفیوں کا حوالہ دیتے اور مختصراً تقابل بھی پیش کرتے ہیں۔علاوہ ازیں وہ درج ذیل موضوعات پر بھی مختصراً بحث کرتے ہیں۔۱۔عقل و وجدان ۲۔وحدت اور کثرت ۳۔وقت ۴۔خیر و شر۔ان موضوعات کے تحت انہوں نے منطق اور تصوف کے طرز فکر اور دائرہ کار کا موازنہ کیا ہے۔یہ اس فلسفیانہ طرز فکر پر ایک انتہائی اہم تنقیدی مضمون ہے۔جس بناء پر اسے فلسفیانہ کتب میں شامل کیا گیا ہے۔

زبان:

یہ کتاب ابھی حال میں منصۂ شہود پر آئی۔اس کتاب کی زبان براہ راست اور رواں ہے لیکن جہاں کہیں مشکل اصطلاحات اور دقیق خیالات ہیں وہاں زبان قدرے مشکل اور گنجلک ہے لیکن بحیثیت مجموعی زبان صاف براہ راست اور کسی حد تک ادبیت سے مزین ہے۔

''مستقبل ہماری قوت ارادی اور قوت بازو کے رحم و کرم پر ہے جبکہ ماضی لوح ہستی پر وہ انمٹ نقش و نگار چھوڑ چکا ہے جسے مٹانا ہمارے اختیار میں نہیں رہا۔لیکن مستقبل بھی ایک دن ماضی بن جاتا ہے۔''۹۴

☆☆☆☆☆

کتاب: ۶۹ — قائد اعظم لائبریری لاہور

فلسفہ مغرب کی تاریخ

HISTORY OF WESTERN PHILOSOPHY

By

BERTRAND RUSSEL

مصنف: برٹرینڈ رسل

مترجم: پروفیسر بشیر احمد

پورب اکادمی اسلام آباد، پاکستان، ۲۰۰۶ء، طبع دوم ۲۰۱۰ء

کل ابواب: ۷۵ (چیپٹر)

کل صفحات: ۹۸۰ (980)

موضوع:

فاضل مترجم پروفیسر بشیر احمد نے کتاب کی ابتداء میں مختصر پیش لفظ بعنوان ''اعتراف'' لکھا ہے لیکن اس میں انہوں نے کتاب کے مصنف اور ترجمے کے متعلق خاطر خواہ بحث نہیں کی۔جس کی وجہ سے قاری کیلئے ایک تشنگی سی رہ گئی ہے۔لیکن انہوں نے مصنف رسل کے ''پیش لفظ'' اور کتاب کے ''تعارف'' کا ترجمہ کردیا ہے جس کی وجہ سے کسی حد تک مترجم کے تعارف و

دیباچے کی کمی دور ہوگئی ہے۔ کتاب ہذا کو ہم فلسفہ مغرب کی مکمل تو نہیں لیکن مفصل تاریخ کہہ سکتے ہیں کیونکہ کوئی بھی تاریخ مکمل نہیں ہوتی اور نہ ہی کسی تاریخ کے متعلق یہ دعویٰ کیا جاسکتا ہے۔ اس کتاب کے بیک فلیپ پر تحریر لکھی ہے:

"اگر بیسویں صدی کی بڑی کتابوں کی ایک فہرست تیار کی جائے تو "History of Western Philosophy" کو کسی بھی طور پر نظرانداز کرنا مشکل ہوگا۔ یہ کتاب گزشتہ صدی کے انتہائی ذکی الفہم اور صاحب بصیرت ادیب اور ایک ایسے خوش قسمت فلسفی کی تصنیف ہے جسے تاریخ میں سب سے زیادہ شہرت اور قارئین نصیب ہوئے۔ اس قطعیت پسند لاادری فلسفی نے مغربی فلسفہ کی تاریخ لکھ کر نہ صرف مغربی ذہن کے ارتقا اور اس کے محرکات کو قلم بند کیا ہے بلکہ اسے ایک ایسے پیرائے میں تحریر کیا ہے جس سے ذہن کا ایک انتہائی پیچیدہ اظہار عمل انتہائی عام فہم انداز میں ڈھل گیا۔ اڑھائی تین ہزار سال پر محیط فلسفیوں کے نظام اور اسالیب، ان کے سماجی و سیاسی محرکات، تقابل اور باہمی اثر پذیری و آویزش کا بیان اور اس پر مصنف کا تنقیدی و تجزیاتی اظہار بھی اس کتاب کو بڑا کارنامہ بنانے میں بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔"۹۴

زبان:

رسل کا شمار جدید انگریز فلسفیوں میں ہوتا ہے۔ بیسویں صدی کے وسط تک فلسفیانہ انگریزی زبان بھی بہت حد تک صاف اور قدیم وادق اصطلاحات سے پاک ہے اس لئے اردو سکالرز بہت حد تک اس سے مانوس اور شناسا ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس کتاب کے مترجم پروفیسر بشیر احمد بہت حد تک مصنف کے خیالات کو بعینہٖ رواں اور سادہ اردو زبان میں بیان کرنے میں کامیاب رہے ہیں۔ حقیقت ہے کہ یہ کتاب اردو میں ترجمہ شدہ فلسفیانہ کتب میں نمایاں مقام رکھتی ہے یعنی مفاہیم و مطالب کے بیان اور سادگی، روانی اور معیار زبان دونوں حوالوں سے۔ یہ بات بھی ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ کوئی اعلیٰ علمی و فلسفیانہ کتاب سو فیصد درست انداز میں ترجمہ نہیں ہوسکتی۔ مترجم نے کوشش کی ہے کہ مصنف کے اسلوب کی جاذبیت کو اردو میں بھی برقرار رکھا جائے اور اس میں کسی حد تک کامیاب بھی رہے ہیں۔ زبان کے حوالے سے ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

"عقلی اور باطنی اختلاف، جو تمام تاریخ میں جاری رہتا ہے سب سے پہلے یونانی فلسفے میں اولیپیائی دیوتاؤں اور کم مہذب دیوتاؤں میں اختلاف کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ آخرالذکر دیوتاؤں کا ان قدیم اعتقادات سے زیادہ تعلق تھا جن کا ماہرین بشریات نے تجزیہ کیا ہے۔ اس تقسیم میں فیثا غورث باطنیت کی طرف تھا اگرچہ اس کی باطنیت مخصوص عقلی نوعیت کی تھی۔"۹۵

☆☆☆☆☆

کتاب: ۷۰ — قائداعظم لائبریری لاہور

مکالماتِ افلاطون (جلد اول)	**PLATO'S DIALOGUE**
مصنف: افلاطون	By
مترجم: پروفیسر اے۔ڈی میکس	PLATO
مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد، پاکستان، ۲۰۰۷ء	
کل ابواب: ۷ (سات)	**کل صفحات:** ۳۹۳ (393)

موضوع:

جیسا کہ عنوان سے ہی واضح ہے کہ یہ افلاطون کے مشہور زمانہ مکالمات کا اردو ترجمہ ہے۔اس جلد میں افلاطون کے مختلف موضوعات پر کل سات ''مکالمات'' کا ترجمہ کیا گیا ہے۔اس سے پہلے بھی ''مکالمات افلاطون'' کے اردو تراجم ہو چکے ہیں جن کا ذکر اپنے اس تحقیقی مقالے میں کر چکا ہوں۔لیکن یہ تراجم جدید اور زیادہ وسیع پیمانے پر کئے گئے ہیں۔ان تراجم کے حوالے سے ایک بات قابل ذکر یہ ہے کہ ان میں مترجم کی طرف سے کوئی دیباچہ یا مقدمہ نہیں ہے اور نہ ہی یہ واضح کیا گیا ہے کہ ان مکالمات کا ماخذ کونسا انگریزی ترجمہ ہے۔اس ترجمے کیلئے انگریزی میں کس کے مرتب کردہ مکالمات کو بنیاد بنایا گیا ہے۔تقریباً ہر ''مکالمے'' کا مرکزی کردار ''سقراط'' ہے۔سقراط جو عظیم فلسفی اور افلاطون کا استاد تھا۔سقراط کے خیالات اور نظریات افلاطون کے توسط سے ہی ہم تک پہنچے جنہیں افلاطون نے ان ''مکالمات'' اور دیگر کتابوں کی صورت میں محفوظ کر کے آنے والی نسلوں تک پہنچانے کا عظیم کارنامہ سرانجام دیا۔یہ مکالمات بنیادی طور پر سقراط اور اس کے ہم عصر فلسفیوں کے مختلف فلسفیانہ موضوعات پر مباحث کا مجموعہ ہیں۔اس میں کل سات ''مکالمات'' شامل ہیں۔

زبان:

یہ تراجم اس دور جدید کی پیداوار ہیں جب اردو زبان اپنے ابتدائی وارتقائی مراحل طے کر کے اس مقام تک پہنچ چکی ہے کہ یہ کسی بھی ادق، پیچیدہ اور اعلیٰ علمی وفلسفیانہ موضوع کو اپنے اندر سمو لینے کی صلاحیت رکھتی ہے۔اس لئے موضوع مشکل ہونے کے باوجود اس کی زبان شستہ، رواں اور دقیق الفاظ سے مبرا ہے۔تھوڑی بہت فلسفیانہ اور علمی سوجھ رکھنے والا قاری بھی اس کتاب کے مطالعہ سے ذہنی تھکاوٹ کا شکار نہیں ہوگا۔اس ضمن میں ایک مختصر اقتباس پیش خدمت ہے:

> ''اب تم یہ ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہو کہ وہ تمام اشیاء جو عدل، اعتدال ذات اور جرأت وغیرہ علم کے دائرے میں آتی ہیں اور اس سے یہ صاف عندیہ ملتا ہے کہ ان کوائف کی مجموعی صورت یعنی نیکی کو سیکھا اور سکھایا جا سکتا ہے کیونکہ اگر نیکی پروتاغورس کے بقول علم کے علاوہ کوئی شے ہوتی تو ماننا پڑتا کہ اسے سیکھنا یا سکھانا ممکن ہے لیکن اگر نیکی خالصتاً علم ہی کی ایک صورت ہے تو یہ یقین کئے بغیر چارہ نہیں کہ اسے سیکھنا یا سکھانا عین ممکن ہے۔''۹۶

کتاب: ۷۰

مکالمات افلاطون (جلد دوم)

مصنف: افلاطون

مترجم: عبدالحمید اعظمی

مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد، پاکستان طبع اول ۲۰۰۷ء

کل ابواب: ۸ (آٹھ)

PLATO'S DIALOGUE

By

PLATO

کل صفحات: ۳۷۱ (371)

موضوع:

اس جلد میں کل آٹھ مکالمات شامل ہیں جن کے عنوانات یہ ہیں یون، سمپوزیم، مینو، یوتھی فرو، بیانِ صفائی، کریٹو، فیڈو اور جارجیاز۔

زبان:

''مکالمات افلاطون'' کی اس دوسری جلد کا ترجمہ عبدالحمید اعظمی نے کیا ہے۔اس جلد میں مترجم نے انتہائی صاف، رواں اور شستہ زبان استعمال کی ہے۔تحریر کہیں بھی دقیق اصطلاحات سے بوجھل نہیں۔علمی وفلسفیانہ کتاب ہونے کے باوجود یہ اس میں ادبی چاشنی بھی پائی جاتی ہے۔اس حوالے سے ایک اقتباس پیش خدمت ہے:

> ''جب ہم حقیقی زمین کو اوپر سے دیکھتے ہیں تو وہ ہمیں ایک ایسی گیند کی طرح نظر آتی ہے جو چمڑے کے بارہ ٹکڑوں کو جوڑ کر بنائی گئی ہو۔وہ رنگ برنگ کے ایسے مختلف رنگوں کا جوڑ ہوتا ہے جو تھوڑا بہت ان رنگوں سے ملتا جلتا ہے جنھیں ہمارے زمین کے مصور استعمال کرتے ہیں لیکن وہاں ساری زمین ہی انہی رنگوں سے عبارت ہوتی ہے جو ہمارے رنگوں سے زیادہ چمکدار اور صاف ہوتے ہیں۔''۹۷

کتاب: ۷۰

قائداعظم لائبریری لاہور

مکالمات افلاطون (جلد سوم)	**PLATO'S DIALOGUE**
مصنف: افلاطون	(REPUBLIC)
مرتب: جوئیٹ	By
مترجم: ڈاکٹر ذاکر حسین	PLATO
اشاعت قدیم: انجمن ترقی اردو دہلی، ہندوستان، ۱۹۳۲ء	
اشاعت جدید: مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، پاکستان، ۲۰۰۷ء	
کل ابواب: ۱۰ (دس)	**کل صفحات:** ۴۳۶ (436)

موضوع:

یہ افلاطون کی مشہور زمانہ تصنیف ''جمہوریہ'' (Republic) کا اردو ترجمہ ہے۔یہ کتاب پہلی مرتبہ ۱۹۳۲ء میں انجمن ترقی اردو کی طرف سے شائع ہوئی جواب تقریباً ناپید تھی لیکن مقتدرہ قومی زبان نے اسے دوبارہ شائع کر کے ''مکالمات افلاطون'' کے سلسلے کی تیسری جلد کی حیثیت دی۔اس کے موضوع کی تفہیم کے حوالے سے مترجم جناب ڈاکٹر ذاکر حسین کا یہ بیان کافی ہے:

> ''یہ کتاب جو افلاطون کے شجر علم کا پختہ ثمر ہے ہم تک دو ناموں سے پہنچی: ''جمہوریہ'' (ریاست) اور ''تحقیق عدل'' ان ناموں سے یہ سمجھ لینا کہ یہ سیاست یا قانون پر ایک تصنیف ہے غلط ہوگا۔سچ یہ ہے کہ اس میں انسان کی پوری زندگی پر نظر ڈالی گئی۔البتہ زیادہ توجہ انسانی زندگی کے عملی پہلو پر ہے۔اس لئے کتاب کا زیادہ حصہ اخلاقی اور سیاسی مسائل سے پُر معلوم ہوتا ہے۔لیکن ایسا نہیں ہے کہ فکر و خیال کی دنیا کو یک قلم نظر انداز کر دیا گیا ہو۔فلسفہ کی بلندیاں دیکھنی ہوں تو عین خیر میں۔

سب چیزوں کے اتحاد کا جلوہ بھی اس کتاب میں دکھائی دیتا ہے۔ اخلاق کا سبق لینا ہو تو اس میں روح انسانی کے محاسن کی گہری اور لطیف تحقیق موجود ہے۔ تعلیم کے مسائل پر روشنی درکار ہو تو بقول "رُوسو" "فن تعلیم پر آج تک جتنی کتابیں لکھی گئی ہیں ان میں یہ سب سے بہتر ہے۔" سیاسی زندگی میں رہنمائی کے لئے ایک جدید ہیئت اجتماعی اور اس کے اداروں کی جیتی جاگتی تصویر لا کر کھڑی کر دیتی ہے اور انسانی جماعتوں کے تغیر، عروج و زوال کے اسرار سربستہ کی کنجی کی تلاش ہو تو فلسفہ تاریخ کے یہ مشکل مسائل بھی اس میں پانی کر دیئے گئے ہیں۔"۹۸

مترجم نے مندرجہ بالا اقتباس میں اس کتاب کے تمام پہلوؤں کو سمو دیا ہے۔ اس کتاب کی سب سے اہم بات اس کتاب کا "مقدمہ" ہے جو مترجم نے تحریر کیا ہے۔ یہ کتاب پہلی مرتبہ ۱۹۳۲ء میں شائع ہوئی تھی اور اس میں یہ مقدمہ شامل تھا۔ اس مقدمے میں فاضل مترجم نے نہ صرف افلاطون کی سوانح کا مختصر خاکہ پیش کیا ہے بلکہ اس کے نظریات، عقائد اور مزاج پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ نیز ان عوامل کو بھی زیر بحث لائے ہیں جنہوں نے افلاطون کی فکر کی تشکیل میں اہم کردار ادا کیا۔ عام قارئین خصوصاً طلبہ کیلئے افلاطون کی فکر اور شخصیت کو سمجھنے کیلئے یہ کتاب اور اس کا مقدمہ بہت اہمیت کا حامل ہے۔

زبان:

یہ کتاب پہلی مرتبہ ۱۹۳۲ء میں شائع ہوئی تھی۔ اس وقت یہ "افلاطون" کی کتب کے تراجم کے ہراول دستے میں شامل تھی۔ یہ وہ دور تھا جب اردو میں فلسفیانہ تراجم کی روایت اپنے ابتدائی مراحل سے گزرتی ہوئی ارتقائی مراحل طے کر رہی تھی۔ اس پس منظر میں دیکھا جائے تو یہ کتاب فلسفیانہ زبان کے حوالے سے بنیادی کتب میں شمار ہوتی ہے اور فلسفیانہ تراجم میں سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ فلسفیانہ اور دقیق علمی کتاب ہونے کے باوجود اس کتاب میں مشکل اصطلاحات، گنجلک تراکیب اور پیچیدہ الفاظ کی بھرمار کی بجائے، روانی اور قطعیت موجود ہے جس سے فکری تفہیم کے ساتھ ساتھ ادبی لطف بھی ملتا ہے۔ ایک اقتباس درج کیا جاتا ہے:

"یہ تو ظاہر ہو چکا ہے کہ عادل شخص ظالم کے مقابلے میں بہتر، عاقل تر اور قوی تر ہوتا ہے۔ ہم یہ بھی بتا چکے ہیں کہ ظالم اور غیر منصف لوگوں میں اشتراک عمل کی قوت مفقود ہو جاتی ہے۔ بلکہ میرے نزدیک تو یہ بھی ممکن نہیں کہ کچھ برے لوگ مل کر متحدہ طریقہ سے کوئی برائی بھی کریں۔ کیونکہ اگر وہ اپنی بدی میں کامل ہوتے تو آپس میں ایک دوسرے پر ہاتھ صاف کرنے لگتے۔ یہ تو شاید ان میں عدل کا کچھ شائبہ باقی تھا جس نے انہیں متحد کر دیا کہ اگر بے ایمانی میں کامل ہوتے تو عمل کے قابل ہی نہ رہتے۔ میرے خیال میں یہی حقیقت بھی ہے۔"۹۹

کتاب: ۷۰

قائداعظم لائبریری لاہور

مکالمات افلاطون (جلد چہارم)

(قوانین)

مصنف: افلاطون

مترجم: عبدالحمید اعظمی

مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد، پاکستان، طبع اول ۲۰۰۷ء

PLATO'S DIALOGUE

(THE LAWS)

By

PLATO

کل ابواب: ۱۲(بارہ) | **کل صفحات:** ۳۹۷(397)

موضوع:

یہ کتاب ''مکالمات افلاطون'' کے ضمن میں ان مکالمات کے مجموعے کا ترجمہ ہے جو''قوانین'' کے نام سے مقبول ہیں۔ اس میں افلاطون نے ریاست میں آئین کی تشکیل، قانون سازی اور (اصول وضوابط) کی ترتیب اوران کے اطلاق کے اصول اور طریقہ ہائے کار بیان کئے ہیں۔ اگر چہ آج انسان تہذیب وتمدن میں ترقی کی حدوں کو چھو رہا ہے لیکن اس کے باوجود افلاطون نے جو اصول صدیوں پہلے بیان کئے ان کی اہمیت نہ صرف اولیت کے اعتبار سے بلکہ افادیت کے حوالے سے بھی موجود ہے۔ اس ضمن میں افلاطون کے نظریات کو سمجھنے کیلئے یہ کتاب بنیادی اہمیت کی حامل ہے اور اردو کے علمی ذخیرہ کتب میں ایک اہم مقام رکھتی ہے۔

زبان:

مکالمات افلاطون کے تراجم اس اہم سلسلے کی چوتھی جلد کا ترجمہ بھی دوسری جلد کی طرح عبدالحمید اعظمی نے کیا ہے۔ اس جلد میں بھی انہوں نے انتہائی رواں صاف اور شستہ زبان استعمال کی ہے۔ تحریر کہیں بھی دقیق اصطلاحات سے بوجھل نہیں۔ علمی و فلسفیانہ کتاب ہونے کے باوجود اس میں ادبی چاشنی اور شستگی موجود ہے۔ ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

> ''۔۔۔میرا خیال ہے کہ آدمی قانون سازوں کی ہدایت کو اس وقت بڑے تحمل اور نیک نیتی سے سنے گا جب اس کی روح اس کے حصول کیلئے مکمل طور پر غیر آمادہ نہیں ہوگی۔ ہلکے سے مصالحانہ رویے پر بھی عمل ضروری ہے کیونکہ اس طرح انسانی توجہ مبذول کرانے میں آسانی ہوتی ہے کیونکہ انسان فطری طور پر نیکی حصول بلکہ جلد حصول پر آمادہ نہیں ہوتا۔''۱۰۰

کتاب: ۷۰ | قائداعظم لائبریری لاہور

مکالمات افلاطون (جلد پنجم)

PLATO'S DIALOGUE
By
PLATO

مصنف: افلاطون

مترجم: عارف حسین

مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد، پاکستان، طبع اول ۲۰۰۷ء

کل ابواب: ۴(چار) | **کل صفحات:** ۲۶۹(269)

موضوع:

یہ کتاب بھی افلاطون کے مختلف موضوعات پر چار مکالمات کا مجموعہ ہے۔ ان تراجم کے حوالے سے ایک بنیادی کمی یہ ہے کہ جلد سوم کے علاوہ کسی بھی جلد میں مترجم کی طرف سے کوئی ''دیباچہ''، ''پیش لفظ''، ''مقدمہ'' یا ''تعارف'' نہیں جس سے کتاب کے اصل ماخذ، موضوع یا اس کے ''مکالمات'' کے حوالے سے معلومات درج ہوں۔ نہ کہیں یہ درج ہے کہ یہ انگریزی میں کس کے مرتب کردہ نسخے کا ترجمہ ہے۔ انگریزی سے ترجمہ ہے بھی یا نہیں یا پھر جرمن، فرانسیسی یا کسی اور زبان سے ترجمہ کیا گیا

ہے۔مکالمات کے موضوع کے متعلق بھی قاری تشنہ کام رہ جاتا ہے۔

زبان:

یہ کتاب افلاطون کے پیچیدہ فلسفے کو اردو کے قالب میں منتقل کرتی ہے۔اس کی خاص بات یہ ہے کہ مشکل خیالات اور پیچیدہ افکار کو سہل اور رواں زبان میں بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور مترجم اس کوشش میں کامیاب بھی رہے ہیں۔ایک مختصر پیراگراف نقل کیا جاتا ہے:

> ''۔۔۔اگر غیر یکساں، یکساں نہیں ہو سکتا اور یکساں، غیر یکساں نہیں تب آپ کے مطابق کسی چیز کے بہت سارے وجود نہیں ہو سکتے۔اس میں غیر ممکنات شامل ہوں گی۔یہ جو کچھ آپ نے کہا، کیا اس کا اس کے علاوہ بھی کوئی مقصد ہے سوائے اس کے کہ آپ اس کو غلط ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ کسی چیز کے بہت سارے وجود ہوتے ہیں۔''[۱۰۱]

کتاب: ۷۰

قائد اعظم لائبریری لاہور

مکالمات افلاطون (جلد ششم)

(قوانین)

مصنف: افلاطون

مترجم: عارف حسین

مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد، پاکستان، ۲۰۰۹ء

کل ابواب: ۳ (تین)

PLATO'S DIALOGUE

By

PLATO

کل صفحات: ۲۷۲ (272)

موضوع:

یہ ''مکالمات افلاطون'' کے تراجم کے سلسلے کی چھٹی اور آخری کتاب ہے۔اس میں تین مکالمات ہیں۔پہلا ''سوفسطائی'' یونانی فلسفیوں کے مشہور گروہ سے متعلق مباحث پر مبنی ہے اور ''سوفسطائی'' کی اصطلاح اور ان کے طرزِ فکر و نظر کو سمجھنے کیلئے بہت اہم ہے۔دوسرا مکالمہ ''سیاسی مدبر'' اربابِ سیاست و اختیار، ان کی بصیرت اور تدبر سے متعلق ہے جبکہ تیسرا اور آخری مکالمہ ''فلیبس'' ہے۔فلیبس دراصل اس مکالمے کا ایک کردار ہے اور شریک گفتگو ہے اسی کے نام پر اس مکالمے کا نام ''فلیبس'' رکھا گیا ہے۔یہ تینوں مکالمے موضوع کے اعتبار سے افلاطون کے بہترین مکالمات میں شمار ہوتے ہیں۔اس کتاب کے ترجمے میں ایک تشنگی یہ ہے کہ مترجم یا ادارے کی طرف سے مقدمہ، پیش لفظ یا دیباچہ نہیں جس میں کتاب میں شامل مکالمات، ان کے انگریزی ماخذ اور ان کا مختصر تعارف کروایا جاتا۔بحیثیت مجموعی یہ ایک نہایت اہم کام ہے کہ دنیا کی اتنی اہم تصنیف کو اس محنت اور خوبصورت انداز میں اردو کے قالب میں ڈھالا گیا۔

زبان:

عارف حسین صاحب نے ''مکالمات افلاطون'' کے سلسلے کی دو کتابوں جلد پنجم اور ششم کا اردو ترجمہ کیا ہے۔دونوں

جلدوں میں ان کی زبان صاف، رواں، براہِ راست اور بہت حد تک ادبی ہے۔خیالات دقیق اور پیچیدہ ہونے کے باوجود مناسب علمی سطح رکھنے والے طلبہ وقارئین کیلئے مفہوم کی تفہیم کوئی مسئلہ نہیں۔اس ضمن میں ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

"سقراط: پیاس پھر تباہی اور ایک تکلیف ہے۔لیکن خشک جگہ کو تر کرنے کا اثر خوشگوار ہے۔ایک بار پھر غیر فطری تحلیل اور علیحدگی جو حرارت پیدا کرتی ہے وہ تکلیف دہ ہے اور قدرتی بحالی اور ٹھنڈک خواشگوار ہے۔

پروٹرچس: بالکل درست۔

سقراط: اور کسی جانور میں غیر فطری طور پر نمی کو جمانا تکلیف کا باعث ہے اور عناصر کی اپنی حالت میں قدرتی طور پر بحالی خوشی کا ذریعہ ہے۔"۱۰۲

☆☆☆☆☆

کتاب: ۱۷ — قائداعظم لائبریری لاہور

انسان، خدا اور تہذیب

مصنف: جان، جی۔جیکسن

مترجم: یاسر جواد

نگارشات لاہور، پاکستان، ۲۰۰۸ء

کل ابواب: ۱۸ (اٹھارہ)

MAN, GOD AND CIVILIZATION

By

JOHN, G. JACKSON

کل صفحات: ۳۸۰ (380)

موضوع:

بظاہر موضوع کے اعتبار سے دیکھا جائے تو یہ کتاب علم الانسانیات (Anthropology) کے ذیل میں آتی ہے لیکن تاریخی اعتبار سے قدیم علم الانسانیات کی جڑیں فلسفہ سے ملتی ہیں اور اس کتاب میں چونکہ انسان، خدا اور تہذیب کے تعلق کو تاریخی اعتبار سے بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے اس لئے ہم نے اس کتاب کو فلسفیانہ کتب کی فہرست میں شامل کیا ہے۔یہ کتاب بنیادی طور پر انسان کی تاریخ ہے جو مصنف نے ابتدائے زمانہ سے بیان کی ہے۔انسان کا خدا سے تعلق ہمیشہ سے ہے اور انسان کی تاریخ بنیادی طور پر تہذیب وتمدن ترقی ہی کی تاریخ ہے۔مصنف نے انسان کے خدا سے متعلق تصور، اس سے تعلق اور کرہ ارض کی مختلف قدیم تہذیبوں کے حوالے سے یہ کتاب تحریر کی ہے۔یہ کتاب اپنے موضوع پر علم اور معلومات کا ایک قابل قدر ذخیرہ ہے جو یقیناً اردو کے علمی وفلسفیانہ کتب کے ذخیرے میں ایک قابل قدر اضافہ ہے۔

زبان:

یاسر جواد کئی انگریزی کی علمی وفلسفیانہ کتب کو اردو میں ترجمہ کر چکے ہیں اور یہ ترجمہ ان کی سب سے نمایاں کوشش ہے۔یاسر جواد کا اسلوب صاف، رواں اور براہ راست ہے جو اس کتاب میں بھی نمایاں ہے۔خصوصاً اس کتاب میں ادبیت شگفتگی اور شائستگی بھی

ہے جس سے قاری موضوع کے ساتھ ساتھ زبان اور طرز نگارش سے لطف اندوز ہوتا ہے۔ شاید اردو نثر کے ارتقاء میں یہی وہ مقام ہے جہاں یہ ہر قسم کے موضوع کو بہ حسن وخوبی بیان کرسکتی ہے۔ زبان کے حوالے سے ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

"۔۔۔ پُرشکوہ تخت کے نظارے دیکھنے والے طاعون زدہ عوام، جن کی تکالیف کو بیان کرنا ناممکن تھا، بادشاہوں، مذہبی پیشواؤں اور دیوتاؤں پر یقین کھو بیٹھے انہوں نے موت کے بعد بہشت کا خواب دیکھنا تک بند کردیا۔" (۱۱۵، صفحہ ۷) ان نہایت پرانے زمانوں کے ایک نامعلوم مصری مشکک نے لکھا: "آہ! اگر مجھے معلوم ہوتا کہ خدا کس جگہ پر ہے تو میں یقیناً اسے نذرانہ پیش کرتا!" ۱۰۳؎

☆☆☆☆☆

کتاب: یہ کتاب پہلے بھی ترجمہ ہو کر شائع ہو چکی ہے۔

برگساں اور وجدانیت

مصنف: ہنری برگساں

مترجم: ڈاکٹر عبدالقادر

مقتدرہ قومی زبان پاکستان، ۲۰۰۹ء

کل ابواب: اس میں کل پندرہ (۱۵) عنوانات قائم کئے گئے ہیں۔

کتب خانہ مجلس ترقی ادب لاہور

AN INTRODUCTION TO METAPHYSICS

By

HENRY BERGSON

کل صفحات: ۸۶ (86)

موضوع:

یہ کتاب فرانسیسی فلسفی ہنری برگساں کے ایک معروف مقالے (An Introduction to Metaphysics) کا اردو ترجمہ ہے۔ اس سے پہلے اس کا ایک ترجمہ "مقدمہ مابعد الطبیعات" کے عنوان سے مولوی عبدالباری ندوی نے کیا تھا جو "مطبع جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن" کی طرف سے ۱۹۳۱ء میں شائع ہوا۔ لیکن اس کتاب کی خاص بات یہ ہے کہ مترجم ڈاکٹر قاضی عبدالقادر نے "پس منظر" کے عنوان سے ہنری برگساں کے فلسفے کے نمایاں پہلوؤں پر روشنی ڈال کر انہیں واضح کیا ہے۔ جس سے برگساں کے فلسفے کے خدوخال اور نمایاں خصوصیات واضح ہوگئی ہیں۔ اس کے علاوہ آخر میں برگساں کا مختصر سوانحی خاکہ اور اس کی تصانیف کی فہرست بھی دے دی گئی ہے جہاں تک مقالے کے موضوع کا تعلق ہے تو وہ "مابعد الطبیعات" ہے جس کی وضاحت پہلے ہو چکی ہے۔

زبان:

اس کتاب کے مؤلف ومترجم جناب قاضی عبدالقادر کا شمار فلسفہ کے معروف اساتذہ میں ہوتا ہے۔ آپ جدید مغربی فلسفہ کے ساتھ ساتھ مشرقی علوم پر بھی گہری نظر رکھتے تھے۔ آپ نے فلسفہ کے موضوعات پر بہت تنقیدی وتوضیحی کتب لکھیں۔ کئی کتب کے تراجم کئے اور سب سے اہم کام یہ کیا کہ فلسفیانہ اصطلاحات (انگریزی۔اردو) کی ڈکشنری مرتب کی۔ علاوہ ازیں آپ ان معدودے چند لوگوں میں سے ہیں جو انگریزی زبان وبیان کے ساتھ ساتھ اردو کے کہنہ مشق نثر نگار بھی ہیں۔ اس کتاب میں بھی انہوں نے "مابعد الطبیعات" جیسے مشکل موضوع کے دقیق مسائل کو بہت آسان اور قریب الفہم انداز میں بیان کیا ہے۔

بحیثیت مجموعی کتاب کی زبان خالص علمی وفلسفیانہ ہے لیکن مبہم اور دوراز فہم نہیں ہے۔اصطلاحات مشکل ہیں اور جہاں جہاں ان کا استعمال زیادہ ہے وہاں عبارت بھی مشکل اور مبہم ہو جاتی ہے۔اگر قاری چند بنیادی اصطلاحات سے واقف ہو تو مفہوم سمجھنا اتنا دشوار بھی نہیں۔ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

> ''غرضیکہ کسی چیز کی صفات کے بارے میں ہم جو تعلقات قائم کرتے ہیں دراصل اس کے گرد ایک سے ایک بڑے دائرے کھینچتے چلے جاتے ہیں جن میں سے ایک دائرہ بھی اس پر منطبق نہیں ہوتا جبکہ اس چیز کی حد تک صفات اس پر اور اسی لئے آپس میں ایک دوسرے پر منطبق ہوتی ہیں۔اگر ان تعقلات کی مدد سے اس چیز کی تشکیل نو کرنی ہے تو ہمارے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ کوئی مصنوعی طریقہ کار اختیار کریں۔''[۱۰۴]

☆☆☆☆☆

کتاب: ۴۷ — قائد اعظم لائبریری لاہور

فلسفۂ اخلاق	**MORAL PHILOSOPHY**
مصنف: رافیل، ڈی۔ڈی	By
مترجم: راشد متین	RAPHAEL D.D
قومی اکادمی برائے اعلیٰ تعلیم یونیورسٹی گرانٹس کمیشن، اسلام آباد، پاکستان، س۔ن	
کل ابواب: ۱۰ (دس)	**کل صفحات:** ۱۳۳ (133)

موضوع:

اس کتاب کا موضوع فلسفے کی ایک اہم شاخ ''اخلاقیات'' سے متعلق ہے۔یہ کتاب ''فلسفہ اخلاق'' کی مبادیات سے بحث کرتی ہے۔مصنف کا یہ کتاب لکھنے کا مقصد فلسفہ اور فلسفہ اخلاقیات کے طالب علموں کے لئے اس موضوع پر درسی کتب کی کمیابی کو دور کرنا ہے۔لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ فلسفہ کے باقاعدہ قارئین کے لئے بھی بہت اہمیت کی حامل ہے۔اردو میں بھی اس موضوع پر کتابوں کی کمی ہے جسے راشد متین نے اس کتاب کے ترجمے سے دور کرنے کی کوشش کی ہے۔

زبان:

یہ کتاب انگریزی زبان میں ۱۹۸۰ء میں لکھی گئی اس لئے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ جدید انگریزی میں لکھی گئی۔نوے کی دہائی تک اردو زبان کا دامن اتنا وسیع ہو چکا تھا کہ وہ مشکل سے فلسفیانہ وعلمی کتب کو اپنے اندر سمو سکتی تھی۔اس لئے اس کی زبان شفاف، رواں اور کافی حد تک براہ راست ہے۔کیونکہ یہ فلسفیانہ کتاب ہے اس لئے اس کی زبان بالکل ہی سلیس اور عام نہیں ہو سکتی یہی وجہ ہے کہ اس میں علمی وقار اور تمکنت بھی ہے۔کہیں کہیں اصطلاحات کی وجہ سے مفہوم کا ابلاغ مشکل ہو جاتا ہے لیکن

فلسفیانہ کتب میں ایسا ہونا ناگزیر ہوتا ہے۔ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

"افادیت پسندی کے مطابق اخلاقیات کا مقصد زیادہ سے زیادہ لوگوں کے لئے زیادہ سے زیادہ خوشیاں فراہم کرنا ہے اور اس میں اضافہ اس طرح کیا گیا ہے کہ ہمیں دنیا کی آبادی جہاں تک ممکن ہو سکے بڑھانی چاہیے۔اور اس عمل سے خوشیوں کی بجائے ناخوشیوں میں اضافہ نہیں ہوگا۔"[۱۰۵]

☆☆☆☆☆

کتاب: ۴۳ — قائداعظم لائبریری لاہور

مارکسی فلسفہ

(NOT MENTIONED)

مصنف: افاناسی ئیف

مترجم: انوراحسن صدیقی

غضنفر اکیڈمی کراچی، پاکستان، س۔ن

کل ابواب: ۱۹ (انیس) — **کل صفحات:** ۳۷۶ (376)

موضوع:

اس کتاب کا موضوع مشہور فلسفی کارل مارکس کے فلسفیانہ نظریات کے مبادیات کا بیان اور ان کی تشریح ہے۔مارکس کے فلسفے کو سمجھنے کے لیے یہ کتاب ایک کلیدی حیثیت رکھتی ہے۔یہ کتاب انگریزی سے ترجمہ کی گئی ہے جس کا مقصد کارل مارکس کے پیچیدہ افکار کو سہل اور واضح انداز میں بیان کرنا ہے۔

زبان:

مترجم نے واقعی اس بات کی بھرپور کوشش کی کہ اس کتاب کی زبان کو سہل اور براہ راست رکھا جائے تا کہ عام قارئین کو مفہوم سمجھنے میں دشواری پیش نہ آئے۔لیکن ایک خالص فلسفیانہ کتاب میں مکمل طور پر ایسا کرنا ممکن نہیں۔بہر حال بحیثیت مجموعی اس کی زبان براہ راست اور قریب الفہم ہے ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے۔

"علم کا مارکسی نظریہ معروضی دنیا اور اس کی اشیا و مظاہر کو انسانی علم کا کامل منبع سمجھنے پر مبنی ہے۔عینیت پسند معروضی صداقت کو ہمارے علم کا منبع نہیں سمجھتے۔عینیت پسندانہ فلسفے میں علم کا معروض یا تو شعور ہے یا ایک خرد (موضوع) کی حسیں ہیں یا ایک قسم متصوفانہ (پُراسرار) شعور ہے جسے انسان کے باہر سمجھا جاتا ہے۔"[۱۰۶]

❁❁❁❁❁

باب دوم

(ب) فلسفہ اسلام و مسلم فلاسفہ سے متعلق اور مسلمان مفکرین کی انگریزی کتب کے تراجم

کتاب: ۷۴ | شعبۂ اقبالیات، اورینٹل کالج لاہور

فلسفۂ اسلام

مصنف: ڈی۔اولیری
مترجم: مولوی احسان احمد
اشاعت قدیم: دارالطبع جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن، ہندوستان ۱۹۴۸ء
اشاعت جدید: نفیس اکیڈمی کراچی، پاکستان، س۔ن
اشاعت جدید: بک ہوم لاہور، پاکستان، ۲۰۰۳ء
کل ابواب: ۱۱ (گیارہ)

ARABIC THOUGHT AND ITS PLACE IN HISTORY
BY
DE LACY O'LEARY

کل صفحات: ۲۷۰ (270)

موضوع:

اسلام کی فکری وفلسفیانہ روایت کی ابتداء وارتقاء اور اس کے مختلف مدارج کے متعلق یہ ایک مختصر مگر کسی حد تک ایک جامع کتاب ہے۔ یہ فکر اسلامی پر یونانی اثرات، اس کے باطنی علوم وتحاریک، عرب وعجم کے اختلاط سے جنم لینے والے افکار، مختلف واقعات اور سازشوں کے نتیجے میں وقوع پذیر ہونے والے فکری عناصر، عرب متکلمین اور مسلمان فلسفیوں کے افکار نیز مغربی فلسفے پر ان کے اثرات اور ان پر یونانی فلسفے کے اثرات کا احاطہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس کے گیارہ ابواب کئی ذیلی ابواب پر مشتمل ہیں۔

زبان:

مولوی احسان کی دیگر ترجمہ شدہ کتابوں کی نسبت اس کی زبان زیادہ فصیح، رواں اور براہ راست ہے۔ اردو کی فلسفیانہ کتب میں موضوع وزبان دونوں حوالوں سے یہ ایک اہم اور بنیادی کتاب ہے۔ زبان کے حوالے سے ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

> ''صوفیاء کا نظریہ باری تعالیٰ یعنی یہ کہ صرف وہی حقیقت ہے، براہ راست صرف پیدائش ہی کو نہیں بلکہ مسئلہ خیر وشر کو بھی متاثر کرتا ہے۔ جس طرح سے ایک شے کا علم صرف اس کی ضد سے ہوسکتا ہے مثلاً روشنی کا تاریکی سے، صحت کا بیماری سے، وجود کا عدم سے، اسی طرح سے انسان کو خدا کا علم صرف حقیقت اور عدم حقیقت کے تقابل سے ہوسکتا ہے۔''۱۰۷

☆☆☆☆☆

کتاب: ۷۵ | قائداعظم لائبریری لاہور

اسلام کا نظریہ حیات

مصنف: ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم
مترجم: قطب الدین احمد
ادارۂ ثقافت اسلامیہ لاہور، پاکستان، طبع اول ۱۹۵۷ء، دوم ۱۹۷۰ء، سوم ۱۹۸۳ء

ISLAMIC IDEOLOGY
By
Dr. KHALIFA ABDUL HAKIM

کل ابواب: ۱۵ (پندرہ) | **کل صفحات:** ۳۹۶ (396)

موضوع:

اس کتاب میں معروف مسلمان دانشور خلیفہ عبدالحکیم نے بنیادی اسلامی عقائد، تصورات اور تعلیمات کو اصل روح کے ساتھ اہل مغرب کے سامنے پیش کرنے کی کوشش کی۔ مقصد اس کا یہ تھا کہ اسلام کی اصل روح اہل مغرب کے سامنے آئے اور جو غلط فہمیاں اسلام کے متعلق مغرب میں رواج پا گئی ہیں ان کا ازالہ ہو سکے۔ یہ کتاب ایک طرف تو مغربی دنیا کے لئے ہدایت ہے اور دوسری طرف مسلمانوں کیلئے بھی ایک دعوتِ فکر ہے جو انہیں بے حسی سے نکال کر اصل زندگی کی طرف لانا چاہتی ہے۔

زبان:

خلیفہ عبدالحکیم بنیادی طور پر اردو میں لکھنے والے تھے لیکن اسلام کے بنیادی عقائد اور تعلیمات کے متعلق یہ کتاب انہوں نے اہل مغرب اور انگریزی داں طبقے کیلئے لکھی۔ جسے قطب الدین احمد نے بڑی شستہ، علمی اور فصیح اردو زبان میں منتقل کیا۔ اس کتاب میں انہوں نے واضح، قطعی اور معروضی انداز اختیار کرتے ہوئے افسانوی رنگ سے اجتناب کیا ہے اور علمی کتب میں علمی اسالیب رائج کرنے کی کوششوں میں شامل ہوئے۔ یہ اس دور کی کاوش ہے جب اردو نثر علمی وفلسفیانہ پیرایہ بیان میں پختگی کی جانب گامزن تھی اور یہ کتاب اس جانب ایک اور اہم قدم تھا۔ ایک مختصر اقتباس درج کرتے ہیں:

> ”قرآن کی رو سے خدا کی پہلی اور اولین صفت ربوبیت ہے۔ رب کے معنی بہم رساں، پرورش کرنے والا، اور پشت پناہ کے ہیں۔ اس کے لئے انگریزی میں کوئی مترادف لفظ نہیں۔ بعض انگریزی ترجموں میں اس کے معنی آقا کے لکھے گئے ہیں جو نہایت ناقص اور غیر تشفی بخش ہے۔ شاید پروردگار اس کے قریب المعنی ہو سکے۔“[۱۰۸]

☆☆☆☆☆

کتاب: ۷۶ | لائبریری شعبہ اقبالیات اورینٹل کالج لاہور

اقبال کی مابعد الطبیعات

METAPHYSICS OF IQBAL

By

ISHRAT HASSAN ANWAR

مصنف: عشرت حسن انور

مترجم: ڈاکٹر شمس الدین صدیقی

اقبال اکیڈمی، لاہور، پاکستان، ۱۹۷۷ء

کل ابواب: ۵ (پانچ) | **کل صفحات:** ۹۹ (99)

موضوع:

یہ کتاب ڈاکٹر عشرت حسن انور کے اقبال پر پی ایچ۔ڈی کے تحقیقی مقالے ”Metaphysics of Iqbal“ کا اردو ترجمہ ہے۔ اس میں فاضل محقق نے اقبال کے مابعد الطبیعاتی افکار پر روشنی ڈالی ہے جس سے اقبال کے افکار وجدان، خودی، عالمِ

مادی اور خدا کی تفہیم کی راہ آسان ہو جاتی ہے۔ان تصورات کو اجاگر کرنے کے لئے مقالہ نگار موصوف نے صرف ان کے خطبات، مقالات اور دیگر فلسفیانہ تحریروں پر انحصار کیا ہے۔

زبان:

یہ کتاب چونکہ اقبال کے خالص فلسفیانہ افکار پر مبنی انگریزی زبان کا اردو ترجمہ ہے اس لئے اس کی زبان بھی خالص فلسفیانہ ہے۔اس میں فلسفیانہ اصطلاحات کی بھرمار ہے جو عام قارئین کیلئے تقریباً نا قابل فہم ہیں اور مفہوم کی تفہیم کی راہ میں رکاوٹ ہیں۔اس میں قصور مترجم کا نہیں بلکہ موضوع اور افکار کی مناسبت سے یہ اصطلاحات ناگزیر تھیں۔لیکن مترجم نے حاشیے میں انگریزی اصطلاحات بھی دے دی ہیں۔موضوع چونکہ خالص فلسفیانہ ہے اس میں ادبیت اور فصاحت کا بھی فقدان ہے۔ جہاں کہیں خیالات گنجلک اور دقیق نہیں وہاں زبان بھی صاف اور رواں ہے۔بہر حال فلسفیانہ زبان کے نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو اس کی زبان اس معیار کے قریب تر ہے۔ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

> ''عقلیین بھی ذات کی حقیقی ماہیت کو گرفت میں لانے سے قاصر ہیں۔وہ صرف ایک تعقلی وحدت کو فرض کرتے ہیں جسے وہ ایغو کا نام دیتے ہیں اور جس میں واردات نفس یوں جاگزیں ہوتی ہیں جیسے خلاء میں ہوں۔وہ شے کی تہہ تک یعنی ذات کی اصل ماہیت اور اس کی ہستی تک نہیں پہنچ پاتے۔''۹۰؎

☆☆☆☆☆

کتاب: ۷۷ — قائداعظم لائبریری لاہور

تین مسلمان فیلسوف

THREE MUSLIM SAGES

By

SYED HUSSAIN NASAR

مصنف: سید حسین نصر

مترجم: پروفیسر محمد منور

نفیس اکیڈمی کراچی، پاکستان، ۱۹۸۴ء

کل ابواب: ۳ (تین) معہ ذیلی ابواب

کل صفحات: ۲۵۱ (251)

موضوع:

اس کتاب میں مصنف حسین نصر نے تین مسلمان نمائندہ فلسفیوں ابن سینا، سہروردی اور ابن عربی کے مختصر سوانح، عہد، ان کے عہد کی مروجہ فکر اور ان کے افکار پر روشنی ڈالی ہے۔اس ضمن میں مترجم کی یہ بات اس کتاب کے موضوع کو واضح کردے گی اور مزید کسی وضاحت کی ضرورت پیش نہیں آئے گی:

> ''سید حسین نصر نے اس کتاب میں عالم اسلام کے تین اہم مفکروں کا تعارف کرایا ہے۔ابن سینا، شہاب الدین سہروردی (مقتول) اور ابن عربی۔یہ تعارف مختصر ہے مگر اس کے باوصف ہر سہ اکابر کے اساسی نظریات وعقائد اور علامات ورموز کو

سمجھنے میں خاصی مدد ملتی ہے ۔سید صاحب نے کمال یہ کیا ہے کہ ان تین بزرگوں کے اردگرد تقریباً سارے اہم مسلم فلاسفہ کے نقطہ ہائے نظر پر بڑی مہارت کے ساتھ ضمناً روشنی ڈال دی ہے ۔یوں گویا یہ ننھی سی کتاب پورے فلسفۂ اسلام کا جائزہ پیش کر دیتی ہے۔"[۱۱۰]

اسلامی روایت فکر کے تین اہم فلسفیوں کے افکار کی تفہیم اور اس میں اسلامی فکر کے بیان کے حوالے سے اردو کے فلسفیانہ ذخیرہ کتب کی یہ ایک اہم کتاب ہے ۔

زبان:

پروفیسر محمد منور کا شمار علوم اسلامیہ کے اہم اساتذہ اور علماء میں ہوتا ہے اس کے علاوہ یہ اردو زبان وادب پر بھی دسترس رکھتے تھے ۔اس لئے یہ کتاب موضوع کے ساتھ ساتھ زبان کے حوالے سے بھی اہم ہے ۔اس میں تین اہم مسلمان فلاسفہ کی فکر کو بیان کیا گیا ہے جو کافی پیچیدہ اور مشکل ہے لیکن پروفیسر صاحب نے اسے اردو کے قالب میں ڈھالتے ہوئے گنجلک تراکیب و اصطلاحات اور دور از کار الفاظ زیادہ استعمال نہیں کئے ۔اس کے برعکس مستعمل اور قدرے مانوس اور آسان اصطلاحات والفاظ استعمال کرتے ہوئے مشکل خیالات کو نسبتاً آسان زبان میں بیان کرنے کی کوشش کی ہے ۔چونکہ یہ ایک اعلیٰ پائے کی فلسفیانہ و علمی کتاب ہے اس لئے اسے بالکل ہی عام زبان میں بیان نہیں کیا جا سکتا تھا۔یہی وجہ ہے کہ اس میں علمی وقار اور تمکنت بھی ہے ۔ایک مختصر اقتباس درج کیا جارہا ہے:

"علم طبیعی کے مطالعہ کرتے ہوئے ابن سینا نے استدلال اور تفسیر کتب مقدس سے لے کر مشاہدہ و تجربہ تک علم کے ہر اس راستے پر اعتماد کیا جو آدمی کے روبرو کھل رہا ہو وہ خواہاں تھا کہ ان مختلف مصادر سے حاصل ہونے والی معرفت کو حقیقت کے ضمن میں اپنے عمومی اسلوب نظر میں سموے، وہ حقیقت جو کائنات یعنی عالم اکبر کو بھی اور آدمی یعنی عالم اصغر کو بھی اور خدا کو بھی محیط ہے۔"[۱۱۱]

☆☆☆☆☆

کتاب: ۷۸

قائداعظم لائبریری لاہور

روح اسلام

مصنف: سید امیر علی

مترجم: محمد ہادی حسین

ادارۂ ثقافت اسلامیہ لاہور، پاکستان، طبع ششم، ۱۹۸۸ء

کل ابواب: ۲۱ (اکیس)

THE SPIRIT OF ISLAM

By

SYED AMIR ALI

کل صفحات: ۷۲۴ (724)

موضوع:

یہ کتاب بنیادی طور پر اسلام کی ایک مختصر مگر جامع تاریخ ہے جس کا پہلا حصہ سیرۃ الرسولؐ پر مبنی ہے جبکہ دوسرے حصے

میں اسلام عقائد، مسلمانوں کے افکار، علمی کارناموں اور اس کی عمومی تاریخ کا بیان ہے۔ کتاب کے دیباچے میں مصنف سید امیر علی لکھتے ہیں:

''ذیل کے صفحات میں میں نے اس امر کی کوشش کی ہے کہ ایک عالمی مذہب کی حیثیت سے اسلام کی تاریخ پیش کروں اور یہ بیان کروں کہ وہ کتنی سرعت سے دنیا میں پھیلا اور اس نے کیونکر ایک قلیل مدت میں کروڑوں انسانوں کے ضمیروں اور ذہنوں پر ایک حیرت انگیز غلبہ حاصل کر لیا۔۔۔ میں نے اسلام کا جو تاریخی جائزہ پیش کیا ہے اس میں میری کوشش یہ رہی ہے کہ تاریخ ادیان میں اس کا جو حقیقی مقام ہے اسے واضح کروں۔ اسلام کی عقلی اساس اور اس کے مقاصد غائی کا جو مرقع میں نے کھینچا ہے وہ ہے تو بالکل سرسری، لیکن پھر بھی ممکن ہے کہ ایسے لوگوں کے لئے مفید ثابت ہو جو حال ہی میں واقع ہونے والے حادثۂ عظیمہ کی پیدا کی ہوئی کشمکشوں کے بعد کسی ایسے تعمیری نظام عقائد کی تلاش میں سرگرداں ہیں جو نفس انسانی کو قرار بخش سکے۔''[۲]

یہ کتاب محض اسلام کی تاریخ نہیں بلکہ عہد حاضر میں اسلام کی عظمت، حقانیت، اس کے عقائد و افکار کے دفاع کی زبردست کوشش ہے۔ اس کتاب کے کچھ پہلوؤں سے مختلف مکاتب فکر کے لوگوں کو سرسری اختلاف ہو سکتا ہے لیکن بحیثیت مجموعی مصنف کے اخلاص اور کوشش کو سراہا جاتا ہے۔

زبان:

اس کتاب کے مترجم محمد ہادی حسین اردو زبان و ادب کے منجھے ہوئے لوگوں میں سے ہیں۔ انہیں اردو کے ساتھ ساتھ انگریزی زبان و بیان پر دسترس حاصل ہے۔ اس لئے ادارۂ ثقافت اسلامیہ نے اس بلند پایہ کتاب کو ترجمہ کرنے کے لئے ان کا انتخاب کیا اور انہوں نے اپنے اس انتخاب کو صحیح ثابت کیا۔ انہوں نے اس کتاب کا ترجمہ فصیح، علمی، صاف اور براہ راست زبان کیا۔ علاوہ ازیں انہوں نے مصنف کے انگریزی اسلوب کی رفعت اور جمال کو بھی ترجمے میں ڈھالنے کی کوشش کی جبکہ ترجمے میں ایسا ہونا سو فیصد تو ممکن نہیں لیکن وہ کافی حد تک اس میں کامیاب ہوئے۔ یوں فلسفۂ اسلام، اسلامی علم الکلام اور اسلامی تاریخ سے متعلق یہ اہم کتاب اردو کے علمی ذخیرے میں ایک نمایاں مقام رکھتی ہے۔ زبان کے حوالے سے ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

''صوفیہ کا یہ دعویٰ ہے کہ انہیں نور باطن کے ذریعے خدا کا عرفان حاصل ہوتا ہے۔ مدعیان عقلیت کہتے ہیں کہ وہ عقل کے ذریعے خدا کو پہچانتے ہیں جو خود خدا کا عطیہ ہے۔ کیا قرآن انسان کی عقل اور سمجھ بوجھ سے بار بار یہ تقاضا نہیں کرتا کہ وہ خدا کی کائنات اور فطرت کے اسرار پر غور و فکر کرے؟ اگر قرآن عقل سے کام لینے کو بُرا سمجھتا تو وہ اپنے مخاطبوں کو بار بار یہ تلقین کیوں کرتا کہ وہ قدرت کے عجائبات پر نظر ڈالیں۔''[۳]

☆☆☆☆☆

کتاب: ۷۸

روحِ اسلام

مصنف: سید امیر علی

مترجم: محمد علی چراغ

نذیر سنز پبلشرز لاہور، پاکستان، س۔ن

کل ابواب: ۲۱ (اکیس)

THE SPIRIT OF ISLAM

By

SYED AMIR ALI

کل صفحات: ۳۶۷ (367)

موضوع:

اس کتاب کے موضوع کا جائزہ ہم محمد ہادی حسین کے ترجمے میں لے چکے ہیں۔

زبان:

کتاب کے مترجم محمد علی چراغ نے کتاب کو علمی، فصیح اور براہ راست زبان میں ترجمہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس ضمن میں انہوں نے اس بات کا بھی خیال رکھا ہے کہ انگریزی اسلوب کی دلکشی و شگفتگی اردو متن میں بھی برقرار رہے اور وہ اس میں کافی حد تک کامیاب بھی رہے ہیں۔ اس حوالے سے ایک مختصر اقتباس درج کرتے ہیں:

> ”امام احمد بن حنبل کے خیالات صفاتیہ مسلک سے ہم آہنگ تھے۔ اس لئے وہ فرماتے تھے کہ ’اللہ کی ذات کو جسمانی اور مادی آنکھوں سے بھی دیکھا جا سکتا ہے۔ انسان اپنی حیثیت میں مجبور محض ہے اس کا اپنے کسی عمل و فعل پر کوئی اختیار نہیں ہے۔‘ اس کے علاوہ انہوں نے گمراہ کن اور رجعت پسندانہ عقلیت پرستی کی بھی مخالفت کی۔“[۱۱۴]

☆☆☆☆☆

کتاب: ۷۹

برصغیر میں اسلامی جدیدیت (لاہور)

ہندوپاک میں اسلامی جدیدیت (دہلی)

مصنف: پروفیسر عزیز احمد

مترجم: ڈاکٹر جمیل جالبی

اشاعت پاکستان: ادارۂ ثقافت اسلامیہ لاہور، پاکستان طبع اول ۱۹۸۹ء

اشاعت ہندوستان: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس دہلی، ہندوستان، ۱۹۹۰ء

کل ابواب: ۱۶ (سولہ)

ISLAMIC MODERNISM IN INDIA AND PAKISTAN

By

AZIZ AHMAD

کل صفحات: ۴۰۴ (404)

موضوع:

یہ کتاب بنیادی طور پر برصغیر میں انگریزوں کی آمد اور ان کے تسلط کے بعد سے اسلامی فکر کے ارتقاء کی تاریخ ہے۔ برصغیر کے انگریزی تہذیب وتمدن سے رابطہ قائم ہونے سے منجمد اسلامی فکر میں حرکت پیدا ہوئی اور اس اتصال سے نئی فکر اور نظریات نے جنم لیا۔ پروفیسر عزیز احمد نے انہی افکار و نظریات کو اپنی انگریزی تصنیف میں بیان کیا جسے ڈاکٹر جمیل جالبی نے کمال حسن وخوبی سے اردو میں منتقل کیا ہے۔ پروفیسر عزیز احمد ''تمہید'' میں کتاب کے موضوع کے متعلق یوں رقمطراز ہیں:

> ''زیر نظر تالیف کا اولین مقصد یہ ہے کہ ۱۸۵۷ء سے آج تک، اسلامی ہند اور پاکستان کی مذہبی و سیاسی فکر سے متعلق جو امتیازی واقعات پیش آئے ہیں ان سے مغربی طالب علم کو روشناس کرایا جائے۔ مقصد جامع اور مفصل مطالعہ نہیں ہے۔ اسی لئے بیشتر مفکرین اور ان کی تصانیف پر فرداً فرداً روشنی ڈالی گئی ہے۔''[۵]

زبان:

اس کتاب کے مترجم اردو کے کہنہ مشق نقاد، محقق، مترجم اور دانشور جمیل جالبی ہیں۔ عزیز احمد کی یہ دونوں کتابیں محض ترجمہ نہیں ہیں بلکہ ان میں ڈاکٹر جالبی نے علمی وفلسفیانہ کتب کے تراجم کے لئے ایک اعلیٰ معیار قائم کیا ہے۔ اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ علمی کتب کا اسلوب کیسا ہونا چاہیے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کتاب کی زبان بظاہر خشک اور سپاٹ ہے لیکن اس میں قطعیت، روانی اور فصاحت و بلاغت ہے۔ دوسرے فلسفیانہ تراجم اور علمی کتب کے برعکس اس میں ادبیت کا فقدان ہے لیکن اس میں انہوں نے وہ طرز نگارش اختیار کیا ہے جو صحیح معنوں میں کسی علمی کتاب کا ہونا چاہیے۔ اس حوالے سے ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

> ''مسدس میں دور حاضر کے اسلام کی غفلت اور کاہلی کا عرب جاہلیت کے اس نکمے پن اور کاہلی سے موازنہ کیا ہے جس میں بربریت اور درندگی بھی شامل تھی۔ ایام جاہلیت کے عرب کی ایک ہی نسل کے دوران کایا پلٹ ہوگئی اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے ساتھ وہ آفاقی ثقافت کا گہوارہ بن گیا جنہوں نے کٹر اور انتہا پسند عرب ذہن پر خدا کی وحدانیت کا نقش مرتسم کردیا لیکن ساتھ ہی اپنی ذات کو مرتبۂ الوہیت تک پہنچا دیئے جانے کے خطرے سے محفوظ رکھنے کیلئے پورے حفاظتی اقدام بھی کر دیئے۔''[۶]

☆☆☆☆☆

کتاب: ۸۰

قائداعظم لائبریری لاہور

برصغیر میں اسلامی کلچر

STUDIES IN ISLAMIC CULTURE IN THE INDIAN ENVIRONMENT

By

AZIZ AHMAD

مصنف: پروفیسر عزیز احمد

مترجم: ڈاکٹر جمیل جالبی

ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور، پاکستان طبع اول، ۱۹۹۰ء

کل ابواب: ۱۶ (سولہ)

کل صفحات: ۴۶۴ (464)

موضوع:

جیسا کہ کتاب کے عنوان سے واضح ہے کہ اس میں پاک وہند یعنی برصغیر میں اسلامی تہذیب وثقافت کی تاریخ، ارتقاء، اثرات اور دیگر ثقافتوں، خصوصاً ہندو ثقافت، سے باہمی تعلق وانجذاب کے حوالے سے سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ یہ کتاب دو حصوں ا۔ مسلم ہندوستان کا اسلامی دنیا سے تعلق ۲۔ مسلم، ہندوستان اور ہندو، ہندوستان کا باہمی تعلق میں منقسم ہے اور یہ دونوں حصے مجموعی طور پر سولہ ابواب پر مشتمل ہیں۔ پہلے حصے میں چار اور دوسرے میں سولہ ابواب شامل ہیں۔ پہلے حصے کے چار ابواب میں مسلم ہندوستان کے اسلامی دنیا سے تعلقات پر بحث ہے جس خلافت اسلامیہ، منگولوں کی یلغار کے اثرات، سولہویں اور سترہویں صدی کے مسلم ہندوستان کے دارالاسلام سے تعلقات، اور اسلامی جدیدیت اور قومیت کے تصورات کے حوالے سے سرسید احمد خاں، جمال الدین افغانی، ابوالکلام آزاد اور علامہ اقبال کے نظریات وغیرہ شامل ہیں۔ دوسرے حصے کے سولہ ابواب میں داخلی طور پر برصغیر میں اسلامی تہذیب وثقافت کی تاریخ بیان کی گئی ہے۔ اس میں مسلمانوں کے ہندی تہذیب پر اثرات، اسلامی نظام حکومت میں ہندو عناصر، ہندو ثقافت سے متعلق مسلمانوں کی تحقیقات (البیرونی اور امیر خسرو کے حوالے سے) تصوف اور ہندو ویدانت، اتحاد مذاہب کی کاوشیں اور اس ضمن میں مختلف تحاریک، اکبر کی مذہبی اصطلاحات، اکبر کے خلاف نقشبندی ردعمل، اورنگ زیب اور دارالشکوہ کے معاملات، حضرت شاہ ولی اللہ کی تحریک، قرون وسطیٰ کے ادب، اردو ہندی زبانیں اور ان کا تنازعہ اور تقسیم ہند جیسے اہم امور پر بحث ہے۔ وہ طلبہ و قارئین جو برصغیر میں اسلام کی تہذیب وثقافت کا غیر جانبدارانہ و غیر متعصبانہ مطالعہ کرنا چاہتے ہیں ان کیلئے یہ کتاب بنیادی اہمیت کی حامل ہے۔

زبان:

اس کی زبان بھی علمی، شستہ، فصیح اور قطعی ہے۔ اس میں کہیں جھول نظر آتا ہے اور نہ ابہام۔ یہ براہ راست ہے اور مفہوم کی تفہیم میں مشکل پیش نہیں آتی۔ عام سطح کے علمی قارئین کے لئے بھی اس کے مفاہیم کا ابلاغ چنداں مشکل نہیں۔ اردو کی علمی کتب کی فہرست میں موضوع اور اسلوب دونوں حوالوں سے یہ ایک بنیادی اہمیت کی حامل کتاب ہے۔ ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

> ''توحید الٰہی اور فنا کے تصورات، سب سے پہلے نا قابل تو جیہہ طور پر ابو یزید بسطامی (وفات ۸۴۷ء) کے ہاں پائے جاتے ہیں جو نسلاً زرتشتی (مجوسی) تھے۔ ان کے متعلق کہا جاتا ہے کہ ان کے مآخذ اوپنشدی اور ویدانتی ہیں۔ (۳۴) یہ نظریات انہیں اپنے استاد ابوعلی سندی سے ملے تھے جو ایک پراسرار شخص تھے۔ عام طور یہ خیال کیا جاتا ہے کہ وہ سندھ کے باشندے تھے۔ لیکن قرین قیاس یہ ہے کہ وہ خراسان کے ایک قریہ سندام کے رہنے والے تھے جو بسطام سے بہت قریب تھا۔''[۱۱]

☆☆☆☆☆

کتاب: ۸۱

تاریخ فلسفۂ اسلام

مصنف: ڈی بوئر، ٹی۔ جے

مترجم: ڈاکٹر عابد حسین

اشاعت قدیم: ؟؟؟؟؟

اشاعت جدید: فکشن ہاؤس لاہور، پاکستان، ۲۰۰۰ء

کل ابواب: ۷(سات)

A HISTORY OF PHILOSOPHY IN ISLAM

By

DEBOER, T.J

کل صفحات: ۱۵۹(159)

موضوع:

یہ کتاب ہالینڈ کے ماہر اسلامی علوم ٹی۔ جے ڈی بوئر کی تصنیف ہے جس میں اسلامی فلسفہ اور علوم عقلیہ کی تاریخ بیان کی گئی ہے۔ اگر چہ یہ تصنیف عقائد و افکار و علوم اسلامیہ کی تاریخ کے تمام پہلوؤں کا احاطہ نہیں کرتی لیکن اس کے باوجود یہ اسلامی علوم اور فلسفہ کی مستند کتابوں میں سے ایک ہے۔ اس کے سات ابواب میں مصنف نے فلسفہ اسلامی کی نمود کے پس منظر، یونانی و مشرقی حکمت کے اثرات، فلسفہ و عربی علوم، صرف و نحو، علم الفرائض، علم العقائد، علم ادب اور تاریخ، فیثاغورسی فلسفہ، طبیعی فلسفہ، اخوان الصفا، کندی، فارابی، ابن مسکویہ، ابن سینا، ابن الہیثم، مشرق وسطیٰ میں فلسفے کا انحطاط، غزالی، قاموس نگار، اسلامی فلسفہ مغرب میں، ابن باجہ، ابن طفیل، ابن رشد، ابن خلدون اور عرب و مسیحی علم الکلام پر بحث کی ہے۔ اسلامی فلسفہ کی یہ مختصر اور منتخب تاریخ فلسفۂ اسلام کے پس منظر، اس کے اہم پہلوؤں اور اس کے ارتقاء و نمائندہ حکماء کے نظریات کو سمجھنے کے لئے بنیادی اور مستند ماخذوں میں سے ایک ہے۔

زبان:

اس کتاب کے مترجم ڈاکٹر سید عابد حسین کا شمار ان احباب و مفکرین میں ہوتا ہے جنہوں نے اردو زبان کو علمی فلسفیانہ زبان بنانے میں اہم اور بنیادی کردار ادا کیا۔ آپ نے انگریزی و دیگر زبانوں سے مشکل اور ادق موضوعات پر فلسفیانہ کتب کو انتہائی شستہ اور براہ راست انداز میں اردو زبان میں منتقل کیا۔ زیر جائزہ کتاب کی زبان فصیح، رواں اور براہِ راست ہے۔ اس میں ایک شکوہ اور تمکنت بھی ہے۔ فلسفیانہ تراجم کی روایت اور فلسفیانہ کتب کے ذخیرے میں موضوع اور زبان دونوں حوالوں سے ایک اہم ترین کتاب ہے۔ زبان کے حوالے سے ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

> ”عربی جیسی فصیح، پر معنی اور مشکل زبان نے شامیوں اور ایرانیوں کی تعلیمی زبان بن کر بہت سے نئے مسائل پیدا کر دیئے۔
> اول تو قرآن کے مطالعے، تجوید اور تفسیر کے لئے زبان پر عبور ضروری تھا۔ کفار کو یقین تھا کہ وہ کلام اللہ میں زبان کی غلطیاں دکھا سکتے ہیں۔ اس لئے جاہلیت کے اشعار اور بدویوں کے روزمرہ سے مثالیں جمع کی گئیں تاکہ قرآنی عبارت کی صحت

ثابت کی جائے اور اسی سلسلے میں زبان دانی کے عام اصولوں سے بھی بحث کی گئی ہے۔"۸۱؎

☆☆☆☆☆

کتاب: ۸۲

قائد اعظم لائبریری لاہور

تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ

RECONSTRUCTION OF RELIGIOIS THOUGHT IN ISLAM

By

ALLAMA MOHAMMAD IQBAL

مصنف: علامہ محمد اقبال

مترجم: سید نذیر نیازی

بزمِ اقبال لاہور، پاکستان، طبع پنجم ۲۰۰۰ء

کل ابواب: ۷ (سات)

کل صفحات: ۳۴۴ (344)

موضوع:

یہ کتاب مشہور فلسفی شاعر اور مفکر علامہ اقبال کے سات معروف انگریزی خطبات کے اردو ترجمے پر مبنی ہے۔ یہ خطبات بیسویں صدی میں اسلامی نشاۃ ثانیہ کے حوالے سے خالصتاً فلسفیانہ تناظر میں لکھے گئے۔ ان میں علامہ اقبال نے کچھ خالص اسلامی مسائل پر خالصتاً فلسفیانہ نقطہ نظر سے روشنی ڈالی ہے۔ علامہ اقبال اسلامی نشاۃ ثانیہ کے بہت بڑے داعی تھے۔ علامہ کے ان خطبات کا عہد وہ ہے جب پوری دنیا میں مسلمان سیاسی زوال کا شکار تھے۔ علمی طور پر پسماندہ اخلاقی حوالے سے پست اور معاشی طور پر بدحال تھے۔ پوری اسلامی دنیا انتشار کا شکار تھی۔ ایسے میں علامہ اقبال مسلمانوں میں ایک نئی مذہبی روح پھونک کر انہیں فکر و عمل کے ایک نئے راستے پر گامزن کرنا چاہتے تھے۔ یہ خطبات اسی سلسلے کی ایک کڑی تھے۔

علامہ نے یہ خطبات انگریزی میں لکھے لیکن علامہ کو اس بات کا شدید احساس تھا کہ ان خطبات کو جلد از جلد اردو کے قالب میں بھی ڈھالا جائے تا کہ وہ اردو دان طبقہ جو انگریزی زبان سے نابلد ہے وہ اس سے مستفید ہو سکے۔ یہی وجہ ہے کہ علامہ نے اپنی زندگی میں ہی اس کے ترجمے کا آغاز کروا دیا تھا اور سید نذیر نیازی سے یہ کام وہ اپنی نگرانی میں مکمل کروانا چاہتے تھے لیکن پہلے طویل بیماری اور پھر اختصارِ حیات نے انہیں یہ موقع نہ دیا۔ اور یہ ترجمہ جو وہ اپنی زندگی میں اپنی زیرِ نگرانی شائع کروانا چاہتے تھے وہ نہ صرف ان کی وفات بلکہ ان کے خواب کی تعبیر کی تکمیل یعنی قیامِ پاکستان کے بعد شائع ہوا۔ علامہ کے خطبات کا ترجمہ دیگر اکابرین نے بھی کیا ہے، جن ذکر ہم آئندہ صفحات میں کریں، لیکن سید نذیر نیازی کے ترجمے کو نہ صرف اولیت کا اعزاز حاصل ہے بلکہ اس حوالے سے کام علامہ اقبال کی زندگی میں ہی شروع ہو گیا تھا جس میں علامہ کے مشورے اور آراء بھی شامل تھیں۔ اس ترجمے کا عنوان "تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ" اقبال ہی کا تجویز کردہ ہے۔ خطبات کے موضوع کے حوالے سے میں اپنے آپ کو اس قابل اور اہل نہیں سمجھتا اس لئے مترجم سید نذیر نیازی کے اس اقتباس کو نقل کروں گا جو "مقدمہ" سے ماخوذ ہے۔

"خطبات کا مدار بحث ہستی باری تعالیٰ ہی کا اثبات ہے اور وہی اس ساری محنت اور کاوش کا حاصل ہے۔ مگر الٰہیات یا کلام کے ایک مسئلے کی حیثیت سے نہیں جیسا کہ عام طور پر سمجھا جاتا ہے، بلکہ حقیقت کی اس مابعد الطبیعی جستجو کے ماتحت جس میں

عقلی تقاضے کی تسکین کے ساتھ ساتھ ان مسائل کا حل بھی ضروری ہو جاتا ہے جن کا تعلق انسان اور کائنات سے ہے اور جو ہمارے مابعد الطبیعی غور و فکر کا ویسا ہی جزو ہیں جیسے حقیقت مطلقہ کے ادراک اور ماہیت کی بحث۔ حاصل کلام یہ کہ خطبات کی نوعیت سرتاسر علمی اور فلسفیانہ ہے۔۔۔

۔۔۔پھر اس نقطۂ نظر کا سمجھ لینا اس لئے بھی ضروری ہے کہ خطبات میں وہ مسئلہ جو الٰہیات کا موضوع ہے عقلی اور مذہبی۔۔۔ بلکہ یوں کہنا چاہیے "حیاتی"۔۔۔ دونوں پہلوؤں سے زیر بحث آ گیا ہے۔ ان کی ابتداء اگر اس سوال سے ہوتی ہے کہ عقل محض کی رسائی کیا حقیقت مطلقہ تک ممکن ہے تو انتہا اس پر کہ عقل و فکر کے علاوہ بعض اور تقاضے بھی ہیں جن کی بنا پر ہم مجبور ہیں کہ اس مسئلے کا جو مابعد الطبیعات کے سامنے ہے از روئے علم کوئی حل تلاش کریں اور جس سے ان خطبات میں از اول تا آخر ایک منطقی ترتیب قائم ہو گئی ہے۔ منطقی اس لئے کہ ایک ہی موضوع ہے جو اصولاً عقلی اور مذہبی۔۔۔ یا جیسا کہ ہم نے کہا تھا "حیاتی" اور اس لئے "اسلامی"۔" [۱۱۹]

زبان:

سید نذیر نیازی نے کتاب ہذا کے مقدمے میں یہ بات لکھی ہے کہ ترجمے کے حوالے سے علامہ نے بہت سی ہدایات دی تھیں جن میں ایک ہدایت یہ بھی تھی کہ:

"جو حضرات انگریزی زبان سے ناواقف یا جدید فلسفہ سے ناآشنا ہیں انہیں خطبات کا مطلب سمجھنے میں دشواری نہیں ہونی چاہیے۔" [۱۲۰]

خطبات کے ترجمے کے مطالعے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ مترجم نے اس ہدایت پر عمل کرنے کی کماحقہ کوشش کی اور وہ اس میں بہت حد تک کامیاب بھی رہے۔ اس لئے ہم یہ کہہ سکتے کہ اردو زبان و ادب اور علمی ذوق رکھنے والا قاری بھی اس کے مطالعے سے اس کے مفاہیم و مطالب کو سمجھ سکتا ہے۔ جہاں جہاں خیال اور مضمون صاف ہے وہاں وہاں زبان رواں اور براہ راست ہے لیکن مشکل و ادق مسائل پر بھی زبان اتنی دقیق نہیں۔ علاوہ ازیں اس میں ایک فلسفیانہ وقار اور تمکنت بھی ہے جو اعلیٰ فلسفیانہ کتب کا امتیاز اور شان ہوتی ہے۔ ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

"دراصل علم کی جستجو جس رنگ میں بھی کی جائے عبادت ہی کی ایک شکل ہے اور اس لئے فطرت کا علمی مشاہدہ بھی کچھ ویسا ہی عمل ہے جیسے حقیقت کی طلب میں صوفی کا سلوک و عرفان کی منزلیں طے کرنا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ بحالت موجودہ اس کی نگاہیں گامِ آہو پر ہیں لہٰذا اس کا جادہ طلب بھی محدود ہے لیکن اس کی تشنگی علم اسے بہت جلد اس مقام پر لے جائے گی، جہاں گامِ آہو کی بجائے نافِ آہو اس کی رہبری کرے گا۔" [۱۲۱]

☆☆☆☆☆

کتاب: ۸۲

کتب خانہ مجلس ترقی ادب لاہور

اسلامی فکر کی نئی تشکیل

مصنف: علامہ محمد اقبال
مترجم: شہزاد احمد
مکتبہ خلیل لاہور، پاکستان، ۲۰۰۵ء

RECONSTRUCTION OF RELIGIOUS THOUGHT IN ISLAM

By

IQBAL

کل ابواب: ۷(سات) | **کل صفحات:** ۲۳۱(231)

موضوع:

یہ کتاب برصغیر کے عظیم مفکر علامہ محمد اقبال کے مشہور زمانہ خطبات (The Reconstruction of Religious Thought in Islam) کا اردو قالب ہے۔فلسفۂ اقبال میں یہ کتاب کلیدی حیثیت رکھتی ہے بلکہ بعض ماہرین اقبال نزدیک اقبال کا مرتب و منظم نظامِ فکر ''خطبات'' ہی سے سامنے آتا ہے نہ کہ شاعری سے۔خطبات کی فہرست دی جاتی ہے۔ان خطبات کے موضوع کا تفصیلی جائزہ ہم سید نذیر نیازی کے ترجمے میں پیش کر چکے ہیں:

پہلا خطبہ: علم اور مذہبی واردات

دوسرا خطبہ: مذہبی واردات کے انکشافات کی فلسفیانہ پرکھ

تیسرا خطبہ: خدا کا تصور اور دعا کا مفہوم

چوتھا خطبہ: خودی—اس کی آزادی اور بقاء

پانچواں خطبہ: اسلامی ثقافت کی روح

چھٹا خطبہ: اسلام کی ساخت میں حرکت کا اصول

ساتواں خطبہ: کیا مذہب ممکن ہے؟

زبان:

شہزاد احمد کا شمار عہد حاضر کے جدید اور منفرد لہجے کے شاعروں میں ہوتا ہے۔آپ بنیادی طور پر ''نفسیات'' کے آدمی ہیں لیکن فلسفہ سے بھی اپ کو خاص شغف ہے اور اقبال سے تو آپ کا روحانی تعلق بھی ہے۔''خطبات'' اقبال کا پہلا اردو ترجمہ سید نذیر نیازی نے کیا جس کے کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں لیکن ایک تو وہ ترجمہ ہوئے کافی عرصہ گزر گیا اور پھر اس کی زبان بھی قدرے مشکل ہے۔شہزاد احمد کے نزدیک ''خطبات'' کو دوبارہ ترجمہ کرنے کا مقصد یہ تھا کہ علامہ اقبال کے خطبات میں بیان کردہ افکار کو عام فہم اور براہ راست انداز میں بیان کیا جائے تا کہ زیادہ سے زیادہ لوگ اسے سمجھ سکیں۔اس ضمن میں انہوں نے دقیق اور دوراز کار اصطلاحات استعمال کرنے کے بجائے مفہوم کو براہِ راست انداز میں اس طرح بیان کیا ہے کہ اصل مفہوم ادا ہو جائے۔زبان کے حوالے سے ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

> ''خیر وشر اگر چہ ایک دوسرے کی ضد ہیں مگر وہ ایک ہی کل کا حصہ ہیں۔کوئی ایسی شے نہیں ہوتی جسے الگ تھلگ حقیقت کہا جا سکے۔حقیقتیں منظم کل ہوتی ہیں جس کے عناصر کو ایک دوسرے کے باہمی حوالے سے ہی سمجھا جا سکتا ہے۔منطقی فیصلوں میں حقیقت کے عناصر کو الگ الگ کیا جا سکتا ہے، مگر ایسا کرنے سے بھی یہی کھلتا ہے کہ وہ ایک دوسرے پر انحصار کرتے ہیں۔''[۱۲۲]

☆☆☆☆☆

کتاب: ۸۳

اللہ کی نشانیاں

مصنف: ہارون یحییٰ
مترجم: ڈاکٹر تصدق حسین راجا
ادارہ اسلامیات لاہور، پاکستان، طبع اول، ۲۰۰۰ء

ALLAH IS KNOWN THROUGH REASON
By
HAROON YAHYA

کل ابواب: ۲ (دو)
کل صفحات: ۲۴۰ (240)

موضوع:

اس کتاب میں مصنف نے مختلف مظاہر فطرت، کچھ واقعات، جدید سائنسی تحقیقات اور انکشافات پر غور و فکر کر کے قرآن کی حقانیت اور اسلام کے دین برحق ہونے کی عقلی و سائنسی توجیہات پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس کتاب کے دو حصے ہیں جنہیں ہم دو ابواب بھی کہہ سکتے ہیں۔ ۱۔ حقیقت تخلیق: سائنسی ثبوت کی روشنی میں ۲۔ وہ لوگ جو تخلیق کی حقیقت کو سمجھنے کی اہلیت نہیں رکھتے۔ ان دونوں ابواب میں عدم سے وجود تک، اللہ کی ربوبیت کی تصدیق سائنسی انکشافات کے ذریعے، قرآنی معجزات اور سائنسی نظریہ ارتقاء، متشکک فلسفے، عالم آخرت، مادہ، اضافیت اور مسئلہ تقدیر پر عقلی اور سائنسی غور و فکر کر کے وجودِ باری تعالیٰ کے اثبات اور دین اسلام کے برحق ہونے پر حجت قائم کی گئی ہے۔ ہم اسے جدید ترین اسلامی علم کلام کی کتاب قرار دے سکتے ہیں۔

زبان:

اس کتاب کی زبان غیر مبہم، براہِ راست اور خالص علمی زبان ہے۔ اس میں جدید سائنسی علوم کی روشنی میں قرآن حکیم کے دلائل کے ساتھ اسلام کی حقانیت کو ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس لئے اس کا اسلوب بھی قطعی اور صاف ہے تا کہ کسی قسم کا ابہام نہ رہے۔ جدید علمی و فکری مسائل کے بیان کے حوالے سے اس کی زبان بہت اہم ہے۔ ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

> ”علمِ ارضیات کے مطابق پہاڑ ان بڑی بڑی پلیٹ نما چٹانوں کے آپس میں ٹکرانے اور ان کی حرکت کے نتیجے میں وجود میں آئے جن سے سطح زمین بنی تھی۔ یہ اس قدر بڑی ہیں کہ ان کے اندر تمام براعظم سما گئے ہیں۔ جب یہ دونوں پلیٹ نما چٹانیں باہم ٹکراتی ہیں تو عموماً ایک دوسری کے نیچے پھسل کر چلی جاتی ہیں۔“ ۱۲۴

☆☆☆☆☆

کتاب: ۸۴

دنیا اور اس کی حقیقت

مصنف: ہارون یحییٰ
مترجم: ڈاکٹر تصدق حسین راجا
ادارۂ اسلامیات لاہور، پاکستان، طبع اول، ۲۰۰۲ء

THE TRUTH OF THE LIFE OF THIS WORLD
By
HAROON YAHYA

کل ابواب: ۹ (نو) | **کل صفحات:** ۲۶۴ (264)

موضوع:

اس کتاب کے متعلق مصنف اس کے ''تعارف'' میں لکھتے ہیں:

''ہمارا ایمان یہ ہے کہ دنیا کی زندگی کی حقیقت اصل انسانی زندگی کی نوعیت کے بارے میں وضاحت پیش کرتی ہے۔یہ زندگی مختصر اور پرفریب زندگی ہے،جس میں دنیاوی آرزوئیں بڑی دلکش اور خوش آئند نظر آتی ہیں جبکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔یہ کتاب آپ کو زندگی اور اس کی تمام حقیقتوں کے سمجھنے میں مدد دے گی اور اگر آپ ایسا چاہتے ہیں تو یہ مقاصد زندگی پر از سر نو غور کرنے میں بھی معاون ثابت ہوگی۔''[۱۲۴]

یہ کتاب بنیادی طور پر اس دنیا کی کم مائیگی اور زندگی کی بے ثباتی سے بحث کرتی ہے۔یہ فلسفۂ زندگی کے اس آفاقی پہلو پر روشنی ڈالتی ہے کہ فنا مادی زندگی اور دنیا کا مقدر ہے۔ہزاروں سال پہلے کی شاندار انسانی تہذیبوں کے آثار،مطلق العنان شہنشاہوں کے مقابر،قدرتی آفات کی تباہ کاریوں کے نشان اور جغرافیائی تبدیلیوں کی علامات اس حقیقت کا منہ بولتا ثبوت ہیں کہ تغیر اور فنا ہی اس کا اصل الاصول ہے۔اس حقیقت کو مصنف نے قرآن پاک کے تناظر میں بیان کیا ہے۔اس ضمن میں مصنف نے تاریخ انسانی کی چند قدیم اور جدید انمٹ مثالیں پیش کی ہیں نیز بہت سی تصویریں بھی بطور مثال و عبرت دکھائی ہیں۔

زبان:

یہ کتاب خالص فلسفے کے ذیل میں نہیں آتی،اس کا مقصد تحریر بھی عوام سے خطاب ہے۔اس لئے اس میں نہ تو مشکل اصطلاحات و تراکیب ہیں اور نہ ہی پیچیدہ خیالات۔ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس کی زبان،سادہ،صاف اور عام فہم ہے لیکن اس کے باوجود اس میں علمی وقار و تمکنت بھی ہے۔باعتبار زبان و فکر یہ اردو زبان کی جدید علمی و فلسفیانہ کتب میں اچھا اضافہ کرتی ہے۔ زبان کے حوالے سے ایک مثال پیش ہے:

''جب آبی بخارات ایک خاص درجہ حرارت پر پہنچتے ہیں تو بارش برستی ہے۔اسی قسم کا سبب یا علت موت کے وقت بھی سامنے آتی ہے۔حادثات یا بیماری،انسان کیوں مرجاتا ہے،حادثات کیوں پیش آتے ہیں،بیماریاں کیوں آتی ہیں؟''[۱۲۵]

☆☆☆☆☆

کتاب: ۸۵ | قائد اعظم لائبریری لاہور

کائنات،نظریہ وقت اور تقدیر

TIMELESSNESS AND THE REALITY OF FATE

By

HAROON YAHYA

مصنف: ہارون یحییٰ

مترجم: ارشد علی رازی

ادارۂ اسلامیات لاہور،پاکستان،۲۰۰۲ء

کل ابواب: ۴ (چار) | **کل صفحات:** ۱۰۸ (108)

موضوع:

یہ کتاب عصر حاضر کے نامور مسلم سکالر ہارون یحییٰ کی معروف کتاب کا اردو ترجمہ ہے۔میرے ذاتی نقطہ نظر کے مطابق یہ جدید علم الکلام کی کتاب ہے جس میں فاضل مصنف نے مادیت پرستوں کے کائنات، وقت اور مادے سے متعلق نظریات کا عقلی جواب دیا ہے۔اس حوالے سے کتاب کے بیک فلیپ پر درج یہ تحریر بہت اہم ہے اور کتاب کے موضوع کو سمجھنے کیلئے بہت مفید بھی:

''عدم وجود سے مادہ اور وقت کس طرح وجود میں آ گیا؟

کائنات کی تخلیق اور آغاز سے متعلق بگ بینگ تھیوری کیا ثابت کرتی ہے؟

صدیوں پر مشتمل وقت کا ایک ٹکڑا کیسے کسی اور جہان، کسی اور جہت میں محض ایک لمحہ ہو جاتا ہے؟

قرآنی آیات اور آئن سٹائن کے نظریہ اضافت میں کس طرح مطابقت پائی جاتی ہے؟

یہ اور اس طرح کے تمام سوالات کا جواب اس کتاب میں ملے گا، جہاں یہ معلوم ہوتا ہے کہ مادہ اور وقت مکمل حقیقتیں، حتمی سچائیاں نہیں ہیں بلکہ محض ادراکات ہیں۔

یہ توہم کا کارخانہ ہے
یاں وہی ہے جو اعتبار کیا

اگر آپ خلاء، مادے، وقت اور تقدیر کے بارے میں جاننا چاہتے ہیں تو یہ کتاب آپ کو ان دنیاؤں میں لے جائے گی۔''[۱۲۶]

زبان:

یہ کتاب فلسفہ کے کچھ سوالوں کا مذہبی نقطہ نظر سے جواب دینے کی غرض سے لکھی گئی اس لئے اس میں کچھ فلسفیانہ اصطلاحات بھی ہیں لیکن اس کے باوجود اس کی زبان صاف اور رواں ہونے کے ساتھ ساتھ اتنی عام فہم ہے کہ قاری کو اس کے مفاہیم سمجھنے میں قطعاً دشواری پیش نہیں آتی۔ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

''ارتقاء پسندوں کے پاس اس سوال کا کوئی جواب نہیں کہ زمین اچانک مختلف انواع کے جانوروں سے کس طرح بھر گئی۔وہ اس سوال کا جواب دینے کے لئے کیمبرین عہد سے بیس ملین سال پہلے ایک فرضی عہد کا موجود ہونا فرض کر لیتے ہیں جس میں زندگی کے یکا یک بمعہ اپنے تنوع کے وجود میں آنے کا واقعہ رونما ہوا۔اس عہد کو یہ ماہرین ارتقائی خلیج کا نام دیتے ہیں۔لیکن ایسے کسی عہد کے موجود ہونے کی کوئی شہادت نہیں ملتی اور ان کا یہ فرضی عہد آج تک قیاس آرائی کی دھند میں لپٹا ہوا ہے۔''[۱۲۷]

❁❁❁❁❁

باب دوم

(ج) مشرقی فلسفہ (ایرانی، ہندی، چینی) سے متعلق انگریزی کتب کے تراجم

کتاب: ۸۶

جی۔سی یونیورسٹی لائبریری لاہور

فلسفۂ عجم

مصنف: علامہ محمد اقبال

مترجم: میر حسن الدین

اشاعت قدیم: ۱۹۳۶ء

اشاعت جدید: نفیس اکیڈمی کراچی، پاکستان، ۱۹۸۴ء

کل ابواب: ۶ (چھ)

THE DEVELOPMENT OF METAPHYSICS IN PURSSIA

By

ALLAMA M. IQBAL

کل صفحات: ۱۸۳ (183)

موضوع:

یہ کتاب دراصل علامہ اقبال کے پی ایچ۔ڈی کے تحقیقی مقالے ''The Development of Metaphysics in Purssia'' کا اردو ترجمہ ہے جو پہلی مرتبہ ۱۹۳۶ء میں 'فلسفۂ عجم' کے نام سے منصۂ شہود پر آیا اور اس کو میر حسن الدین نے اردو زبان کے قالب میں ڈھالا۔ اس کتاب کے موضوع کے حوالے سے مترجم ''دیباچہ'' میں یوں لکھتے ہیں:

> ''فرد کی طرح ہر قوم کے قالب میں بھی ایک مخصوص روح موجود رہتی ہے۔ اس کی ایک خاص سیرت اور خاص طبیعت ہوتی ہے۔ علامہ اقبال نے ایرانی قوم کی مخصوص روح اور اس کی خاص سیرت کو اس کتاب میں منکشف کیا ہے، جیسا کہ علامہ موصوف نے تمہید میں فرمایا ہے۔ اس کتاب میں دو امور سے بحث کی گئی ہے۔
>
> الف۔ میں نے ایرانی تفکر کا منطقی سراغ لگانے کی کوشش کی ہے اور اس کو میں نے فلسفۂ جدید کی زبان میں پیش کیا ہے۔
>
> ب۔ تصوف کے موضوع پر میں نے زیادہ سائنٹفک طریقے سے بحث کی ہے اور ان ذہنی حالات و شرائط کو منظر عام پر لانے کی کوشش کی ہے جو اس قسم کے واقعے کو معرض ظہور میں لے آتے ہیں لہٰذا اس خیال کے برخلاف جو عام طور پر تسلیم کیا جاتا ہے۔ میں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ تصوف ان مختلف عقلی و اخلاقی قوتوں کے باہمی عمل واثر کا لازمی نتیجہ ہے جو ایک خوابیدہ روح کو بیدار کر کے زندگی کے اعلیٰ ترین نصب العین کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔''[۱۲۸]

مختصراً ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ کتاب نہ صرف قبل از اسلام بلکہ قبل از مسیح کے زرتشت سے لے کر انیسویں صدی تک کی ایرانی مابعد الطبیعات کی مختصر تاریخ ہے۔

زبان:

یہ کتاب مشکل، دقیق، دور از کار، ثقیل الفاظ و تراکیب اور اصطلاحات سے بھرپور ہے۔ یہ کتاب علامہ اقبال نے خالصتاً فلسفہ کی زبان میں تحریر کی جسے وہ خود 'فلسفۂ جدید کی زبان'' کہتے ہیں۔ یہ خاصی مشکل اور ادق انگریزی زبان لکھی گئی۔ مترجم نے اسے اردو زبان میں منتقل کرتے ہوئے زبان کے اس فلسفیانہ شکوہ کو قائم رکھنے کی کوشش کی جو اصل کتاب میں علامہ نے قائم کیا۔ کسی بھی مترجم کیلئے یہ ممکن نہیں ہوتا کہ وہ اصل کتاب کے زبان و بیان کے خوبصورت پیرایۂ اظہار کو ترجمے میں مکمل طور پر

سمو سکے۔جیسا کہ ہم پہلے بھی کئی جگہوں پر ذکر کر آئے ہیں کہ خالص فلسفہ کی زبان کا مشکل ہونا ناگزیر ہوتا ہے لیکن کچھ مقامات پر اتنی مشکل ہو جاتی ہے کہ مفہوم بھاری بھر کم الفاظ اور اصطلاحات کے نیچے دب جاتا ہے۔لیکن ایسا اس کتاب میں نہیں ہے۔اگر قاری ذرا غور اور توجہ سے مطالعہ کرے اور چند بنیادی اصطلاحات سے واقف ہو تو اس کی زبان بخوبی سمجھ آ جاتی ہے۔بحیثیت مجموعی ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ موضوع زبان کے حوالے سے کتاب اردو کی فلسفیانہ کتب میں ایک نمایاں اہمیت کی حامل کتاب ہے۔ ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

> ''ہر ہستی ممکن کیلئے ایک علت کی ضرورت ہے تا کہ اس کے وجود کی توجیہ ہو سکے۔کائنات ممکن ہے اسی لئے اس کی ایک علت ہونی چاہیے اور یہ علت خدا ہے۔انہوں نے مندرجہ ذیل طریقے سے یہ ثابت کیا کہ کائنات ممکن ہے کائنات میں جو کچھ موجود ہے وہ یا تو جوہر ہے یا عرض۔''۱۲۹

☆☆☆☆☆

کتاب: ۸۷

کتب خانہ مجلس ترقی ادب لاہور

اصول فلسفہ ہنود

مصنف: سری نیواسا اینگار، پی۔ٹی

مترجم: مولوی احسان احمد

دارالطبع جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن، ہندوستان، ۱۹۳۲ء

کل ابواب: ۳ (تین)

OUTLINES OF INDIAN PHILOSOPHY

By

ENGAR SIRINIVASA P.T

کل صفحات: ۲۱۳ (213)

موضوع:

اس کتاب میں فلسفہ ہندومت کی بنیادی خصوصیات کو مختصر مگر جامع انداز میں بیان کیا گیا ہے۔یہ کل تین ابواب پر مشتمل ہے۔ا۔وہ تصورات جو ہندوستان کے تمام فلسفیانہ مذاہب میں عام ہیں۔۲۔مابعد الطبیعات۔۳۔عمل کائنات۔ پہلے باب میں ہندوستان کے تمام فلسفیانہ مکاتب کے تصورات میں پائی جانے والی تعمیم اور موافقت کو بیان کیا گیا ہے۔اس کے علاوہ ہندی فلسفے کے قدیم ترین تصورات اور ان کے مصادر و منابع پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔علاوہ ازیں آتما، اوتار، انسانی شعور، ذہنی زندگی، پانچوں آلات حس، تاریخ عالم، سمسارہ، مکشہ پر بھی بحث ہے۔دوسرے باب میں ہندو فلسفہ کے مابعد الطبیعاتی پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے جن میں ہندو فلسفہ کے بعض بنیادی موضوعات بھی زیر بحث آ گئے ہیں۔تیسرے باب میں کائنات کے متعلق ہندو فلسفہ کے بنیادی تصورات کو واضح کیا گیا ہے۔بحیثیت مجموعی ہندی فلسفہ کے بنیادی تصورات کو سمجھنے کے لئے یہ کلیدی اہمیت کی حامل ایک کتاب ہے۔

زبان:

اس کتاب کی زبان آسان فہم اور براہ راست ہے۔ہندی اصطلاحات کے علاوہ عبارت میں کوئی خاص پیچیدگی نہیں کہ

مفہوم سمجھ میں نہ آئے۔ زبان میں کہیں کہیں عربی و فارسی رنگ بھی نمایاں ہے وجہ اس کی یہ ہوسکتی ہے کہ مولوی احسان احمد اردو اور انگریزی زبان کے ساتھ ساتھ عربی و فارسی زبان و بیان پر بھی دسترس رکھتے تھے۔ بحیثیت مجموعی ایک مشکل فلسفیانہ موضوع کو ممکن حد تک قریب الفہم اور رواں اردو میں بیان کرنے کی کوشش ایک ایسے دور میں کی گئی جب اردو میں علمی و فلسفیانہ نثر کی روایت اتنی مستحکم اور وسیع نہیں تھی۔ موضوع اور اسلوب دونوں حوالوں سے یہ کتاب بہت اہمیت کی حامل ہے۔ زبان کے حوالے سے ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

> ''۔۔۔ہندو کے نزدیک فلسفہ محض ایک مجموعہ آراء ہی نہیں جس پر کہ یقین و اعتقاد رکھا جائے بلکہ اس کے نزدیک یہ ایک طرح کا اصول زندگی ہے جس کے مطابق انسان کو اپنی زندگی گزارنی چاہیے۔ ایک طرح کی تربیت ہے جس کو اس حالت تک پہنچنے کے لئے حاصل کرنا چاہیے جس کا آغاز قفس عنصری کی قید سے رہا ہونے کے بعد ہوتا ہے۔ لہٰذا ان مذاہب کے متعلق یہ کہنا بے انصافی ہے کہ یہ محض مجموعہ نظریات ہیں اور ان کو عمل و تربیت سے کوئی تعلق نہیں۔''۱۳۰

☆☆☆☆☆

کتاب: ۸۸ | لمز یونیورسٹی (خالد اسحٰق کولیکشن) لاہور

تاریخ ہندی فلسفہ (جلد اول)

مصنف: داس گپتا، ایس۔این

مترجم: رائے شیو موہن لال ماتھر

دار الطبع جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن، ہندوستان، ۱۹۴۵ء

کل ابواب: ۱۰ (دس) (۱ تا ۱۰)

A HISTORY OF INDIAN PHILOSOPHY (5volumes)

By

DAS GUPTA S.N

کل صفحات: ۷۰۷ (707)

موضوع:

جیسا کہ کتاب کے عنوان (تاریخ ہندی فلسفہ) سے ظاہر ہے کہ اس میں ہندوستانی فلسفہ کی مفصل تاریخ بیان کی گئی ہے۔ اصل کتاب انگریزی میں لکھی گئی ہے جو پانچ جلدوں پر مشتمل ہے جس کے کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ اس کتاب میں قدیم ہندی فکر و فلسفہ کو واضح اور احسن طریقے سے پیش کرنے کی کوشش کی گئی۔ کتاب کی پہلی جلد دس ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلے باب ''تمہید'' میں کتاب سنسکرت اور اس کے اصطلاحی و لسانی مسائل پر مختصر اً بحث کی گئی ہے جبکہ بقیہ ابواب میں وید، برہم، اپنشد، بودھ، جین، کپل، پاتنجل، سانکھیہ، ویشیشک، میماسا اور شنکر یہ فلسفہ کی تاریخ نظریات اور افکار بیان کئے گئے ہیں۔ ہندی فلسفے کو سمجھنے کیلئے یہ اردو کی اہم ترین کتابوں میں سے ایک ہے۔

زبان:

موضوع کے ساتھ زبان کے حوالے سے بھی یہ کتاب بہت اہم ہے۔ جسے رائے شیو موہن لال ماتھر نے اردو کے قالب میں

ڈھالا ہے۔اس کتاب کے اردو ترجمے سے یہ فائدہ ہوا کہ ہندی فلسفے سے متعلق تمام قدیم نظریات اور سنسکرت، پالی اور پراکرت کی بہت سی فلسفیانہ اصطلاحیں اردو ہجے میں منتقل ہو گئیں۔یوں نہ صرف فکری بلکہ لسانی حوالے سے بھی اردو کے دامن کو بہت وسعت ملی۔قدیم ہندی فلسفہ بہت پیچیدہ و دقیق ہے اس لئے ترجمہ کا مشکل ہونا بھی ایک فطری امر ہے۔لیکن اگر کچھ ہندی اصطلاحات تراکیب اور الفاظ سے شناسائی ہو جائے تو اس کے مفہوم کا ابلاغ مشکل نہیں۔بہرحال اس کتاب کی زبان سے اردو کو بہت فائدہ ہوا اور یہ بات بھی ثابت ہوگئی کہ اردو دنیا کی کسی بھی قدیم،اعلیٰ علمی زبان کے فکری و فلسفیانہ سرمائے کو اپنے اندر سمو سکتی ہے۔

> ’’رگ وید میں یوگ کا لفظ بہت سے معنوں میں آیا ہے مثلاً جوا رکھنا، زین کسنا، جو چیزیں حاصل نہیں ان کا حاصل کرنا، اتصال و مثل ذالک، جوتنے کے معنی میں اس قدر کثرت سے نہیں آیا ہے۔جتنا دوسرے معنوں میں آیا ہے یہ صحیح ہے کہ رگ وید میں یہ لفظ اسی معنی میں اور متاخر وید کی تصانیف میں استعمال ہوا ہے۔‘‘[۱۳۱]

کتاب: ۸۸ | لمز یونیورسٹی (خالد اسحٰق کولیکشن) لاہور

تاریخ ہندی فلسفہ (جلد دوم)

مصنف: داس گپتا، ایس۔این

مترجم: رائے شیو موہن لال ماتھر

دارالطبع جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن، ہندوستان، ۱۹۴۵ء

کل ابواب: ۴ (چار) (۱۱ تا ۱۴)

A HISTORY OF INDIAN PHILOSOPHY

By

DAS GUPTA S.N

کل صفحات: ۷۱۰ (710)

موضوع:

اس دوسری جلد میں کل چار ابواب (۱۱ تا ۱۵) شامل ہیں۔جن میں مجموعی طور پر شنکر، ویدانت، قدیم ہندوؤں کے طبی افکار، لوگ واسشٹھ بھگوت گیتا پر مباحث شامل ہیں۔

زبان:

اس کتاب کی زبان کی خاص بات یہ بھی ہے کہ اس میں عربی و فارسی اور ہندی و سنسکرت اصطلاحات، تراکیب اور الفاظ کو باہم ملا کر استعمال کیا گیا ہے گویا یہ عربی، فارسی، اردو، سنسکرت، پالی، پراکرت کا باہمی امتزاج ہے۔زبان کے متعلق اقتباس کے نیچے درج ہیں:

> ’’اس نظام کی رو سے ایک شخص کی بقید حیات یا بعد موت دونوں صورتوں میں نجات حاصل ہو سکتی ہے۔اول الذکر صورت میں وہ سدیہہ مکتتا یا جیون مکتتا کہلاتی ہے۔جیون مکت حالت وہ ہے جس میں تمام خواہشات (آپ گیتی شبھہ) کو رشی فنا کر چکا ہوتا ہے۔گویا وہ گہری نیند (سوپشت وت) کی حالت میں ہو وہ مکمل ہوتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ کوئی چیز موجود نہیں ہے۔وہ ہمیشہ باطنی آنکھ سے دیکھتا ہے اگر چہ وہ تمام چیزوں کو اپنی خارجی آنکھ سے دیکھ رہا ہو وہ اپنے اعضا سے جو طرف کام لیتا ہے۔وہ آئندہ کا منتظر نہیں ہے نہ اس کو حال کی فکر ہے نہ ماضی کی یاد ہے۔وہ سوتے ہوئے جاگتا ہے اور جاگتے ہوئے سوتا ہے۔‘‘[۱۳۲]

کتاب: ۸۸

تاریخ ہندی فلسفہ (جلد سوم)

مصنف: داس گپتا ایس۔این
مترجم: رائے شیو موہن لال ماتھر
دارالطبع جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن، ہندوستان، ۱۹۴۵ء

کل ابواب: ۹ (نو) (۱۵ تا ۲۳) اس کے علاوہ اس جلد کے آخر میں پہلی جلد کا ضمیمہ بھی شامل ہے۔

A HISTORY OF INDIAN PHILOSOPHY

By

DAS GUPTA S.N

کل صفحات: ۶۶۶ (666)

موضوع:

''تاریخ ہندی فلسفہ'' کی اس تیسری جلد میں ۱۵ سے لے کر ۲۳ تک کل ۹ (نو) ابواب شامل ہیں۔ اس کے علاوہ پہلی جلد کا ضمیمہ بھی اس تیسری جلد میں شامل ہے۔ اس کے نو (۹) میں سے آٹھ (۸) ابواب میں فلسفہ بھاسکر، پنج راتر، آرووار، وسشادویت، مناچاریہ، رامانج، نمبارک، وگیان بھکشو پر سیر حاصل اور تفصیلی بحث کی گئی ہے۔ جبکہ اس جلد کا نواں اور مجموعی طور تیئیسواں باب نمایاں پرانوں سے متعلق ہے جس میں ان کے فلسفیانہ تفکر اور ان کے طریقہ کار پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

زبان:

اس جلد کی زبان پہلی دو جلدوں کی نسبت زیادہ صاف اور براہ راست ہے لیکن اس قدر بھی نہیں کہ بالکل عام فہم ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے، جس کا ذکر ہم نے پہلے بھی کیا، اس میں مختلف زبانوں کی فلسفیانہ اصطلاحات، تراکیب اور الفاظ کی آمیزش ہے۔ اس لئے اس کا مشکل ہونا ایک فطری امر ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ قدیم فلسفہ ہے بھی بہت دقیق اور پیچیدہ جسے عام فہم زبان میں بیان کرنا ممکن نہیں۔ ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

> ''جس عابد نے اپنی عظیم محبت میں خود کو معبود کے سپرد کیا ہے اس کے ساتھ کبھی وصل اور کبھی ہجر کا تعلق رکھتا ہے۔ پہلی صورت میں وہ صفاتِ شریفہ رکھنے والے معبود کے ساتھ براہ راست تعلق کی بدولت سرور سے معمور ہو جاتا ہے لیکن ہجر کے وقت وصل اور سرور وجد کی یاد نہایت خوفناک درد پیدا کرتے ہیں۔'' ۱۳۲؎

☆☆☆☆☆

کتاب: ۸۹

رامائن

مصنف: والمیکی
مترجم: یاسر جواد
فکشن ہاؤس لاہور، پاکستان، ۲۰۰۰ء

(NOT MENTIONED)

کل ابواب: ۶ (چھ) | کل صفحات: ۳۶۵ (365)

موضوع:

یہ کتاب مشہور ہندی رزمیہ ''رامائن'' کا اردو ترجمہ ہے۔ یہ قبل از مسیح میں لکھی گئی اس کے مصنف کے طور پر ''والمیکی'' کا نام آتا ہے لیکن یہ ایک الحاقی تصنیف ہے اور صدیوں پر محیط سفر کے بعد اس صورت میں ہم تک پہنچی ہے۔ ''رگ وید'' کی طرح یہ بھی ایک رزمیہ ہے جس میں رام کی مہمات کا ذکر ہے۔ لیکن یہ ہندو فلسفہ کے بنیادی ماخذوں میں سے بھی ایک ہے۔ اس میں رام (رام چندر جی) سیتا اور راون مرکزی کردار ہیں۔ راون شر کی علامت ہے اور رام اس شر سے دنیا کو بچانے والے نجات دہندہ۔ سیتا، رام کی محبت، اور اس کا انجام اس رزمیہ کے بنیادی موضوعات ہیں۔ اس کے سات حصے، ابواب یا کانڈ ہیں۔ اس کتاب میں چھ (۶) کا بیان ہے جن کے عنوانات بالترتیب یہ ہیں ۱۔ بال کانڈ ۲۔ ایودھیا کانڈ ۳۔ آرنیہ کانڈ ۴۔ کش کندھیہ کانڈ ۵۔ سندر کانڈ ۶۔ بدھ کانڈ ہیں۔ ہندی ذہن و فکر کو سمجھنے کے لئے ''رامائن'' سے آگاہی ضروری ہے کیونکہ اس کے اثرات ہندو ذہنیت پر بہت نمایاں ہیں۔

زبان:

یہ کتاب براہ راست ہندی یا سنسکرت سے نہیں بلکہ اس کے انگریزی نسخے سے ترجمہ کی گئی ہے۔ اس لئے اس میں ہندو فلسفہ کی دیگر کتب کی نسبت ہندی رنگ اتنا نمایاں نہیں۔ اسماء و اصطلاحات کے علاوہ طرز تحریر فصیح ہے اور یوں لگتا ہے جیسے عربی و فارسی کی کسی داستان کا ذکر ہے۔ بہر حال رامائن کو سمجھنے کے لئے اس سے زیادہ صاف اور براہ راست زبان میں بہت کم مواد ملے گا۔ کتاب میں کہیں کہیں املا کی غلطیاں ہیں جو اس طرح کے اشاعتی اداروں میں عام ہیں۔ بہر حال زبان بہت صاف اور آسان فہم ہے اور مفہوم کے ابلاغ میں کوئی رکاوٹ پیش نہیں آتی۔ زبان کے حوالے سے ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

> ''عام لوگوں، ممتاز شہریوں اور دانا بزرگوں، اہل ریاضت حتیٰ کہ اُڑتے پرندوں نے بھی رام کو جنگل جانے سے روکنے کی کوشش کی۔ شاعر کے مطابق لگتا تھا کہ دریائے تمس بھی رام کے خلاف سرکشی کر رہا تھا کیونکہ وہ اپنی مقررہ حدود سے نکل کر بہنے لگا۔ رتھ دریا کے کنارے پر رک گیا۔ سومنتر نے گھوڑوں کو کھول کر پانی پلایا اور چرنے کے لئے چھوڑ دیا۔''[۱۲۴]

☆☆☆☆☆

کتاب: ۹۰ | لمز یونیورسٹی (خالد اسحٰق کولیکشن) لاہور

مشرق کے عظیم مفکر

مرتب: ایوان، پی۔ مک گریل

مترجم: یاسر جواد

تخلیقات لاہور، پاکستان، ۱۹۹۷ء

GREAT THINKERS OF THE EASTERN WORLD

By

IAN, P. McGREAL

کل ابواب: ۵۴ (چون) مفکرین و حکماء کے حالات و افکار | **کل صفحات:** ۴۵۵ (455)

موضوع:

اس کتاب میں مشرق کے فکری ارتقاء کے نمایاں مفکرین کے افکار و خیالات کو بیان کیا گیا ہے یا بالفاظ دیگر ہم اسے مشرقی فکر کی مختصر اور منتخب تاریخ قرار دے سکتے ہیں۔ اس میں چار دبستانوں کا احاطہ کیا گیا ہے جن میں فارس (قدیم ایران)، ہندوستان، دنیائے اسلام شامل ہیں۔ جیسا کہ ہم نے اوپر بھی ذکر کیا کہ اس میں مجموعی طور پر چوّن (۵۴) حکماء کے افکار و خیالات کا ذکر ملتا ہے۔ یہ ایک مرتبہ کتاب ہے جس میں مرتب نے مشرق و مغرب کے بڑے اسکالرز کے مقالات سے مدد لی ہے۔ اصل کتاب میں جاپان، اور کوریا کا حصہ بھی شامل تھا لیکن مترجم نے بعض وجوہات کی بنا پر اسے ترجمہ نہیں کیا۔ علاوہ ازیں مرتب نے ''فارس'' والا حصہ شامل نہیں کیا تھا اور مترجم نے اس کا اضافہ خود سے کردیا ہے جس کے لئے انہوں نے امولیہ رنجن کی کتاب ''فلسفۂ مذاہب'' سے مدد لی ہے۔ مترجم کتاب کے ابتدائیہ میں لکھتے ہیں:

> ''یہ کتاب مجموعی طور پر مشرقی دنیا میں فکر و استدلال کی عہد بہ عہد تاریخ ہے۔ اس کی مدد سے ہم یہ جاننے کے قابل ہوتے ہیں کہ مشرق میں فکر کا بنیادی موضوع کیا تھا۔ یہاں کونسے مکاتب فکر جنم لیتے اور دوسروں میں ضم ہوکر کیا نئی صورت اختیار کرتے رہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ مغربی فلسفہ اور مشرقی فلسفہ کیا چیز ہے۔''[۱۳۵]

زبان:

اس کتاب کے مترجم بہت سی علمی و فلسفیانہ کتب کے ترجمے کرچکے ہیں اور اس ضمن میں کافی مہارت رکھتے ہیں۔ کتاب ہذا مشکل موضوع کے مشکل اسلوب پر مبنی کتاب ہے جسے مترجم نے ممکن حد تک قابل فہم اور سہل اردو زبان میں ڈھالنے کی کوشش کی اور جس میں کافی حد تک کامیاب رہے۔ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس کی زبان علمی معیار پر پورا اترنے کے ساتھ ساتھ براہ راست، رواں اور بلیغ ہے اور اس بات کا ثبوت ہے کہ اردو زبان اب اس مقام اور سطح پر پہنچ چکی ہے جہاں وہ مشکل سے مشکل افکار و خیالات کو بھی بہ احسن و خوبی اپنے اندر سموسکتی ہے۔ زبان کے حوالے سے ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

> ''الکندی عقل کی چار قسمیں قرار دیتا ہے۔ اولاً وہ عقل جو دائمی حقیقت رکھتی ہے اور کائنات میں تمام معقولات کی علت اور اصل ذات ہے، یعنی خدا یا عقل اول۔ دوسرے عقل بحیثیت نفس انسانی کے معقول عنصر یا قوت کے۔ تیسرے عقل بحیثیت نفس کی حقیقی جبلت یا ملک کے جس سے نفس ہر لحہ کام لیتا ہے؛ جیسے کاتب اپنے فن سے۔ چوتھے عقل بحیثیت فعل، جس کے ذریعے وہ حقیقت جو نفس میں ہے خارجی موجودات کی طرف منتقل ہوجاتی ہے۔''[۱۳۶]

☆☆☆☆☆

کتاب: ۹۱

کتب خانہ مجلس ترقی ادب لاہور

تاؤ اور کنفیوشس ازم

(چینی مذاہب کی تاریخ، عقائد اور فلسفہ)

TAOISM AND CONFUCIANISM

COMPILED AND EDITED By

ROBERT VAN DE WEYER

مرتب و مؤلف: رابرٹ وین ڈی ویئر

مترجم: ملک اشفاق

بک ہوم لاہور، پاکستان، طبع اول ۲۰۰۶ء، طبع دوم ۲۰۱۰ء

کل ابواب: ۵ (پانچ)

کل صفحات: ۲۲۴ (224)

موضوع:

اس کتاب میں چین کے مذہب، عقائد اور فلسفہ کی مختصر مگر جامع تاریخ بیان کی گئی ہے۔ اس ضمن میں چین کے مذہب و فلسفہ کے پانچ نمائندوں تاؤ (Tao)، چنگ زی (Chuang Tze) لی تا زو (Lieh Tzu) منگ تا زو (Meng Tzu) اور کنفیوشس (Confucis) کے افکار، فلسفہ اور تعلیمات کا خلاصہ بیان کیا گیا ہے۔ چینی مذہب، عقائد اور فکر و فلسفہ سے شناسائی حاصل کرنے کے لئے یہ ایک بنیادی اہمیت کی حامل کتاب ہے۔ چینی فلسفہ اور حکمت کو مشرقی فلسفہ میں نمایاں مقام حاصل ہے لیکن اس کی تفہیم کیلئے معیاری کتب نہ ہونے کے برابر ہیں۔ اس کتاب نے اس کمی کو کسی حد تک پورا کیا ہے۔ لیکن اس ضمن میں بہت سا کام ہونا ابھی باقی ہے۔

زبان:

اس کتاب کی زبان بہت سادہ، براہ راست، رواں اور شگفتہ ہے۔ اس میں کہیں بھی فلسفیانہ پیچیدگی اور الجھاؤ نہیں۔ اردو زبان کا عام سطح کا قاری بھی اس کے مفاہیم کو بخوبی سمجھ سکتا ہے۔ اس ترجمے میں معنوی اعتبار سے تو غلطی کا امکان ہے لیکن جو اسلوب اختیار کیا گیا ہے وہ شاید اعلیٰ فلسفیانہ موضوعات کے بیان کیلئے مقرر معیار پر پورا نہ اترتا ہو لیکن یہ اپنی جگہ حقیقت ہے کہ اس سے ایک عام قاری چینی عقائد و افکار کو بخوبی جان اور سمجھ سکتا ہے۔ زبان کے حوالے سے ایک مختصر اقتباس درج کرتے ہیں:

> ''سچے لوگ ایسے سانس لیتے ہیں کہ ان کا سانس لینا محسوس نہیں ہوتا جبکہ عام لوگ اپنی چھاتیوں کو پھیلا پھیلا کر سانس لیتے ہیں۔ سچے لوگ نہ ہی زندگی سے محبت کرتے ہیں اور نہ ہی موت سے محبت کرتے ہیں۔ وہ زندگی میں کسی خوشی کے خواہش مند نہیں ہوتے۔ وہ اپنی اصل اور اپنے ماخذ کو کوئی اہمیت نہیں دیتے۔ انہیں اس بات کی بھی پرواہ نہیں ہوتی کہ مرنے کے بعد ان کے ساتھ کیا ہوگا۔''[۱۳۷]

❁❁❁❁❁

باب دوم

(د) دیگر مغربی زبانوں (جرمن، فرانسیسی، روسی) سے فلسفیانہ تراجم

کتاب: ۹۲

جی۔سی یونیورسٹی لائبریری لاہور

تاریخ فلسفہ جدید (جلد اول)

مصنف: ڈاکٹر ہیرالڈ ہوفڈنگ

مترجم: خلیفہ عبدالحکیم

اشاعت قدیم: دارالطبع جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن، ہندوستان، ۱۹۳۱ء

اشاعت جدید: نفیس اکیڈمی کراچی، پاکستان، ۱۹۸۷ء

کل ابواب: ۳۳ (تینتیس)

HISTORY OF MODERN PHILOSOPHY (P-I)

By

Dr. HARLD HOFFDING

کل صفحات: ۵۸۰ (580)

موضوع:

یہ جرمن زبان سے ترجمہ کی گئی فلسفہ کی معدودے چند کتب میں سے ایک ہے۔ جیسا کہ اس کتاب کے عنوان ''تاریخ فلسفہ جدید'' سے ظاہر ہے کہ یہ جدید فلسفیوں اور فلسفیانہ موضوعات، افکار اور نظریات کی تاریخ ہے لیکن یہ جدید فلسفے کا بحیثیت مجموعی احاطہ نہیں کرتی بلکہ صرف فلسفہ یورپ تک محدود ہے۔ پہلی جلد ازمنہ وسطٰی میں اطالیہ میں فلسفے کی نشاۃ ثانیہ سے لے کر فرانسیسی فلسفی روسو کے عہد تک کا احاطہ کرتی ہے۔ اس جلد میں یورپ کے تمام نمائندہ فلسفیانہ دبستانوں اور فلسفیوں پر بحث کی گئی ہے۔ علاوہ ازیں اس میں معاصر فلسفے اور فلاسفہ پر مفصل تنقیدی مباحث ہیں جن سے ان کو سمجھنے میں آسانی پیدا ہوئی ہے۔ اس لئے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ جدید یورپی فلسفے کو سمجھنے کیلئے یہ کتاب ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔

زبان:

خلیفہ عبدالحکیم ان چند اکابرین میں سے ہیں جنہوں نے انگریزی و جرمن زبان سے فلسفیانہ تراجم کی ابتدا کی۔ فلسفیانہ کتب کا مطالعہ اور تفہیم ایک مشکل عمل ہے اور پھر بدیسی زبان میں یہ کام مزید مشکل ہو جاتا ہے۔ خلیفہ صاحب نہ صرف انگریزی میں فلسفہ کا مطالعہ کیا اسے سمجھا بلکہ پھر اسے اپنی زبان میں ترجمہ کر کے گرانقدر بنانے کا بیڑا بھی اٹھایا۔ جامعہ عثمانیہ میں دارالترجمہ کے قیام کا مقصد یہ تھا کہ ترقی یافتہ زبانوں سے علمی کتب کا ترجمہ کرا کے اردو کے دامن کو بھی وسیع کیا جائے۔ اس ضمن میں خلیفہ صاحب کی خدمات بھی حاصل کی گئیں۔ یہ کتب بھی اسی دور کی یادگار ہیں جس دور میں یہ کتب ترجمہ کی گئیں اردو میں فلسفیانہ تحریروں کا کوئی گرانقدر سرمایہ موجود نہ تھا اور نہ ہی فلسفیانہ اصطلاحات وضع ہوئی تھیں۔ اس لئے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ان دونوں جلدوں کو نہ صرف اولیت کے اعتبار سے اہمیت حاصل ہے بلکہ زبان و بیان کے حوالے سے بھی۔ خلیفہ صاحب نے ان کتب کے ترجمے میں جو زبان استعمال کی وہ آج کے قارئین کے لئے تو مشکل ہو سکتی ہے لیکن آج سے ساٹھ ستر سال پہلے یہ شاید اتنی مشکل نہ سمجھی جاتی ہو۔ ویسے بھی فلسفے کی زبان اور عام بول چال کی زبان میں نمایاں فرق ہوتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود انہوں نے حتی المقدور کوشش کی کہ زبان کی روانی و سلاست کو برقرار رکھا جائے لیکن اس کے باوجود کہیں فلسفیانہ اصطلاحات اور دقیق نظریات کی

وجہ سے عبارت کافی گنجلک ہے۔ جہاں کہیں اصطلاحات کا استعمال کم اور دقیق خیالات کا ابلاغ آسان ہے وہاں زبان میں روانی اور ادبیت پائی جاتی ہے۔

> ''برونو کہتا ہے کہ مادہ کی اہمیت اور مبدئیت کے خیال نے کچھ عرصہ تک اس میں یہ رائے پیدا کر دی کہ صورتیں فطرت میں معرض خارجی اور آنی جانی ہوتی ہے۔۔۔تاہم اس نے دیکھا کہ ایسی مصدری اصل کی ضرورت ہے جس سے صورتوں کی توجیہہ ہو سکے۔صورت اور مادہ فعلیت اور انفعال، اصل میں جوہر اشیاء میں متحد ہونے چاہئیں۔فعلیت الٰہی کو اپنے سے باہر مادہ کی تلاش میں نہیں جانا پڑتا۔''۱۳۸

کتاب: ۹۲

جی۔سی یونیورسٹی لائبریری لاہور

تاریخ فلسفہ جدید (جلد دوم)

مصنف: ڈاکٹر ہیرالڈ ہوفڈنگ
مترجم: خلیفہ عبدالحکیم
اشاعت قدیم: دارالطبع جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن، ہندوستان، ۱۹۳۱ء
اشاعت جدید: نفیس اکیڈمی کراچی، پاکستان، ۱۹۸۷ء
کل ابواب: ۲۸ (اٹھائیس)

HISTORY OF MODERN PHILOSOPHY (P-II)

By

Dr. HARLD HOFFDING

کل صفحات: ۲۳۸ (638)

موضوع:

یہ کتاب ''تاریخ فلسفہ جدید'' کی دوسری جلد کا ترجمہ ہے۔اس کے موضوع پر ہم مختصراً پہلی جلد کے جائزے میں تبصرہ کر چکے ہیں۔اس جلد میں اٹھارویں صدی کے مغربی فلسفے سے انیسویں صدی کے مغربی فلسفے کا احاطہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔اس جلد کا آغاز جرمنی کے ان فلسفیوں سے ہوتا ہے جنہوں نے فلسفے کو عام فہم بنانے کی کوشش کی اور فلسفے کو اپنی (جرمن زبان) زبان میں لکھنے کی کوشش کی۔اس پر انہیں تنقید کا سامنا بھی کرنا پڑا لیکن مجموعی طور پر یہ فلسفے کی ترقی کا دور ہے جسے ''دورِ تنویر'' کا نام دیا جاتا ہے۔علاوہ ازیں اس جلد میں جن نمائندہ فلسفیوں کا ذکر اور ان کے نظریات پر بحث کی گئی ہے وہ یہ ہیں: میلنکٹن، کرسچین ٹوماسیوس، ایمانوئل کانٹ، فشٹے، جوزف شیلنگ، ہیگل، ڈینیل شلائر ماخر، شوپن ہار، ہاربرٹ، ایڈورڈ بینیکے، فوئرباخ، اگست کونت، جان اسٹورٹ مل، ڈارون، ہربرٹ اسپنسر، روبرٹ میئر، ہرمن لوزے، تھیوڈ فشر، ایڈورڈ ہائمن، لانگے اور جرمن فلسفی اوگن ڈیورنگ وغیرہ۔

زبان:

زبان کے بارے میں تبصرہ ہم پہلی جلد میں کر آئے ہیں۔

☆☆☆☆☆

کتاب: ۹۳

جی ۔سی یونیورسٹی لائبریری لاہور

مختصر تاریخ فلسفۂ یونان

مصنف: ویلہلم نیسل

مترجم: خلیفہ عبدالحکیم

اشاعت قدیم: دارالطبع جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن، ہندوستان، ۱۹۳۴ء

اشاعت جدید: نفیس اکیڈمی کراچی، پاکستان، ۱۹۸۷ء

کل ابواب: ۵ (پانچ)

A SHORT HISTORY OF GREEK PHILOSOPHY

By

????

کل صفحات: ۲۶۴ (264)

موضوع:

یہ کتاب قدیم یونانی فلسفہ کی تاریخ ہے۔ یہ پانچ ابواب پر مشتمل ہے جن میں مجموعی طور پر قبل از مسیح کے یونانی فلسفہ کے ماخذ ومبداء اور نمائندہ فلسفیوں سے لے کر چھٹی صدی عیسوی کے جدید افلاطونی فلسفیوں تک کا احاطہ کیا گیا ہے۔ یہ کتاب قدیم یونانی فلسفہ کی تاریخ اور نمائندہ فلسفیوں کے عہد اور ان کے نظریات کو جاننے اور سمجھنے کے لئے ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔

زبان:

یہ کتاب براہ راست جرمن زبان سے ترجمہ کی گئی اور اس کا شمار فلسفہ کی ابتدائی ترجمہ شدہ کتب میں ہوتا ہے۔ اس کتاب کی زبان اس دور کی دیگر ترجمہ شدہ کتب فلسفہ کی نسبت رواں اور براہ راست ہے۔ ناگزیر اصطلاحات اور اسماء کے علاوہ گنجلک اور بعید از کار الفاظ وتراکیب کا استعمال بہت کم ہے۔ مختصراً اقتباس درج کیا جاتا ہے:

> ”جہاں تک اہم تاریخی امور کا تعلق ہے زینوفن اور افلاطون کے بیانات مین تفاوت نہیں پایا جاتا۔ جس طرح افلاطون اور ارسطو کے بیانات سے سقراط کی تعلیم کے معنی ہم پر منکشف ہوتے ہیں اسی طرح زینوفن کے بیانات اس فلسفی کی تاریخی اہمیت متعین ہوتی ہے۔“[۱۳۹]

☆☆☆☆☆

کتاب: ۹۴

لمز لائبریری (خالد اسحق کولیکشن) لاہور

زردشت نے کہا

مصنف: فریڈرش نیٹشے

مترجم: ڈاکٹر ابوالحسن منصور احمد

اشاعت قدیم: انجمن ترقی اردو دہلی، ہندوستان، ۱۹۴۰ء

اشاعت جدید: فکشن ہاؤس لاہور، پاکستان، ۲۰۰۰ء

THUS SPOKE ZARATHUSTRA

(A BOOK FOR ALL AND NONE)

By

FRIEDRICH NIETZSCHE

کل ابواب: یہ کتاب کل چار حصوں پر مشتمل ہے۔ | **کل صفحات:** ۴۳۲ (432)

موضوع:

یہ کتاب مشہور جرمن فلسفی شاعر نیٹشے کی تخلیق ہے۔اس کو دنیائے فلسفہ وادب میں نمایاں مقام حاصل ہے۔ یہ بنیادی طور پر ایک منظوم ناول ہے جس میں نیٹشے نے اپنے فلسفیانہ افکار کو تاریخ کے ایک عظیم ایرانی بلند پایہ کردار ''زرتشت'' کے ذریعے بیان کیا ہے۔نیٹشے کے معروف ''فوق البشر'' (Super Man) اور ''تناسخ مسلسل'' کے تصورات اسی تصنیف میں بیان ہوئے ہیں۔اس ضمن میں مترجم کا بیان نقل کرتے ہیں:

> ''۔۔۔مگر اس کی بے انتہا اہمیت کا علم اسے ''زروشت'' کی تصنیف کے زمانے میں ہوا۔نیٹشے اس خیال پر پہنچا ہے کہ زمانہ ایک مدت کے بعد، خواہ وہ کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہو، اپنی تمام ممکن ترکیبیں ختم کر چکا ہوگا اور اس کے بعد پھر وہی گزشتہ ترتیبیں از سر نو شروع ہوں گی اور اس نظام کا اعادہ بے حد وحساب بار بار ہوتا رہے گا۔
> نیٹشے نے زروشت کو محض ''فوق البشر'' ہی کا مبلغ قرار نہیں دیا بلکہ ''تناسخ مسلسل'' کا بھی معلم ٹھہرایا ہے۔فلسفہ قدیم کو پڑھ کر اسے اس بات کا علم تو ہوگا کہ نظام عالم بے حد وحساب طویل مدت کے بعد بار بار لوٹ کر آیا کرے گا۔۔۔جس وقت وہ ''فوق البشر'' کے نظریے کا جوڑ توڑ کر رہا تھا اس وقت اسے اس مسئلہ تناسخ کی وجہ سے سخت مشکل ضرور درپیش ہوئی ہوگی۔ یہاں اس مسئلے کی تحقیق کا موقع نہیں ہے کہ زروشت کے یہ دونوں نظریے کہاں تک موافقت کھاتے ہیں لیکن یہ ضروری ہے کہ نیٹشے کے عندیے میں ان دونوں نظریوں میں ایک قسم کی یگانگت ضرور تھی۔'' [۱۴۰]

زبان:

اس کتاب کے متعلق مترجم نے اپنے مفصل ''دیباچہ'' اور اس کے علاوہ کسی بھی جگہ یہ ذکر نہیں کیا کہ آیا یہ کتاب براہ راست جرمن زبان سے ترجمہ کی گئی ہے یا اس کے انگریزی ترجمے سے۔بعض مفروضات کی بنیاد پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ براہ راست جرمن زبان سے ترجمہ کی گئی ہے۔بہر حال یہ جہاں سے بھی ترجمہ کی گئی ہے اس کی زبان اتنی مشکل، پیچیدہ اور ادق نہیں۔ کیونکہ بنیادی طور پر یہ ایک ادبی تخلیق ہے جس میں فلسفیانہ افکار بیان ہوئے ہیں۔اس لئے اس لئے زبان میں ادبیت بھی ہے اور روانی وفصاحت بھی۔جس وقت اس کا ترجمہ ہوا اس وقت اردو زبان کے دامن میں ایسی اعلیٰ پائے کی علمی، ادبی اور فلسفیانہ کتب بہت کم تھیں اس لئے یہ زبان کے لحاظ سے بہت اہمیت کی حامل ہے۔ایک مختصر اقتباس درج کرتے ہیں:

> ''جو مینڈک بہت دیر تک پھولا رہتا ہے وہ پھٹ جاتا ہے: اس طرح اس کی ہوا نکل جاتی ہے۔پھولے ہوئے شخص کے پیٹ میں چھیدنا: یہ ایک اچھا مشغلہ ہے۔سن رکھو اسے، اے لڑکو! یہ آج کا دن عوام کی ملکیت ہے۔اس بات کی اب تک کس کو خبر ہے کہ کون سی چیز بڑی ہے اور کون سی چھوٹی ہے! ایسی حالت میں بڑائی کی تلاش میں کسے کامیابی ہوئی ہے!'' [۱۴۱]

☆☆☆☆☆

کتاب: ۹۵

قرونِ وسطیٰ کا اسلامی فلسفہ

مصنف: گولڈزیہر (جرمن)

مترجم: ڈاکٹر سید وحید الدین

دارالطبع جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن، ہندوستان، ۱۹۴۴ء

ALGEMEINE GESHICHTER DER PHILOSOPHIC DIE ISLAMIC UND DIE JUDISHE PHILOSOPHIC ES MITTELATTERS

By

GOLDZIHER

کل ابواب: اس ۴۵ صفحے کی مختصر کتاب میں ایک ہی باب ہے۔

کل صفحات: ۴۵ (45)

موضوع:

یہ مختصر کتاب قرونِ وسطیٰ کے اسلامی فلسفے کے متعلق جرمن زبان میں لکھی گئی فلسفے کی ایک تاریخ میں شامل اسلامی فلسفے کے حوالے سے ایک باب کا اردو ترجمہ ہے۔ اس میں مصنف نے فلسفۂ اسلام کے بنیادی خواص یعنی علم کلام، اخلاقیات اور منطق کے ساتھ ساتھ سہروردی، فارابی، ابن سینا اور ابن رُشد کے افکار کا اجمالی جائزہ لیا ہے۔ یہ اسلامی فلسفے کا محض ایک سرسری جائزہ ہے اور اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ مصنف یا تو اس کی اصل قدر و قیمت سے آگاہ نہیں یا پھر انہوں نے ارادتاً اس کو وہ مقام نہیں دیا جو اس کو دیا جانا چاہیے۔

زبان:

یہ ویسے تو ایک مختصر کتاب ہے لیکن قدر و قیمت کے اعتبار سے بہت اہم ہے۔ یہ جرمن زبان سے ترجمہ کی گئی فلسفے کی معدودے چند کتب میں سے ہے۔ یہ اس وقت ترجمہ کی گئی جب اردو میں فلسفیانہ نثر کی روایت اتنی مستحکم نہیں تھی گویا اس کی ایک اہمیت تاریخی اور اولیت کے اعتبار سے بھی ہے۔ اس کتاب کی زبان اعلیٰ علمی زبان قرار دی جا سکتی ہے، جس میں ربط بھی ہے اور روانی بھی۔ زبان اگرچہ خشک ہے لیکن براہِ راست فلسفیانہ مفہوم بیان کیا گیا ہے اس لئے اس کتاب کو فلسفیانہ نثر کی روایت میں ایک اہم مقام حاصل ہے۔ زبان کے حوالے سے ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

> ''سب سے زیادہ پائدار اثر جو نوفلاطونیت نے اسلام کے دائرے میں پیدا کیا وہ اس تصوف کا ''تھیاصوفیکل'' رجحان ہے جو سارے اسلام پر حاوی ہو گیا۔ اگرچہ خارجاً یہ تصوف درویش منشی اور سجادہ نشینوں کی آسودہ جماعت کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔''[۱۴۲]

کتاب: ۹۶ | شعبۂ اقبالیات، اورینٹل کالج لاہور

فاؤسٹ

FOUST

By

GOETHE

مصنف: گوئٹے

مترجم: ڈاکٹر سید عابد حسین

اشاعت قدیم: مکتبہ جامعہ نئی دہلی، ہندوستان، ۱۹۳۱ء

اشاعت جدید: بک ہوم، لاہور، پاکستان، ۲۰۰۴ء

کل ابواب: ۶ (چھ) **کل صفحات:** ۲۱۶ (216)

موضوع:

یہ کتاب معروف جرمن شاعر، فلسفی، ڈرامہ نگار، ناول نگار، سائنس دان اور نقاد گوئٹے کی مشہور زمانہ ڈرامائی فلسفیانہ نظم ''فاؤسٹ'' کا اردو ترجمہ ہے۔ یہ نظم بنیادی طور پر ایک ادبی شاہکار ہے لیکن علامہ اقبال کی شاہکار نظموں کی طرح اس میں فلسفیانہ عناصر بھی ہیں جس بنا پر اسے فلسفیانہ کتب میں شامل کیا گیا ہے۔ اس کتاب میں مترجم یا ادارے کی طرف سے کتاب کے ترجمے سے متعلق کوئی تحریر نہیں کہ آیا یہ ترجمہ براہِ راست جرمن زبان سے کیا گیا ہے یا انگریزی سے نیز کس نسخے کو بنیاد بنایا گیا ہے۔ لیکن اس کتاب میں اہم بات یہ ہے کہ اس کو گوئٹے کے حالاتِ زندگی، تصنیفات، فکر پر اثر انداز ہونے والے عوامل، فاؤسٹ کے ماخذ اور اس کی تلخیص دی گئی ہے۔

زبان:

ڈاکٹر سید عابد حسین کا شمار اُن ابتدائی سکالرز میں ہوتا ہے جنہوں نے اس وقت اردو زبان کے دامن کو فلسفیانہ و علمی کتب سے وسیع کرنے کی کوشش کی جب اردو زبان اس حوالے سے تقریباً تہی دامن تھی۔ یہ کتاب چونکہ بنیادی طور پر ایک ادبی کتاب ہے اس لئے اس کی زبان ادبی ہے۔ اس میں روانی و سلاست کے ساتھ ساتھ ایک علمی وقار و تمکنت بھی ہے۔ تراجم کے ابتدائی نمونوں سے ایک ہونے کی وجہ سے بھی اس کتاب کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ زبان کے حوالے سے ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

> ''مگر بعض گھڑیاں بڑی کٹھن گزریں۔ رات کو ننھی کا پالنا میرے پلنگ کے پاس رہتا تھا جہاں وہ ذرا بے چین ہوتی تو میری آنکھ کھل جاتی تھی اور جب وہ کسی طرح چپ نہیں ہوتی تھی تو میں اُٹھ کر اُسے سارے کمرے میں ٹہلاتی تھی۔''[۱۳۳]

☆☆☆☆☆

کتاب: ۹۷

تحقیدِ عقلِ محض

THE CRITIQUE OF PURE REASON

By

KANT

مصنف: کانٹ

مترجم: سید عابد حسین

سٹی بک پوائنٹ کراچی، پاکستان، ۲۰۰۵ء

کل ابواب: ۸ (آٹھ)

کل صفحات: ۳۵۲ (352)

موضوع:

یہ کتاب شہرۂ آفاق جرمن فلسفی عمانویل کانٹ کی اہم ترین تصنیف (The Critique of Pure Reason) کا "تنقیدِ عقلِ محض" کے عنوان سے اس کے منتخب حصے کا اردو ترجمہ ہے۔ یہ اس کتاب کی اشاعتِ جدید ہے۔ اشاعت قدیم تک رسائی نہیں ہو سکی اور نہ ہی اشاعت قدیم کے متعلق اس جدید اشاعت میں کوئی معلومات فراہم کی گئیں ہیں۔ یہ مکمل کتاب کا ترجمہ نہیں بلکہ اس کے دو تہائی منتخب حصے کا ترجمہ ہے۔ اس میں 'کانٹ' نے "نظریہ علم" اور "الٰہیاتی مسائل" پر بحث کی گئی ہے۔ ان مسائل پر بحث کرتے ہوئے انہوں نے علم، اس کے حصول کے مختلف ماخذ و منابع اور علم سے حاصل ہونے والے نتائج کی تصدیقات کے طریقہ ہائے کار پر روشنی ڈالی ہے۔

زبان:

یہ انتہائی مشکل اور ادق خیالات پر مبنی کتاب ہے۔ اس کتاب کے مفاہیم کو سمجھنا ہی بہت بڑی ذہنی مشقت ہے اور اس کو دوسری زبان میں منتقل کرنا اس سے کہیں زیادہ محنت طلب اور صبر آزما کام ہے۔ سید عابد حسین نے کمال ہنرمندی اور مہارت سے اس کتاب کو اردو میں ترجمہ کر کے سرانجام دیا۔ اس کتاب کا اردو میں ترجمہ ہونا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ اردو کسی بھی فلسفیانہ موضوع کو بہ احسن وخوبی اپنے اندر سمو سکتی ہے۔ زبان کے حوالے سے ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

> "ادراک تجربی شعور کا نام ہے اور اس میں حسی ادراک بھی شامل ہے۔ مظاہر بحیثیت معروضات ادراک کے زمان و مکان کی طرح خالص (محض صوری) مشاہدات نہیں ہیں (اس لئے کہ زمان و مکان بجائے خود تجربی ادراک میں نہیں آ سکتے) یعنی مظاہر میں علاوہ مشاہدے کے کسی معروض کا مادہ بھی شامل ہوتا ہے۔"[۱۴۴]

☆☆☆☆☆

کتاب: ۹۸

گورنمنٹ کالج یونیورسٹی لائبریری لاہور

ابن رُشد و فلسفۂ ابن رُشد

مصنف: موسیو رینان

مترجم: مولوی معشوق حسین خاں علیگ

اشاعت قدیم: دارالطبع جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن، ہندوستان، ۱۹۲۹ء

اشاعت جدید: تخلیقات لاہور، پاکستان، ۱۹۹۳ء

کل ابواب: ۵ (پانچ)

THE LIFE AND WRITINGS OR AVERROS

By

RENAN

کل صفحات: ۳۵۸ (358)

موضوع:

اس کتاب کا موضوع اس کے عنوان سے ہی نمایاں ہے یعنی اس میں مشہور عرب فلسفی ابن رُشد کے سوانح اور فلسفیانہ افکار پر روشنی ڈالی گئی اور اُن کا تجزیہ کیا گیا ہے۔ موسیو رینان ساں ایک فرانسیسی مستشرق ہیں جنھوں نے فرانسیسی زبان میں یہ کتاب تحریر کی۔ اُردو مترجم نے کتاب کی ابتداء میں دیباچہ، پیش لفظ یا تعارف نہیں لکھا جس سے یہ واضح ہو سکے کہ انہوں نے اس کتاب کو براہِ راست فرانسیسی سے اردو میں منتقل کیا یا انگریزی سے۔ [۱۴۵] ابن رُشد شاید وہ واحد مسلمان عرب فلسفی ہے جسے اہل یورپ فلسفی مانتے اور اس کے افکار کو اہمیت دیتے ہیں اور اس بات کو تسلیم بھی کرتے ہیں کہ اہل یورپ نے اس کے نظریات سے بہت کسبِ فیض بھی کیا اور یورپ کی نشاۃ ثانیہ میں بھی اس کا کسی حد تک کردار ہے۔ نیز اس ترجمہ میں فاضل مترجم نے کچھ حوالے دیئے ہیں جو متن کی تفہیم و وضاحت کے لئے اہم ہیں۔

زبان:

اس کتاب کی زبان قدرے خشک اور ثقیل ہے۔ فلسفے کی کتاب ہونے کی وجہ سے اس کا مشکل ہونا ایک فطری امر ہے لیکن جہاں کہیں مضمون صاف اور اصطلاحات کی کمی ہے وہاں بھی زبان میں روانی اور تسلسل کا فقدان ہے۔ لیکن ایک بات کا اعتراف اور بیان ضروری ہے کہ مفہوم کی تفہیم میں کہیں بھی دقت پیش نہیں آتی نیز عبارت جھول دار اور بے ربط نہیں۔ اس ضمن میں ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

> ''فلک نہ تو ہیولٰی سے مرکب ہے اور نہ صورت سے۔ یہ اپنی جگہ بلاقصد و اختیار واقع ہے۔ جاندار موجودات میں یہ سب سے اشرف و افضل ہے۔ زمانہ کے لحاظ سے گویا یہ غیر محدود ہے لیکن مقدار میں حرکتِ افلاک غیر محدود نہیں اگر ایک ستارہ بھی ٹوٹ کر اجرامِ فلکی سے الحاق حاصل کرنے کے لئے آجائے تو جرم مذکور فوراً حرکت سے رُک جائے گا۔'' [۱۴۶]

☆☆☆☆☆

کتاب: ۹۹

قائد اعظم لائبریری لاہور

(NOT MENTIONED)

تاریخی مادیت

مصنفین: ولادیسلاف کیلے+ماتوے کوالزون

مترجم: مرزا اشفاق بیگ

دارالاشاعت ترقی، ماسکو، روس، ۱۹۷۴ء

کل ابواب: ۱۰ (دس)

کل صفحات: ۵۰۳ (503)

موضوع:

اس کتاب میں کارل مارکس کے معاشرے کے متعلق نظریات کو وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔ مصنفین نے مارکس کے مادی نظریات کو مدنظر رکھتے ہوئے معاشرے کے ارتقاء اور دنیا میں انقلاب کے حوالے سے ان کا جائزہ پیش کیا ہے۔ اسے ہم مارکسی نظریات کی ایک نئی اور قدرے مختلف تشریح قرار دے سکتے ہیں جو عام قارئین اور طلبہ کے لئے کارل مارکس کے فلسفے کو سمجھنے کے لئے بنیادی اہمیت کی حامل کتاب ہے۔

زبان:

مترجم کی طرف سے کوئی ''پیش لفظ'' یا ''دیباچہ'' کتاب میں شامل نہیں جس سے مترجم کا اپنا نقطۂ نظر سامنے آ سکے۔ داخلی شہادت کی بنیاد پر یہ قیاس کیا جا سکتا ہے کہ یہ کتاب براہِ راست روسی زبان سے ترجمہ کی گئی ہے۔ جہاں تک زبان کا تعلق ہے تو وہ رواں اور شستہ ہے۔ علمی و فلسفیانہ کتاب ہونے کے باوجود یہ دقیق اور گنجلک نہیں۔ مناسب علمی ذوق رکھنے والے قارئین کیلئے مارکس کے معاشرے کے حوالے سے نظریۂ تاریخ و مادیت کو سمجھنے کے لئے یہ بہت اہم کتاب ہے اور اردو کے فلسفیانہ ذخیرے کا ایک اہم حصہ بھی۔ ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

> ''انسانیت کے مجموعی تاریخی ارتقاء کا جائزہ لیتے وقت اور عالمی تاریخ کی خارجی منطق پیش کرتے ہوئے ہم کبھی یہ دعویٰ نہیں کرتے کہ تاریخ میں ہر چیز انسانوں کی مرضی سے جدا، خود بخود ورونما ہوتی ہے۔ یہ معاشرتی تاریخی عمل کے مطالعے کا صرف ایک نقطۂ نظر ہے۔''[۱۸۷]

❁❁❁❁❁

اجمالی جائزہ

اس باب میں ہم نے مجموعی طور پر انگریزی اور دیگر مغربی زبانوں جرمن، فرانسیسی اور روسی وغیرہ سے اردو میں ترجمہ شدہ کتب کا تعارف و جائزہ پیش کیا ہے۔ اس باب کے حصہ (ا) میں 'قدیم فلسفۂ یونان، جدید مغربی فلسفہ اور فلسفیوں سے متعلق انگریزی کتب کے تراجم' کا جائزہ و تعارف ہے جو ۱۸۸۲ء سے ۲۰۱۰ء تک کے عہد کا احاطہ کرتے ہیں۔ ظاہر ہے اس جائزے میں فلسفۂ مغرب سے متعلق تمام ترجمہ شدہ کتابیں نہیں اور ایسا ہونا شاید ممکن بھی نہیں۔ لیکن یہ ضرور ہے کہ تمام اہم اور نمائندہ کتب کا یا تو جائزہ پیش کر دیا گیا ہے یا پھر ضمیمے میں ان کا اندراج کیا گیا ہے۔ انگریزی اور مغربی زبانوں سے فلسفیانہ کتب کے تراجم کے حوالے سے کچھ مسائل پیش آئے جن میں سے کچھ کا ذکر مختصراً میں یہاں کرنا چاہوں گا۔ سب سے پہلی بات یہ ہے کہ انگریزی و دیگر مغربی زبانوں سے تراجم میں زیادہ تر کتب پر اصل ماخذ درج نہیں کیا گیا، یہ بھی معلوم نہیں ہو پاتا کہ کتاب کا اصل عنوان اور مصنف کا نام کیا ہے اور کبھی کبھی تو یہ بھی واضح نہیں ہو پاتا کہ کتاب انگریزی زبان سے ترجمہ گئی ہے یا پھر کسی اور زبان سے۔ ہونا تو یہ چاہیے کہ مترجم کی طرف سے دیباچے یا مقدمے میں اصل کتاب اور مصنف کا مختصر تعارف پیش کیا جائے تا کہ قاری کتاب کے اصل عنوان اور اس کے مصنف سے واقف ہو جائے لیکن "مقدمہ" یا "دیباچہ" تو کجا کتاب کا عنوان بھی درج نہیں کیا جاتا۔ تمام ترجمہ شدہ کتب میں ایسا نہیں لیکن زیادہ تر روش یہی ہے جو غیر تحقیقی اور کسی حد تک غیر ذمہ دارانہ ہے۔ دوسرا اہم مسئلہ اسماء کے ہجے کا ہے یعنی مغربی فلسفیوں کے اسماء کو لکھنے کا طریقہ اور انداز مختلف مترجمین اور مصنفین نے الگ الگ اختیار کیا ہے اور یوں ایک ہی نام مختلف طریقوں سے لکھا جاتا ہے۔ مثلاً

۱۔شوپن ہار ــــ شوپنہور ــــ شاپنہار ۲۔اسپائی نوزا ــــ اسپنوزا ــــ سپائی نوزا ۳۔پروتاغورس ــــ پروطاغورس ــــ بروطاغورس

تیسرا مسئلہ انگریزی فلسفیانہ اصطلاحات کا ہے جن کے بارے میں کبھی کوئی مشترکہ طریقہ کار اختیار نہیں کیا گیا اور تقریباً ہر مترجم اور مصنف نے اپنی اپنی وضع کردہ اصطلاحات استعمال کیں۔ دارالترجمہ عثمانیہ نے وضع اصطلاحات کے ضمن میں اہم کام کیا لیکن وہ اصطلاحات مستعمل نہ ہو سکیں اور یہ مسئلہ آج بھی موجود ہے، اس ضمن میں کچھ مزید بحث "ماحصل" میں کی گئی ہے۔ کتابوں کے جائزے میں زمانی ترتیب کو ملحوظ رکھا گیا ہے یعنی اشاعت کے لحاظ سے زمانی ترتیب دی گئی ہے۔ کہیں کہیں ایسا بھی ہوا ہے کہ کتاب کی اشاعت قدیم میسر نہ آ سکی۔ اس بناء پر اشاعت جدید درج کر کے اسے اس جدید اشاعت کی تاریخ کے مطابق درج کیا گیا ہے۔ اس دوران میں ایسا بھی ہوا کہ اندراج کے بعد اشاعت قدیم بھی میسر آ گئی لیکن پھر اس کا اندراج تبدیل نہیں کیا گیا اور اشاعت جدید کے مطابق ہی رہنے دیا گیا لیکن اس کے ساتھ اشاعت قدیم کا سن درج کر دیا گیا۔ بعض اوقات ایک ہی انگریزی کتاب کا ترجمہ دو مختلف اوقات میں مختلف لوگوں نے کیا اور وہ مختلف جگہوں سے شائع ہوا۔ اس حصے میں ان دو تراجم کو اپنی اپنی زمانی ترتیب سے اپنی جگہ رکھا گیا لیکن دوسرے ترجمہ پر نمبر شمار درج نہیں کیا گیا اور دونوں کو ایک ہی کتاب تصور کیا گیا ہے۔ مثلاً رسل کی "مسائل فلسفہ" اسی عنوان سے دو مختلف اصحاب نے ترجمہ کی اور یہ تقریباً پچپن (۵۵) سال کے وقفے میں شائع ہوئیں۔ ایسا صرف اس انگریزی والے حصے میں کیا گیا ہے لیکن عربی اور دیگر زبانوں میں اس طرح کی صورت حال میں ان دونوں تراجم کو ایک ہی جگہ اکٹھا کر دیا گیا ہے خواہ ان کی اشاعت میں کتنا ہی زمانی تفاوت کیوں نہ ہو۔

اس باب کے حصہ (ب) میں فلسفۂ اسلام، مسلمان عرب حکماء سے متعلق انگریزی کتب نیز مسلم مفکرین کی انگریزی کتب کے تراجم کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اس میں عہد، جگہ اور قومیت کی کوئی قید نہیں رکھی گئی۔ یعنی کوئی مسلمان مفکر خواہ وہ افریقہ سے تعلق رکھتا ہو، عرب سے، یورپ سے یا پھر برصغیر سے اس کی کتاب کے ترجمے کو جائزے میں شامل کیا گیا ہے اور اس ضمن میں بھی زمانی ترتیب کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ اس کی اہم بات یہ ہے کہ فلسفۂ اسلام اور مسلمان حکماء سے متعلق کچھ اہم مغربی مفکرین کے افکار اردو زبان میں منتقل ہو گئے ہیں جس سے نہ صرف اردو کا دامن وسیع ہوا ہے بلکہ اہل مغرب کی اسلام سے متعلق سوچ بھی آشکار ہوئی ہے۔ علاوہ ازیں عہد حاضر کے نامور مسلمان مفکرین مثلاً سید حسین نصر، ہارون یحییٰ، اقبال اور دیگر کے فلسفیانہ افکار بھی اردو زبان میں منتقل ہوئے ہیں اور اس سے نہ صرف اس کے لسانی و فکری سرمائے کو وسعت ملی بلکہ عام قارئین اور طلبہ کے لئے بھی شعور و آگہی کے کئی نئے در وا ہوئے ہیں۔

حصہ (ج) میں مشرقی فلسفے یعنی قبل از اسلام ایرانی فلسفہ، ہندی فلسفہ اور چینی فلسفہ سے متعلق کتب کے تراجم کا جائزہ شامل ہے۔ ایک کتاب قبل از اسلام ایرانی فلسفہ پر علامہ اقبال کے پی۔ ایچ ڈی کے مقالے کا ''فلسفۂ عجم'' کے عنوان سے اردو ترجمہ ہے۔ علامہ کی یہ کتاب قبل از اسلام ایران کے مابعد الطبیعیاتی شاعروں اور فلسفیوں اور قدیم ایرانی فلسفہ کی مجموعی روح کو سمجھنے کے لئے بنیادی ماخذ کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کے بعد ہندی فلسفہ سے انگریزی کتب کا ترجمہ ہے جو ہندی فلسفے کا بہت اہم ماخذ ہیں۔ یہ کتابیں بنیادی طور پر ہندی فلسفہ کی تواریخ ہیں۔ اس کے علاوہ ایک کتاب ''مشرق کے عظیم مفکر'' کے عنوان سے معروف مشرقی فلاسفہ کی فکر کا احاطہ کرتی ہے۔ آخری کتاب تاؤ اور کنفیوشس ازم کے حوالے سے ہے۔ مجھے اس بات کا اعتراف ہے کہ اس میں موضوع کے حوالے سے بہت کم کتب کا جائزہ پیش کر سکا ہوں۔ حالانکہ اگر مزید تحقیق کی جائے تو قبل از اسلام ایرانی فلسفہ، قدیم ہندی، چینی و دیگر مشرقی فلسفیانہ دبستانوں پر انگریزی کتب کے اردو تراجم دستیاب ہو سکتے ہیں لیکن میرے ہاتھ کوئی سراغ نہیں آ سکا جس سے مجھے اس موضوع پر ترجمہ شدہ مزید کتب تک رسائی حاصل ہو سکتی۔

اس باب کے آخری حصے (د) میں جرمن، فرانسیسی اور روسی زبانوں سے کتب کے تراجم شامل ہیں۔ جرمن زبان سے براہ راست اردو میں ترجمہ کی گئی چھ (۶) کتب کا جائزہ پیش کیا گیا۔ جہاں تک جائزے میں شامل فرانسیسی اور روسی زبان سے ترجمہ کی گئی ایک ایک کتاب کا تعلق ہے ان کے بارے میں یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ آیا یہ حقیقی طور پر فرانسیسی اور روسی زبان سے ترجمہ شدہ ہیں یا انگریزی سے۔ اس ضمن میں اپنے خدشات کا اظہار کتاب کے جائزے اور تعارف میں کر آیا ہوں۔

بحیثیت مجموعی چار حصوں پر مشتمل یہ باب ایک وسیع اور کثیر الجہت باب ہے جس میں موضوعات کے تنوع اور وسعت کے ساتھ ساتھ زبان کے مختلف امور پر بھی روشنی پڑتی ہے اور یہ باب میرے اس تحقیقی مقالے میں ایک بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔

❁❁❁❁❁

حواشی وحوالہ جات

۱۔ فالور۔جیونز۔ملز (Folwer-Jevons-Mills)، منطق استقرائیہ، مترجم، مولوی محمد حسین، (لاہور: مطبع انجمن پنجاب،۱۸۸۲ء)،ص:۱۴

۲۔ ہملٹن(Hamilton)علم النفس والقوائے ،مترجم،مولوی انعام علی،(لاہور: مطبع انجمن پنجاب،۱۸۸۵ء)،ص:۱۲۳

۳۔ رے، پی۔کے(Ray, P.K)، رسالۂ منطق استخراجی، مترجم، چوہدری علی گوہر، ایم۔اے، (لاہور: مفید عام پریس،۱۸۹۹ء)،ص:۳۴

۴۔ یہ اقتباس کتاب کے فلیپ پر درج مولوی عبدالحق کے کتاب کے متعلق تبصرے سے لیا گیا ہے۔

۵۔ ڈریپر، جان ولیم (Dreaper, John William)،معرکۂ سائنس و مذہب،مترجم،مولانا ظفر علی خان، (لاہور: لائف ممبر ایسوسی ایشن پنجاب پبلک لائبریری،طبع دوم۱۹۹۲ء)،ص:۹۳

۶۔ پلوٹارک(Plutarchus)،مشاہیر یونان و رومہ،مترجم،سید ہاشمی فرید آبادی، (کراچی:انجمن ترقی اردو پاکستان، ۱۹۹۴ء)،ص:۲۰۴۔۲۰۵

۷۔ جوزف،ایچ،ڈبلیو۔بی (Joseph, H.W.B)،مفتاحُ المنطق (حصہ اول) منطق استخراجیہ،مترجم،مرزا محمد ہادی رسوا، (حیدرآباد دکن: دارالطبع جامعہ عثمانیہ،۱۹۲۳ء)،ص:۳۶۲

۸۔ جوزف،ایچ۔ڈبلیو۔بی (Joseph, H.W.B)،مفتاحُ المنطق (حصہ دوم) منطق استقرائیہ،ص:۳۲۰

۹۔ مکینزی، جان۔ایس (Mackenzie, John.S)،علم الاخلاق،مترجم،مولانا عبدالباری ندوی، (حیدرآباد دکن: دارالطبع جامعہ عثمانیہ،۱۹۲۳ء)،ص:۱

۱۰۔ رسل، برٹرینڈ (Russell, Bertrand)، مسائل فلسفہ،مترجم،مولوی معین الدین انصاری، (حیدرآباد دکن: دارالطبع جامعہ عثمانیہ،۱۹۲۵ء)،ص:۴۷

۱۱۔ مِل، جان،اسٹورٹ (Mill, John, Stuart)،افادیت،مترجم،معتضد الرحمٰن، (حیدرآباد دکن: دارالطبع جامعہ عثمانیہ،۱۹۲۸ء)،ص:۲۲

۱۲۔ ریپو پارٹ (Rappo Port)، فلسفہ کی پہلی کتاب،مترجم،میر ولی الدین، (حیدرآباد دکن: دارالطبع جامعہ عثمانیہ، ۱۹۲۸ء)،ص:۱۔۲

۱۳۔ ایڈورڈ ہارٹ پولیکی (Edward Heart Pollackie)، تاریخ اخلاق یورپ (جلد اول)،مترجم، عبدالماجد بی۔اے، (دہلی:انجمن ترقی اردو ہند،۱۹۲۸ء)،ص:۴۲۔۴۳

۱۴۔ ایڈورڈ ہارٹ پولیکی (Edward Heart Pollackie)،تاریخ اخلاق یورپ (جلد دوم)،ص:۲۰

۱۵۔ آس والڈ کلپے (Oswald Kulpe)،مفتاح الفلسفہ،مترجم،محمد ہادی رسوا، (حیدرآباد دکن: دارالطبع جامعہ عثمانیہ، ۱۹۲۹ء)،ص:۲۷۹

۱۶۔ کلیمنٹ، سی۔ جے، ویب (Clement, C.J. Webb)، تاریخ فلسفہ، مترجم، مولوی احسان احمد، (حیدرآباد دکن: دارالطبع جامعہ عثمانیہ، ۱۹۲۹ء)، ص:۳۰

۱۷۔ ہنری برگساں (Henry Bergson)، مقدمہ مابعد الطبیعات، مترجم، عبدالباری ندوی، (حیدرآباد دکن: دارالطبع جامعہ عثمانیہ، ۱۹۳۱ء)، ص:۱۶

۱۸۔ ''اخلاقِ نقوماجس'' اور ''اخلاقیات ارسطو'' دراصل ایک ہی کتاب کے دو مختلف عنوان ہیں۔ اسی طرح ارسطا طالیس بھی ارسطو کو کہتے ہیں۔ یہ کتاب پہلی مرتبہ 'اخلاق نقوماجس' کے نام سے دارالطبع عثمانیہ سے ۱۹۳۱ء میں شائع ہوئی۔ اس کتاب کا جدید ایڈیشن ''اخلاقیاتِ ارسطو'' کے نام سے سٹی بک پوائنٹ کراچی سے ۲۰۰۶ء میں شائع ہوا۔

۱۹۔ ارسطو/ارسطالیس (Aristotle)، اخلاقِ نقوماجس/اخلاقیاتِ ارسطو، مترجم، محمد ہادی رسوا، (کراچی: سٹی بک پوائنٹ، ۲۰۰۶ء)، ص:۱۸۶

۲۰۔ یہ کتاب دراصل جامعہ عثمانیہ کی طرف سے ''طریق وتفکرات'' کے عنوان سے ڈیکارٹ کی دو مختلف کتابوں ''طریق'' اور ''تفکرات'' کا مشترکہ ترجمہ ہے جسے ایک ہی جلد میں ایک ہی عنوان میں شائع کر دیا گیا۔ لیکن ہم ان کا علیحدہ علیحدہ تعارف اور جائزہ پیش کر رہے ہیں۔ یہ کتاب مکمل طور پر ۱۷۹ (179) صفحات پر مشتمل ہے جن میں سے ۷۴ (74) صفحات پر پہلی کتاب ''طریق'' اور بقیہ ۱۰۴ (104) صفحات پر دوسری کتاب ''تفکرات'' مشتمل ہے۔

۲۱۔ رینی ڈیکارٹ (Rene Descartes)، دیباچہ، طریق، مترجم، عبدالباری ندوی، (حیدرآباد دکن: دارالطبع جامعہ عثمانیہ، ۱۹۳۲ء)، ص:۲۱

۲۲۔ رینی ڈیکارٹ (Rene Descartes)، طریق، ص:۲۲

۲۳۔ رینی ڈیکارٹ (Rene Descartes)، تفکرات، مترجم، عبدالباری ندوی، (حیدرآباد دکن: دارالطبع جامعہ عثمانیہ، ۱۹۳۲ء)، ص:۱۱۸

۲۴۔ روجرس، آر۔ اے۔ پی (Rojers, R.A.P)، تاریخ اخلاقیات، مترجم، مولوی احسان احمد، (حیدرآباد دکن: جامعہ عثمانیہ، ۱۹۳۲ء)، ص:۵۴

۲۵۔ ذاکر حسین، ڈاکٹر، مقدمہ، ریاست، از افلاطون، (لاہور: فکشن ہاؤس، ......)، ص:۱۲

۲۶۔ افلاطون (Plato)، ریاست، مترجم، ڈاکٹر ذاکر حسین، (لاہور: فکشن ہاؤس، ......)، ص:۶۵

۲۷۔ جان ڈیوی + جیمس، ایچ ٹفٹس (John Dewey+James,H.Tufts)، اخلاقیات، مترجم، عبدالباری ندوی، (حیدرآباد دکن: جامعہ عثمانیہ، ۱۹۳۲ء)، ص:۱۴۱

۲۸۔ محمود حسین، مقدمہ، معاہدۂ عمرانی، از، روسو (Rousseau)، (کراچی: شعبۂ تالیف وترجمہ جامعہ کراچی، ۱۹۶۴ء)، ص:۱۸۔۱۹

۲۹۔ روسو (Rousseau)، معاہدۂ عمرانی، مترجم محمود حسین، (کراچی: شعبۂ تالیف و ترجمہ جامعہ کراچی، ۱۹۶۴ء)، ص:۱۱۵۔۱۱۶

۳۰۔ ریاض صدیقی، ایک نظر فلسفۂ نتائجیت پر، فلسفۂ نتجائیت، از ولیم جیمس (William James)، (کراچی: نفیس اکیڈمی، ۱۹۸۷ء)، ص: (ح۔ن)

۳۱۔ ولیم جیمس (William James)، فلسفۂ نتجائیت، مترجم، عبدالباری ندوی، (کراچی: نفیس اکیڈمی، ۱۹۸۷ء)، ص:۱۹۔۲۰

۳۲۔ الفریڈ ویبر (Alfred Webber)، تاریخ فلسفہ، مترجم، خلیفہ عبدالحکیم، (حیدرآباد دکن: جامعہ عثمانیہ، ۱۹۳۸ء)، ص:۲۳۵

۳۳۔ ہیسٹنگ راشڈل (Hasting Rashdall)، تمہید نظریہ خیر و شر کی پہلی کتاب (جلد اول)، مترجم، خواجہ عبدالقدوس، (حیدرآباد دکن: جامعہ عثمانیہ، ۱۹۳۸ء)، ص:۵

۳۴۔ ہیسٹنگ راشڈل (Hasting Rashdall)، نظریہ خیر و شر (جلد اول)، ص:۱۵۵

۳۵۔ ڈیوڈ ہیوم (David Hume)، فہم انسانی، مترجم، عبدالباری ندوی، (اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن، ۱۹۸۹ء)، ص:۷۱

۳۶۔ رابنسن، ڈی۔ایس (Robinson, D.S)، مقدمہ فلسفہ حاضرہ، مترجم، میر ولی الدین، (کراچی: نفیس اکیڈمی، ۱۹۸۷ء)، ص:۱۹۵

۳۷۔ کرائیٹن، جے۔ (Creighton, J.)، منطق ابتدائی، مترجم، مولوی احسان احمد، (حیدرآباد دکن: جامعہ عثمانیہ، ۱۹۴۳ء)، ص:۸۳۔۸۴

۳۸۔ عابد حسین، سید، ڈاکٹر، مقدمہ، مکالماتِ افلاطون، از افلاطون (Plato)، (لاہور: تخلیقات، ۲۰۰۰ء)، ص:۱۱

۳۹۔ افلاطون (Plato)، مکالماتِ افلاطون، مترجم، ڈاکٹر سید عابد حسین، (لاہور: تخلیقات، ۲۰۰۰ء)، ص:۳۵۰

۴۰۔ گرین، ٹی۔ایچ (Green, T.H)، مقدمہ اخلاقیات، مترجم، مولوی احسان احمد، (حیدرآباد دکن: جامعہ عثمانیہ، ۱۹۴۷ء)، ص:۱۸

۴۱۔ پاؤلسن، ایف (Paulsen.F)، مقدمہ و مسائل فلسفہ، مترجم، مولوی احسان احمد، (لاہور: سٹی بک پوائنٹ، ۲۰۰۴ء)، ص:۲۵۴

۴۲۔ پال ژانے + گبریل سیلے (Pual Janet+Gabriel Seailes)، تاریخ مسائل فلسفہ، مترجم، میر ولی الدین، (کراچی: سٹی بک پوائنٹ، ۲۰۰۸ء)، ص:۱۲۰

۴۳۔ ولیم ارنسٹ ہاکنگ (William Arnest Hawking)، انواع فلسفہ، مترجم، ظفر حسین خان، (علی گڑھ: انجمن ترقی اردو ہند، ۱۹۵۲ء)، ص:۶۳

۴۴۔ جوڈ، سی۔ای۔ایم (Joad, C.E.M)، علم کے نئے افق، مترجم، سید قاسم محمود، (لاہور: مکتبہ جدید، ۱۹۵۷ء)، ص:۱۰۶۔۱۰۷

۴۵۔ عبدالمجید سالک، مولانا، چند اشارات، تشکیل انسانیت، از رابرٹ بریفالٹ (Rober Brefault)، (لاہور: مجلس

ترقی ادب، ۱۹۵۸ء)،ص:(ز۔ح)

۴۶۔ رابرٹ بریفالٹ(Rober Brefault)تشکیل انسانیت،مترجم،مولانا عبدالمجید سالک، (لاہور:مجلس ترقی ادب، ۱۹۵۸ء)،ص:۱۰۲

۴۷۔ لیکمو۔دو۔نوائے (Lecomte Du Nouy)،مقدر انسانی،مترجم، عبدالمجید قریشی، (کراچی: اکیڈمی آف ایجوکیشنل ریسرچ، ۱۹۵۹ء)،ص:۳۵۲

۴۸۔ مور، جارج ایڈورڈ(Moor,George Edward)،اصولِ اخلاقیات،مترجم، پروفیسر عبدالقیوم، (لاہور:مجلس ترقی ادب، ۲۰۱۱ء)،ص:۲۷

۴۹۔ رالف بارٹن پیری(Raplph Barton Perry)،آدمی کی انسانیت،مترجم،مولانا محمد بخش مسلم، (لاہور:اردو بک سٹال،۱۹۶۲ء)،ص:۱۶۱

۵۰۔ آرتھر اسٹینلے اڈنگٹن(Author Astenlay Adington)،غیب وشہود،مترجم،سیدنذیر نیازی، (لاہور:مجلس ترقی ادب،۱۹۶۲ء)،ص:۹

۵۱۔ سوسین، کے۔لینگر(Susanne, K. Langer)،فلسفے کا نیا آہنگ،مترجم، بشیر احمد ڈار، (لاہور:شیش محل کتاب گھر،۱۹۶۱ء)،ص:۱۶۵

۵۲۔ ول ڈیورانٹ(Will Durant)،داستانِ فلسفہ،مترجم عابد علی عابد(لاہور:فکشن ہاؤس، ۱۹۹۵ء،۲۰۰۴ء)،ص:۱۲۱

۵۳۔ یہ فلیپ پر درج تحریر ہے جس کے نیچے کسی کا نام نہیں لکھا ہوا۔

۵۴۔ برٹ،اے۔ایڈون(Bert,A.Adwin)،فلسفۂ مذہب،مترجم، بشیر احمد ڈار، لاہور:مجلس ترقی ادب،۱۹۶۳ء)، ص:۳۹

۵۵۔ جان ڈیوی(John Dewey)،اخلاقی زندگی کا نظریہ،مترجم،میاں عبدالرشید، (لاہور:مقبول اکیڈمی،۱۹۶۴ء)،ص:۲۱۷

۵۶۔ عبدالمجید، آغا،تعارف، شاخ زریں (جلد اول)، از جیمس جارج فریزر(James Jeorge Frazer)، (لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۵ء)،ص:(ک۔ل۔م)

۵۷۔ جیمس جارج فریزر(James Jeorge Frazer)،شاخ زریں (جلد اول)،مترجم،سید ذاکر اعجاز، (لاہور:مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۵ء)،ص:۱۸۵

۵۸۔ ایضاً،جلد دوم،ص:۳۷۴

۵۹۔ جارج گیمو(George Gamow)، پیش لفظ،نظریہ اضافیت وقدریت،مترجم،محمد انیس عالم، (لاہور:مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۶ء)،ص:۲

۶۰ جارج گیمو(George Gamow)،نظریہ اضافیت وقدریت،ص:۸۹

۶۱۔ وحید مرزا، محمد، دیباچہ، افکارِ حاضرہ، از جوڈ، سی۔ای۔ایم (Joad, C.E.M)، (لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۶ء)، ص:۳۱

۶۲۔ جوڈ، سی۔ای۔ایم (Joad, C.E.M)، افکارِ حاضرہ، مترجم، محمد بن علی باوہاب، (لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۶ء)، ص:۲۸۸

۶۳۔ ڈیوی، جان، (Dewey, John)، فلسفے کی نئی تشکیل، مترجم، انتظار حسین، (لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۶۹ء)، ص:۴۲

۶۴۔ یہ ابتدائی صفحہ پر لینن کے نام سے تین، چار سطروں پر مشتمل تحریر ہے جسے ہم نے بعینہٖ نقل کر دیا ہے۔

۶۵۔ کارل مارکس + فریڈرک اینگلس (Carl Marx+fredrick engles)، کمیونسٹ پارٹی کا مینی فیسٹو، مترجم، ن۔م ہدارد، (ماسکو: دارالاشاعتِ ترقی، ۱۹۷۰ء)، ص:۵۱

۶۶۔ جیروم ایڈلر (Jerome Edler)، مرتب، افکارِ عالیہ، مترجم، ڈاکٹر خان رشید + قاضی قیصر الاسلام، (کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، ۲۰۰۰ء)، ص:۱۵۶

۶۷۔ جیروم ایڈلر (Jerome Edler)، مرتب، افکارِ عالیہ، مترجم، ڈاکٹر خان رشید + قاضی قیصر الاسلام، (کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، ۲۰۰۰ء)، ص:۱۶۴

نوٹ: پہلا اقتباس ڈاکٹر خان رشید کے ترجمہ شدہ مقالے ''فرض'' سے لیا گیا ہے جبکہ دوسرا اقتباس قاضی قیصر الاسلام کے ترجمہ شدہ مقالے ''تاریخ'' سے لیا گیا ہے۔

۶۸۔ ایونگ، اے۔سی (Ewing, A.C)، فلسفہ کے بنیادی مسائل، مترجم، میر ولی الدین، (دہلی: ترقی اردو بورڈ ہندوستان، ۱۹۷۸ء)، ص:۱۱۰

۶۹۔ سٹیبنگ، ایل۔کے (Stabing, L.K)، جدید ابتدائی منطق، مترجم، ڈاکٹر سلطان علی شیدا، (دہلی: ترقی اردو بورڈ ہندوستان، ۱۹۷۹ء)، ص:۷۵

۷۰۔ ولیم للّی (William Lillie)، تعارفِ اخلاقیات، مترجم، سید محمد سعید، (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۲ء)، ص:۳۰۔۳۱

۷۱۔ جارج پلیٹزر (GeorgePuletzer)، فلسفہ اور معاشرہ، مترجم، جمیل عمر (لاہور: ادارہ فکر مزدور، کسان، ۱۹۸۳ء)، ص:۷۴

۷۲۔ جان بگنل برے (John Bagnell Bury)، آزادئ فکر وخیال اور اس کی تاریخ، مترجم، سعید احمد رفیق، (کراچی: قمر کتاب گھر، ۱۹۸۸ء)، ص:۱۳۲۔۱۳۳

۷۳۔ ول ڈیورانٹ (Will Durant)، تاریخ، تہذیب، تمدن، فلسفۂ ہندوستان، مترجم، طیب رشید، (لاہور: تخلیقات، ۱۹۹۵ء)، ص:۱۴۳

۷۴۔ ول ڈیورانٹ (Will Durant)، دعوتِ فکر، نشاطِ فلسفہ، مترجم، ڈاکٹر محمد اجمل، (لاہور: مکتبۂ خاور، س۔ن)، ص:۹

۷۵۔ ول ڈیورانٹ (Will Durant)، نشاطِ فلسفہ، ص:۲۳۶

۷۶۔ رسل، برٹرینڈ (Russell, Bertrand)، مسائلِ فلسفہ، مترجم، ڈاکٹر عبدالخالق، (لاہور: گورا پبلشرز، ۱۹۹۵ء)، ص:۵۴

۷۷۔ گالینا کیریلنکو+لیڈیا کورشنووا (Galyna Kirilenko+Lydia Korshunova)، فلسفہ کیا ہے؟، مترجم، تقی حیدر، (لاہور: فکشن ہاؤس، ۱۹۹۶ء)، ص:۹۱

۷۸۔ یہ اقتباس کتاب کے فلیپ پر درج تحریر سے لیا گیا ہے۔

۷۹۔ کارل پوپر (Carl Popper)، فلسفہ، سائنس، تہذیب، مترجم، ڈاکٹر ساجد علی، (لاہور: مشعل، مکتبہ جدید، ۱۹۹۷ء)، ص:۹۴

۸۰۔ ہاسپرس، جان (Hospers, John)، ابتدائی فلسفہ، مترجم، ڈاکٹر سلطان علی شیدا، (لاہور: نگارشات، ۱۹۹۸ء)، ص:۲۲۱

۸۱۔ امولیہ رنجن مہاپتر (Amolia Ranjan Mahaputr)، فلسفۂ مذاہب، مترجم یاسر جواد، (لاہور: فکشن ہاؤس، ۱۹۹۸ء)، ص:۱۰۵

۸۲۔ میکنزی، جے۔ایس (Mackenszie, J.S)، سماجی فلسفہ، مترجم، سعید احمد صدیقی، (لاہور: نگارشات، ۱۹۹۸ء)، ص:۱۱۳

۸۳۔ سلیٹر، جی۔جان (Slater, G. John)، مقدمہ، خارجی دنیا کا علم، از رسل برٹرینڈ (Russel, Bertrand)، مترجم، خالد مسعود، (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۹۸ء)، ص:۱۵۔۱۷

۸۴۔ رسل برٹرینڈ (Russel, Bertrand)، خارجی دنیا کا علم، مترجم، خالد مسعود، (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۹۸ء)، ص:۹۵

۸۵۔ شاہد حمید، پیش لفظ، سوفی کی دنیا، از جوسٹین گارڈر (Jostien Gaarder)، (لاہور: اردو سائنس بورڈ، ۱۹۹۸ء)، ص:۶۔۷

۸۶۔ جوسٹین گارڈر (Jostien Gaarder)، سوفی کی دنیا، (لاہور: اردو سائنس بورڈ، ۱۹۹۸ء)، ص:۲۷۱

۸۷۔ برگساں، ہنری (Bergson, Henri)، تخلیقی ارتقاء، مترجم، ڈاکٹر رحیم بخش+عبدالحمید اعظمی، (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۹۹ء)، ص:۱۹

۸۸۔ رسل، برٹرینڈ (Russel Bertrand)، ہسٹری آف ویسٹر فلاسفی (نشاۃ ثانیہ سے ڈیوڈ ہیوم تک)، مترجم، ذکی احمد، (کراچی: انڈس پبلی کیشنز، ۱۹۹۹ء)، ص:۶۳

۸۹۔ دریابادی، عبدالماجد، مقدمہ، مکالمات برکلے، از جارج برکلے (George Barclay)، (لاہور: آگہی پبلی کیشنز، ۲۰۰۰ء)، ص:۱۰۔۱۱

۹۰۔ جارج برکلے (George Barclay)، مکالمات برکلے، مترجم مولانا عبدالماجد دریا آبادی، (لاہور: آگہی پبلی کیشنز، ۲۰۰۰ء)، ص:۲۷

۹۱۔ ہنری تھامس+ڈانالی تھامس (Henery Thomas+Danali Thomas)، 20 عظیم فلسفی، مترجم، قاضی جاوید، (لاہور: تخلیقات، ۲۰۰۱ء)، ص:۲۰۹

۹۲۔ کیرن آرم سٹرانگ (karen Armstrong)، خدا کی تاریخ، یہودیت، عیسائیت اور اسلام میں وحدانیت کا جائزہ، مترجم، یاسر جواد، (لاہور: نگارشات،۲۰۰۴ء)، ص: ۷۹

۹۳۔ رسل، برٹرینڈ (Russell, Bertrand)، برٹرینڈ رسل کے فکر انگیز مضامین، مترجم، جمشید اقبال، (ملتان: بیکن بکس، ۲۰۰۶ء)، ص: ۳۵

۹۴۔ یہ اقتباس کتاب کے فلیپ پر درج تحریر سے لیا گیا ہے جس پر اُس تحریر کے مصنف کا نام درج نہیں۔

۹۵۔ رسل برٹرینڈ (Russel, Bertrand)، فلسفۂ مغرب کی تاریخ، مترجم، پروفیسر بشیر احمد (اسلام آباد: پورب اکادمی، ۲۰۰۶ء)، ص: ۶۰

۹۶۔ افلاطون (Plato)، مکالماتِ افلاطون (جلد اول)، مترجم، پروفیسر اے۔ ڈی میکن، (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۰۷ء)، ص: ۱۷۹

۹۷۔ افلاطون (Plato)، مکالماتِ افلاطون (جلد دوم)، مترجم، عبدالحمید اعظمی، (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۰۷ء)، ص: ۲۵۰

۹۸۔ ذاکر حسین، ڈاکٹر، مقدمہ، مکالماتِ افلاطون (جلد سوم۔جمہوریہ)، از افلاطون (Plato)، (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۰۷ء)، ص: ۸

۹۹۔ افلاطون (Plato)، مکالماتِ افلاطون (جلد سوم۔جمہوریہ)، مترجم، ڈاکٹر ذاکر حسین، (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۰۷ء)، ص: ۶۳۔۶۴

۱۰۰۔ افلاطون (Plato)، مکالماتِ افلاطون (جلد چہارم۔قوانین)، مترجم، عبدالحمید اعظمی، (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۰۷ء)، ص: ۱۱۷

۱۰۱۔ افلاطون (Plato)، مکالماتِ افلاطون (جلد پنجم)، مترجم، عارف حسین، (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۰۷ء)، ص: ۱۰۳

۱۰۲۔ افلاطون (Plato)، مکالماتِ افلاطون (جلد ششم)، مترجم، عارف حسین، (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۰۹ء)، ص: ۱۸۹

۱۰۳۔ جیکسن، جی، جان (Jaxen, G.John)، انسان، خدا اور تہذیب، مترجم، یاسر جواد، (لاہور: نگارشات، ۲۰۰۸ء)، ص: ۹۳

۱۰۴۔ برگساں، ہنری (Bergson, Henry)، برگساں اور وجدانیت، مترجم، ڈاکٹر عبدالقادر، (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۰۹ء)، ص: ۴۶

۱۰۵۔ رافیل، ڈی۔ڈی (Rapheal, D.D)، فلسفۂ اخلاق، مترجم، راشد متین، (اسلام آباد: قومی اکادمی برائے اعلیٰ تعلیم، یونیورسٹی گرانٹس کمیشن س۔ن)، ص: ۶۳

۱۰۶۔ افاناسی تیف، مارکسی فلسفہ، مترجم، انور احسن صدیقی، (کراچی: غضنفر اکیڈمی، س۔ن)، ص: ۱۵۸

۱۰۷۔ اولیری، ڈی (O'leary, De)، فلسفۂ اسلام، مترجم، مولوی احسان احمد، (لاہور: بک ہوم، ۲۰۰۳ء)، ص: ۱۸۵

۱۰۸۔ خلیفہ عبدالحکیم (Khalifa Abdulhakim)، اسلام کا نظریہ حیات، مترجم، قطب الدین، (لاہور: ادارۂ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۸۳ء)، ص: ۷۶

۱۰۹۔ عشرت حسن انور، اقبال کی مابعد الطبیعات، (لاہور: اقبال اکیڈمی، ۱۹۷۷ء)، ص: ۷

۱۱۰۔ محمد منور، پروفیسر، تصریحاتِ مترجم، تین مسلمان فیلسوف، از سید حسین نصر، (کراچی: نفیس اکیڈیمی، ۱۹۸۴ء)، ص: ۱۳

۱۱۱۔ سید حسین نصر، تین مسلمان فیلسوف، مترجم، پروفیسر محمد منور، (کراچی: نفیس اکیڈمی، ۱۹۸۴ء)، ص: ۵۴

۱۱۲۔ امیر علی، سید، مقدمہ، روح اسلام، مترجم، محمد ہادی حسین، (لاہور: ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، طبع ششم ۱۹۸۸ء)، ص: ۳

۱۱۳۔ امیر علی، سید، روح اسلام، ص: ۶۷۴

۱۱۴۔ امیر علی، سید، روح اسلام، مترجم، مولوی چراغ علی، (لاہور: نذیر پبلشرز، س۔ن)، ص: ۳۵۴

۱۱۵۔ عزیز احمد، تمہید، برصغیر میں اسلامی جدیدیت، مترجم، ڈاکٹر جمیل جالبی، (لاہور: ادارۂ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۸۹ء)، ص: ۱۵

۱۱۶۔ عزیز احمد، برصغیر میں اسلامی جدیدیت، ص: ۱۴۶

۱۱۷۔ عزیز احمد، برصغیر میں اسلامی کلچر، مترجم، ڈاکٹر جمیل جالبی، (لاہور: ادارۂ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۹۰ء)، ص: ۱۸۶

۱۱۸۔ ڈی بوئر، ٹی۔ جے (Deboer, T.J)، تاریخ فلسفۂ اسلام، مترجم، ڈاکٹر عابد حسین، (لاہور: فکشن ہاؤس، ۲۰۰۰ء)، ص: ۲۹

۱۱۹۔ سید نذیر نیازی، مقدمہ، تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ، از علامہ محمد اقبال، (لاہور: بزمِ اقبال، طبع پنجم ۲۰۰۰ء)، ص: ۱۵۔۱۶

۱۲۰۔ ایضاً، ص: ۸

۱۲۱۔ اقبال، محمد، علامہ، تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ، مترجم، سید نذیر نیازی، (لاہور: بزمِ اقبال، طبع پنجم ۲۰۰۰ء)، ص: ۱۴۶

۱۲۲۔ اقبال، محمد، علامہ، اسلامی فکر کی نئی تشکیل، مترجم، شہزاد احمد، (لاہور: مکتبہ خلیل، ۲۰۰۵ء)، ص: ۱۱۰

۱۲۳۔ ہارون یحیٰی، اللہ کی نشانیاں، مترجم، ڈاکٹر تصدق حسین راجا، (لاہور: ادارۂ اسلامیات، ۲۰۰۰ء)، ص: ۸۹

۱۲۴۔ ہارون یحیٰی، تعارف، دنیا اور اس کی حقیقت، مترجم، ڈاکٹر تصدق حسین راجا، (لاہور: ادارۂ اسلامیات، ۲۰۰۲ء)، ص: ۱۶

۱۲۵۔ ہارون یحیٰی، دنیا اور اس کی حقیقت، ص: ۹۵

۱۲۶۔ یہ اقتباس کتاب کے بیک فلیپ پر درج تحریر سے لیا گیا ہے۔

۱۲۷۔ ہارون یحیٰی، کائنات، نظریہ وقت اور تقدیر، مترجم، ارشد علی رازی، (لاہور: ادارۂ اسلامیات، ۲۰۰۲ء)، ص: ۸۴

۱۲۸۔ میر حسن الدین، دیباچہ، فلسفۂ عجم، از علامہ محمد اقبال، (کراچی: نفیس اکیڈمی، ۱۹۸۴ء)، ص: ۶

۱۲۹۔ اقبال، محمد، علامہ، فلسفۂ عجم، مترجم، میر حسن الدین، (کراچی: نفیس اکیڈمی، ۱۹۸۴ء)، ص: ۷۵

۱۳۰۔ سری نیواسا، اینگار، پی۔ ٹی (Sirinivasa Engar, P.T)، اصولِ فلسفۂ ہنود، مترجم، مولوی احسان احمد،

(حیدرآباد دکن: دارالطبع جامعہ عثمانیہ،۱۹۳۲ء)،ص:۴

۱۳۱۔ داس گپتا، ایس۔این (Das Gupta, S.N)، تاریخ ہندی فلسفہ، مترجم، رائے شیو موہن لال ماتھر، (حیدرآباد دکن: دارالطبع جامعہ عثمانیہ، ۱۹۴۵ء)،ص:۳۴۱۔۳۴۲

۱۳۲۔ ایضاً،جلد دوم،ص:۳۰۹۔۳۱۰

۱۳۳۔ ایضاً،جلد سوم،ص:۴۶۵۔۴۶۶

۱۳۴۔ والمیکی، رامائن، مترجم، یاسر جواد، (لاہور: فکشن ہاؤس، ۲۰۰۰ء)،ص:۹۷

۱۳۵۔ یاسر جواد، ابتدائیہ، مشرق کے عظیم مفکر، از، ایوان، پی۔ مک گریل (Ian, P. McGreal)، (لاہور: تخلیقات، ۱۹۹۷ء)،ص:۹

۱۳۶۔ ایوان، پی۔مک گریل (Ian, P. McGreal)، مشرق کے عظیم مفکر، مترجم، یاسر جواد، (لاہور: تخلیقات، ۱۹۹۷ء)، ص:۳۵۴

۱۳۷۔ رابرٹ، وین۔ڈی ویئر (Robert Van De Weyer)، مؤلف ومرتب، تاؤ اور کنفیوشس ازم، مترجم، ملک اشفاق، (لاہور: بک ہوم، طبع دوم ۲۰۱۰ء)،ص:۷۷

۱۳۸۔ ہیرالڈ ہوفڈنگ (Herald Hofding)، تاریخ فلسفۂ جدید (جلد اول)، مترجم، خلیفہ عبدالحکیم، (کراچی: نفیس اکیڈمی، ۱۹۸۷ء)،ص:۱۵۱۔۱۵۲

۱۳۹۔ عیسل ویلہلم مختصر تاریخ فلسفۂ یونان، مترجم، خلیفہ عبدالحکیم، (حیدرآباد دکن: دارالطبع جامعہ عثمانیہ، ۱۹۳۴ء)،ص:۸۷

۱۴۰۔ ابوالحسن منصور، مترجم، دیباچہ، زرتشت نے کہا، (لاہور: فکشن ہاؤس، ۲۰۰۰ء)،ص:۲۵

۱۴۱۔ نیٹشے، فریڈرک (Friedrich Nietzche)، زرتشت نے کہا، مترجم، ڈاکٹر ابوالحسن منصور، (لاہور: فکشن ہاؤس، ۲۰۰۰ء)،ص:۳۵۲

۱۴۲۔ گولڈ زیہر (Goldziher)، قرونِ وسطیٰ کا اسلامی فلسفہ، مترجم، سید وحید الدین، (حیدرآباد دکن: دارالطبع جامعہ عثمانیہ، ۱۹۴۴ء)،ص:۱۶۔۱۷

۱۴۳۔ گوئٹے (Goethe)، فاؤسٹ، مترجم، سید عابد حسین، (لاہور: بک ہوم، ۲۰۰۴ء)،ص:۱۲۶

۱۴۴۔ کانٹ (Kant)، تنقیدِ عقلِ محض، مترجم سید عابد حسین، (کراچی: سٹی بک پوائنٹ، ۲۰۰۵ء)،ص:۱۲۶

۱۴۵۔ مجیب الاسلام، دارالترجمہ عثمانیہ کی علمی و ادبی خدمات، (دہلی: اردو اکادمی، ۱۹۸۷ء)،ص:۲۶۹

مندرجہ بالا مقالے میں شامل ''دارالترجمہ عثمانیہ'' کے شائع کردہ تراجم کی فہرست میں اس کتاب کو انگریزی سے تراجم میں شامل کیا گیا ہے لیکن اشاعت قدیم وجدید سے وضاحت نہیں ہوتی کہ اسے انگریزی سے ترجمہ کیا گیا ہے یا فرانسیسی سے۔چونکہ یہ اصل میں فرانسیسی زبان میں لکھی گئی اسی لئے ہم قیاس کرتے ہیں کہ اس کا ترجمہ فرانسیسی زبان

سے کیا گیا ہے۔اس پر مزید تحقیق ہوسکتی ہے۔

۱۴۶۔ موسیو ریناں ساں (Renan)، ابن رشد اور فلسفۂ ابن رشد، مترجم، مولوی معشوق حسین خان علیگ، (لاہور: تخلیقات،۱۹۹۳ء)،ص:۹۴

۱۴۷۔ ولادیسلاف کیلے+ماتوے کوالزوں، تاریخی مادیت، مترجم، مرزا اشفاق بیگ، (ماسکو: دارالاشاعتِ ترقی،۱۹۷۴ء)، ص:۲۲۳

اس کتاب سے یہ پتہ نہیں چلتا ہے کہ یہ روسی زبان سے ترجمہ کی گئی ہے یا انگریزی زبان سے لیکن چونکہ اس کی اشاعت ماسکو سے ہوئی اور اس کے مصنفین بھی روسی ہیں اسی لئے یہ گمان غالب ہے کہ یہ روسی زبان سے ترجمہ کی گئی۔اس پر مزید تحقیق ہوسکتی ہے۔

باب سوم
عربی اور دیگر مشرقی زبانوں سے فلسفیانہ تراجم

باب سوم

(ا) عربی زبان سے فلسفیانہ کتب کے تراجم

کتاب: ۱۰۰

شعبہ اقبالیات لائبریری، اورینٹل کالج لاہور

اخوان الصفا

مصنفین: ابوسلمان، ابوالحسن، ابواحمد

مترجم: مولوی شیخ اکرام علی

تدوین و ترتیبِ جدید: ڈاکٹر احراز نقوی

اشاعت قدیم: فورٹ ولیم کالج ہندوستانی پریس، کلکتہ ہندوستان، ۱۸۱۰ء

اشاعت جدید: مجلسِ ترقی ادب لاہور، پاکستان، ۱۹۶۶ء

کل ابواب: ۲۵ (پچیس)

اخوانُ الصّفا

از

ابوسلمان، ابوالحسن، ابواحمد

کل صفحات: ۲۲۴ (224)

موضوع:

اس کے مصنفین کے حوالے سے اختلافات ہیں۔ کچھ محققین کا کہنا ہے کہ یہ ایک الحاقی تصنیف ہے اور اس کا کوئی ایک مصنف نہیں۔ کچھ کا کہنا ہے کہ یہ اسمٰعیلی فرقے کی جماعت کی تصنیف ہے۔ اس جماعت کے چار عالموں ابوسفیان محمد بن مشیر البستی المقدسی، ابوالحسن علی بن فاروق الرنجانی، محمد بن نزجوری العوفی اور زید بن رفاع نے اسے تصنیف کیا۔ مترجم نے اس کے دس مصنفین کا ذکر اور دو کا نام تحریر کیا ہے۔ ابوسلمان ابوالحسن، ابواحمد۔ جبکہ اسمٰعیلی فرقے کی تاریخ کے مطابق یہ اسمٰعیلی فرقے کے پہلے امام عبداللہ وفی احمد کی تصنیف ہے۔ "اخوانُ الصّفا" عربی فلسفہ و حکمت اور منطق و اخلاق کی نمائندہ کتاب ہے جو بعض محققین کے مطابق ۵۱ (اکیاون) اور کچھ کے نزدیک ۵۳ (ترپن) رسائل پر مشتمل ہے۔ زیر بحث موجودہ کتاب اس رسالے کے اُن منتخب حصوں کا ترجمہ ہے جو اخلاق سے متعلق ہیں۔

> "اخوان الصفا" اپنے عصر پر نہایت جامع اور ہمہ گیر کتاب ثابت ہوئی ہے۔ یہ اپنی وسعت کے اعتبار سے تمام علوم کی ایک انسائیکلوپیڈیا بن گئی ہے۔ فلسفہ، منطق، ہیئت، دینیات، الٰہیات، علم الکلام، علم الافلاک، مدنیت، سیاست، نجوم، طب غرض کوئی بھی ایسا علم نہیں جس کی پوری بصیرت اس کے اندر موجود نہ ہو۔۔۔۔ زیرِ نظر اور زیرِ ترتیب "اخوانُ الصفا" کا حصہ یوں کہنے کو تو علم الاخلاق سے متعلق رسالہ ہے مگر حق یہ ہے کہ فقط اس ایک رسالے میں دنیا جہاں کے پیچیدہ مسائل موجود ہیں۔۔۔۔ بات فقط اس رسالے میں اتنی ہی ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ آدمی تمام ذی روح پر افضل ہے۔ اشرف المخلوقات کا یہ نکتہ ہم کو قرآن حکیم اور کئی وسیلوں سے مختلف احادیث میں بھی وضاحت سے مل جاتا ہے۔ مؤلف "اخوان الصفا" نے اسی مسئلے کو رسالے میں بڑی مہارت اور علمی صداقت کے ساتھ پیش کیا ہے اور اپنے مرکزی خیال کو کامیاب بنانے کے لئے ایک خوبصورت سی کہانی گھڑلی ہے۔ اس کہانی کو ایک حسین پلاٹ اور بے شمار کرداروں کے ذریعے "قصہ پن" کے تمام تقاضوں کو ملحوظ رکھ کر پیش کیا ہے۔"[1]

کتاب کی خوبی یہ ہے کہ اس میں جانوروں، جنوں اور انسانوں کا ایک وسیع پیمانے پر مناظرہ کروایا گیا ہے جس میں جانور اور

انسان ایک دوسرے پر اپنی اپنی برتری اور بزرگی اور فوقیت ثابت کرنے کے لئے دلائل و براہین دیتے ہیں ۔ یہ بحث بہت دلچسپ ہے جو بالآخر انسانوں کی تمام دوسری مخلوقات پر برتری اور فوقیت پر ختم ہوتی ہے ۔

زبان:

یہ کتاب فورٹ ولیم کالج کے تحت ترجمہ اور شائع ہوئی جس میں زبان کی سادگی اور سلاست پر سب سے زیادہ توجہ دی گئی کیونکہ اسے فورٹ ولیم کالج کے اردو کے نصاب میں شامل کیا جاتا تھا ۔ یہ کتاب اولین علمی و فلسفیانہ تراجم میں شمار ہوتی ہے ۔ اس دور میں علمی و فلسفیانہ نثر کے نمونے اور نثری روایت بہت کمزور ہونے کے باوجود اس کتاب کی زبان فصیح و بلیغ، رواں اور ادبیت سے بھرپور ہے ۔ موضوع، زبان اور اوّلیت کے حوالے سے اردو کے علمی و فلسفیانہ کتب کے ذخیرے کی اہم ترین کتابوں میں سے ہے ۔ زبان کے حوالے سے ایک اقتباس درج کیا جاتا ہے:

> ''اس بات کو سنتے ہی ایک حیوان کہنے لگا افسوس کہ صنعتِ الٰہی کو تُو نے کچھ نہ سمجھا ۔ ہم مخلوق ہیں خوبی اور درستی ہمارے اعضا کی اسی سے ہے ۔ پس عیب ہمارے کرنا حقیقت میں اس کا عیب ظاہر کرنا ہے ۔ یہ نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک شے کو اپنی حکمت سے واسطے ایک فائدے کے پیدا کیا ہے ۔''[۲]

☆☆☆☆☆

کتاب: ۱۰۱

کتب خانہ مجلس ترقی ادب لاہور

القول الاظہر

مصنف: ابو علی احمد ابن مسکویہ

مترجم: حکیم محمد حسن فاروقی

انجمن ترقی اردو، مطبع مسلم یونیورسٹی علیگڑھ، ہندوستان، طبع سوم، ۱۹۲۳ء

کل ابواب: ۳ (تین)

الفوز الاصغر

از

الشیخ ابو علی احمد ابن مسکویہ

کل صفحات: ۱۳۰ (130)

موضوع:

یہ کتاب معروف عرب مفکر ابن مسکویہ کی مشہور زمانہ تصنیف ''الفوز الاصغر'' کا اردو ترجمہ ہے ۔ اس کتاب میں تین (۳) ابواب ہیں اور ہر باب دس دس ذیلی فصلوں پر مشتمل ہے ۔ پہلا باب ''اثباتِ صانع'' کے عنوان سے ہے جس میں مصنف نے وجودِ باری تعالیٰ کا اثبات عقلی دلائل سے کیا ہے ۔ اس میں صانع یعنی باری تعالیٰ کے واحد، ازلی، غیر مجسم اور غیر مخلوق ہونے پر عقلی دلائل دیئے گئے ہیں ۔ دوسرے باب ''نفس اور اس کے احوال'' میں نفس انسانی کے متعلق مباحث ہیں جس میں نفس (یعنی روح) کے اثبات، مدرک، جوہر کے غیر فانی ہونے اور اس کی ماہیت اور کیفیت کو موضوع بحث بنایا گیا ہے ۔ تیسرے باب ''نبوت'' میں

حقیقت نبوت پر مختصر لیکن مدلل اور جامع بحث کی گئی ہے۔ اس ضمن میں موجودات عالم میں انسان کے مرتبے، حواس خمسہ کے ارتقاء، وحی کی کیفیت، نبوت اور کہانت میں فرق، (رویاء) نبوت کے خوابوں کا سچ ہونا، اصناف وحی اور نبی مرسل اور غیر مرسل اور نبی و متنبّی کے فرق کے حوالے سے سیر حاصل بحث کی ہے۔ بحیثیت مجموعی اس کتاب میں مصنف نے فلسفہ الٰہیات کے اصولوں کو اسلامی تصور خدا، روح اور نبوت پر منطبق کر کے ان کی عقلی توجیہہ کی کوشش کی ہے۔ اس سے بنیادی مذہبی اعتقادات کو تقویت ملتی ہے۔

زبان:

یہ کتاب بیسویں کی دوسری دہائی میں اس وقت ترجمہ کی گئی جب اردو زبان میں علمی و فلسفیانہ نثر کی روایت اس قدر مستحکم نہ تھی اور نہ ہی ایسی نثر کے مثالی نمونے اردو میں موجود تھے۔ ایسے میں اتنی فصیح، رواں اور رشتہ اردو میں اتنی مشکل کتاب کا ترجمہ ایک کارنامے سے کم نہیں۔ درحقیقت یہ اس بات کا ثبوت بھی ہے کہ اردو میں ابتداء ہی سے اتنی صلاحیت موجود تھی کہ علمی مسائل کو بیان کر سکے۔ ہوسکتا ہے کہ آج کے قاری کو اسلوب کچھ نامانوس لگے مثلاً کچھ لفظوں کا املا آج سے ذرا مختلف ہے۔

کریگا	کرلے گا	ص ۱۶	بی اصول	بے اصول	ص ۱۶
پہونچی	پہنچی	ص ۱۷			

لیکن اس دور کے تناظر میں دیکھیں تو یہ خالصتاً علمی و فصیح، لیکن براہ راست اور رشتہ طرز نگارش کی ایک مثال ہے۔ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ موضوع و زبان دونوں حوالوں سے یہ کتاب اردو کے فلسفیانہ ذخیرے کی بہترین کتابوں میں سے ایک ہے۔ زبان کے حوالے سے ایک مختصر اقتباس نقل کرتے ہیں:

> ''حکمائے ذوی الاحترام وانبیائے علیہم السلام طالبان حقیقت کو یہ تدبیر بتاتے ہیں کہ عالم اجسام کے مکدّر عادات و حالات اور حواس واوہام کے تعلقات کو قطع کر کے مجرد عقل سے غور کرو اور نظر عمیق سے کام لو تو مقصود حقیقی کا علم حاصل ہوگا اور تمہارے نفس کو صحت کلی اور راحت اصلی نصیب ہوگی۔''[۵۷]

☆☆☆☆☆

کتاب: ۱۰۲

قائداعظم لائبریری لاہور

کتاب الہند

مصنف: علامہ البیرونی

مترجم: سیّد اصغر علی

الفیصل لاہور، پاکستان، طبع اول ۱۹۹۴ء

کل ابواب: ۸۰ (اسّی)

ما للھند

از

برہان الحق ابوالریحان محمد ابن احمد البیرونی

کل صفحات: ۴۳۸ (438)

موضوع:

علامہ البیرونی کا شمار ہمہ جہت عرب مسلم مفکرین میں ہوتا ہے۔ آپ کو جدید علم الانسانیات / بشریات (Anthropology) کے بانیوں میں شمار کیا جاتا ہے۔اس کے ساتھ ساتھ وہ ایک ماہر ریاضیات،فلکیات،جغرافیہ دان، مؤرخ،طبقات الارض اور علم الادویہ میں خاص مہارت رکھتے تھے۔آپ گیارہویں صدی کی پہلی دہائی میں، جب محمود غزنوی ہندوستان پر پے درپے حملے کررہا تھا،غزنی سے ہندوستان آئے اور کشمیر، پنجاب اور سندھ میں تقریباً دس برس تک قیام کیا۔اس دوران میں آپ نے سنسکرت اور دیگر ہندوستانی زبانیں سیکھنے کے علاوہ یہاں کے مذاہب،تہذیب وثقافت اور ماحول کا گہرا مطالعہ کیا۔اس کے علاوہ ہندو علماء سے آپ کی صحبتیں رہیں جن سے آپ نے ہندی فلسفہ وفکر سے آگاہی حاصل کی۔ہندوستان سے واپسی پر آپ نے ابوسہل عبدالمنعم کے کہنے پر ہندوستان کے جغرافیہ، آب وہوا اور اہلِ ہندوستان کے قدیم علوم، مذاہب، تہذیب وثقافت، فلسفہ وفکر کے متعلق جو کچھ سیکھا، پڑھا اور مشاہدہ کیا تھا اس کو کتابی صورت میں لکھ دیا جو آج ''مالِلہند''، ''کتاب الہند'' کے عنوانات سے ہندی تہذیب سے متعلق ابتدائی اور مستند ماخذوں میں سے ایک تصور کی جاتی ہے۔یہ کتاب جارج جیمس فریزر (George James Frazer) کی شاخِ زرّیں (The Golden Bough) کی ہم پلّہ تصنیف تصور کی جاتی ہے۔ اس کتاب کو ہم نے فلسفیانہ کتب کی فہرست میں اس لئے شامل کیا ہے کیونکہ ہندوستان میں ہندو مذہب اور فلسفہ اس طرح یکجا ہیں کہ انہیں الگ الگ کرنا ممکن نہیں اور البیرونی نے اس میں ہندوؤں کے بنیادی مذہبی وفکری عقائد کو وضاحت سے بیان کیا ہے جس سے ہندی فلسفہ مذہب کے ساتھ ساتھ اس کے قدیم فکری ماخذ کا بھی پتہ چلتا ہے۔حیرت کی بات یہ ہے کہ اس میں البیرونی تقریباً تمام قدیم نمائندہ ہندو فلسفیوں کے علاوہ یونانی اور مسلمان مفکرین کے حوالے بھی دیتے ہیں۔قدیم ہندوستانی تہذیب اور خصوصاً فلسفہ کو سمجھنے کے لئے یہ ایک بنیادی کتاب ہے۔

زبان:

یہ کتاب کلاسیکی عربی زبان میں تصنیف کی گئی۔اس کا ترجمہ ایک مشکل،محنت طلب اور صبر آزما کام تھا۔اس کو سیّد اصغر علی صاحب نے کمال ہمت اور محنت سے پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔اس میں اصل عربی میں بیان کی گئی قدیم سنسکرت کی علمی وفلسفیانہ اصطلاحات کو سمجھنا اور پھر ان کو اردو کے قالب میں ڈھالنا تھا۔اس کے لئے عربی اور اردو کے ساتھ ساتھ کسی حد تک سنسکرت اور ہندی زبان سے واقفیت بھی ضروری تھی۔اس کتاب کے اسلوب میں ایک تنوع ہے یعنی کہیں بالکل عربی رنگ غالب ہے اور کہیں مکمل طور پر ہندی چھاپ ہے۔بہرحال اسلوب اور زبان کے اعتبار سے بھی یہ ایک منفرد اور اہم کتاب ہے جو اردو اسالیب کی وسعت اور کشادہ دامنی کی آئینہ دار ہے۔ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

''پرانی کتابوں میں کہا گیا ہے کہ سب سے پہلی اور قدیم چیز ظلمت یعنی تاریکی ہے۔یہ ظلمت سیاہی نہیں بلکہ اس قسم کا عدم ہے جیسا سونے والے پر طاری ہوتا ہے۔پھر اللہ نے کائنات کو برہما کے واسطے پیدا کر کے اس کا گنبد بنایا اور اس کو اوپر اور

نیچے کے دو حصوں میں تقسیم کر کے اس میں آفتاب اور ماہتاب چلایا۔'' کپل نے کہا: ''اللہ ہمیشہ سے تھا اور عالم مع اپنے تمام جواہر اور اجسام کے اس کے ساتھ تھا۔''[۴]

☆☆☆☆☆

کتاب: ۱۰۳

سرگزشتِ غزالی

مصنف: امام محمد غزالی

مترجم: مولانا محمد حنیف ندوی

ادارۂ ثقافت اسلامیہ لاہور، پاکستان، طبع اول ۱۹۵۹ء، طبع دوم ۱۹۶۹ء

کل ابواب: ۲ (دو) حصوں پر مشتمل ہے۔

المنقذ من الضلال

از

امام محمد غزالی

کل صفحات: ۱۸۸ (188)

موضوع:

یہ کتاب امام غزالی کی مشہور زمانہ تصنیف ''**المنقذ من الضلال**'' کا اردو ترجمہ ہے جس میں امام غزالی نے اپنے فکری سفر اور ارتقاء کو انتہائی دلنشین انداز میں بیان کیا ہے۔ اس ضمن میں انہوں نے اپنے دور کی مروجہ مذہبی وفکری اقدار اور معیارات کا تجزیہ عقلی تناظر میں کر کے اسلام کی حقانیت کے اثبات کی کوشش کی۔ یہ کتاب درحقیقت ہر عہد کے مسلمانوں اور اہل عقل و دانش کیلئے مشعلِ راہ کا کام دے سکتی ہے اور دیتی رہی ہے۔

زبان:

فکر اور خیالات کے ساتھ ساتھ زبان وبیان کے اعتبار سے بھی یہ امام غزالی کی ایک بہترین تصانیف میں سے ایک ہے جس میں انہوں نے اعلیٰ طرز نگارش کا بہترین مظاہرہ کیا ہے۔ اس کتاب کو اردو زبان میں منتقل کرتے ہوئے مترجم نے اس اعلیٰ طرز نگارش اور زبان وبیان کے بہترین پیرائے کو برقرار رکھنے کی کوشش کی ہے جس میں وہ بہت حد تک کامیاب بھی رہے ہیں۔ مختصراً یہ کہ موضوع اور زبان وبیان کے اعتبار سے یہ اردو کی علمی وفلسفیانہ کتب میں ایک بلند مقام رکھتی ہے۔ نمونے کے طور پر ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

''۔۔۔ یہ کہنا کہ خدا علیم بالذات ہے۔ یعنی اس کا علم صفتِ زائد نہیں ہے۔ بلکہ ذات ہی سب کچھ ہے۔ وہی خالق ہے اور وہی رب ہے۔ اس طرح کے مسائل میں ان کا انداز قریباً وہی ہے جو معتزلہ کا ہے۔''[۵]

☆☆☆☆☆

کتاب: ۱۰۴

قائد اعظم لائبریری لاہور

قدیم یونانی فلسفہ

مصنف: امام محمد غزالی

مترجم: مولانا محمد حنیف ندوی

ادارۂ ثقافت اسلامیہ، لاہور، پاکستان، ۱۹۵۹ء

کل ابواب: ۴۶ (چھیالیس) عنوانات قائم کئے گئے ہیں۔

مقاصدُ الفلاسفہ

از

امام محمد غزالی

کل صفحات: ۳۵۵ (355)

موضوع:

''**مقاصد الفلاسفہ**'' بنیادی طور پر یونانی فلسفہ پر امام غزالی کی شہرہ آفاق تصنیف ہے۔ جس میں انہوں نے نہ صرف یونانی فلسفہ کے تین اہم ترین مسائل منطق، الٰہیات اور طبیعات کی تاریخ بیان کی ہے بلکہ ان کا تجزیہ بھی کیا ہے۔ موضوع کو واضح کرنے کیلئے میں کتاب کے مترجم جناب حنیف ندوی کے پیش لفظ سے ایک مختصر اقتباس درج کرنا بہتر سمجھتا ہوں:

> ''۔۔۔ان کی زندگی کا اصلی مشن چونکہ فلسفہ یونانی کی واماندگیوں کو ظاہر کرنا تھا اور ابن سینا اور فارابی کی پھیلائی ہوئی غلط فہمیوں کا ازالہ کرنا تھا اس لئے ضروری تھا کہ اس فریضہ سے عہدہ براہ ہونے سے پہلے فلسفیانہ حلقوں میں اپنی فلسفہ دانی کی دھاک بٹھائیں۔ ''مقاصد الفلاسفہ'' کی تصنیف اسی غرض سے تھی۔ اس میں انہوں نے منطق، الٰہیات اور طبیعات ایسے خشک مضامین کو ایسے واضح وشگفتہ اور سمجھ میں آنے والے انداز میں بیان کیا ہے کہ جس سے ان کی فلسفیانہ صلاحیتوں میں کوئی شک نہیں رہتا۔''[۱]

زبان:

مولانا حنیف ندوی نہ صرف بہت بڑے عالم دین تھے بلکہ عربی زبان وادب پر گہری اور بھر پور دسترس رکھتے تھے۔ یہی وجہ ہے وہ عربی سے علمی کتب تراجم کی روایت میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ کتاب بھی اسی سلسلے کی کڑی ہے۔ اس میں امام غزالی نے یونانی منطق، الٰہیات اور طبیعات سے متعلق مباحث کو اعلیٰ پائے کی عربی زبان میں بیان کیا۔ اسی چیز کو حنیف ندوی نے اردو زبان میں منتقل کرنے کی بھر پور کوشش کی اور اس میں بہت حد تک کامیاب بھی رہے۔ مشکل مباحث، ادق نظریات اور پیچیدہ اصطلاحات کے باعث یہ کتاب کافی مشکل ہے لیکن اس کے باوجود مولانا نے اسے آسان اور رواں انداز میں بیان کرنے کی کوشش کی۔ اس کتاب کی زبان کے حوالے سے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اگر کچھ اصطلاحات اور تراکیب سے قاری کی شناسائی ہو تو عبارت اتنی مشکل نہیں کہ سمجھ میں نہ آسکے۔ ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

> ''وہ علم جس کا دائرۂ بحث ہمارے افعال تک محدود ہے اسے عملی علم کہا جاتا ہے۔ اس کا فائدہ یہ ہے کہ ہمیں اپنے اعمال کی صحیح صحیح حیثیت کا پتہ چل جاتا ہے اور یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ دنیا وآخرت میں ان کے ساتھ کیا مصالح وابستہ ہیں اور عقبیٰ و

آخرت میں ان سے امید و رجا کے کیا کیا پہلو متوقع ہیں؟" ۷

☆☆☆☆☆

کتاب: ۱۰۵ | قائد اعظم لائبریری لاہور

علم الکلام

مصنف: امام محمد غزالی

مترجم: مولوی محمد فیض الحسن

سنگِ میل پبلی کیشنز لاہور، پاکستان، ۱۹۶۷ء

کل ابواب: کتاب کے شروع میں ابواب بندی یا فہرستِ عنوانات نہیں دی گئی۔

الاقتصاد فی العتقاد

از

امام محمد غزالی

کل صفحات: ۲۰۸ (208)

موضوع:

یہ کتاب اسلامی علم الکلام میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے اور سینکڑوں برس گزر جانے کے باوجود بھی یہ آج اسلام کی نظریاتی اساس اور حدود کی محافظ ہے۔ اس کتاب کی ابتداء میں امام غزالی علم الکلام کی اہمیت پر زور دیتے ہیں لیکن ساتھ یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ ہر شخص کے لئے ضروری نہیں۔ شاید اس لئے کہ اس علم میں مشاق ہونے کیلئے مخصوص ذہنی صلاحیتوں کا ہونا ضروری ہے جو ہر انسان میں نہیں ہوتیں۔ مختصراً یہ کہ اس کتاب میں مسائل شریعت کو دائرہ عقل میں رہتے ہوئے بیان کرنے اور ان کی حقانیت کو ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

زبان:

امام غزالی کے افکار کی طرح ان کا طرز نگارش بھی آج تک تازہ، شگفتہ اور دلکش ہے۔ اُن کے اردو مترجمین نے ان اسلوب کو بھی اردو میں ڈھالنے کی کوشش اگرچہ سو فیصد نہ سہی پھر بھی بہت حد تک وہ اس میں کامیاب رہے۔ کتاب ہذا میں بھی امام غزالی کے طرز تحریر کی دلکشی اور روانی کا عکس نظر آتا ہے۔ اگرچہ یہ خالصتاً ایک علمی کتاب ہے اور اس میں اصطلاحات اور مشکل تراکیب بھی ہیں لیکن اس کے باوجود اس میں کسی حد تک روانی اور سلاست ہے جو کسی بھی علمی کتاب کا ایک بہت خاصہ ہے۔ ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

> "ہر جسم یا متحرک ہے یا ساکن اور حرکت وسکون دونوں حادث چیزیں ہیں۔ حرکت کا حادث ہونا تو ایسی چیز ہے جو مشاہدہ سے معلوم ہو سکتی ہے مگر سکون کی نسبت یہ بات دل میں کھٹکتی ہے کہ ممکن ہے کہ ایک چیز ابتداء سے ساکن چلی آتی ہو اس کو حرکت کرنے کی نوبت ہی نہ آتی ہو۔" ۸

کتاب: ۱۰۶

قائداعظم لائبریری لاہور

رموزِ کائنات

مصنف: محمد ابو حامد الغزالی

مترجم: مولوی محمد علی لطفی

ادارہ؟ شہر کراچی؟ ۱۹۷۰ء

کل ابواب: ۱۶ (سولہ)

اَلحِکمة فِی مخلوقاتِ اللّٰہ

از

محمد ابو حامد الغزالی

کل صفحات: ۱۴۴ (144)

موضوع:

یہ کتاب عالم اسلام کے عظیم عرب مجتہد، متکلم اور حجتہ الاسلام امام غزالی کی با کمال تصنیف ''الحکمہ فی مخلوقاتِ اللہ'' کا اردو قالب ہے۔ اس کتاب میں امام غزالی نے تخلیق کائنات پر غور و فکر کر کے اس کے پس پردہ حکمت کو بیان کرتے ہیں۔ اس ضمن میں پہلے وہ کائنات کے مادی عناصر آفتاب، ماہتاب، زمین، سمندر، پانی، ہوا، آگ کی تخلیق کی حکمت بیان کرنے کے بعد حیاتِ انسانی اور بعد ازاں پرندوں، چوپایوں، شہد کی مکھی، مچھلی اور نباتات کی حکمت کو قرآن حکیم اور عقل کے تناظر میں بیان کرتے ہیں۔ آخری باب میں قلب انسانی میں اللہ کی عظمت کے پیدا ہونے پر بحث ہے اور یہ تمام بحث عقل و دانش کی بنیاد پر ہے نہ کہ محض روایتی اور تقلیدی عقائد کی بنیاد پر۔ اسلامی اور مشرقی علوم و حکمت میں یہ ایک مختصر لیکن بلند پایہ کتاب ہے جس کا مطالعہ تقریباً ہر طالب علم کو ضرور کرنا چاہیے۔

زبان:

مولوی محمد علی لطفی نے بڑی شستہ، صاف اور رواں اردو میں اس کا ترجمہ کر کے اردو زبان کے علمی ذخیرے میں ایک گرانقدر اضافہ کیا ہے۔ کچھ الفاظ کا املا اور ہجے متروک ہو چکا ہے مثلاً پہونچا — پہنچا (ص ۵۹)

بحیثیت مجموعی موضوع کے ساتھ ساتھ زبان کے لحاظ سے بھی یہ کتاب بہت اہمیت کی حامل ہے۔ ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

> ''خدا نے آگ جیسی ضروری نفع بخش چیز کو پیدا فرما کر بندوں پر بڑا احسان فرمایا اور کیونکہ اس کی کثرت اور زیادتی بڑے فساد اور تباہی کا موجب تھی اس لئے اس نے اپنے کمال و حکمت سے اس طرح سے محفوظ رکھا کہ ضرورت پڑنے پر اس کو موجود کر لیا جاتا ہے اور اس سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے اور پھر وہ پوشیدہ اور معدوم ہو جاتی ہے گویا اس کو بعض دوسری چیزوں میں اس طرح سے پوشیدہ فرمایا کہ ضرورت پر اسے حاصل کر لیا جائے اس طرح سے ہم اس کی مضرتوں اور نقصانات سے محفوظ ہیں۔''[۹]

کتاب: ۱۰۷

قائداعظم لائبریری لاہور

تہافتہ الفلاسفہ

مصنف: امام غزالی

ترجمہ و تلخیص مع مفصل مقدمہ: مولانا حنیف ندوی

ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ لاہور، پاکستان، طبع اول ۱۹۷۴ء، طبع دوم ۱۹۸۷ء

کل ابواب: ۲۰ (بیس) مسائل پر بحث ہے۔

تہافتہ الفلاسفة

از

امام غزالی

کل صفحات: ۲۱۹ (219)

موضوع:

''تہافتہ الفلاسفہ' فلسفۂ اسلامی اور اسلامی علم الکلام میں ایک نمایاں ترین تصنیف ہے جس میں نہ صرف یونانی فکر و فلسفہ کی نارسائی کا ذکر ہے بلکہ ان کے افکار و نظریات پر بحث و تنقید بھی ہے۔ اس کتاب کی ایک اور خصوصیت مترجم جناب مولانا حنیف ندوی کا مفصل مقدمہ ہے جس میں انہوں نے نہ صرف امام غزالی کے افکار کو واضح کیا ہے بلکہ ابن رشد اور غزالی (کے فلسفیانہ نظریات) کا تقابلی جائزہ بھی لیا ہے۔ اس ضمن میں سقراط، کندی، فارابی اور ابن سینا کے ذکر کے ساتھ ساتھ علامہ طوسی اور خواجہ زادہ کے محاکموں کو بھی زیر بحث لایا گیا ہے۔ اس بناء پر اس کتاب کی اہمیت دوچند ہوگئی ہے۔ اس کتاب کے فلیپ پر یہ تحریر درج ہے:

> ''غزالی کی مشہور کتاب ''تہافتہ الفلاسفہ' اور ابن رشد کے جواب ''تہافتہ التہافہ'' کو اسلامی عقائد و افکار میں سنگ میل کی حیثیت حاصل ہے۔ غزالی نے اس معرکتہ الآ را کتاب میں یونانی فلسفہ اور انسانی فکر و کاوش کی واماندگی کو اجاگر کیا ہے اور بتایا ہے کہ انسانی فکر اور عقیدے کی اپنی منطق اور فہم و استدلال کا اپنا اسلوب ہے جس کو صرف اسی کی روشنی میں سمجھنا ممکن ہے۔ ابن رشد نے اس کے جواب میں یونانی فلسفے کی رو سے غزالی کے اعتراضات کا ٹھیٹھ فلسفیانہ زبان میں جواب دیا۔
> ''تہافتہ الفلاسفہ'' کی اس تلخیص و تفہیم میں مولانا ندوی نے نہ صرف غزالی کے اس تنقیدی شاہکار کو شگفتہ اور رواں دواں اردو میں منتقل کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے بلکہ اپنے طویل اور شاندار مقدمے میں دونوں کے خیالات اور افکار پر جچا تلا محاکمہ بھی سپرد قلم کیا ہے جس میں علامہ طوسی اور خواجہ زادہ کے تاریخی محاکموں سے استفادہ کے علاوہ مولانا نے موجودہ فلسفے کے رجحانات کو سامنے رکھ کر اپنی آراء کا بھی اظہار کیا ہے۔ اسلامی فلسفے پر تحقیقی کام کرنے والوں کے لئے ہمارے نزدیک یہ کتاب نہایت قیمتی دستاویز ہے۔ اس سے ایک تو یہ معلوم ہو جائے گا کہ یونانی فلسفے نے اسلامی علم الکلام کو کس حد تک متاثر کیا ہے۔ دوسرے یہ حقیقت بھی فکر و نظر کی سطح پر ابھر کر سامنے آ گئی کہ مسلمان حکماء و متکلمین نے یونانی فکر کے کن کن پہلوؤں میں مجتہدانہ اضافہ کیا۔ مزید برآں اس اہم کتاب میں فکر و نظر کی ان وسعتوں کی نشاندہی بھی ملے گی جن کی روشنی میں جدید علم الکلام کی تعمیر کی جا سکتی ہے۔''[۹۱]

زبان:

''تہافتہ الفلاسفہ'' کا شمار عربی زبان کی اعلیٰ فلسفیانہ و علمی کتب میں ہوتا ہے اور یہ لکھی بھی اعلیٰ پائے کی کلاسیکی عربی زبان

میں گئی۔اسلامی فکر وفلسفہ میں بنیادی اہمیت کی حامل کتاب ہونے کی وجہ سے بہت سے دیگر احباب اور علماء نے بھی اس کے تراجم کیئے۔لیکن مولانا ندوی کے اس ترجمے کی اہمیت دیگر تراجم سے کہیں زیادہ ہے کیونکہ یہ محض ترجمہ نہیں بلکہ اس کی تفہیم وتلخیص بھی ہے۔علاوہ ازیں اس کا ''مقدمہ'' اس کی اہمیت کو دوچند کر دیتا ہے جس میں فاضل مترجم امام غزالی کی تصنیف ''تہافتۃ الفلاسفہ'' اور ابن رشد کی طرف سے لکھی گئی جوابی کتاب ''تہافتۃ التہافتۃ'' کا تقابلی جائزہ پیش کیا ہے۔لیکن فی الوقت ہم صرف اس کی زبان کا جائزہ لیں گے۔مولانا ندوی اسلامی فکر وفلسفہ اور مشرقی علوم پر گہری نظر رکھنے کے ساتھ ساتھ عربی، فارسی اور اردو پر بھی دسترس رکھتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ انہوں نے عربی زبان سے جتنے بھی تراجم کیئے وہ قابل قدر ہیں۔''تہافتۃ الفلاسفہ'' میں بھی مولانا ندوی کی زبان صاف، رواں اور فصیح ہے۔وہ امام غزالی کے مشکل اور ادق افکار کو بھی نہایت سادگی اور سلاست سے اردو کے قالب میں ڈھال دیتے ہیں۔اگر قاری تھوڑی بہت بھی علمی وفکری سمجھ بوجھ رکھتا ہو اور مطالعہ کا عادی ہو تو اس کے لئے اس کتاب کی تفہیم مشکل نہیں۔جہاں تک عربی اصطلاحات کا مسئلہ ہے وہ اردو میں کافی حد تک بعینہٖ استعمال ہوتی ہیں۔بحیثیت مجموعی یہ کتاب اردو زبان کی فلسفیانہ کتب میں بلند مقام کی حامل ہے۔زبان کے حوالے سے ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

> ''فہم وفکر کا یہ اسلوب فیصلہ کن ہے۔اس سے شکوک وشبہات کے تمام بادل چھٹ جاتے ہیں اور ہمارے لئے یہ ممکن ہو جاتا ہے کہ معجزات وخوارق کی صحیح توجیہہ بیان کر سکیں اور یہ بتا سکیں کہ مردے کیونکر زندہ ہو سکتے ہیں اور عصائے موسیٰ علیہ السلام کس طرح اژدہا کا روپ دھار لیتا ہے۔اس انداز کی تبدیلیوں کو ہم روزانہ دیکھتے ہیں لیکن ان پر غور کرنے کی زحمت گوارا نہیں کرتے۔کیا ہم یہ نہیں دیکھتے کہ مٹی، آب وہوا اور بیج نے مل کر نباتات کی شکل اختیار کی اور پھر یہی نباتات انسانی معدہ میں پہنچ کر خون بنی۔خون منی میں بدلا اور منی نے جیتے جاگتے انسان کو جنم دیا۔''[۱۱]

☆☆☆☆☆

کتاب: ۱۰۷

تہافتۃ الفلاسفہ

مصنف: امام غزالی

مترجم: پروفیسر ابوالقاسم انصاری

انجمن ترقی اردو، کراچی، پاکستان، ۸۱۔۱۹۷۹ء

کل ابواب: ۲۱ (اکیس)

تهافته الفلاسفة

از

ابومحمد امام غزالی

کل صفحات: ۲۵۰ (250)

موضوع:

امام غزالی کی اس تصنیف کو اسلامی فکر کے ضمن میں ''امہات الکتب'' میں شمار کیا جاتا ہے۔یہ کتاب اصل کتاب کا مکمل ترجمہ ہے۔اس میں تلخیص وتفہیم سے گریز کیا گیا ہے۔اس کا اصل مقصد ہی اصل متن کو اردو میں منتقل کرنا ہے۔اس کے موضوع پر ہم مولانا حنیف ندوی کے ترجمے میں تفصیلی بحث کر آئے ہیں۔

زبان:

یہ کتاب بہت سے حضرات نے ترجمہ کی ہے۔ یہ کتاب چونکہ خالصتاً علمی وفلسفیانہ کتاب ہے اور اس میں قدیم عربی اصطلاحات بھی بہت ہیں۔ اس لئے اس کتاب کی تفہیم کیلئے کچھ اصطلاحات سے واقفیت ضروری ہے ورنہ مفہوم کی تفہیم مشکل ہوگی۔ اس کے علاوہ فاضل مترجم نے کہیں کہیں حروف کے مروجہ املاء سے اجتناب کیا ہے مثلاً

۱۔ دیکہتا — دیکھتا (ص۱) ۲۔ سمجہتے — سمجھتے (ص۹) ۳۔ لایق — لائق (ص۸)

۴۔ دہجیاں — دھجیاں ص۹

فاضل مترجم "ھ" کی بجائے "ہ" کی علامت، استعمال کرتے ہیں جو غیر مروج ہے اس سے ایک لمحے کیلئے قاری کی توجہ اصل عبارت اور مفہوم سے ہٹ جاتی ہے۔ اس کے علاوہ فاضل مترجم کچھ الفاظ کو جوڑ کر لکھتے ہیں جن سے قارئین اتنے شناسا نہیں مثلاً

۱۔ کہہ دیتے کو کہدیتے (ص۹) ۲۔ جس طرح کو جسطرح (ص۹) ۳۔ اٹھیں گے کو اٹھینگے (ص۱۲)

۴۔ ہونے کی کو ہونیکی (ص۶۵)

املا کے کچھ مسائل کے علاوہ اگر زبان پر غور کریں تو اتنی دقیق اور گنجلک نہیں۔ جہاں جہاں اصطلاحات کا استعمال ہے اور موضوع ثقیل ہے تو وہاں زبان کی پیچیدگی ایک فطری امر ہے اور اس کی ذمہ داری مترجم یا مصنف پر نہیں ڈالی جاسکتی۔ ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

> "فلاسفہ کا یہ کہنا کہ اللہ عالم کا فاعل وصانع ہے اور عالم اس کا فعل اور کاریگری ہے اک دہوکہ ہے۔ کیونکہ ان کے اصولوں کے مطابق اللہ عالم کا فاعل وصانع مجازاً ہے، حقیقۃً نہیں۔"[۱۲]

☆☆☆☆☆

کتاب: ۱۰۸

قائداعظم لائبریری لاہور

روضۃ الطالبین وعمدۃ السالکین

مصنف: امام محمد غزالی

مترجم: عبدالصمد صارم

مکتبہ معین الادب لاہور، پاکستان طبع اول، ۱۹۷۷ء

کل ابواب: ۴۳ (تینتالیس)

روضۃ الطالبین وعمدۃ السالکین

از

امام محمد غزالی

کل صفحات: ۱۲۸ (128)

موضوع:

یہ کتاب اسلامی فلسفہ اخلاق اور کسی حد تک اسلامی علم کلام کے موضوعات کے ذیل میں آتی ہے۔ اس میں بنیادی طور پر سلوک ومعرفت کی منازل طے کرنے والے سالک اور راہِ حق کے مسافر کیلئے رہنمائی موجود ہے اس کی فہرست ابواب پر اگر نگاہ

دوڑائیں تو معلوم ہوگا امام غزالی نے اس مختصر رسالے میں بنیادی اسلامی عقائد یعنی توحید و نبوت سے لے کر تصوف، ارکان دین، جبر و قدر، معرفت، بصیرت، مکاشفہ، مشاہدہ، روح، نفس، قلب، مراقبہ، حیاء، علم، اسمائے حسنٰی کے معنی، صفاتِ الٰہی، حقوقِ الٰہی، تفکر، توبہ، صبر، خوف، رجا، فقر، زہد، محاسبہ، شکر، توکل، نیت، صدق، رضا، غیبت، فتوحات، سخاوت، قناعت، صلہ رحمی (مخلوق) پر شفقت جیسے اخلاقی موضوعات پر بحث کی ہے۔ یہ کتاب راہِ حق پر چلنے والوں اور سالکین کی راہنمائی کے لئے لکھی گئی۔ بنیادی طور پر ہم اسے اسلامی اخلاقیات کی کتاب بھی قرار دے سکتے ہیں۔

زبان:

کتاب کا نفسِ مضمون خاصا مشکل ہے لیکن مترجم نے بھی اسے آسان فہم اردو زبان کے قالب میں ڈھالنے کی خوب سعی کی اور اس میں کسی حد تک کامیاب رہے۔ انہوں اس کتاب کو ممکن حد تک قابل فہم اور براہِ راست زبان میں ترجمہ کیا۔ اگر قاری کچھ بنیادی عربی اصطلاحات سے واقف ہو تو اس کے لئے عبارت کی تفہیم کچھ زیادہ مشکل نہیں۔ یہ ایک غیر معروف ترجمہ ہے لیکن قدر و قیمت کے اعتبار سے بہت اہم ہے۔ کہیں کہیں تو زبان بالکل رواں اور ادبیت سے بھرپور ہے۔ ایک مختصر اقتباس نمونے کے طور پر درج کیا جاتا ہے:

> ''صوفی کا فقر اس کی زینت، صبر زیور، رضا سواری اور توکل اس کی شان ہے۔ اللہ وحدہٗ اس کے لئے کافی ہوتا ہے اور وہ اپنے اعضاء کو طاعتوں، قطع شہوات اور زہد فی الدنیا میں لگاتا ہے اور تمام حظوظِ نفس سے بچنے میں استعمال کرتا ہے۔ دنیا سے اسے کوئی رغبت نہیں ہوتی اگر رغبت ہوتی بھی ہے جو کہ ایک حد تک ضروری ہے تو بقدرِ کفایت ہوتی ہے۔''[۱۳۱]

☆☆☆☆☆

کتاب: ۱۰۹

قائد اعظم لائبریری لاہور

اسلام کی اخلاقی تعلیمات	احیاء علوم الدین
مصنف: امام غزالی	از
ترجمہ و تلخیص: رشید الوحیدی	امام غزالی
فیمس بکس لاہور، پاکستان، ۱۹۸۹ء	
کل ابواب: ۴ (چار) یہ کتاب کل چار ابواب پر مشتمل ہے جو مجموعی طور پر ۱۰۷ ذیلی ابواب میں منقسم ہیں۔	**کل صفحات:** ۳۱۱ (311)

موضوع:

یہ کتاب بنیادی طور پر امام غزالی کی مشہور زمانہ تصنیف ''احیاء علوم الدین''، جو بہت ضخیم کتاب ہے اور کئی جلدوں پر مشتمل ہے، کے اخلاقی پہلوؤں کی تلخیص اور ترجمہ ہے۔ بحیثیت مجموعی ''احیاء علوم الدین'' تصوف و اخلاق کے زمرے میں آتی

ہے اسے ہم اسلامی علم الکلام کی کتاب بھی کہہ سکتے ہیں۔اس کے موضوع کی مزید وضاحت آگے چل کر کریں گے لیکن فاضل مترجم نے اس ضخیم تصنیف کے صرف اخلاقی پہلوؤں کو منضبط کر کے ان کی تلخیص اور ترجمہ کر دیا ہے۔زبان اور موضوع دونوں حوالوں سے یہ کتاب عربی سے ترجمہ شدہ کتب کی فہرست میں نمایاں مقام کی حامل ہے۔

زبان:

اس کتاب کے مترجم براہِ راست اردو زبان و ادب سے تعلق نہیں رکھتے تھے بلکہ ان کا تعلق علوم اسلامیہ سے تھا۔اس کے باوجود اس کتاب کی زبان رواں،شستہ اور براہِ راست ہے اور کہیں بھی یہ محسوس نہیں ہوتا کہ یہ اتنی فصیح و بلیغ اور اعلیٰ عربی زبان سے ترجمہ کی گئی ہے۔جیسا کہ ہم پہلے بھی ذکر کر چکے ہیں یہ کتاب امام غزالی کے اخلاقی اصولوں،نظریات اور تصورات کی تلخیص و ترجمہ ہے جو انہوں نے ''احیاء العلوم الدین'' میں بیان کئے۔اس کتاب کی زبان اتنی صاف اور براہِ راست ہے کہ دینی علوم کی واجبی سی سمجھ بوجھ والا قاری بھی اسے سمجھ سکتا ہے۔اس ضمن میں ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

> ''دو شخص ایسے ہیں جن کو دیکھ کر انسان حسرت کر سکتا ہے کہ کاش ہم بھی ایسے ہو جائیں،ایک وہ عالم جو اپنے علم پر عمل کرتا ہو، دوسرا وہ مال دار جو اپنا مال و دولت خیرات کرتا ہو،علماء اپنے عہد کے چراغ ہوتے ہیں جو اپنے اپنے زمانوں میں روشن ہوتے ہیں اور ایک دنیا کو منور رکھتے ہیں۔علماء ہی انسانوں کو حیوانیت سے نکال کر انسانیت تک پہنچاتے ہیں۔عقلمندوں کا کہنا ہے''علم کی ابتدا سکوت سے ہوتی ہے،انسان خاموش رہ کر سنتا رہے پھر یاد کر لے،پھر جو کچھ یاد کیا ہے اس پر عمل کرے اور تب موقع آتا ہے کہ لوگوں کو بتلائے سکھلائے۔''[۱۴۱]

☆☆☆☆☆

کتاب: ۱۱۰

شعبہ اقبالیات لائبریری،اورینٹل کالج لاہور

حقیقتِ روحِ انسانی

مصنف: امام غزالی

مترجم: مفتی شاہ دینؒ

سنگِ میل پبلی کیشنز لاہور،پاکستان،۲۰۰۳ء

کل ابواب: ۲۳(تیئس)

حل مسائل غامضہ

از

امام غزالی

کل صفحات: ۹۶(96)

موضوع:

یہ کتاب بنیادی طور پر انسانی روح کی حقیقت اور اس کے متعلقات پر ایک مختصر رسالے کا اردو ترجمہ ہے جس کے مصنف حجۃ الاسلام امام غزالی ہیں۔اس میں انہوں نے روح کے مسائل کو بیان کیا ہے۔علاوہ مترجم کی حواشی لکھ کر کتاب کی اہمیت کو دوچند کر دیا ہے۔''روح'' جیسے پیچیدہ موضوع پر یہ دنیا کی ابتدائی کتب میں سے ایک ہے۔

زبان:

مفتی شاہ دین صاحب علومِ اسلامیہ اور عربی پر گہری دسترس رکھتے تھے۔یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اتنے مشکل موضوع پر امام غزالی کی کتاب کو بہ حسن خوبی اردو کے قالب میں ڈھالا۔مشکل عربی اصطلاحات کی فراوانی کی وجہ سے کتاب کی زبان قدرے مشکل ہوگئی ہے لیکن اتنی مشکل کتاب کو اردو کے قالب میں ڈھالنا بذاتِ خود ایک بہت بڑا کارنامہ ہے جس کی وجہ شاید عربی مضمون اور اسلوب کو اردو میں بیان کرنے کی دقت ہے۔عربی اور خالصتاً مذہبی اصطلاحات کی وجہ سے اکثر مفہوم کا ابلاغ بہت مشکل ہوگیا ہے۔

> ''کتاب النفس'' میں جواس نے مسئلہ تناسخ کا بیان کیا ہے۔اس میں نفس تناسخ کے ابدان کا استحالہ ثابت کیا ہے اور یہ بعینہٖ حشر اجساد کے ابطال کی دلیل ہے۔''۱۵

☆☆☆☆☆

کتاب: ۱۱۱

مذاق العارفین (جلد اول)

مصنف: امام محمد غزالی

مترجم: مولوی محمد احسن صدیقی نانوتوی

شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور، پاکستان، س۔ن

کل ابواب: ۱۰(دس)

قائد اعظم لائبریری لاہور

احیاء العلوم الدین (جلد اول)

از

امام محمد غزالی

کل صفحات: ۵۷۶(576)

موضوع:

حجۃ الاسلام امام غزالی کی یہ کتاب جو چار ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے جو اسلامی علم کلام اور اخلاقیات پر بنیادی کتاب کا درجہ رکھتی ہے۔اس کتاب کے دیباچے امام غزالی خود اس کے مقصدِ تحریر کے متعلق لکھتے ہیں:

> ''میں نے یہ کتاب تصنیف کرنے سے پہلے پیشتر مشاہدہ کیا کہ نفس امارہ کی پیروی عام ہے، روحانی ذوق وسرور مفقود ہے اور چند در چند اخلاقی امراض تمام دنیا پر حاوی ہیں۔حالت یہ ہے کہ سب نے جاہ پرستی اور مادی اغراض ولذات کے حصول کو اپنا نصب العین قرار دے لیا ہے۔لہٰذا فکر عقبیٰ اور سعادتِ اُخروی کا ذوق مفقود ہے۔اندریں حالات زمانہ علمائے حق سے جو عامتہ المسلمین کے لئے دلیل راہ ہوسکتے تھے خالی ہوتا چلا جاتا ہے۔جو علماء رہ گئے ہیں، وہ نام کے عالم ہیں جنہیں طلب جاہ اور حصولِ اغراض نے اپنا گرویدہ بنا رکھا ہے۔یہ لوگ سادہ لوح جہلا کو یقین دلاتے ہیں کہ علم صرف تین چیزوں سے عبارت ہے۔(۱) بحث ومناظرہ (جو محض فخر ونمود کا ذریعہ ہے)(۲) وعظ وپند (جس میں عوام کی کشش اور دلفری کیلئے پر تکلف اور رنگین ومسجع فقرے استعمال کئے جاتے ہیں۔لیکن کلام اللہ کے نکات معنوی کو خصوصی توجہ نہیں دی جاتی)(۳) فتویٰ جاری کرنا (جو مقدمات فیصل کرنے کا ذریعہ ہیں لیکن جن سے بیشتر حالات میں حصولِ مفاد مقصود ہوتا ہے) پس ایسی ہی رسمی اور ظاہری چیزوں میں الجھ کر کتاب اللہ کا درس وتدریس، تدبر فی الآیات، تحقیق اسرار شریعت اور علم عقبیٰ تمام عالم سے ناپید ہوگیا

ہے اور لوگ عقیدہ و عمل کی ان تمام بنیادی ضرورتوں کو فراموش کر چکے ہیں۔ یہ پریشان کن اور اضطراب انگیز کوائف دیکھ کر مجھ سے ضبط نہ ہو سکا، مہر سکوت ٹوٹ گئی اور میں نے ''احیاء العلوم'' کی تصنیف شروع کر دی۔''[1]

اس کتاب میں امام غزالی نے ابتدائی مذہبی مسائل سے لے کر اخلاقی، معاشرتی اور خانگی پہلوؤں تک مسلمانوں کے اخلاق کی تطہیر اور صفائی کی کوشش کی۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو امام غزالی نے اس کتاب کی تصنیف کے جو محرکات بیان کئے وہ آج اُس دور سے کہیں زیادہ شدت کے ساتھ ہمارے معاشرے میں موجود ہیں اس لئے آج اس کتاب کی اہمیت اس دور سے کہیں زیادہ ہے۔

جلد اول کے موضوعات:

پہلی جلد میں امام غزالی نے بنیادی اسلامی مسائل پر روشنی ڈالی ہے۔ مثلاً علم، عقائد، طہارت، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، ذکر واذکار وغیرہ اس ضمن میں انہوں نے مندرجہ بالا امور کو قرآن وحدیث اور عقل وشعور کی روشنی میں زیر بحث لانے کی کوشش کی ہے تا کہ اس میں جو کج رویے اور غلط چیزیں شامل ہو چکی ہیں ان سے ان کو مصفا کیا جا سکے۔ بنیادی اسلامی عقائد خصوصاً ارکان اسلام اور ان کی اصل روح کو سمجھنے کیلئے یہ جلد ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔

زبان:

اس کتاب کو مولوی محمد احسن صدیقی نانوتوی نے عربی سے اردو زبان کے قالب میں ڈھالا۔ یہ اعلیٰ پائے کی عربی زبان میں بلند پایہ علمی کتاب ہے۔ اس کے موضوعات انتہائی اہم اور حساس ہیں اس لئے مصنف کے اصل ما فی الضمیر کو بیان کرنا انتہائی ضروری اور اہم تھا۔ یہ حقیقت ہے کہ فاضل مترجم نے اس ذمہ داری کو خوب نبھایا اور ترجمے کو اصل کے قریب رکھ کر اس کی زبان وبیان کی خوبصورتی کو بھی اردو میں منتقل کرنے کی مقدور بھر کوشش کی۔ اگر چہ زبان اور عبارت میں کہیں جھول محسوس ہوتا ہے لیکن بحیثیت مجموعی یہ عربی زبان سے ترجمہ کی گئی کتب میں ایک بنیادی اہمیت کی حامل کتاب ہے۔ اس ضمن میں ایک مختصر پیرا گراف درج کیا جاتا ہے:

''حاتم اصم نے فرمایا ہے کہ قیامت میں اس عالم سے زیادہ حسرت اور کسی کو نہ ہوگی جس نے لوگوں کو سکھایا اور لوگوں نے اس پر عمل کیا اور خود اس نے عمل نہ کیا تو اس کے سبب سے اپنے مقصد کو پہونچ گئے اور وہ خود تباہ ہو گیا۔''[2]

کتاب: 111 — قائداعظم لائبریری لاہور

مذاق العارفین) (جلد دوم)

مصنف: امام محمد غزالی

مترجم: مولوی محمد احسن صدیقی نانوتوی

شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور، پاکستان، س۔ن

کل ابواب: ۱۰ (دس)

احیاء العلوم الدین (جلد دوم)

از

امام محمد غزالی

کل صفحات: ۵۹۲ (592)

دوسری جلد کے موضوعات:

''احیاء العلوم الدین'' کی دوسری جلد کے بنیادی موضوعات میں تصوف کے حوالے سے رزق حلال، وجد و سماع، امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی ذمہ داری اور حضورؐ کے اخلاق عالیہ کے حوالے سے مباحث شامل ہیں۔

زبان:

زبان کے حوالے سے تبصرہ ہم پہلی جلد میں کر آئے ہیں یہاں ہم صرف دوسری جلد سے ایک مختصر اقتباس درج کریں گے:

''ابو سعید ثوری فرمایا کرتے تھے کہ جب تم کو کسی شخص سے بھائی چارہ منظور ہو تو اول اس کو خفا کر دو پھر خفیہ ایک آدمی معین کرو کہ اس سے تمہارا حال اور تمہارے راز دریافت کرے اور اگر وہ تمہارے حق میں بہتر کہے اور تمہارے راز افشا نہ کرے تب اس کی صحبت اختیار کرو۔''۱۸

کتاب: ۱۱۱ — قائداعظم لائبریری لاہور

مذاق العارفین (جلد سوم)	احیاء العلوم الدین (جلد سوم)
مصنف: امام محمد غزالی	از
مترجم: مولوی محمد احسن صدیقی نانوتوی	امام محمد غزالی
شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور، پاکستان، س۔ن	
کل ابواب: ۱۰ (دس)	کل صفحات: ۶۳۲ (632)

جلد سوم کے موضوعات:

احیاء العلوم الدین کی تیسری جلد کا موضوع انسان کی قلبی، روحانی اور اخلاقی بیماریوں کا ذکر اور ان کا علاج ہے۔ ہم یہ کہہ سکتے ہیں اس جلد میں امام غزالی نے مسلمانوں کی باطنی تطہیر کا سامان مہیا کیا ہے۔

زبان:

زبان کے حوالے سے تبصرہ ہم پہلی جلد میں کر آئے ہیں یہاں ہم صرف تیسری جلد سے ایک مختصر اقتباس درج کریں گے:

''حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جبرائیل علیہ السلام نے میرے دل میں پھونک دیا کہ کوئی نفس نہیں مرنے کا جب تک اپنا رزق پورا نہ کر لے پس اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور طلب میں میانہ روی کرو۔''۱۹

کتاب: ااا

قائداعظم لائبریری لاہور

مذاق العارفین (جلد چہارم)

مصنف: امام محمد غزالی

مترجم: مولوی محمد احسن صدیقی نانوتوی

شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور، پاکستان، س۔ن

کل ابواب: ۱۰ (دس)

احیاء العلوم الدین (جلد چهارم)

از

امام محمد غزالی

کل صفحات: ۸۲۹ (829)

بشمول ''ابتدائی صفحات''

جلد چہارم کے موضوعات:

اس جلد میں ان اعلیٰ اخلاقی اوصاف اور صفات پر بحث کی گئی ہے جو انسان کو انسان کامل بننے کی طرف راہنمائی کرتے ہیں یا اعلیٰ پائے کا انسان بننے کے لئے ضروری ہیں۔ آخری باب میں موت اور عالمِ برزخ پر بھی سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے۔

زبان:

زبان کے حوالے سے تبصرہ ہم پہلی جلد میں کر آئے ہیں یہاں ہم صرف چوتھی جلد سے ایک مختصر اقتباس درج کریں گے:

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم مصیبت کا سوال کرتے ہو خدائے تعالیٰ سے عافیت کی درخواست کرو اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا کہ خدائے تعالیٰ سے عافیت مانگا کرو کیونکہ ایسا کوئی شخص نہیں جس کو عافیت سے عمدہ تر چیز سوائے یقین کے ملی ہو اور یقین سے دل کو عافیت اور صحت مراد ہے جس میں شبہ کا روگ اور مرضِ جہل نہ ہو اس لئے کہ دل کا اچھا رہنا بدن کی تندرستی سے اعلیٰ تر ہے۔''[۴۰]

☆☆☆☆☆

کتاب: ااا

قائداعظم لائبریری لاہور

مصباح السالکین (جلد اول)

مصنف: امام محمد غزالی

مترجم: مولانا محمد صدیق ہزاروی

پروگریسو بکس لاہور، پاکستان، س۔ن

کل ابواب: ۱۰ (دس) جو بہت سے ذیلی ابواب میں منقسم ہیں۔ جنہیں فصل کا نام دیا گیا ہے۔

احیاء العلوم الدین (جلد اول)

از

امام محمد غزالی

کل صفحات: ۹۱۴ (914)

موضوع:

ہم اس سے قبل مولوی محمد احسن صدیقی نانوتوی کے ترجمے ''احیاء العلوم الدین'' بعنوان ''مذاق العارفین'' میں اس کتاب کے موضوع کا بحیثیت مجموعی اور ہر جلد کے موضوعات کا انفرادی جائزہ پیش کر چکے ہیں اس لئے یہاں دوبارہ یہ جائزہ تحصیل حاصل ہوگا۔ یہاں ہم صرف باعتبار زبان جائزہ پیش کریں گے۔

زبان:

''مذاق العارفین'' کے مقابلے میں ''مصباح السالکین'' کافی بعد میں ترجمہ کی گئی۔ اس لئے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ''احیاء العلوم الدین'' کے ترجمے ''مذاق العارفین'' کی نسبت ''مصباح السالکین'' کی زبان قدرے صاف، رواں اور واضح ہے جہاں تک مفہوم کے ابلاغ کی بات ہے تو اس کا تقابل اہل علم بہتر طور پر کر سکتے ہیں۔ ''مذاق العارفین'' کی کتابت چھوٹی جبکہ ''مصباح السالکین'' کی کتابت بڑی ہے۔ علاوہ از ''مذاق العارفین'' میں آیات، احادیث اور عربی حوالوں کو نثر کے ساتھ دے کر ترجمہ کر دیا گیا ہے لیکن ''مصباح السالکین'' میں آیات، احادیث اور دیگر عربی حوالہ جات کا اصل متن لکھ کر اس کے سامنے ترجمہ کر دیا گیا ہے۔

> ''۔۔۔عبرت پکڑنے کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ دوسرے آدمی کو کہا جائے اسے اس کے ساتھ مخصوص نہ سمجھے جیسے کوئی عقلمند آدمی دوسرے شخص کو مصیبت میں مبتلا دیکھے تو اس سے عبرت حاصل کرتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ وہ بھی مصیبت کا نشانہ بن سکتا ہے اور دنیا میں انقلاب ہوتا رہتا ہے لہٰذا دوسرے کے حالات سے خود عبرت حاصل کرنا اور اپنی حالت سے اصل دنیا کا اندازہ لگانا عبرت محمودہ ہے۔''[۱۲]

کتاب: ۱۱۱ قائداعظم لائبریری لاہور

مصباح السالکین (جلد دوم)	احیاء العلوم الدین (جلد دوم)
مصنف: امام محمد غزالی	از
مترجم: مولانا محمد صدیق ہزاروی	امام محمد غزالی
پروگریسو بکس لاہور، پاکستان، س۔ن	
کل ابواب: ۱۰ (دس) معہ ذیلی ابواب	**کل صفحات:** ۸۴۰ (840)

موضوع:

موضوع کا جائزہ ہم لے چکے ہیں۔

زبان:

زبان کے حوالے سے تبصرہ ہم پہلی جلد میں کر آئے ہیں یہاں ہم صرف دوسری جلد سے ایک مختصر اقتباس درج کریں گے:

"جب کسی آدمی کے پاس حلال و حرام جمع ہو یا حلال کے ساتھ مشتبہ مال بھی ہو اور یہ سب اس کی حاجت سے زائد نہ ہو پس اگر اس کے اہل و عیال بھی ہوں تو اپنے آپ کو حلال تک محدود رکھے کیونکہ اس کے غلام، گھر والوں اور چھوٹے بچوں کی نسبت خود اس کی اپنی ذات کے بارے میں باز پرس زیادہ ہوگی۔"[۲۲]

کتاب: ااا | قائد اعظم لائبریری لاہور

مصباح السالکین (جلد سوم)	احیاء العلوم الدین (جلد سوم)
مصنف: امام محمد غزالی	از
مترجم: مولانا محمد صدیق ہزاروی	امام محمد غزالی
پروگریسو بکس لاہور، پاکستان، س۔ن	
کل ابواب: ۱۰ (دس)	**کل صفحات:** ۹۳۲ (932)

موضوع:

موضوع کا جائزہ ہم لے چکے ہیں۔

زبان:

زبان کے حوالے سے تبصرہ ہم پہلی جلد میں کر آئے ہیں یہاں ہم صرف تیسری جلد سے ایک مختصر اقتباس درج کریں گے:

"بدن نفس کی سواری ہے اس کے ذریعے زندگی کا سفر طے کیا جاتا ہے پس اس کی اس قدر کفالت کہ وہ علم و عمل کے راستے پر چلنے کی قوت حاصل کر سکے۔ ہاں جب اس سے بدن کو لذت پہنچانا اور ان اسباب سے عیاشی حاصل کرنا مقصود ہو تو وہ آخرت کے راستے سے ہٹا ہوا ہے اور اس کے دل کے سخت ہونے کا خوف ہوگا۔"[۲۳]

کتاب: ااا | قائد اعظم لائبریری لاہور

مصباح السالکین (جلد چہارم)	احیاء العلوم الدین (جلد چہارم)
مصنف: امام محمد غزالی	از
مترجم: مولانا محمد صدیق ہزاروی	امام محمد غزالی
پروگریسو بکس لاہور، پاکستان، س۔ن	
کل ابواب: ۱۰ (دس)	**کل صفحات:** ۱۲۳۳ (1233)

موضوع:

موضوع کا جائزہ ہم لے چکے ہیں۔

زبان:

زبان کے حوالے سے تبصرہ ہم پہلی جلد میں کر آئے ہیں یہاں ہم صرف چوتھی جلد سے ایک مختصر اقتباس درج کریں گے:

"علم ــــ گناہوں کے بہت بڑے ضرر کی معرفت کا نام ہے اور یہ کہ گناہ بندے اور اس کے ہر محبوب کے درمیان حجاب ہے۔ جب اسے اس بات کی معرفت ایسے یقین کے ساتھ حاصل ہو جائے جو اس کے دل پر غالب ہے تو اس معرفت سے دل میں ایک درد اٹھتا ہے جس کا سبب محبوب سے نہ ملنا ہے کیونکہ جب دل کو محبوب کے نہ ملنے کا شعور ہوتا ہے تو اسے رنج ہوتا ہے اور اگر اس کا سبب اس کا اپنا فعل ہو تو اسے اس پر افسوس ہوتا ہے تو اس کا یہ رنج جو اس کے اپنے فعل کے ذریعے ہوا جس کے سبب سے اس کا محبوب اسے نہ مل سکا ندامت کہلاتا ہے۔" [۲۴]

☆☆☆☆☆

کتاب: ۱۱۲ | قائد اعظم لائبریری لاہور

کتاب النفس

مصنف: ابن باجہ

مترجم: ڈاکٹر محمد طفیل

مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد، پاکستان طبع اول، ۲۰۰۵ء

کل ابواب: ۱۱ (گیارہ)

کتابُ النفْس

از

ابوبکر محمد ابن باجہ

کل صفحات: ۱۱۱ (111)

موضوع:

یہ کتاب بنیادی طور پر نفسیات کے موضوع تحت آتی ہے لیکن یہ اس وقت تحریر کی گئی جب نفسیات کو فلسفے سے الگ باقاعدہ علم کی حیثیت سے تسلیم نہیں کیا گیا تھا۔ اس کتاب کے مصنف ابوبکر محمد ابن باجہ کو پہلے باقاعدہ مسلمان نفسیات دان کی حیثیت حاصل ہے۔ اس ضمن میں "کتاب النفس" کے مترجم ڈاکٹر محمد طفیل لکھتے ہیں:

"ابن باجہ نے نہ صرف فلسفیانہ افکار کو عالمی سطح پر فروغ دینے میں اہم کردار ادا کیا بلکہ انہوں نے "علم النفس" کو ایک مستقل علم کی حیثیت دی اور اس میں بلند پایہ نظریات پیش کیے جو بعد کے ادوار میں مسلمانوں میں نفسیات کے علم کو فروغ دینے کا پیش خیمہ ثابت ہوئے اور جدید نفسیات کا خمیر بھی انہی افکار و نظریات سے اٹھایا گیا۔ کیونکہ ابن باجہ وہ پہلے شخص ہیں جو ارسطا طالیس/ارسطو کی "کتاب النفس" کے تینوں ابواب پر سیر حاصل گفتگو کرتے ہیں اور انہوں نے ارسطا طالیس/ارسطو کے بعد "علم النفس" میں قیمتی آراء کا اضافہ کیا۔" [۲۵]

کتاب ہذا کے موضوع اور مواد کو سمجھنے کے لئے مندرجہ بالا بیان کافی ہے۔

زبان:

ابن باجہ کے متعلق مشہور ہے کہ وہ مشکل نویس تھے۔ان کے موضوعات بھی کافی دقیق اور پیچیدہ ہوا کرتے تھے۔اس لئے ان کی تحریر کو سمجھنا ایک دقت طلب کام تھا جس کا اعتراف ابن رُشد جیسے فلسفی نے بھی کیا ہے۔"کتاب النفس" انہی دقیق اور پیچیدہ تحریروں میں سے ایک ہے۔اس کتاب کے مفاہیم اور مصنف کے مافی الضمیر کو اردو کے قالب میں ڈھالنا بہت دشوار امر تھا جس میں ڈاکٹر محمد طفیل کو خاطر خواہ کامیابی ملی۔اس کتاب کی زبان کے متعلق ہم یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ رواں اور صاف ہے لیکن دقیق متن کو سامنے رکھتے ہوئے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ عربی کے اصل متن کی نسبت قدرے آسان اردو میں منتقل کیا ہے لیکن اس کے باوجود اعلیٰ فلسفیانہ ذوق اور اہلیت رکھنے والے قارئین ہی اس سے استفادہ کر سکتے ہیں۔بحیثیت مجموعی اسے اردو زبان میں منتقل کرنا بذاتِ خود ایک بڑا کارنامہ ہے۔ہم اسے اردو کی علمی و فلسفیانہ کتب کے ذخیرے میں نمایاں اور اہم اضافہ کہہ سکتے ہیں۔
زبان کے حوالے سے ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

> "مادہ اپنی شکل سے جدا کبھی نہیں پایا جاتا۔بلکہ جب وہ اپنی شکل سے الگ ہوتا ہے تو وہ دوسری شکل کے ساتھ ملا ہوا پایا جاتا ہے۔اور اس میں شکل کا نہ ہونا ظاہر ہوتا ہے۔اس سے ضرورت کے تحت واجب (ضروری) ہے کہ شکل اپنی ذات میں بھی بدصورت ہو۔ایسا تب ہوتا ہے جب مادہ کسی دوسری شکل سے ملا ہو یا اپنی ذات میں جدا ہو۔اس کے علاوہ ممکن ہی نہیں کہ ان دونوں میں سے کوئی ایک کسی حال میں بھی دوسرے سے جدا ہو اور ان کا ایک دوسرے سے مختلف ہونا ایک باطل امر ہے۔"[۲۶]

☆☆☆☆☆

کتاب: ۱۱۳ — قائداعظم لائبریری لاہور

جیتا جاگتا **مصنف:** ابن طفیل **مترجم:** ڈاکٹر سید محمد یوسف انجمن ترقی اردو کراچی، پاکستان، س۔ن **کل ابواب:** اس میں ابواب نہیں بلکہ یہ قصے اور کہانی کی شکل میں ہے۔اس کے دو حصے ہیں۔	**حَیّی بِنْ یقظَان** از ابن طفیل **کل صفحات:** ۱۶۱ (161)

موضوع:

یہ کتاب معروف عرب مفکر ابن طفیل کی ایک تمثیل 'حی بن یقظان' کا اردو ترجمہ ہے جسے عربی زبان و ادب کے ماہر اور معروف استاد ڈاکٹر محمد یوسف نے اردو زبان میں منتقل کیا۔ابن طفیل کا پورا نام ابو بکر محمد بن عبدالملک بن محمد ابن طفیل ہے۔آپ

غرناطہ میں پیدا ہوئے۔ وہاں کے طبیب اور قاضی کے طور پر خدمات سرانجام دیتے رہے۔ آپ نے ارسطو کی شرح لکھنے کا آغاز بھی کیا۔ علم طب، فلسفہ اور فلکیات پر بہت سی کتابیں لکھیں۔ ابن طفیل کا مشہور ترین فلسفیانہ ناول یا قصہ حی بن یقظان ہے جس کا ترجمہ بعنوان ''جیتا جاگتا'' زیرِ موضوع ہے۔ اس کے موضوع کو سمجھنے کے لئے ''کشافِ اصطلاحاتِ فلسفہ'' سے ایک اقتباس درج کیا جاتا ہے:

> ''اس میں وہ ابن باجہ کے متوحد (تنہا) کے تصور کو آگے بڑھاتا ہے۔ ابن سینا کی ایک کتاب کا بھی یہی نام ہے۔۔۔اس تمثیل سے یہ حقیقت بھی واضح ہوتی ہے کہ جب سچائی کو تن تنہا محض عقل کے سہارے حاصل کر لیا جاتا ہے تو اس کی تصدیق دیگر انسانوں سے بھی ہو جاتی ہے جو مذہب کے پیروکار ہوتے ہیں بالفاظ دیگر عقل اور ایمان، فلسفہ اور اعتقادات میں کوئی تناؤ نہیں۔ ان کی منزل ایک ہے۔ 'مقدمہ' میں ابن طفیل لکھتا ہے کہ میرا منشا اس اشراقی حکمت کو عیاں کرنا ہے جو ابن سینا بیان کرتا ہے اور جو دراصل تصوف کی جان ہے۔'' ۲۷

یہ تمثیل ایک ایسے بچے کی ہے جو ایک جزیرے پر خود بخود پیدا ہو جاتا ہے اور ایک ہرنی اپنے دودھ سے اس کی پرورش کرتی ہے اور پھر ایک دن اچانک ہرنی مر جاتی ہے اور اس بچے کے فکری سفر کا آغاز ہوتا اور وہ سوچ، فکر اور عقل کے ذریعے کائنات، حیات اور ان کے خالق کے متعلق کچھ نتائج اخذ کرتا ہے جن کی تصدیق دو افراد سلمان اور ابصال سے ملاقات کے بعد ہو جاتی ہے۔ یہ دونوں مختلف نظریات رکھنے والے تھے، سلمان مادیت پرستی کی طرف مائل اور ابصال متصوفانہ اور روحانی سوچ رکھنے والا تھا۔ ابصال اور سلمان سے زبان سیکھنے کے بعد ''حی بن یقظا'' پر یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ان دونوں نے جو مذہب سے سیکھا وہ عقل نے اس کو سوچ و فکر کے ذریعے سکھا دیا۔ یوں ابن طفیل یہ نتیجہ اخذ کرتا ہے کہ مذہب اور عقل اور فلسفہ و عقائد میں کوئی بُعد نہیں صرف تفہیم کا مسئلہ ہے۔

زبان:

اس عربی کلاسیک تصنیف کو فاضل مترجم نے بڑی قطعی اور قابل فہم اردو میں ترجمہ کیا ہے۔ انہوں مشکل خیالات کو بھی بڑے سہل انداز میں اردو میں ادا کر دیا ہے کہ اردو کے عام قارئین بھی بآسانی اس سے مستفید ہو سکتے ہیں۔ موضوع اور زبان دونوں حوالوں سے یہ کتاب اردو فلسفیانہ ذخیرے کی ایک اہم کتاب ہے۔ اس ضمن میں ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

> ''عالم کے قدیم یا حادث ہونے کے بارے میں اس کے شکوک بے معنی ہو گئے اور دونوں صورتوں میں ایک ایسے کارساز کا وجود صحیح قرار پایا جو نہ تو جسم ہے، نہ جسم سے متصل نہ منفصل، نہ اس میں داخل نہ اس سے خارج اس لئے کہ اتصال، انفصال و دخول اور خروج یہ سب اجسام کی صفات ہیں اور وہ ان سے پاک ہے۔'' ۲۸

☆☆☆☆☆

کتاب: ۱۱۴

قائداعظم لائبریری لاہور

حکمۃ الاشراق

مصنف: شہاب الدین عمر بن محمد سہروردی

مترجم: مرزا محمد ہادی

اشاعت قدیم: دارالطبع جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن، ہندوستان، ۱۹۲۸ء

اشاعت جدید: بک ٹائم کراچی پاکستان، ۲۰۱۰ء

کل ابواب: ۶ (چھ)

الحکمۃ الاشراق

از

شہاب الدین عمر بن محمد سہروردی

کل صفحات: ۴۰۰ (400)

موضوع:

یہ کتاب معروف مسلمان عرب مفکر شہاب الدین سہروردی کی شہرہ آفاق تصنیف ''الحکمۃ الاشراق'' کا اردو قالب ہے۔ یہ اسلامی اور شرقی فلسفہ وحکمت میں بہت بلند مقام رکھتی ہے۔حکمۃ الاشراق کا بنیادی موضوع الٰہیات اور منطق ہے۔اشراق سے مراد نور یا روشنی ہے اور اسی سے اشراقی مکتبۂ فکر کی بنیاد پڑی۔ان کے نزدیک اصل حقیقت نور ہے اور سب سے اوپر نور علیٰ نور ہے۔یہ مادیت اور مادہ کے برعکس ہے۔اسی فلسفہ کی نسبت سے فاضل مصنف کو شیخ الاشراق بھی کہا جاتا ہے۔

زبان:

مرزا محمد ہادی رسوا اگرچہ بنیادی طور پر اردو زبان وادب سے تعلق رکھتے تھے لیکن انہیں فلسفہ، ریاضی اور منطق پر بھی عبور تھا۔اس کا ایک واضح ثبوت یہ ہے کہ انہیں چند فلسفیانہ مقالات لکھنے پر امریکہ کی ایک یونیورسٹی نے فلسفہ پر پی ایچ۔ڈی کی ڈگری سے نوازا۔اسی لئے ''دارالترجمہ عثمانیہ'' نے انگریزی اور عربی سے فلسفیانہ تراجم کے لئے بھاری معاوضے پر ان کی خدمات حاصل کیں۔مرزا ہادی کے زیادہ تر فلسفیانہ تراجم کی زبان دقیق، الجھی ہوئی اور بعید از فہم اصطلاحات سے بھرپور ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ ان کے تراجم میں مفہوم کا ابلاغ بہت مشکل ہو جاتا ہے۔اس کتاب کی زبان بھی ثقیل الفاظ اور دور از کار اصطلاحات کی وجہ سے مبہم اور بہت مشکل ہے اور مطالب واضح نہیں ہو پاتے۔ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

> ''اس بیان میں کہ افلاک کی حرکتیں ارادی ہیں اور یہ کہ فلک نفس ناطقہ رکھتے ہیں اور یہ بیان کہ نورالانوار سے کثرت کس طرح صادر ہوتی ہے حرکت ہونا شے کا ہے۔درمیان مبدا اور منتہا کے اس حیثیت سے کہ اس کا حال ہر آن میں مخالف پہلی اور پچھلی آن کے ہو۔اگر حرکت کا مقتضی کوئی ایسا امر ہو جو جسم اور اس کی قوتوں سے خارج ہو تو حرکت قسری ہے۔''۲۹

کچھ اداروں نے پرانی کتابوں کو نئے سرے سے شائع کیا ہے جن میں ''دارالترجمہ عثمانیہ'' کے تراجم نمایاں ہیں۔یہ ایک اچھا کام تھا لیکن دوبارہ اشاعت میں اس امر پر توجہ نہیں دی گئی کہ اغلاط سابقہ کی تصحیح کر کے کتاب شائع کی جائے بلکہ اغلاط میں مزید اضافہ ہوا۔

☆☆☆☆☆

کتاب: ۱۱۵

کتب خانہ مجلس ترقی ادب لاہور

مباحث مشرقیہ (جلد اول، حصہ اول)

مصنف: امام فخر الدین محمد بن عمر رازی

مترجم: حکیم سید عبد الباقی شطاری القادری

مطبع جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن، ہندوستان، ۱۹۴۹ء

کل ابواب: فہرست ابواب واضح نہیں ہے۔

المباحث المشرقیہ

از

امام فخر الدین محمد بن عمر الرازی

کل صفحات: ۷۶۹ (769)

موضوع:

فخر الدین رازی کی تصنیف، مباحثِ مشرقیہ، شرقی فلسفہ وحکمت میں بنیادی اہمیت کی حامل کتاب ہے۔ اس کتاب میں انہوں نے یونانی عقلیت پرستی کا جواب دینے کی کوشش کی ہے۔ اس کے علاوہ مباحثِ مشرقیہ سے ایک نکتہ یہ اخذ کیا جاتا ہے کہ یونانی فلسفے کی جو چیز اچھی ہو اسے لے لینا چاہیے۔ اس کی فہرست ابواب براہِ راست تقسیم پر مبنی نہیں اور بہت پیچیدہ ہے۔ ''مباحث مشرقیہ'' کے حصہ اول کی جلد اول بنیادی طور پر دو حصوں میں منقسم ہے جنہیں کتاب کا نام دیا گیا ہے۔ ۱۔ پہلی کتاب: امورِ عامہ ۲۔ دوسری کتاب: جواہر واعراض کے احکام۔ پہلی کتاب یعنی پہلا حصہ پانچ ابواب ۱۔ وجود ۲۔ بیانِ ماہیت ۳۔ وحدت و کثرت ۴۔ وجوب، امکان اور امتناع ۵۔ قِدم اور حدوث پر مشتمل ہے۔ ہر باب کئی ذیلی فصول پر مشتمل ہے۔ دوسری کتاب یعنی دوسرا حصہ جواہر واعراض کے احکام میں ایک مقدمہ اور تین فن ۱۔ کم (مقدار) فن ۲۔ کیف فن ۳۔ مقولات، بحثیں شامل ہیں جو بہت سی فصلوں اور ابواب پر مشتمل ہیں۔ اس کتاب میں جن مباحث پر روشنی ڈال کر واضح کیا گیا ہے ان میں نمایاں مباحث یہ ہیں۔ وجود اور عدم، وحدت وکثرت، قدم حدوث، ممکنات اور ان کی اقسام، جوہر وعرض، کم (مقدار)، کیف اور مقولاتِ نسبی یعنی امورِ اضافی اور وضع، این، متی، جدۃ ان یفعل، ان ینفعل وغیرہ۔

زبان:

یہ کتاب اعلیٰ کلاسیکی عربی زبان میں تصنیف کی گئی اور اس میں ان افکار کو بیان کیا گیا جو اعلیٰ علمی وفلسفیانہ موضوعات سے متعلق ہیں۔ اس کو اردو کے قالب میں ڈھالنا ایک مشکل امر تھا لیکن اس دقت طلب کام کو حکیم سید عبد الباقی نے کمال جانفشانی اور خوبی سے سر انجام دیا۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ یہ کما حقہ اغلاط سے پاک ہے یا اس کی زبان ہر لحاظ سے بہترین ہے۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اتنے بلند پایہ کام کو اردو میں منتقل کرنا بذات خود ایک بہت بڑا کارنامہ ہے۔ جہاں تک اس کی زبان کا تعلق ہے تو اس میں عربی وفارسی اصطلاحات، تراکیب اور الفاظ کا غلبہ ہے جس وجہ سے اردو زبان کے عام پڑھے لکھے قاری کے لئے مفہوم کو سمجھنا مشکل ہو جاتا ہے لیکن اگر قاری کچھ بنیادی عربی فلسفیانہ اصطلاحات سے شنا سا ہو تو اس کے لئے اس کا مفہوم سمجھنا چنداں مشکل

نہیں ۔لیکن بحیثیت مجموعی اس کی زبان دقیق اور مشکل ہے ۔

''واضح ہو کہ ہر چیز کی ایک حقیقت ہوتی ہے جس کے سبب سے اس چیز کی ذات کا تعین ہوتا ہے اور یہ حقیقت اس چیز کے تمام صفات سے عام ازیں کہ وہ صفات لازمہ ہوں یا مفارقہ جداگانہ ہوتی ہے ۔لہٰذا فرسیت (گھوڑا ہونا) بحیثیت فرسیت کے سوائے بذاتِ خود فرسیت کے کچھ نہیں ہوتا اور وہ اپنی ذات میں نہ تو واحد ہے نہ کثیر ہے اور نہ موجود ہے نہ معدوم لیکن یہ سب فرسیت کے مفہوم میں داخل ہو گا بلکہ وہ بحیثیت فرسیت سوائے فرسیت کے اور کچھ نہیں ۔'' ۳۹

کتاب: ۱۱۵ — کتب خانہ مجلس ترقی ادب لاہور

مباحث مشرقیہ (جلد اول، حصہ دوم)

مصنف: امام فخر الدین محمد بن عمر رازی

مترجم: حکیم سید عبدالباقی شطاری القادری

عثمانیہ یونیورسٹی پریس حیدرآباد دکن، ہندوستان، ۱۹۵۰ء

کل ابواب: ۲ (دو)

المباحث المشرقیہ

از

امام فخر الدین محمد بن عمر الرازی

کل صفحات: ۳۷۹ (379)

موضوع:

''مباحث مشرقیہ'' کی جلد اول کا یہ دوسرا حصہ ہے جو بنیادی طور پر دو حصوں میں منقسم ہے اور کتاب کے مجموعی طور پر چوتھے اور پانچویں باب (جسے مصنف و مترجم فن کا نام دیتے ہیں) پر مشتمل ہیں ۔چوتھے باب کا عنوان ''علتیں اور ان کے معلول'' اور پانچویں باب کا عنوان ''حرکت اور زمانہ'' ہے ۔چوتھے فن یا باب میں علت کا مفہوم، اس کی چار اقسام (علت فاعلی، علت مادی، علت صوری اور علت غائی) اوران کے معلول کی تفصیل بیان کی گئی ہے ۔اس ضمن میں ذیلی عنوانات قائم کر کے ان کو فصلوں میں تقسیم کیا گیا ہے اور ان پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے ۔پانچواں فن یا باب حرکت اور زمانے سے متعلق ہے اس میں حرکت کی تعریف، اس کے مبتدا و منتہا، اس کی اقسام، حرکت وسکون کا تقابل، حرکت کی نوعی و جنسی وحدت، سرعت اور بطوء کا مفہوم اور تقابل، زمانے کے وجود، حرکت اور زمانے کے تعلق کے علاوہ حرکت اور زمانے کے دیگر بہت سے پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے ۔فلسفہ مشرق میں یہ کتاب ایک بلند پایہ تصنیف کی حیثیت رکھتی ہے ۔

زبان:

زبان کا جائزہ ہم پہلی جلد میں لے آئے یہاں صرف دوسری جلد سے ایک مختصر اقتباس درج کرتے ہیں:

''محرک جب حرکت دیتا ہے تو (یہ دو حال سے) خالی نہیں ۔وہ (خود) حرکت کئے بغیر (اپنے آپ کو) حرکت دے گا ۔یا (خود) حرکت کر کے (اپنے آپ کو) حرکت دے گا ۔اگر (کود) حرکت کئے بغیر (اپنے آپ کو) حرکت دے تو محرک متحرک کا غیر ہوا ۔'' ۴۰

☆☆☆☆☆

کتاب: ۱۱۶

شعبہ اقبالیات، اورینٹل کالج لاہور

فصوص الحکم

مصنف: محیی الدین ابن عربی

مترجم: عبدالقدیر صدیقی

اشاعت قدیم: دارالطبع جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن، ہندوستان، ۱۹۴۱ء

اشاعت جدید: نذیر سنز پبلشرز لاہور، پاکستان، س۔ن

کل ابواب: ۲۷ (ستائیس)

فصُوصُ الحکم

از

محیی الدین ابن عربی

کل صفحات: ۴۴۴ (444)

موضوع:

اس کتاب کا عنوان ہے "فصوص الحکم" "فصوص عربی لفظ فص کی جمع ہے جس کے معنی ہیں "نگینہ" یا "خلاصہ"۔ اس کتاب میں ابن عربی نے قرآن کریم میں مذکور انبیاء علیہم السلام کے حالات ان کی حکمت وبصیرت کو ایک ایک باب میں بیان کیا ہے اور ہر باب کو فص کا نام دے کر اس نبی سے معنون کر دیا ہے جس کا اس باب میں ذکر ہے۔ اس کتاب میں ابن عربی نے کل ستائیس انبیاء کا ذکر کیا ہے جن میں حضرت لقمان اور حضرت خالد بن سنان کو بھی نبی کے درجے سے نوازا ہے۔ اس بحث سے قطع نظر کہ موخر الذکر دونوں ہستیاں مسندِ نبوت پر فائز ہیں یا نہیں، ان پر ابواب معلومات افزا اور خرد افروز ہیں۔ ان دو ہستیوں کے علاوہ جن انبیاء کا ذکر ہے۔ ان میں حضرت آدم علیہ السلام، حضرت شیث علیہ السلام، حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ادریس علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسحٰق علیہ السلام، حضرت اسمٰعیل علیہ السلام، حضرت یعقوب علیہ السلام، حضرت یوسف علیہ السلام، حضرت ہود علیہ السلام، حضرت عیسٰی علیہ السلام، حضرت سلیمان علیہ السلام، حضرت داؤد علیہ السلام، حضرت یونس علیہ السلام، حضرت ایوب علیہ السلام، حضرت یحیٰی علیہ السلام، حضرت زکریا علیہ السلام، حضرت الیاس علیہ السلام، حضرت ہارون علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہے۔ یہ کتاب نہ صرف اللہ کی برگزیدہ ہستیوں کے اخلاق وکردار بلکہ حکمت قرآن سے شناسائی کیلئے ایک سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ اسلامی علم کلام اور تصوف وحکمت کی بنیادی کتب میں سے ہے۔ اس کا اردو ترجمہ بھی ایک شاہکار کی حیثیت رکھتا ہے اور ہم یہ کہہ سکتے ہیں اس میں صدیقی صاحب نے ترجمے سے زیادہ ترجمانی کا کام کیا ہے۔ ہر فص (باب) سے پہلے فاضل مترجم اس باب کی تمہید بیان کر دیتے ہیں جس سے قاری کو اس باب کے معانی ومعارف کی تفہیم میں آسانی ہو جاتی ہے۔ اس ترجمے کی ایک اور خاص بات یہ ہے کہ اس محیی الدین ابن عربی کے اسلوب اور طریقہ کار کی بہت حد تک سمجھ آ جاتی ہے جن سے ان کی دیگر کتب کے مطالعے میں بھی آسانی ہوتی ہے۔

زبان:

محیی الدین ابن عربی اسلامی فلسفہ وتصوف میں ایک ممتاز مقام رکھتے ہیں۔ اسی لئے ان کی کتب بھی بنیادی اہمیت کی

حامل ہیں ۔ ''فصوص الحکم'' ان کی ایسی ہی کتب میں سے ایک ہے ۔ جامعہ عثمانیہ میں جب ''فصوص الحکم'' کو اسلامی فلسفے کے مضمون میں شامل کیا گیا تو جامعہ کے دارالترجمہ کی جانب سے اس کو اردو میں منتقل کرنے کی ذمہ داری جناب عبدالقدیر صدیقی کو سونپی گئی جو نہ صرف علوم اسلامیہ اور فلسفہ وحکمت کے ساتھ ساتھ عربی اور اردو دونوں زبانوں پر دسترس بھی رکھتے تھے ۔ انہوں نے یہ کام بطریقِ احسن انجام دیا ۔ اس دور میں اردو زبان میں اعلیٰ علمی وفلسفیانہ کتب کا فقدان تھا ۔ نیز اردو زبان کے متعلق یہ گمان بھی تھا کہ اس میں اعلیٰ فلسفیانہ مسائل کو اپنے اندر سمونے کی اہلیت نہیں ۔ لیکن صدیقی صاحب کی اس کتاب نے اس غلط فہمی کو دور کرنے میں اہم کردار ادا کیا ۔ اس کتاب کی زبان اس دور کے لحاظ سے کافی حد تک آسان فہم ہے ۔ لیکن جہاں کہیں مشکل خیالات اور تصورات کے بیان کیلئے اصطلاحات کا استعمال ہے وہاں زبان دقیق اور پیچیدہ ہے ۔ اس کا انحصار قاری پر بھی ہے مثلاً اگر قاری فلسفیانہ ذوق اور علمی بصیرت رکھتا ہے تو یہ اس کے لئے اتنی مشکل نہیں ۔ لیکن اگر قاری صرف فلسفے یا ابن عربی کو پڑھنا چاہتا ہے تو اس کیلئے مطالب کی تفہیم میں خاصی مشکلات ہیں ۔ لیکن بحیثیت مجموعی زبان کے اعتبار سے یہ کتاب اردو کے فلسفیانہ تراجم میں ایک سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہے ۔ نمونے کے طور پر ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

> ''نفسِ مطمنہ نے تمام ارباب میں سے اپنے رب کو پہچان لیا اسی سے راضی اور اسی کا مرضی ہو گیا ۔ فادخلی فی عبادی (میرے خاص بندوں میں داخل ہو جن کا مقام عبودیت خاصہ ہے) یہاں عباد جو مذکور ہوئے ہیں ہر وہ عبد ہے جس نے اپنے رب کو پہچانا اور اپنے آپ کو اس کے لئے مسخر کر لیا، خاص کر لیا اور کسی اور کے رب کی طرف توجہ اور التفات نہیں کیا ۔ حالانکہ یہ تمام ارباب نسب واعتبارات ہیں ۔ ان سب کی ذات ایک ہی ہے، ذاتِ حق جل وعلی ۔ مگر اپنے رب پر منحصر رہنے اور اپنی نسبت کو پیشِ نظر رکھنے کی ضرورت ہے ۔''[۲۰۷]

☆☆☆☆☆

کتاب: ۱۱۷

مملکتِ انسانی کی اصلاح میں خدائی تدبیریں

مصنف: محی الدین ابن عربی

مترجم: ابرار احمد شاہی

ابن عربی فاؤنڈیشن راولپنڈی، پاکستان، ۲۰۰۸ء

کل ابواب: ۲۲ (بائیس)

لمز (گورمانی سنٹر) لاہور

التَّدبیراتُ الالٰهیَة

فی اصلاح المملکة الانسانیة

از

محی الدین ابن عربی

کل صفحات: ۲۹۵ (295)

موضوع:

اس کتاب کے موضوع کو سمجھنے کے لئے فاضل مترجم کا یہ اقتباس درج کرنا بہتر سمجھتا ہوں:

''یہ کتاب تدبیراتِ الٰہیہ شیخ اکبر کی ایک منفرد کتاب ہے جس میں آپ نے علوم تصوف کے علاوہ حقائق انسانی پر روشنی ڈالی

اور حاضراتِ انسانی کی منزل کی جانب توجہ دلائی ہے۔اس کتاب میں آپ نے جسم انسان کو شہر سے اس کی روح کو خلیفہ یا بادشاہ سے اور خواہش کو دشمن سے تشبیہ دی ہے اور ان تمام مراحل کا تفصیلی ذکر کیا ہے جو اس شہر جسم کی اصلاح میں اس خلیفہ روح کو پیش آسکتے ہیں۔آپ نے انسانی حقیقت کو کھول کر بیان کیا ہے کہ اگر اسے سمجھ لیا جائے تو پھر انسان اس منزل کی طرف آسانی سے پیش قدمی کرسکتا ہے جو اسے راہِ سعادت کے قریب کرے گی۔''۳۴۳

زبان:

زبان کے لحاظ سے یہ بہت اہم کتاب ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ بالکل نئے اور جدید اصولوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اسے ترجمہ کیا گیا ہے۔اس سے ابن عربی کے افکار زیادہ واضح ،صاف اور براہِ راست انداز سے بیان ہوتے ہیں۔علاوہ ازیں ابن عربی کی دقیق اصطلاحات کے انگریزی مترادفات ساتھ دے دیئے گئے ہیں جس سے مفہوم کا ابلاغ مزید بہتر ہوگیا ہے۔ان تمام باتوں کے باوجود ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ کتاب بالکل سادہ وسلیس زبان میں ہے۔فلسفیانہ وعلمی موضوعات خصوصاً ابن عربی کی کتب کے متعلق یہ بات ممکن نہیں۔ایسی کتب کو سمجھنے کیلئے قاری کی اپنی بھی علمی سطح ہوتی ہے۔بہر حال ہم یہ کہہ سکتے ہیں یہ ترجمہ دوسرے تراجم سے نسبتاً رواں، براہِ راست اور شگفتہ زبان میں ہے اور اس بات کی دلیل ہے کہ اردو میں عربی و دیگر زبانوں سے علمی وفلسفیانہ کے تراجم کی روایت نہ صرف مستحکم ہوچکی ہے بلکہ اردو زبان میں اتنی وسعت بیان پیدا ہوگئی ہے کہ وہ پیچیدہ سے پیچیدہ موضوعات کو بھی بآسانی بیان کردے۔زبان کے حوالے سے ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

''جان لے کہ موسمِ بہار گرم اور نمی والا ہوتا ہے جو کہ طبیعت حیات ہے، یہ (موسم) نفس میں جوش، حرکت، جلوہ گری فراخی اور تفریح کا خیال لاتا ہے کیونکہ یہ موسم تمام حیوانات اور نباتات کے لئے فطری جوش وجذبے کا وقت ہے۔پس اسی وجہ سے نفس حیات اس موسم میں پھلتا پھولتا ہے۔پس اگر مرید اس (موسم) میں (نفس حیات) کو کھلا چھوڑ دے تو غلطی کرے گا۔''۳۴۴

☆☆☆☆☆

کتاب: ۱۱۸ | لمز (گورمانی سنٹر) لاہور

روحانی اسفار اور ان کے ثمرات

مصنف: شیخ محی الدین ابن عربی

مترجم: ابرار احمد شاہی

ابن عربی فاؤنڈیشن راولپنڈی، پاکستان، ۲۰۱۰ء

کل ابواب: ۳۱ (اکتیس)

كتابُ الاسفَار عَن نتائجِ المَاسفار

از

الشیخ محی الدین ابن عربی

کل صفحات: ۲۵۱ (251)

موضوع:

اس کائنات کی ہر شے حرکت اور سفر میں ہے علامہ اقبال نے کہا تھا کہ:

ہر شے مسافر ہر چیز راہی
کیا چاند تارے کیا مرغ و ماہی

انسان چونکہ اس کائنات کا مرکزی کردار اور خلیفۃ اللہ ہے اس لئے اس کے معاملات خواہ وہ مادی ہوں یا روحانی بہت اہم ہیں۔محی الدین ابن عربی نے انسان کی روحانی تگ ودو اور اس کے ثمرات کو اس کتاب میں تفصیل سے بیان کیا ہے۔اس کائنات کی ہر چیز سفر میں ہے۔کسی چیز کو سکون اور قرار نہیں۔ابن عربی نے اس کتاب میں تین طرح کے سفر بیان کئے ہیں۔سفر من عندہ،سفر الیہ اور سفر فیہ۔اسی طرح مسافروں کی تین اقسام بیان کی ہیں۔پھر تمام اسفار کی تفصیل ہے۔اس سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ تمام کائنات، بشمول مکان، لامکاں، سفر پر ہیں۔مذکورہ اسفار قرآنِ پاک کے سفر، انبیاء کے سفر اور حضورؐ کا سفر معراج بھی شامل ہے۔

زبان:

اس کتاب کو ابرار احمد شاہی نے ممکن حد تک آسان اور قریب الفہم زبان میں ترجمہ کرنے کی کوشش کی اور اس میں بہت حد تک کامیاب بھی رہے۔ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس کی زبان رواں اور براہ راست ہے لیکن جہاں کہیں خیالات زیادہ دقیق ہیں وہاں عبارت بھی مبہم ہو جاتی ہے۔اس ضمن میں ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

> ''آدم علیہ السلام نے اپنی اس نافرمانی اور سفر میں اپنے رب کے اسماء،ان کے آثار اور ان کے مشاہدات سے وہ کچھ حاصل کیا جو اس سے پہلے آپ نہ جانتے تھے: یہ (اللہ کا اسم) الغافر اور (اس کی صفت) المغفرۃ ہی ہے۔۔۔
> ۔۔۔اس سفر کا ایک نتیجہ آپ علیہ السلام کے لئے ترکیب، انشاء اور تحلیل کی معرفت بھی تھی۔اس میں آپ علیہ السلام نے اپنے جسم کی تخلیق کو مختلف ادوار میں یکے بعد دیگرے جانا۔''۳۵

☆☆☆☆☆

کتاب: ۱۱۹ — لمز لائبریری (خالد اسحٰق کولیکشن) لاہور

مقدمۂ تاریخ ابن خلدون

(چھ جلدیں)

مصنف: علامہ عبدالرحمٰن ابن خلدون

مترجم: حکیم احمد حسین صاحب الہ آبادی

اشاعت جدید: الفیصل ناشران و تاجران کتب لاہور، پاکستان، ۲۰۰۴ء

کل ابواب: ہر جلد کے ابواب کا ذکر مجموعی جائزے میں کر دیا گیا ہے۔

''کتاب العبر و دیوان المبتدا و الخبر فی ایام العرب و العجم و البربر و من عاصرھم من ذوی السلطان الاکبر''

از

عبدالرحمٰن ابن خلدون

کل صفحات: ہر جلد کے صفحات کا ذکر بھی مجموعی جائزے میں کر دیا گیا ہے

موضوع:

یہ کتاب مشہور مسلمان عرب عالم، مؤرخ، بابائے عمرانیات (Sociaology)، ماہر علم الانسانیات (Anthropologist) عبدالرحمٰن ابن خلدون کی معروف تصنیف ''مقدمۂ تاریخ ابن خلدون'' کا اردو ترجمہ ہے۔ اصل تصنیف تین کتابوں پر مشتمل ہے جس کے کئی حصے یا جلدیں ہیں۔ یہ تصنیف نہ صرف ایک تاریخ ہے بلکہ عمرانیات، سیاسیات، معاشیات، علم الانسانیات اور فلسفۂ تاریخ پر ابتدائی کتب میں سے ایک سمجھی جاتی ہے۔ اس کتاب کو اردو میں منتقل کرنے کا آغاز حکیم احمد حسین الہ آبادی نے کیا اور اس کا پہلا حصہ ۱۸۹۸ء میں الہ آباد سے منصۂ شہود پر آیا اور ۱۹۳۰ء تک اس کے بارہ (۱۲) حصے چھپ چکے تھے لیکن اس کا آخری حصہ ترجمہ ہونے سے رہ گیا۔ بعدازاں مولوی محمد عبدالرحمٰن اور مولوی سعد حسن خان یوسف نے بھی ترجمہ کیا اور شائع ہوتا رہا۔ نفیس اکیڈمی نے کراچی سے ۱۹۶۸ء سے ۱۹۸۶ء تک اس کی دس (۱۰) جلدیں شائع کیں جن میں حکیم احمد حسین، مولوی عبدالرحمٰن اور سید رشید احمد ارشد کی ترجمہ شدہ جلدیں شامل ہیں۔ جائزے کیلئے حکیم احمد حسین الہ آبادی کے ترجمے کی اشاعت جدید کو بنیاد بنایا ہے جس میں بارہ (۱۲) حصے اور چھ (۶) جلدیں ہیں۔ اس کی اہم بات سید قاسم محمود کا ''مقدمہ در مقدمہ'' کے عنوان سے تفصیلی مقدمہ ہے جس میں ابن خلدون کے مختصر حالات زندگی، تصانیف کا تعارف اور ''مقدمہ ابن خلدون'' پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ جہاں تک کتاب کے موضوع کا تعلق ہے تو اس ضمن میں ابن خلدون ہی کا ایک اقتباس درج کرنا مناسب سمجھوں گا:

> ''۔۔۔ جب میں نے یہ تاریخیں دیکھیں اور ان کی جانچ پڑتال کی تو دفعتہً خوابِ غفلت سے چونک پڑا اور خود ایک کتاب لکھنے کا ارادہ کیا حالانکہ میں خود اپنی کم علمی اور کمزوری کی وجہ سے اس قسم کی تصنیف کے لائق اور اس کا اہل نہ تھا۔ بہرحال یہ کتاب لکھی اور قوموں کے حالات پر جو پردہ مدتوں سے پڑا ہوا ہے اس کے ذریعے سے اٹھایا اور ہر قسم کے اخبار و اعتبار کے لئے جداگانہ مراتب قرار دیئے اور اس میں تمدن و سلطنت کے آغاز و ہدایت کے اسباب و علل کی تشریح کی۔۔۔
>
> ۔۔۔ اس کتاب کی تہذیب و ترتیب میں تا بامکان بھرپور کوشش کی اور اس کو علماء اور خواص کی آگاہی کا ذریعہ بنایا اور اس کی ترتیب اور تقسیم ابواب میں ایک عجیب اور نیا طریقہ اختیار کیا اور اس میں عمارت و تمدن اور انسانی معاشرے کے عوارضِ ذاتیہ و طبیعہ کے تفصیلی حالات لکھے جس سے کائنات کے علل و اسباب کا صحیح طریقہ سے پتہ چل سکے اور یہ کہ مختلف سلطنتوں کا آغاز کیوں کر ہوا۔ تاکہ لوگ تقلید کو چھوڑیں اور پچھلی قوموں اور گزشتہ زمانے کا حال معلوم کر سکیں اور اس کتاب کو ترتیباً ایک 'مقدمہ' اور تین کتابوں میں ختم کیا۔۔۔
>
> 'مقدمہ' میں تاریخ کی اہمیت اور اس کے طرق و مذاہب کی تحقیق اور مورخوں کو پیش آنے والی غلط فہمیوں کیلئے ایک تبصرہ ہے۔
>
> پہلی کتاب میں انسانی آبادی، اور اس کے عوارضِ ذاتیہ یعنی ملک و سلطنت، صنعت و حرفت، علوم و فنون وغیرہ اور ان کے اسباب کی تفصیل بیان کی ہے۔
>
> دوسری کتاب میں عرب اور اس کے قبائل و سلطنت کا حال لکھا ہے جو دنیا کے آغاز سے اب تک گزر چکا ہے اور کہیں کہیں ان قوموں اور سلطنتوں کا بھی تذکرہ کر دیا ہے جو وقتاً فوقتاً ان کی ہم عصر ہیں۔ مثلاً ہندی، سریانی، پارسی، بنی اسرائیل، قبط،

یونان، روم، ترک، فرنگ۔

تیسری کتاب میں بربر و زناتہ کی ابتدائی حالت اور ان کے قبائل کی اولیت کا ذکر ہے اور بیان کیا ہے کہ خاص مغرب میں ان کی کون کون سی حکومتیں ہوئیں۔

غرض کہ اس طرح یہ کتاب دنیا کے طبعی حالات سے مالامال ہو کر مکمل ہوئی۔۔۔

۔۔۔جہاں تک ممکن ہو سکا ان قوموں (عرب و بربر) اور ان کی سلطنتوں کا ابتدائی حال اور ان کے قدیم معاصرین کا بیان شرح و بسیط کے ساتھ لکھا اور گزشتہ زمانہ میں دینی و دنیوی انقلابات جو ان پر ہوتے رہے اور جو جو باتیں ان کو باہمی تمدن و معاشرت میں پیش آئیں یعنی مذہب و سلطنت، تہذیب و تمدن، عزت و دولت، کثرت و قلت، علم و صنعت، بدو اور حضر۔ کسب و ہنر اور ان کا عروج و زوال اور جو جو طاقتیں کہ ان میں وقتاً فوقتاً قوم کی مجموعی حیثیت بدلتی رہیں اور واقع ہوئیں یا ان کے وقوع کا امکان و انتظار ہے ان سب کو تفصیلاً اور ان کے اسباب و دلائل کو وضاحت سے بیان کیا۔ پس یہ کتاب اس لئے ایک عجیب و غریب کتاب ہو گئی کہ ان علوم عجیبہ و فنون حکمیہ سے لبریز ہے جو بے کس ہونے کے باعث اس زمانہ میں محجوب و مہجور ہو گئے۔''۶؎

امید ہے کہ درج بالا اقتباس سے ''مقدمہ ابن خلدون'' کا موضوع واضح ہو گیا ہوگا۔ اب ہم ذیل میں چھ (۶) جلدوں کے موضوعات کا مختصر جائزہ پیش کرتے ہیں۔ یہ چھ کی چھ جلدیں ایک ساتھ شائع ہوئیں۔

پہلی جلد چھ سو (۶۰۰) صفحات پر مشتمل ہے جس کے آغاز میں سید قاسم محمود کا مفصل ''مقدمہ'' ہے۔ جس کا ذکر ہم پہلے کر آئے ہیں۔ اس پہلی جلد میں ابن خلدون نے تاریخ، عمرانیات، معاشیات، سیاسیات اور دیگر سماجی اور معاشرتی پہلوؤں پر اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ اس لئے اس کتاب کو فلسفۂ تاریخ، عمرانیات اور سیاسیات پر اولین کتابوں میں سے ایک سمجھا جاتا ہے۔

دوسری جلد دو حصوں قبل از اسلام، انبیاء کی تاریخ اور حضورؐ کی بعثت سے لے کر عہدِ معاویہ تک کا بیان ہے اور کل ۸۹۵ صفحات پر مشتمل ہے۔

تیسری جلد میں بھی دو حصے (سوم، چہارم) ہیں جو مجموعی طور پر ۵۶۴ صفحات پر مشتمل ہیں۔ اس میں عہدِ عباسیہ کا تفصیلی بیان ہے۔ حصہ سوم عہدِ عباسیہ کے بانی منصور السفاح سے خلیفہ مکتفی باللہ تک جبکہ دوسرا حصہ ہارون و مامون الرشید کے دور تک کا احاطہ کرتا ہے۔

چوتھی جلد میں بھی دو حصے ہیں (پنجم، ششم) اور اس کے کل صفحات ۷۴۹ ہیں۔ اس میں مجموعی طور پر سپین کی اسلامی سلطنت، ترکوں کی فتوحات اور ہندوستان میں غزنوی اور غوری کی فتوحات کا بیان ہے۔

پانچویں جلد میں چار حصے (ہفتم، ہشتم، نہم، دہم) ہیں جو مجموعی طور پر ۷۵۱ صفحات پر مشتمل ہیں۔ اس میں صلیبی جنگوں کے اختتام، چنگیزی فوجوں کے ہاتھوں سقوطِ بغداد، خوارزم شاہ کی کاوشیں اور مسلمان ممالک کی تباہی و بربادی کے حالات بیان کئے گئے ہیں۔

چھٹی جلد گیارہویں اور بارہویں حصے پر مشتمل ہے اس میں کل ۸۲۴ صفحات ہیں۔ اس میں افریقہ کے مسلمان ممالک

کے حالات و واقعات بیان کئے گئے ہیں۔

زبان:

عربی زبان سے تراجم کے ضمن میں یہ کتاب ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ ضخیم کتاب اعلیٰ علمی و فکری موضوع پر کلاسیکی عربی زبان میں تصنیف کی گئی۔ اس لئے اس کا ترجمہ کوئی آسان کام نہیں تھا لیکن فاضل مترجم/مترجمین نے یہ کام بڑی خوش اسلوبی سے سرانجام دیا اور اس اہم تصنیف کو اس دور کے مطابق بڑی سہل، جاندار اور شستہ اردو زبان میں منتقل کیا۔ اس سے نہ صرف اردو کا موضوعاتی دامن وسیع ہوا بلکہ نئے اسالیب اور پیرائیہ اظہار بھی وجود میں آئے اور اردو علمی و فلسفیانہ موضوعات کو اپنے اندر سمونے کی اور زیادہ اہل ہوگئی۔ زبان کے حوالے سے ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

> ''بعض آدمی اپنے خیال سے کہتے ہیں کہ حواس کے زوال کے بغیر بھی ادراک غیب ممکن ہے۔ اور علم نجوم وغیرہ کو سنداً پیش کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کے خیال کے موافق منجم ستاروں سے نجومی دلالت و فلکی بر جوں اور عناصر میں ان کے اثرات کا مطالعہ اور ان تمام امور سے علم نجوم کے اصول میں تنافر، جذب و کشش، طبعی مزاج، مطالعہ طبیعت وغیرہ سے ظاہر و پیدا ہوتے اور طبیعت ہوا تک پہنچتے ہیں۔ غیب کی باتیں بتادیتے ہیں لیکن حقیقتاً اہل نجوم کو ادراک غیب پر مہارت و رسائی نہیں ہے۔''[۲۷]

☆☆☆☆☆

کتاب: ۱۲۰	لمز لائبریری (خالد اسحٰق کولیکشن) لاہور
اسفارِ اربعہ (حصہ اول۔ جلد اول)	**الحکمة المتعالیه فی الاسفارِ العقلیه**
مصنف: مولانا صدرالدین شیرازی	از
مترجم: مولانا مناظر احسن گیلانی	مولانا صدرالدین شیرازی
دارالطبع جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن، ہندوستان، ۱۹۴۱ء	
کل ابواب: اس میں موضوعات کی تقسیم ابواب کی صورت میں نہیں دی گئی بلکہ عنوانات قائم کئے گئے ہیں۔	**کل صفحات:** ۶۸۸ (688)

موضوع:

''اسفارِ اربعہ'' اسلام کے روحانی و فکری علوم کی تاریخ میں ایک شاہکار کی حیثیت رکھتی ہے جسے مشہور ایرانی مفکر مولانا صدرالدین شیرازی المعروف ملاصدرا نے عربی زبان میں تصنیف کیا۔ یہ تصنیف ''اسلامی فلسفۂ روحانیت'' کی نمائندہ تصنیف قرار دی جاسکتی ہے۔ اس میں علم و حکمت، معارفِ حق، صفات و انوارِ حق، وجود اور روح وغیرہ سے متعلق عقل و براہین کی بنیاد پر بحث کی گئی ہے۔ جہاں تک کتاب کے عنوان کے مفہوم کا تعلق ہے۔ مصنف دیباچے میں لکھتے ہیں:

''اب تم کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ عارفین اور اولیاء کی راہ پر جو چلے ہیں، ان کے چار سفر ہیں، پہلا سفر وہ ہے جو مخلوقات سے شروع ہوتا ہے اور حق پر ختم ہوتا ہے، دوسرا سفر وہ ہے جو حق کے ساتھ حق میں ہوتا ہے، تیسرا سفر پہلے سفر کا مدمقابل ہے کیونکہ اس میں حق سے خلق کی طرف حق کے ساتھ سفر کیا جاتا ہے اور چوتھا سفر دوسرے سفر کا، ایک طریقے سے مدمقابل ہے کیونکہ یہ سفر حق کے ساتھ خلق میں کیا جاتا ہے۔ اس لئے میں نے اپنی کتاب کو ان لوگوں کی انہی حرکتوں کے مطابق جو انوار اور آثار (کے عالم میں) واقع ہوئی ہیں چار سفروں پر مرتب کیا ہے۔''[۴۸]

زبان:

فکرِ مشرق اور فلسفہ اسلام اور روحانیت سے متعلق اس کتاب کو اردو میں ترجمہ کروانے کا سہرا بھی جامعہ عثمانیہ کے دارالترجمہ کے سر ہے۔ یہ ایک مشکل کتاب بھی تھی جسے ترجمہ کرنے کی ذمہ داری معروف اسکالر مولانا مناظر احسن گیلانی کو دی گئی جنہوں نے اس ذمہ داری کو احسن طریقے سے ادا کرنے کی کوشش کی۔ اس میں مشکل اصطلاحات، دقیق تراکیب اور دوراز کار پیچیدہ مرکبات کا استعمال بہت زیادہ ہے جس کی وجہ سے مفہوم کا ابلاغ بہت مشکل ہو جاتا ہے علاوہ ازیں بحیثیت مجموعی اس میں کتابت قواعد اور لفظی و معنوی کئی غلطیاں ہیں۔ مثلاً

	غلطی	تصحیح	
۱۔	اس شے کی ہونے کی حیثیت ثابت ہو	اس شے کے ہونے کی حیثیت ثابت ہو	ص ۲۵
۲۔	دو رابطوں سے ایک رابطے کا نام ہے	دو رابطوں میں سے ایک رابطے کا نام ہے	ص ۶۷
۳۔	وہ جاعل صادر سے ہے	وہ جاعل سے صادر ہے	ص ۲۵۱
۴۔	اشیاء متفاوت ہوتے ہیں	اشیاء متفاوت ہوتی ہیں	ص ۳۹۱

اس طرح کی بہت سی غلطیاں کتاب کے متن میں جابجا موجود ہیں۔ اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ کتاب پر نظرِ ثانی نہیں کی گئی اور اگر کی بھی گئی ہے تو توجہ اور انہماک سے نہیں کی گئی۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ ان اغلاط سے کتاب کی اہمیت کسی طرح کم نہیں ہوتی۔ مناظر احسن گیلانی نے دقتِ نظر سے اس کتاب کو اردو کے قالب میں ڈھال کر اردو کے دامن کو اس وقت وسعت دی جب ایسی کتب کی اردو زبان اور اس کے قارئین کو اشد ضرورت تھی۔ بہر حال یہ کتاب اپنے نفسِ مضمون، عبارت، اسلوب اور اولیت کے اعتبار سے اردو کے فلسفیانہ ذخیرے کی ایک اہم کتاب ہے۔ زبان کے حوالے سے ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

''ایک بات تو وہی ہے کہ خیالی صورتیں یا وہ صورتیں جن کا تعلق تخیل سے ہے، ہمارے مسلک کی رو سے یہ نفس ہی کے قلمرو اور حدود میں موجود ہیں جس کی طرف ہم نے اشارہ بھی کیا ہے کہ نفس قوتِ خیال کو اپنا خادم اور ذریعہ بنا کر صرف اپنی تاثیر و تصویر کے ذریعے سے ان کو موجود کر لیتا ہے۔''[۴۹]

کتاب: ۱۲۰

کتب خانہ مجلس ترقی ادب لاہور

اسفارِ اربعہ (حصہ اول۔ جلد دوم)

مصنف: مولانا صدرالدین شیرازی
مترجم: مولانا مناظر احسن گیلانی
دارالطبع جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن، ہندوستان، ۱۹۴۳ء
کل ابواب: ۵ (پانچ) 'ششم' تا 'دہم'

الحکمۃ المتعالیہ فی الاسفارِ العقلیہ

از

مولانا صدرالدین شیرازی

کل صفحات: ۹۷۰ (970)

موضوع:

''اسفارِ اربعہ'' کے پہلے حصے کی اس دوسری جلد میں کل پانچ (۵) ابواب شامل ہیں جن کے عنوانات بالترتیب یہ ہیں۔ ششم: علت اور معلوم۔ ہفتم: قوت اور فعل کی اصطلاح کے بیان میں۔ ہشتم: اس مرحلہ میں حرکت کے بعض احوال اور احکام کا تتمہ درج کیا جائے گا۔ نہم: اس مرحلہ میں قِدم اور حدوث کے مباحث درج کئے جائیں گے نیز تقدم اور تاخر کے اقسام کا ذکر بھی اسی میں کیا جائے گا۔ دہم: اس مرحلہ میں عقل اور معقول سے بحث کی جائے گی۔ ابواب کے عنوانات سے ہمیں اس جلد کے موضوعات کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ مجموعی موضوع کو ہم پہلی جلد میں زیر بحث لا چکے ہیں۔

زبان:

زبان کے حوالے سے بحث کر آئے ہیں کیونکہ ان دونوں جلدوں کے مترجم ایک ہی ہیں اس لئے زبان میں کوئی فرق نہیں۔ یہاں صرف ایک مختصر اقتباس درج کریں گے:

> ''ممکن کی ماہیت کا موجود ہونا اس وقت ضروری ہو جاتا ہے جس وقت اس کی کامل اور پوری علت پائی جائے اسی طرح ممکن کا اس وقت تک پایا جانا ناممکن ہوتا ہے جس وقت تک اس کی علت کاملہ معدوم ہو لیکن ان دو شرطوں سے جب قطع نظر کر کے خود ممکن کی ذات پر نظر کی جائے اس وقت ممکن اپنے حقیقی امکان کے دائرے ہی میں رہتا ہے۔''[۹۹]

☆☆☆☆☆

کتاب: ۱۲۱

قائداعظم لائبریری لاہور

اخلاقِ صالحین

مصنف: امام عبدالوہاب الشعرانیؒ
مترجم: محمد لطیف ملک (ایم۔اے)
سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، پاکستان، ۱۹۸۷ء
کل ابواب: ۴ (چار)

تنبیہُ المُغتَرِین

از

امام عبدالوہاب الشعرانیؒ

کل صفحات: ۴۰۰ (400)

موضوع:

یہ کتاب اسلامی فلسفۂ اخلاقیات کے حوالے سے ہے جس میں مصنف نے آداب زندگی کو قرآن وسنت کے ساتھ ساتھ بزرگانِ دین، اولیاء، صوفیاء اور علماء کی زندگی کی عملی مثالوں کے تناظر میں بیان کیا ہے۔ کتاب کے مصنف امام عبدالوہاب الشعرانی اپنے وقت کے بہت بڑے عالم بلکہ صحیح معنوں میں عالمِ باعمل تھے۔ یہ کتاب ان کی مشہور تصنیف "تنبیہ المغترین" کے منتخب ابواب کا اردو ترجمہ ہے۔

زبان:

عربی زبان سے علمی وفلسفیانہ کتب کے اردو میں تراجم کی روایت کافی مستحکم ہے اور ارتقائی منازل طے کر کے اب کافی ترقی کر چکی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کلاسیکی عربی کتاب کے ترجمے کی زبان بہت بہت صاف، واضح اور براہِ راست ہے۔ یہ "اخلاقیات" سے متعلق کتاب ہے اس لئے اس میں خالص فلسفیانہ اصطلاحات کی بھرمار بھی نہیں۔ ایک بات ضرور کہنا چاہوں گا کہ مترجم کا تعلق چونکہ زبان وادب سے نہیں شاید اسی لئے کہیں کہیں یہ محسوس ہوتا ہے کہ عبارت میں جھول ہے اور یوں لگتا ہے اس میں بھرتی کے الفاظ ہیں کہیں کہیں املا اور قواعد کی غلطیاں بھی ہیں۔ بہر حال یہ ایک اچھی کوشش ہے اور ایسی کاوشوں کی حوصلہ افزائی کی جانی چاہیے۔ زبان کے حوالے سے ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

> "حدیث میں آیا ہے کہ آخر زمانہ میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو حیلہ گر ہوں گے یعنی آخرت کے عمل سے دنیا کمائیں گے یعنی دین سے دنیا۔ نرمی کے سبب ان کے لباس تو بھیڑوں کی کھالوں کے ہوں گے اور ان کی زبانیں شہد سے زیادہ میٹھی ہوں گی لیکن ان کے دل بھیڑیوں کے مانند ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کیا وہ میرے متعلق دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں یا مجھ پر جرأت کر رہے ہیں؟ مجھے اپنی قسم ہے کہ میں ان میں ایسا فتنہ ڈالوں گا جو اُن کے عقلاً کو متحیر کر دے گا۔"[۱۴۲]

☆☆☆☆☆

کتاب: ۱۲۲

کتب خانہ مجلس ترقی ادب لاہور

جامع الاخلاق

مصنف: جلال الدین دوانی

مترجم: مولوی محمد امانت اللہ

مطبع نول کشور لکھنؤ، ہندوستان، طبع ہفتم ۱۹۳۱ء

کل ابواب: ابواب کی فہرست نہیں دی گئی اور نہ ہی کتاب کے اندر عنوانات قائم کئے گئے ہیں۔

اخلاقِ جلالی

از

جلال الدین دوانی

کل صفحات: ۱۶۸ (168)

موضوع:

جیسا کہ عنوان سے ظاہر ہے کہ یہ اخلاقیات سے متعلق کتاب ہے جو معروف عرب مفکر اور درویش جلال الدین دوانی کی تصنیف ''اخلاقِ جلالی'' کا ''جامع الاخلاق'' کے عنوان سے اردو ترجمہ ہے۔ اس میں 'فلسفۂ اخلاقیات' اسلامی تعلیمات کے تناظر میں بیان کیا گیا ہے یعنی یہ اسلامی فلسفہ اخلاقیات سے متعلق ایک اہم کتاب ہے۔ لیکن اس کی ایک اہم اور خاص بات یہ ہے کہ مصنف نے قدیم یونانی علمائے اخلاقیات کے حوالے بھی دیئے ہیں اور یوں قدیم یونانی اور اسلامی تعلیمات اخلاقیات کا تقابل بھی مل جاتا ہے۔ علاوہ ازیں یہ اخلاقیات کے شخصی، انفرادی، خانگی اور اجتماعی پہلوؤں پر روشنی ڈالتی ہے۔

زبان:

کتاب کا زیرِ نظر نسخہ ساتویں اشاعت کا ہے جو ۱۹۳۱ء میں طبع ہوا۔ اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ یہ کتاب یا تو انیسویں صدی کے آخر میں زیورِ طبع سے آراستہ ہوئی یا پھر بیسویں صدی کی ابتداء میں۔ اس لحاظ سے اس کی زبان براہِ راست ہے۔ اس میں لکھنوی رنگ بھی نظر آتا ہے۔ الفاظ، تراکیب اور مرکبات میں ادبی شگفتگی کی جھلک دکھائی دیتی ہے لیکن اس کا طرزِ تحریر مکمل طور پر ادبی نہیں بلکہ علمی ہے۔ زبان اگرچہ فصیح ہے لیکن کہیں کہیں عربی اصطلاحات کی وجہ سے بوجھل بھی ہو جاتا ہے۔ زبان کے حوالے سے ایک مختصر اقتباس درج کرتے ہیں:

> ''ایک جماعت اس کی قائل ہے کہ آدمی اصل فطرت سے بہتر اور نیک ہے لیکن ہوا و حرص اور شہوت پرستی و برے کاموں سے بدخواور شریر ہوتا ہے لیکن حکمائے قدیم سے ایک گروہ برخلاف اس کے ہے اور یہ کہتا ہے کہ انسان اپنی سرشت میں طبیعت کے گروے سے پیدا ہے اور نفس انسانی اپنی ذات میں ایک نور ہے تاریکی سے ملا۔ پس اس کی طینت ہی میں شر لگا ہوا ہے لیکن بسبب تعلیم و تادیب کے اچھا ہوتا ہے اگر تاریکی اس کی روشنی پر غالب نہ ہو۔''۲۴

☆☆☆☆☆

کتاب: ۱۲۳

قائداعظم لائبریری لاہور

تاریخ فلاسفۃ الاسلام

مصنف: محمد لطفی جمعہ

مترجم: ڈاکٹر میر ولی الدین

اشاعت قدیم: دارالطبع جامع عثمانیہ حیدرآباد دکن، ہندوستان، س۔ن

اشاعت جدید: نفیس اکیڈمی کراچی، پاکستان، ۱۹۸۷ء

کل ابواب: ۱۱ (گیارہ)

تاریخ فلاسفۃ الاسلام

از

محمد لطفی جمعہ

کل صفحات: ۳۱۸ (318)

موضوع:

اس کتاب کا موضوع بہت واضح ہے یعنی مسلمان فلسفیوں کی تاریخ۔اس میں مصنف نے اسلامی تاریخ کے گیارہ عظیم عرب فلسفیوں کے حالاتِ زندگی ،نظریات ،عقائد اور تصنیفات پر اس قدر سیر حاصل بحث کی ہے کہ ایک عام قاری کے لئے ان فلسفیوں کو جاننا اور ان کے نظریات کو سمجھنا بہت آسان ہوگیا ہے۔مصنف نے ابو یوسف ابن اسحٰق کندی،ابوالنصر فارابی ،بوعلی حسین بن عبداللہ بن سینا،ابوحامد محمد ابن محمد غزالی ،ابوبکر ابنِ باجہ،عبدالملک بن طفیل (ابنِ طفیل)القیسی ،ابنِ خلدون،ابنِ ہیثم (ہیثم)،شیخ محی الدین ابن عربی،ابنِ مسکویہ اور اخوان الصفا کے نمایاں حکماء کے حالات اور نظریات پر روشنی ڈالی ہے۔یہ کتاب فلسفۂ اسلام اور نمائندہ مسلمان فلسفیوں کے افکار کو سمجھنے کے لئے ایک سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔

زبان:

یہ کتاب عربی سے ترجمہ کی گئی ہے اور اس کا شمار فلسفے کی ابتدائی ترجمہ شدہ کتب میں ہوتا ہے۔اس کتاب کی زبان اس دور کی دیگر ترجمہ شدہ کتب سے نسبتاً صاف اور براہِ راست ہے۔اس لئے ہم یہ کہہ سکتے ہیں عام سا علمی ذوق رکھنے والے قارئین کیلئے بھی یہ کتاب بہت مفید ہے۔بحیثیت مجموعی اس کتاب کی رواں، براہِ راست اور شستہ ہے اور عربی زبان سے فلسفیانہ تراجم میں ایک سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔نمونے کے طور پر ایک اقتباس درج کیا جاتا ہے:

> ”فارابی کے خیال کے مطابق ہر موجود یا ضروری ہے یا ممکن ان دونوں کے علاوہ کوئی تیسری چیز نہیں۔چونکہ ہر ممکن کے لئے ضروری ہے کہ اس کے وجود کا کوئی سبب ہو اور سلسلہ اسباب غیر متناہی بھی نہیں ہوسکتا۔اس لئے ایک ہستی کے وجود پر اعتقاد رکھنا لازمی ہے جو بغیر کسی سبب کے خود اپنی ذات سے موجود ہے اور اعلیٰ صفات سے متصف ہے۔“۳۴۲

☆☆☆☆☆

کتاب: ۱۲۴

قائدِ اعظم لائبریری لاہور

تاریخ الحکما

مصنف: جمال الدین ابوالحسن علی بن یوسف القفطی

مترجم: ڈاکٹر غلام جیلانی برق

انجمن ترقی اردو ہند دہلی ،ہندوستان، ۱۹۴۵ء

کل ابواب: ۲۶ (چھبیس)

تاریخ الحُکما

از

جمال الدین ابوالحسن علی بن یوسف القفطی

کل صفحات: ۵۷۲ (572)

موضوع:

اس کتاب کو ہم قدیم حکماء ،فلاسفہ اور مفکرین کا ایک تذکرہ قرار دے سکتے ہیں جس میں حضرت ادریسؑ سے لے کر القفطی

کے دور (۱۱۴۲ء تا ۱۲۴۸ء) تک کے معروف حکمائے عالم کا ذکر کیا گیا ہے جن میں سے کچھ کا ذکر تفصیل اور کچھ کا اجمال کے ساتھ کیا گیا ہے۔ ان میں بعض حکماء ایسے بھی ہیں جنہیں ہم صرف القفطی کی اس تصنیف کے توسط سے جانتے ہیں۔ فلسفہ وحکمت کے طلبہ و قارئین کے لئے یہ کتاب بہت اہمیت کی حامل ہے۔ اس کتاب میں مجموعی طور پر چار سو گیارہ فلسفیوں اور دیگر ماہرین فن کے حالات کا پتہ چلتا ہے۔ علاوہ ازیں یونانی فلسفہ کے عربوں پر اثرات بھی واضح ہوتے ہیں۔ اس کتاب میں مجموعی طور پر چار سو گیارہ فلسفیوں اور دیگر ماہرین فن کے حالات کا پتہ چلتا ہے۔ علاوہ ازیں یونانی فلسفہ کے عربوں پر اثرات بھی واضح ہوتے ہیں۔

زبان:

فاضل مترجم عربی و فارسی زبان و ادب کے ساتھ ساتھ اردو پر بھی بھرپور دسترس رکھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ۱۹۴۵ء میں ترجمہ کی گئی کتاب کا اسلوب علمی ہونے کے ساتھ ساتھ ادبی شگفتگی سے بھی مزین بھی ہے۔ البتہ کچھ لفظوں کے ہجے کا مسئلہ ہے۔ یعنی کچھ الفاظ ایسے ہیں جو اب متروک ہو چکے ہیں۔

کی بہ جائے ـــــ کی بجائے (ص ۳۰۱) ای ـــــ اے (ص ۳۰۱) گانوں ـــــ گاؤں (ص ۴۰۱)

وغیرہ لیکن اس کے باوجود زبان بہت حد تک رواں اور براہِ راست ہے۔ ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

> ''ابوبُطلان کہتا ہے کہ میرا استاد ابوالفرج بیس سال تک الٰہیات کی تفسیر لکھتا رہا۔ اس دوران میں زیادہ محنت اور فکر کی وجہ سے ایک دفعہ اتنا سخت بیمار ہوگیا کہ موت کے منہ سے واپس آیا۔ اس واقعے سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ میرا استاد حصولِ علم میں کتنا حریص اور تلاشِ معانی میں کس قدر اولوالعزم واقع ہوا تھا۔''[۱۴۴]

☆☆☆☆☆

کتاب: ۱۲۵

مکتوبِ مدنی

مصنف: حضرت شاہ ولی اللہؒ

مترجم: مولانا محمد حنیف ندوی

ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ لاہور، پاکستان، ۱۹۶۵ء

کل ابواب: ایک طویل خط کا جواب

مکتوبِ مدنی

از

شاہ ولی اللہ

کل صفحات: ۳۶ (36)

موضوع:

اس مختصر کتاب میں کوئی دیباچہ، تمہید اور پیش لفظ موجود نہیں جس سے اس کتاب / خط کے پس منظر کے متعلق پتہ چل سکے۔ لیکن کتاب کی داخلی معلومات سے معلوم ہوتا ہے کہ آفندی اسمٰعیل بن عبداللہ الرومی نے شاہ ولی اللہ کو خط لکھا اور جس میں شیخ اکبر (غالبًا محی الدین ابن العربی) کے تصورِ وحدت الوجود اور مجدد الف ثانی کے تصورِ وحدت الشہود اور ان میں تطبیق کے امکان

کے متعلق سوال کیا۔ یہ کتاب اسی خط کے جواب پر مبنی ہے جو خط ہی کی صورت میں دیا گیا۔ لہٰذا اس کتاب کے موضوع کے متعلق ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ شاہ ولی اللہ نے اس میں مسئلۂ وحدت الوجود اور وحدت الشہود کے متعلق بنیادی سوالوں کا جواب اور ان میں تطبیق کرنے کی کوشش کی ہے۔ مسئلہ وحدت الوجود و شہود ابتدا ہی سے مذہبی علماء اور صوفیاء کا اہم موضوع بحث رہے ہیں جن پر شاہ ولی اللہ نے سیر حاصل بحث کی۔

زبان:

مولانا حنیف ندوی عربی زبان سے تراجم میں یدِ طولیٰ رکھتے ہیں جس کا ثبوت ان کی بہت سی عربی کلاسیکی کتابوں کا اردو ترجمہ ہے۔ علاوہ ازیں وہ بذاتِ خود ایک جید عالم ہیں اور ان کی اردو زبان پر دسترس بھی زبردست ہے۔ یہی وجہ ہے مشکل موضوع کے باوجود اس ترجمے میں روانی، تسلسل اور ربط کے ساتھ ساتھ فصاحت و بلاغت بھی بدرجہ اتم موجود ہے۔ ایسے موضوع پر تحریر کا بالکل ہی سلیس اور سادہ ہونا تقریباً ناممکن ہے اور نہ ہی کسی خالصتاً علمی و فلسفیانہ موضوع پر کتاب سے ایسی توقع ہی رکھنی چاہیے۔ پھر بھی مولانا مشکل موضوع اور مشکل زبان کے مکتوب کو ممکن حد تک سادہ اور براہ راست زبان میں ترجمہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

> ''یہ علم ہر ہر شخص کی فطرت میں سمویا ہوا ہے کہ حقائقِ اشیاء ثابت نہیں اور یہ کہ ہر شے مخصوص قسم کے امتیازات سے بہرہ مند ہے، مثلاً یہ کہ آگ کا خاصہ جلانا ہے، پانی آگ کو ٹھنڈا کرتا اور بجھاتا ہے، زنجبیل حار ہے، کافور بارد ہے، نماز کارِ خیر ہے اور زنا برائی۔''[۴۵]

☆☆☆☆☆

کتاب: ۱۲۶ | قائد اعظم لائبریری لاہور

لمحات

مصنف: حضرت شاہ ولی اللہؒ

مترجم: پیر محمد حسن

ادارۂ ثقافت اسلامیہ لاہور، پاکستان، طبع اول، ۱۹۶۶ء

کل ابواب: ۶۰ (ساٹھ)

کل صفحات: ۹۲ (92)

موضوع:

یہ مختصر کتاب بنیادی طور تصوف کے بنیادی مسائل سے متعلق بحث کرتی ہے۔ اس میں کل ساٹھ لمحے ہیں اور ہر لمحہ حکمت و بصیرت سے معمور ہے۔ ان ساٹھ 'لمحات' میں مجموعی طور پر تصوف، الٰہیات اور علم الکلام کے موضوعات بیان ہوئے ہیں۔ اگرچہ یہ ایک مختصر کتاب ہے لیکن محاورہ ''دریا کو کوزے میں بند کر دینا'' صحیح معنوں میں اس کتاب پر صادق آتا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ

نے جن وسیع وو قیع مسائل کو مختصر پیرائے میں بیان کیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔

زبان:

یہ کتاب خالصتاً تصوف وفلسفۂ تصوف کے مسائل کی کتاب ہے۔اس میں بیان کئے گئے افکار بھی دقیق، پیچیدہ اور دوراز کار ہیں جن کو سمجھنے کے لئے قاری کا ایک خاص علمی سطح تک پہنچنا ضروری ہے۔یہی وجہ ہے کہ اس کی زبان بھی مشکل ہے۔ عربی اور متصوفانہ اصطلاحات کی بھرمار کی وجہ سے زبان صاف اور براہِ راست نہیں بلکہ بہت دقیق ہے نیز اس میں روانی اور شستگی کا بھی فقدان ہے۔اس سے ایک بات یہ بھی واضح ہوتی ہے کہ مترجم خود بھی عربی وفارسی زبانوں کے زیر اثر ہیں اسی لئے انہوں نے وہاں بھی خالصتاً عربی مشکل اصطلاحیں استعمال کی ہیں جہاں وہ نسبتاً آسان یا اردو کی مستعمل اصطلاحات وتراکیب استعمال کر سکتے تھے۔اس ضمن میں ایک مختصر پیراگراف درج کیا جاتا ہے:

> ''پھر بعض شرور جارہ ایسے ہوتے ہیں جو شر محض ممتنع کے قریب ہوتے ہیں یا اس طرح ہوتا ہے کہ وہ ان نظامات کے خلاف ہوں جو بلند قوتوں کے نزدیک محبوب ہیں۔بعض شر ایسے ہوتے ہیں جو اس خیر محض کے قریب ہوتے ہیں جو انسان کے جسم کے لئے اعتدالِ حقیقی کی طرح ہوتے ہیں اور یہ اس طرح ہوتا ہے کہ وہ ان نظامات کے موافق ہوں جو بلند قوتوں کے نزدیک جلیل القدر اور محبوب ہوں، خواہ وہ بعض ضعیف اور مٹنے والی قوتوں کے مخالف ہی کیوں نہ ہوں۔''[۴۹]

مندرجہ بالا اقتباس میں یہ بات صاف طور پر واضح ہے کہ عبارت میں ربط اور مفہوم کے ابلاغ میں تسلسل نہیں۔لیکن اس کتاب کی اہمیت اور افادیت سے انکار کرنا بھی ممکن نہیں۔

☆☆☆☆☆

کتاب: ۱۴۷

قائداعظم لائبریری لاہور

مشاہدات ومعارف

مصنف: حضرت شاہ ولی اللہ

مترجم: محمد سرور

سندھ ساگر اکیڈمی لاہور، پاکستان، اشاعت دوم، ۱۹۶۷ء

کل ابواب: ۴۷ (سینتالیس)

فیوض الحرمین

از

حضرت شاہ ولی اللہ

کل صفحات: ۳۶۰ (360)

موضوع:

یہ کتاب ہندوستان کے عظیم مسلمان مصلح، عالم اور مجتہد کی مشہور کتاب ''فیوض الحرمین'' کا اردو ترجمہ ہے۔ یہ کتاب دراصل ان مشاہدات ومعارف کے بیان پر مبنی ہے جو حضرت شاہ ولی اللہ پر سفرِ حجاز خصوصاً مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں منکشف اور وا ہوئے اور بعد ازاں حضرت شاہ ولی اللہ نے ان کو قلمبند کر دیا۔ان مشاہدات میں حکمت ومعرفت، الٰہیات، اخلاقیات اور علم

الکلام کے سبھی عناصر موجود ہیں اور یہ مختصر کتاب گنجینۂ معرفت و حکمت ہے۔

زبان:

شاہ صاحب عربی زبان و بیان پر بھرپور دسترس رکھتے تھے پھر یہ کتاب روحانی، علمی اور فلسفیانہ مسائل سے متعلق ہے اس لئے اس کا ترجمہ ایک دقّت طلب کام تھا جسے محمد سرور صاحب نے بہ احسن و خوبی پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی کوشش کی۔ کسی بھی کتاب کے ترجمے کی کاوش کو سو فیصد درست قرار نہیں دیا جا سکتا اور پھر اس اعلیٰ سطح کی علمی کتاب کو۔ لیکن یہ ایک اہم کام ہے جو مترجم نے سرانجام دیا ہے۔ اس کی زبان اتنی پیچیدہ نہیں ہے لیکن جہاں جہاں علمی و متصوفانہ مباحث ہیں اور اصطلاحات کا استعمال زیادہ ہے وہاں وہاں زبان دقیق ہے اور علمی کتب میں ایسا ہونا ایک ناگزیر امر ہے لیکن بحیثیت مجموعی کتاب کی زبان علمی معیار پر پورا اترتی ہے۔ عام سی علمی و مذہبی سوجھ بوجھ رکھنے والے قارئین اس سے بخوبی استفادہ کر سکتے ہیں اور بلند علمی مرتبہ رکھنے والوں کیلئے تو یہ بحرِ ذخار ہے۔ زبان کے حوالے سے ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

> ”معلوم ہونا چاہیے کہ جس طرح ہمارے بدن کے لئے ظاہر میں آنکھیں، کان اور زبان ہے اسی طرح ہمارے نفس ناطقہ کی بھی باطن میں آنکھیں، کان اور زبان ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ قدرت کی طرف سے انسان کے اندر دو لطیفے رکھے گئے ہیں ایک لطیفہ ”قومیت الہیہ“ کا جو بدن سے تعلق رکھتا ہے اور وہ اس طرح کہ بدن کے اندر حلول کئے ہوئے ہے لیکن اس لطیفہ کو ”نسمہ“ یعنی روحِ ہوائی سے الگ چیز سمجھنا چاہیے۔“[۲۷]

☆☆☆☆☆

کتاب: ۱۲۸ — قائداعظم لائبریری لاہور

سطعات	سطعات
مصنف: شاہ ولی اللہ	از
مترجم: مولانا سید متین ہاشمی	شاہ ولی اللہ
ادارۂ ثقافت اسلامیہ لاہور، پاکستان، ۱۹۸۶ء	
کل ابواب: ۴۶ (چھیالیس)	کل صفحات: ۱۹۲ (192)

موضوع:

یہ کتاب بھی برصغیر کی ایک نمایاں اسلامی شخصیت حضرت شاہ ولی اللہ کی فلسفۂ الٰہیات، مابعد الطبیعات، دینیات پر کتاب ”سطعات“ کا اردو ترجمہ ہے۔ سطعات لفظ سطعہ کی جمع ہے جس کا لفظی مطلب بلندی دینا ہے۔ اس کتاب میں مادہ، دیگر مجردات، نفس، نفسِ ناطقہ کے امور پر بحث کی گئی ہے۔ یہ فلسفۂ الٰہیات کے ضمن میں خدا، کائنات اور انسان کے باہمی ربط کو بھی اجاگر کرتی ہے۔

زبان:

یہ خالص فلسفیانہ کتاب ہے جس میں فلسفۂ الٰہیات کے دقیق اور گنجلک مسائل بیان کئے گئے ہیں۔اس لئے اس زبان میں عربی رنگ نمایاں اور غالب ہے۔اس مشکل عربی اصطلاحات کے ساتھ ساتھ مشکل الفاظ بھی بہت زیادہ ہیں جن سے بعض جگہوں پر مفہوم کا ابلاغ مشکل ہو جاتا ہے۔فلسفیانہ کتب کی زبان سے سلاست کی توقع رکھنی بھی نہیں چاہیے کیونکہ اس کی اپنی بھی کچھ حدود ہوتی ہیں۔لیکن قاری علمی ذوق رکھتا ہو تو زبان اتنی مشکل نہیں لیکن طلباء اور عام قارئین کیلئے ذرا مشکل ہے۔

''کشف صحیح سے یہ بات جان لی گئی ہے کہ جو شخص بھی اس عالم شہادت میں آتا ہے، اس کی حرکت، حرکت دوری ہوتی ہے (یعنی گھوم پھر کر اسی مقام پر جا پہنچتا ہے جہاں سے چلا تھا) سب سے پہلے اس کا وجود عنایت اولیٰ کے مرتبہ عقل میں مجرد مفارق کی حیثیت سے تھا پھر جب وقتِ مقررہ آ پہنچا تو وہ (وجود عقلی مجرد مفارق) نشأ خیالیہ کی راہ سے عالمِ شہادی میں ظہور پذیر ہوا۔''[۲۸]

☆☆☆☆☆

کتاب: ۱۲۹

سائنس اور اسلام

مصنف: علامہ حسین آفندی

مترجم: مولانا سید محمد اسحٰق

زیرِ نگرانی: مولانا اشرف علی تھانوی

اشاعت قدیم: دارالعلوم دیوبند ہندوستان، ۱۶/ ۱۳۱۵ھ (۹۷/۱۸۹۸ء)

اشاعتِ جدید: ادارۂ اسلامیات، لاہور، ۱۹۸۴

کل ابواب: دوسو نواسی (۲۸۹) موضوعات ہیں۔

الرسالة الحميديه

از

علامہ حسین آفندی الجسر طرابلسی

کل صفحات: ۶۶۵ (665)

موضوع:

یہ کتاب معروف عرب محقق، مفکر اور دانشور علامہ حسین آفندی کی تصنیف ہے۔یہ بنیادی طور پر اسلامی علم الکلام کے موضوع پر ہے، جس میں جدید سائنسی نظریات کے تناظر میں اسلام کی حقانیت کے اثبات کی کوشش کی گئی ہے۔یورپ میں سائنسی انقلاب کے بعد مادی ترقی اور عقلیت پرستی اور جدید فلسفہ کے فروغ نے مغرب کے ساتھ ساتھ اسلامی ممالک کے مسلم نوجوانوں میں بھی مذہب کے متعلق شکوک وشبہات کو جنم دیا اور نوجوان اسلامی اقدار اور اسلام کو محض عبادات اور روایات کا بے حقیقت پلندہ سمجھنے لگے۔اس صورتحال کے پیشِ نظر مصنف نے یہ ایک ایسی کتاب لکھی جو جدید علم سائنس اور دیگر جدید علوم کی روشنی میں اسلام اور بنیادی اسلامی تصورات کو اجاگر کرتی ہے اور عقلیت پسند و فلسفہ زدہ لوگوں کو شکوک وشبہات کی بھول بھلیوں سے نکال کر دین

کے جالوں کی طرف گامزن کرتی ہے۔

زبان:

یہ کتاب جدید عربی زبان سے ترجمہ کی گئی ہے اور اس کا موضوع بھی فلسفیانہ ہے۔ نیز اس کا شمار فلسفہ کی ابتدائی ترجمہ شدہ کتب میں ہوتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود اس کی زبان رواں اور صاف ہے۔ اس میں ثقیل، گنجلک اور دور از کار اصطلاحات کی بھی بہتات نہیں۔ ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

> ''رہا یہ امر کہ انسان میں ایک جان ہے جسے روح کہتے ہیں اور وہ اس کے بدن کے علاوہ ہے اور اس کو بدن سے ایسا تعلق ہے جس کی وجہ سے اس میں حیات پیدا ہوتی ہے اور جب وہ اس سے جدا ہو جاتی ہے تو اس کو موت آ جاتی ہے اور یہ کہ یہ بدن سے جدا ہونے کے بعد بھی باقی رہتی ہے۔''[۹۴]

☆☆☆☆☆

کتاب: ۱۳۰ — قائد اعظم لائبریری لاہور

فلسفہ، سائنس اور قرآن

مصنف: الشیخ ندیم الجسر

مترجم: خدا بخش کلیار

الفیصل ناشران وتاجران کتب لاہور، پاکستان، س۔ن

کل ابواب: ۳۳ (تینتیس) عنوانات

قصة الایمان بین الفلسفة و العلم القرآن

از

الشیخ ندیم الجسر

کل صفحات: ۵۰۲ (502)

موضوع:

یہ کتاب عربی زبان سے جدید فلسفہ، سائنس اور قرآن حکیم کے تناظر میں لکھی گئی۔ اس کی تصنیف کا مقصد جدید فلسفہ و سائنس کے تناظر میں قرآن اور اسلامی عقائد کی حقانیت کو عقلی دلائل سے ثابت کرنا تھا۔ یہ کتاب دو کرداروں استاد شاگرد یا پیر و مرید کے درمیان سوال جواب پر مبنی مکالمات پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کو پڑھ کر جوسٹین گارڈر کی کتاب صوفی کی دنیا (Sofie's Varden) یاد آ جاتی ہے۔ جس میں ناول کے مکالمے کی صورت میں فلسفیانہ مسائل پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔ لیکن اس کتاب کو ہم جدید اسلامی علم الکلام کی کتاب بھی قرار دے سکتے ہیں جس میں وجود باری کے اثبات، قرآنی تصدیقات اور اسلامی تعلیمات کی حقانیت اور اثبات، جدید سائنسی اور فلسفیانہ تناظر سے ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ دور حاضر کی آنکھوں کو خیرہ اور عقل کو حیران کر دینے والی مادی ترقی میں مذہب کو عقلی دلائل سے ثابت کرنا ایک بڑا علمی کارنامہ ہے۔ ہر طالب عالم کیلئے اس کتاب کا مطالعہ سودمند ہو سکتا ہے۔

زبان:

یہ قدیم وجدید فلسفہ وفکر اور اسلامی افکار کے تناظر میں عربی زبان میں لکھی گئی خالص فلسفیانہ اور علمی کتاب ہے۔ کتاب کے مترجم کا تعلق نہ تو اردو زبان وادب سے ہے اور نہ ہی فلسفے سے لیکن اس کے باوجود انہوں نے بڑی فصیح، علمی اور براہ راست زبان استعمال کی۔ قدیم وجدید فلسفیانہ افکار کے بیان تجزیے اور تقابل کے باوجود زبان بعید از فہم اور مبہم نہیں۔ قدرے سپاٹ اور خشک ہے لیکن فلسفے کی زبان میں ایسا ہونا ایک فطری اور قدرتی امر ہے۔ بحیثیت مجموعی یہ خالص فلسفیانہ کتاب خالص علمی زبان میں ہے۔ زبان کے حوالے سے ایک اقتباس درج کیا جاتا ہے:

> "اگر کوئی سائل بعید زمانوں کے سائنس دانوں سے سوال کرتا کہ کائنات کا مادہ کس چیز سے بنا ہے تو وہ جواب دیتے کہ چار عناصر: مٹی، پانی، آگ اور ہوا سے بنا ہے پھر سائنس نے ترقی کی اور معلوم ہوا کہ یہ عناصر اربعہ خود دیگر کئی عناصر سے بنتے ہیں اور یہ کثیر عناصر چھوٹے چھوٹے اجزا سے بنتے ہیں جو نظر آتے ہیں اور ان کا تجزیہ ہو سکتا ہے۔" ۵۰؎

☆☆☆☆☆

کتاب: ۱۳۱ | قائد اعظم لائبریری لاہور

اسلامی نظریہ کی خصوصیات اور اصول

مصنف: سیّد قطب شہید

مترجم: سیّد شبیر احمد

اسلامک بک پبلشرز لاہور، پاکستان، ۱۹۸۱ء

کل ابواب: ۱۰ (دس)

خصائص التصور اسلامی و مقوّماته

از

سیّد قطب شہید

کل صفحات: ۴۰۶ (406)

موضوع:

یہ کتاب بھی بنیادی طور پر دورِ حاضر میں نام نہاد جدیدیت، مادیت پرستی، سائنسی تعقل اور لادینی اثرات کے مقابلے میں اسلام کی حقانیت اور آفاقیت کو اُجاگر کرنے کی ایک کامیاب کوشش ہے۔ اس کے مصنف بیسویں صدی کے نامور اور معروف مصری عرب عالم سیّد قطب شہید ہیں۔ مختصراً یہ کہ یہ کتاب عصرِ حاضر کے سائنسی، مادی اور ملحدانہ نظریات کے مقابلے میں اسلام کی سچائی اور حقانیت کو ثابت کرتی ہے۔

زبان:

یہ زبان عربی زبان سے اردو میں ترجمہ کی گئی ہے۔ عربی کی دیگر فلسفیانہ کتب کے برعکس یہ ایک جدید کتاب ہے۔ مترجم سیّد شبیر احمد نے اسے اردو کے قالب میں ڈھالتے ہوئے مشکل اصطلاحات، الفاظ اور تراکیب کے استعمال سے گریز کیا ہے۔

اسی لئے کتاب میں روانی اور شستگی ہے۔قاری کے لئے کسی خاص ذہنی مشقت کی ضرورت نہیں اور وہ مفہوم کو سمجھ سکتا ہے اس کتاب سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ اب اردو زبان بآ سانی علمی مسائل کو بیان کرسکتی ہے ۔ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

''اسلامی نظریہ کی چھٹی خصوصیت واقعیت ہے۔جس کے معنی یہ ہیں کہ یہ ایک ایسا نظریہ ہے کہ جو ایسی با مقصد حقیقتوں سے معاملہ رکھتا ہے جن کا وجود حقیقی اور یقینی ہے اور جو فی الواقع مثبت نتائج و اثرات کی حامل ہیں۔''۵۱

☆☆☆☆☆

کتاب: ۱۳۲

حکمتِ قرآن

مصنف: حمیدالدین فراہی

مترجم: خالد مسعود

فاران فاؤنڈیشن لاہور، پاکستان، طبع دوم، ۲۰۰۰ء

کل ابواب: ۸ (آٹھ)

حکمة القرآن ''النظام فی الدیانة اسلامیة''

از

حمیدالدین فراہی

کل صفحات: ۱۴۱ (141)

موضوع:

اس کتاب کا موضوع بہت اہم ہے۔اس میں قرآن حکیم کے حوالے سے ہی قرآن حکیم کی حکمت کو واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔اس کتاب میں ''حکمت'' کے وسیع تر مفاہیم کو بیان اور واضح کیا گیا ہے۔اس لئے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کتاب کی اہمیت دو حوالوں سے ہے ایک تو یہ کہ اس میں قرآن پاک کے تصورِ حکمت کو واضح کیا گیا ہے اور دوسرا اصطلاح ''حکمت'' کے لفظی، اصطلاحی، تاریخی اور وسیع تر مفہوم کو اجاگر کر کے اس کے اصل معنی کو اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔یہ کتاب ہندوستان کے معروف اسلامی مفکر حمیدالدین فراہی کی دو مختصر عربی تصانیف ''حکمتہ القرآن'' اور ''النظام فی الدیانتہ الاسلامیتہ'' کا مشترکہ اردو ترجمہ ہے۔دوسری کتاب دراصل پہلی کتاب ہی کا حصہ ہے اس لئے دونوں کا ترجمہ اردو کی ایک کتاب کی صورت میں کردیا گیا ہے۔

زبان:

جناب خالد مسعود صاحب نے اس کتاب کا ترجمہ بڑی صاف، رواں، فصیح اور ادبی زبان میں کیا ہے اور کہیں بھی ابلاغ اور مفہوم کی تفہیم میں مشکل پیش نہیں آتی ۔اس حوالے سے ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

''کامل وجود کے لئے لازم ہے کہ وہ قدیم، باقی رہنے والا، ازلی اور ابدی ہو، اس کی قوت اور پاکیزگی کمال کو پہنچی ہوئی ہو، لہٰذا اس نے جو کچھ چاہا وہ خیر ہے، جو کچھ واقع ہوا وہ خوبصورت ہے ۔اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ وہی کرتا ہے جو چاہتا ہے اور وہی چاہتا ہے جس کا وہ ارادہ کرتا ہے۔''۵۲

❁❁❁❁❁

(باب سوم)

(ب) دیگر مشرقی زبانوں (فارسی، سنسکرت) سے فلسفیانہ تراجم

کتاب: ۱۳۳ (فارسی سے ترجمہ شدہ کتب) قائد اعظم لائبریری لاہور

انسان اور ایمان

مصنف: آیت اللہ مرتضیٰ مطہری
مترجم: سید محمد حسن عسکری
وزارتِ ارشادِ اسلامی، شہر؟ ملک؟ ۱۴۰۲ھ (۱۹۸۲ء)
کل ابواب: ۳ (تین) **کل صفحات:** ۷۱ (71)

موضوع:

یہ مختصر کتاب علامہ مطہری کے تصور انسان اور ان کے علم و ایمان کے حوالے سے نظریات پر مبنی ایک مختصر رسالے کا اردو ترجمہ ہے۔ علاوہ ازیں اسلامی نظریہ پر بھی مختصر بحث شامل ہے جو بہت اہمیت کی حامل ہے۔ ہم اس مختصر رسالے کو جدید اسلامی علم الکلام کا ایک شاہکار قرار دے سکتے ہیں۔

زبان:

مترجم سید محمد حسن عسکری نے اس کتاب کو فارسی سے بڑی فصیح، غیر مبہم اور مشکل اصطلاحات سے مبرا براہ راست اردو میں منتقل کیا ہے۔ کتاب میں کہیں بھی جھول دکھائی نہیں دیتا اور نہ ہی مفہوم کے ابلاغ میں رکاوٹ پیش آتی ہے۔ یہ کتاب اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ مشکل موضوعات کو بھی اردو میں سلاست، سادگی اور روانی کے ساتھ بیان کیا جا سکتا ہے۔ زبان کے حوالے سے ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

> ”مادی منطق کے نقطۂ نظر سے دنیا کو ان لوگوں سے کوئی دلچسپی نہیں ہے جو حق یا باطل، عدل یا ظلم، اچھائی یا برائی کے لئے کوشش کرتے ہیں، ان کی نظر میں ان دونوں کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے کیونکہ محنت کا نتیجہ صرف ”محنت اور کوشش کی مقدار“ سے وابستہ ہے اور بس۔“ ۵۴؎

☆☆☆☆☆

کتاب: ۱۳۴ قائد اعظم لائبریری لاہور

اسلامی تصورِ کائنات پر ایک تمہید

مصنف: آیت اللہ مرتضیٰ مطہری
مترجم: ن۔م ندارد
دفتر ثقافتی نمائندہ ایران، مطبع نوبل پرنٹرز، راولپنڈی، ۱۹۹۴ء
کل ابواب: ۶ (چھ)

جہان بینی اسلامی
از
آیت اللہ مرتضیٰ مطہری

کل صفحات: ۶۳۷ (637)

موضوع:

یہ کتاب عصر جدید کے نامور ایرانی مفکر، روشن خیال دانشور، فلسفی، انقلابی اور مصلح آیت اللہ مرتضیٰ مطہری کے اسلامی علم الکلام اور فلسفہ پر ایک قابل قدر تصنیف ہے۔ فاضل مصنف کا شمار روشن خیال مفکرین میں ہوتا ہے جنہوں نے اسلام کی حقانیت کو عصر حاضر کے اصولوں کے تحت ثابت کرنے کی کوشش کی۔ وہ قرآن، حدیث، فلسفہ، علم الکلام، تاریخ کے ساتھ ساتھ علوم جدیدہ سے بھی واقفیت رکھتے تھے۔ آپ نے جامعہ الازہر کے ساتھ مل کر مختلف اسلامی مکاتب فکر کو قریب لانے کی بھی کوششیں کیں۔ انہوں نے فرسودہ اور متعصبانہ فکر ونظر کے مقابلے میں ایک معتدل اور روشن خیال مذہبی نقطہ نظر پیش کیا اور بعض اسلامی عقائد و افکار عقلی تفسیر پیش کرنے کی کوشش کی جس بنا پر انہیں انتہاپسندوں کی طرف سے شہید کر دیا گیا۔ زیر جائزہ کتاب علامہ مطہری کے اسلام کے متعلق ایسے ہی روشن خیال افکارات پر مبنی ہے۔ 'مقدمہ' سے اس کے متعلق ایک اقتباس نقل کرتے ہیں:

> ”استاد مطہری کی کتاب جہاں بینی اسلام (اسلامی تصور کائنات) ایک ایسا فکری نظام پیش کرتی ہے جو توحیدی افکار کی بنیادوں پر استوار ہے اور جو دینی اعتقادات کی پائیداری کے اصول کی وضاحت کرتا ہے۔ انسانی خصوصیات کا جائزہ پیش کرنے کے بعد مکتب اسلام کو انسان کی انسانیات تک رسائی کے لئے ضروری مذہب کے طور پر متعارف کرایا گیا ہے۔ اس میں انسان کے لئے ایمان کی ضرورت، توحیدی تصور کائنات کی تعریف، اس تصور کے اصولوں اور بنیادوں کو حقیقی اسلامی منابع وماً خذ پر توجہ رکھتے ہوئے ایسی زبان وانداز سے بیان کیا گیا ہے جو عصرِ حاضر کی ضرورت ہے اس کتاب کے مختلف حصوں (ابواب) میں متعدد ظریف اور انمول نکات موجود ہیں، جنہیں نہایت دقت اور پھر تحقیق وتجزیہ کے بغیر نہیں سمجھا جا سکتا۔“ ۵۴؎

زبان:

اس کتاب پر مترجم کا نام درج نہیں۔ یہ کتاب ایرانی کونسل کے ذیلی ادارے ”ثقافتی نمائندہ وکلچر“ کی طرف سے ترجمہ اور شائع ہوئی اور مترجم کی بجائے اسی ادارے کا نام درج ہے۔ اس سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ آیا یہ کتاب کسی ایرانی نے ترجمہ کی ہے یا کسی پاکستانی سے ترجمہ کرائی گئی ہے۔ لیکن اسلوب اور انداز بیان دیکھتے ہوئے غالب گمان یہی ہے کہ اس کو پاکستان کے کسی صاحب نے ترجمہ کیا ہے۔ اس کی زبان پیچیدہ اور تکلف نہیں اور ابہام اور دور از کار تراکیب سے پاک ہے۔ اس میں فصاحت، روانی اور سلاست تینوں چیزیں موجود ہیں۔ یہ فارسی سے ترجمہ کی گئی اہم ترین کتب میں سے ایک ہے۔ زبان کے نمونے کے طور پر ایک مختصر اقتباس درج کرتے ہیں:

> ”ظاہر ہے کہ انسان صرف اسی وقت کسی فرض کو ادا کرنے پر قادر ہو سکتا ہے جب وہ اس سے آگاہ ہو۔ یعنی وہ فرض اس تک پہنچا دیا گیا ہو۔ فرض کریں کہ کوئی قانون ساز قانون وضع کر دے لیکن قانون اس شخص تک نہیں پہنچا جس نے اس پر عمل کرنا ہے تو وہ شخص اس قانون کی پابندی کا ذمہ دار نہیں بلکہ وہ اس قانون پر عمل کرنے پر قادر بھی نہیں۔ اگر وہ شخص اس قانون کے خلاف عمل کرے تو قانون ساز اس کو سزا نہیں دے سکتا۔“ ۵۵؎

☆☆☆☆☆

کتاب: ۱۳۵

قائداعظم لائبریری لاہور

آج کا انسان اور اجتماعی مشکلات

مصنف: شہید آیۃ اللہ سیّد محمد باقر الصدر

مترجم: ذیشان حیدر

سازمان تبلیغاتِ اسلامی شعبہ روابط بین الملل، تہران، ایران، ۱۴۰۳ھ (۱۹۸۳ء)

کل ابواب: اس کتاب کی ابتداء میں کوئی فہرستِ ابواب نہیں دی گئی۔ | **کل صفحات:** ۱۰۰ (100)

موضوع:

یہ کتاب معروف ایرانی مفکر سیّد باقر الصدر کی فارسی کتاب کا اردو ترجمہ ہے۔ اس کتاب کے مصنف، مترجم یا ادارے کی طرف سے کوئی دیباچہ، پیش لفظ نہیں جس سے یہ معلوم ہو سکے کہ مصنف کی باقاعدہ کتاب ہے یا مقالات و تقریر کا مجموعہ۔ بہر حال اس کتاب میں مصنف نے دنیا کے جدید سماجی تصورات، مارکسزم، اشتمالیت، اشتراکیت کا موازنہ اسلامی تصورات سے کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ اسلام انسان کی اجتماعی مشکلات کا جامع اور دیرپا حل پیش کرتا ہے۔ آخر میں مترجم نے ''سرمایہ داری اور فلسفہ'' کے عنوان سے چند اہم باتیں کی ہیں۔

زبان:

اس کتاب کی زبان صاف اور رواں ہونے کے ساتھ ساتھ مشکل اور دقیق اصطلاحات سے مبرا ہے جس کی وجہ سے عام سطح کا قاری بھی اس سے مستفید ہو سکتا ہے۔ زبان کے حوالے سے ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

> ''۔۔۔اگر یہ تسلیم کر بھی لیا جائے کہ نفسیاتی جذبہ سماجی حالات کی پیداوار ہے تو اتنا بہر حال ماننا پڑے گا کہ شخصی ملکیت کے خاتمہ سے یہ جذبہ ختم نہیں ہو سکتا بلکہ اس کے لئے سماج سے ان تمام مظاہر کو ختم کرنا پڑے گا جن سے شخصیت کی جھلک پائی جاتی ہو اور انفرادیت کی بُو آتی ہو۔'' ۵۲

☆☆☆☆☆

کتاب: ۱۳۶

قائداعظم لائبریری لاہور

تہذیب، جدیدیت اور ہم

مصنف: ڈاکٹر علی شریعتی

مترجم: ڈاکٹر سعادت سعید

اقبال شریعتی فاؤنڈیشن لاہور، پاکستان، ۱۹۹۱ء

کل ابواب: ۵ (پانچ) | **کل صفحات:** ۱۱۲ (112)

موضوع:

ڈاکٹر علی شریعتی عصرِ حاضر کے معروف ایرانی مفکر ہیں جنھوں نے اسلامی فکر، فلسفہ اور دیگر علمی موضوعات پر گرانقدر اور بے شمار مقالے تحریر کئے اور کتب لکھیں جن میں سے زیادہ تر کا اردو اور دیگر یورپی زبانوں میں ترجمہ بھی ہو چکا ہے۔ ان کو اقبال کی فکر کا ایک ارتقاء اور تسلسل بھی قرار دیا جاتا ہے۔ ڈاکٹر سعادت سعید ''عرض مترجم'' میں لکھتے ہیں:

''ڈاکٹر علی شریعتی نے خود شناسی کے اس رستے کی نشاندہی کی جس پر گامزن ہو کر انسان، سماج، کائنات اور خدا کی حقیقی آگاہی حاصل کر لیتا ہے ---ڈاکٹر علی شریعتی نے خدا، برابری اور آزادی کے ساتھ ساتھ عرفانِ ذات کو بھی اہمیت دی ہے---

---ڈاکٹر علی شریعتی کی ذات میں فکر و عمل یکجا ہو گئے تھے ---ڈاکٹر علی شریعتی فی الحقیقت عصرِ حاضر میں ''جھیلوں میں ایک جزیرے'' کا کردار ادا کر چکے ہیں۔ انہوں نے جھوٹ، ظلم، منافقت، انسان کشی، غلامی، بے معنویت، نفی کل، یاسیت، بے سروپاتی، اشیاء پرستی کی جھیلوں کے درمیان سچ، انصاف، جرأت، اشرف المخلوقیت، آزادی، جہت نمائی، اثباتِ ذات و انسان، امید پرستی، تنظیم اور روح دوستی کے حامل جزیرے کی تشکیل کی ہے۔''۵۷

زبان:

ڈاکٹر علی شریعتی کا اسلوب خاصا پیچیدہ اور دقیق ہے لیکن اردو زبان و ادب کے معروف استاد کہنہ مشق نقاد، ادیب اور شاعر ڈاکٹر سعادت سعید نے انہیں بڑی شگفتہ اور رواں اردو میں ترجمہ کیا ہے۔ یوں نہ صرف اردو زبان کا دامن اس فکر سے وسیع ہوا بلکہ فارسی زبان سے ایک فکری کتاب بھی اردو کے قالب میں منتقل ہو گئی۔ ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

''حکمت کا لفظ کہ جو قرآن اور اسلامی تہذیبی دور میں مستعمل ہے انہی معانی کا حامل ہے جن سے ہم نے روشن خیالی کو متصف کیا ہے۔ یہاں تک کہ جب علم کی بات کی جاتی ہے تو اس سے سائنسی، تکنیکی یا فلسفیانہ تعلیمات مراد نہیں لی جاتیں۔''۵۸

☆☆☆☆☆

کتاب: ۱۲۷ — (ہندی/سنسکرت سے ترجمہ شدہ کتب) — کتب خانہ مجلس ترقی ادب لاہور

لال چندرکا

مصنف: ن۔م ندارد

مترجم: منشی لال سنگھ

مطبع نامی، نول کشور، لکھنؤ ہندوستان، ۱۸۸۶ء

کل ابواب: یہ سنسکرت کی دو کتابوں کا مشترکہ ترجمہ ہے۔ ا۔چانک نیتی درپنؔ میں (۱۶) فصلیں اور (۳۴۰)اشلوک ہیں ۔۲۔بھرتری شتک میں (۳) فصلیں اور (۳۲۳)اشلوک ہیں۔ | **کل صفحات:** ۱۱۱ (111)

موضوع:

یہ کتاب براہِ راست سنسکرت زبان سے ترجمہ کی گئی معدودے چند کتب میں سے ایک ہے ۔یہ قدیم ہندی ادب فلسفہ اوردانش وحکمت کا خزینہ ہے ۔کتاب ہذا سنسکرت زبان کی دو کتابوں کا ترجمہ ہے۔اس ضمن مین مترجم کا بیان نقل کیا جاتا ہے:

''اس مجموعہ میں دو کتابیں چانک نیتی درپن ۔بھری شتک شامل ہیں ۔جو عمدگی مضامین اخلاق مین کامل ہیں ۔اول الذکر کی تقسیم علے الحساب ہے ۔مگر آخر الذکر کی تقسیم باحساب ہے یعنے پہلے کتاب کے سترہ ادھیائے میں بلاترتیب ۳۴۰ اشلوک مندرج ہیں ۔اور پچھلی میں تین شتک ہیں ۔ایک نیتی شتک جسمیں ۱۰۸ اشلوک راج نیتی یعنے تہذیب الاخلاق کے درج ہیں ۔دوسرا شرنگار شتک جسمیں ۱۰۷ شاعرانہ خیالات کے مرقوم ہیں ۔تیسرا بیراگ شتک جسمیں ۱۰۸ اشلوک نصائح ترک خواہشات نفسانی کے تحریر ہوئے ہیں ۔چونکہ اردو کے موافق ترتیب سلسلہ وار منظور تھی ۔اس لئے اس کتاب کو دو حصوں پر منقسم کیا۔اور حصہ اول میں چانک نیتی کے سترہ ادھیایوں کی سترہ فصلیں اور حصہ دوم میں بھرتری کے تینوں شتک کی تین فصلیں مقرر کر کے ایک جلد میں ترجمہ ہر دو کتب کو مرتب کیا اور نام اس کا ''لال چندرکا'' رکھا ہے۔''[۵۹]

اس کے موضوع کے متعلق ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ کتاب ہندی اخلاقیات کی آئینہ دار ہے جس میں اخلاقی تعلیم کے ساتھ ساتھ علم و دانش اور ایک جہانِ معنی آباد ہے۔

زبان:

جیسا کہ پہلے بھی ذکر کیا گیا کہ یہ سنسکرت زبان سے ترجمہ کی گئی معدودے چند کتب میں سے ہے۔ یہ بنیادی طور پر اشلوک ہیں۔اس میں عبارت نہیں ہر شعر کی طرح ہر اشلوک ایک مکمل فکر کا اظہار کرتا ہے اس لئے اس کی زبان کا جائزہ اس طرح نہیں لے سکتے جس طرح دوسری کتب کا لیا ہے۔لیکن مترجم نے ان اشلوکوں کا ترجمہ بڑی واضح، صاف اور آسان فہم زبان میں کیا ہے ۔زیادہ تر علمی وفلسفیانہ نثر چونکہ جنوبی ہند میں لکھی گئی ۔اس لئے ہمیں دکنی علمی نثر اور لکھنوی علمی نثر کے اسالیب میں واضح فرق نظر آتا ہے۔اس کا ایک نمونہ آپ 'موضوع' میں مترجم کے مختصر اقتباس میں دیکھ آئے ۔بہر حال اس کتاب کی اہمیت نہ صرف اس اعتبار سے ہے کہ یہ سنسکرت سے ترجمہ کی گئی بلکہ اس کی زبان بہت شگفتہ وادبی ہے۔کچھ اشلوک کا ترجمہ درج کرتے ہیں:

''بدکار عورت ۔نالائق دوست ۔حاضر جواب غلام ۔خانہ مارکی سکونت موت کا باعث ہیں ۔(فصل اول: اشلوک ۶۔ ص ۵)

زہر میں سے آبحیات، اشیاء ناپاک میں سے طلاء۔رذیلوں سے علم، نالائق خاندان سے نیک سیرت عورت کو لینا جائز

ہے۔(فصل اول: اشلوک ۱۶۔ص ۶)

نالائق چیز بھی زبردست کے پاس ہونے سے لائق ہوجاتی ہے۔اور لائق چیز نالائق کے پاس عیب دار بھی جاتی ہے۔جیسے آبحیات سے راہو کو موت نصیب ہوئی اور زہر مہادیو جی کے لئے آبحیات ہوگیا۔(فصل پانزدہم: اشلوک ۱۹۔ص ۳۸)

عورتیں متلون مزاج ہوتی ہیں۔ان کے قول و فعل اور وفاداری کا ٹھکانا نہیں۔کیونکہ ہمکلام ایک کے ساتھ ہوتی ہیں چشمِ آرزو سے دوسری طرف دیکھتی ہیں۔دل ایک طرف رجوع کرتی ہیں اور دوسرے کو دیتی ہیں تو جو شخص اس مخمصہ میں پڑے وہ گنوار ہے۔''۶۰؎

☆☆☆☆☆

کتاب: ۱۳۸ | لمز لائبریری (خالد اسحٰق کولیکشن) لاہور

مہابھارت۔ کتھن مالا

مصنف: پنڈت ویاس

مترجم: عبدالعزیز خالد

مقبول اکیڈمی لاہور، پاکستان، طبع اول، ۱۹۸۵ء

کل ابواب: اس کتاب کے تین (۳) حصے ہیں۔۱۔حکمت ۲۔حرف ۳۔حکایت | **کل صفحات:** ۳۵۹ (359)

موضوع:

''مہابھارت۔ کتھن مالا'' ہندو کلاسیکی ادب کا ایک عظیم شاہکار ہے۔بنیادی طور پر یہ ایک رزمیہ ہے جس میں قبل از مسیح میں کوروؤں اور پانڈوؤں کی اٹھارہ روزہ جنگ کا حال بیان کیا گیا ہے۔لیکن یہ درحقیقت علم و حکمت اور معرفت و عرفان کا سرچشمہ ہے۔اس میں بیان کی جانے والی جنگ انسان کی داخلی جنگ ہے جو خیر و شر کی جنگ ہے۔کتاب کے پہلے حصے ''حکمت'' میں پانچ ابواب ہیں۔دوسرا حصہ ''حرف'' کے عنوان سے ایک ہی باب پر مشتمل ہے جبکہ تیسرے حصے ''حکایات'' میں نو (۹) حکایات بیان کی گئی ہیں جو حکمت و عرفان سے سبق پر مبنی ہیں۔اپنے موضوع کے حوالے سے یہ کتاب بہت اہم ہے لیکن مؤلف و مترجم کی طرف سے کوئی ''دیباچہ'' وغیرہ نہیں ہے جس سے کتاب کے اصل ماخذ اور دیگر پہلوؤں پر وضاحت ہو۔بہر حال یہ ہندو فلسفہ و حکمت کے اہم ماخذ کا اردو قالب ہے۔

زبان:

عبدالعزیز خالد ایک سکالر، دانشور ہونے کے ساتھ ساتھ منفرد لہجے کے شاعر بھی ہیں یہی وجہ ہے کہ کتاب کے شروع میں جو ابتدائیہ کے طور پر ایک تحریر ہے وہ بھی آزاد یا نثری نظم کی صورت میں ہے۔کتاب کی زبان میں ہندی رنگ غالب ہے۔

سنسکرت اصلاحات کا استعمال کثرت سے ہے۔ چونکہ یہ بنیادی طور پر شاعری ہے اس لئے اس میں طویل عبارتیں نہیں دو دو تین سطروں چھوٹے چھوٹے نثری ٹکڑے ہیں۔ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ کتاب اردو اور ہندی کے باہمی انجذاب کا نام ہے۔ مصنف نے وہ لفظ بھی ہندی میں استعمال کئے جن کا مترادف اردو میں موجود ہے۔ مثلاً

۱۔ خاوند کی جگہ پتی ۲۔ حفاظت کی جگہ رکھشا ۳۔ ماں کی جگہ ماتا ۴۔ دنیا کی جگہ سنسار

ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس میں بہت حد تک ہندی اور سنسکرت الفاظ شامل ہیں۔ بہت سے الفاظ سے ہم ہندی فلموں کی بدولت واقف ہیں جس بنا پر وہ اتنے غیر مانوس نہیں لگتے۔ بحیثیت مجموعی ہندی و سنسکرت الفاظ کی بھرمار اور کثرت کی بنا پر یہ خالص اردو اسلوب میں نہیں۔ لیکن اس میں بیسیوں ہندی و سنسکرت الفاظ، تراکیب اور اصطلاحات اور تلفظ کے ساتھ اردو کا حصہ بن گئی ہیں۔ ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

> ’’جب تک ماتا زندہ رہتی ہے تب تک انسان اپنے آپ کو سہائے وان (سہارے والا) سمجھتا ہے۔ ماتا کے نہ رہنے پر وہ اناتھ (بے سہارا) ہو جاتا ہے۔ جس کی ماتا زندہ ہے۔ وہ بیٹوں، پوتوں والا اور سو برس کا ہونے پر بھی اپنے آپ کو بالک کی مانند سمجھتا ہے۔ ماتا کے مرتے ہی وہ اپنے آپ کو بوڑھا سمجھنے لگتا ہے۔ سارا سنسار اس کے لئے سُونا ہو جاتا ہے۔‘‘[۱۶]

کتاب کے حکایات والے حصے میں قدرے رواں اور براہ راست زبان ہے۔ لیکن ہندی الفاظ کی بھرمار سے وہ قدرے دقیق ہے لیکن یہ الفاظ اتنے بھدے معلوم نہیں ہوتے بلکہ کہیں کہیں ایک طرح کا خوشگوار تاثر بھی پیدا کرتے ہیں۔

☆☆☆☆☆

کتاب: ۱۳۹

لمز لائبریری (خالد اسحٰق کولیکشن) لاہور

بھگود گیتا۔ اصلی صورت میں

(جلد اول)

مترجم: یشپہ پال بھاٹیہ + رئیس امروہوی

رئیس اکیڈمی کراچی، پاکستان، ۱۹۹۰ء

کل ابواب: ۴ (چار)

کل صفحات: ۳۹۱ (391)

موضوع:

یہ ہندوؤں کی سب سے مقدس کتاب ’’گیتا‘‘ کے پہلے چار ابواب کا ترجمہ ہے۔ یہ ترجمہ اس حوالے سے بھی اہمیت کا حامل ہے کہ اس میں گیتا کا اصل سنسکرت متن، پھر اس سنسکرت متن کا اردو املا اور اس کے بعد اس کا اردو ترجمہ اور پھر اس کی وضاحت اور تشریح دی گئی ہے۔ اس کی ابتدا میں (۴۵) پینتالیس صفحات پر مشتمل ’’تعارف‘‘ ہے جس میں ’’بھگود گیتا‘‘ پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ باب اول ’’کروکشیتر کے میدان جنگ میں فوجوں کا مشاہدہ‘‘ میں چھیالیس (۴۶) اشلوک شامل ہیں۔ باب دوم

''گیتا کے مضامین کا خلاصہ'' میں بہتر (۷۲) اشلوک شامل ہیں۔ باب سوم ''کرم یوگا'' میں تینتالیس (۴۳) اشلوک جبکہ باب چہارم ''ماورائی علم'' میں بیالیس (۴۲) اشلوکوں کا ترجمہ و تشریح شامل ہے۔ بھگود گیتا کا شمار دنیا کے قدیم ترین مذہبی متون میں ہوتا ہے۔ کتاب کے آخر میں سنسکرت تلفظ گائیڈ اور سنسکرت حروف دیئے گئے۔ یہ کتاب ہندو فلسفہ کے اہم ماخذ بھگود گیتا کے افکار کو سمجھنے کے لئے بنیادی حیثیت کی حامل ہے۔ اس کتاب کے آخر میں کتاب کی دوسری، تیسری، چوتھی اور پانچویں جلد کی اشاعت کا بھی ذکر کیا گیا لیکن مجھے ان تک رسائی نہ ہوسکی اور نہ ہی ان کے بارے میں معلومات مل سکیں۔

زبان:

زبان کے حوالے سے یہ کتاب بہت اہم ہے کیونکہ اس میں ہندو فلسفہ و حکمت کے سب سے اہم ماخذ ''گیتا'' کا اردو میں بیان اور اس کے افکار کی تشریح ہے۔ اس کے علاوہ سنسکرت الفاظ کو اردو املا میں لکھا گیا ہے جس سے لسانی طور پر اردو کو فائدہ پہنچا ہے۔ اس کے علاوہ اس کی زبان فصیح، علمی اور براہ راست یعنی مفہوم کا ابلاغ آسان فہم انداز میں کرتی ہے۔ موضوع اور زبان دونوں حوالوں سے یہ کتاب بہت اہمیت کی حامل ہے۔ ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

> ''زندگی میں ترک تعلقات کے ضابطے کو اس وقت قبول کیا جا سکتا ہے جب کوئی مقررہ فرائض کو جو مادہ پرست انسانوں کے دلوں کی تطہیر کے لئے بنائے گئے ہیں، ادا کرنے سے پاک ہو چکا ہو۔ پاکیزگی کے بغیر کوئی شخص ایک دم چوتھا ضابطہ (سنیاس) اختیار کر کے کامیابی حاصل نہیں کر سکتا۔ تجرباتی فلسفہ کہتا ہے کہ صرف سنیاس اپنانے یا نفع بخش سرگرمیوں سے سبک دوش ہونے سے کوئی شخص ایک دم اتنا اچھا نہیں بن سکتا ہے۔ جتنا کہ رائن۔''۶۲

☆☆☆☆☆

کتاب: ۱۴۰ | لمز لائبریری (خالد اسحٰق کولیکشن) لاہور

بھگوت گیتا

ترجمہ و تشریح: رائے روشن لال

تدوین نو: یاسر جواد

فکشن ہاؤس لاہور، پاکستان، ۱۹۹۶ء

کل ابواب: ۲۸ (اٹھائیس)

کل صفحات: ۱۳۲ (132)

موضوع:

''بھگوت گیتا'' کے منتخب حصوں کا ترجمہ ہے۔ یہ ہندو فلسفہ و حکمت کے بنیادی ماخذوں میں سے ایک ہے۔ کتاب کے ''بیک فلیپ'' پر یہ تحریر درج ہے:

> ''اس کا مضمون بھگوان کرشن کا وہ وعظ ہے جو انہوں نے ارجن کو روکشیتر کے میدان جنگ میں مہابھارت جنگ کے وقت دیا

تھا جس میں انہوں نے بتایا ہے کہ انسان، روح، پرتما، بھگتی، انسان کے فرائض، بے لوث عمل کیا ہیں۔ یہ عرفانی مضمون سنسکرت کے سات سو شلوکوں پر مشتمل ہے۔ انہی سات سو پھولوں کی مالا کا نام گیتا ہے۔"۱۳؎

اس میں کرشن کی طرف سے ارجن کو مہابھارت سے کی جانے والی نصیحت کے نمایاں نکات کو بیان کیا گیا جن میں انسان کے فرائض، روح اور بے لوث عمل پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ یہ بنیادی طور پر اشلوک ہیں اور مترجم نے ہر باب سے کچھ اشلوک چن کر ان کی وضاحت اور تشریح کر دی ہے ان کے نمایاں موضوعات میں سے کچھ یہ ہیں۔ آریہ دھرم، کھشتری دھرم، بے لوث عمل، قائم العقل انسان، گمراہ کن محبت، من، ضبط نفس، تزکیہ نفس، ضبط نفس کا طریقہ، ورد خدا، حصول خدا، نور جمالی، جلوہ حق، بھگتی حاصل کرنے کی ریاضت، تین قسم کی عقیدت اور نجات کا راز وغیرہ۔ اس میں خواجہ دل محمد کے بھگوت گیتا کے منظوم ترجمے سے بھی مدد لی گئی ہے اور ان اشعار کو درج کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں مترجم و شارح نے اقبال، رومی اور حافظ کے ساتھ کچھ دیگر شعراء کے اشعار بھی درج کئے ہیں۔

زبان:

اس کتاب میں بھگوت گیتا کے افکار کو براہِ راست اور صاف زبان میں بیان کیا گیا ہے۔ اگرچہ یہ مشکل افکار تھے لیکن اس کو بہت قریب الفہم زبان میں ادا کرنے کی کوشش ہے۔ اس کتاب کی اہم بات اشعار کی کثرت ہے جو مفہوم کی وضاحت میں ممد و معاون ثابت ہوتے ہیں۔ ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

"اے ارجن! جس طرح جاہل لوگ اپنی غرض کے لئے کام کرتے ہیں، اسی طرح عارف (گیانی) لوگ بے لاگ ہو کر سنسار کے آنند اور اطمینان کے لئے عمل کرتے ہیں۔ جاہل لوگ اپنے لئے جیتے ہیں اور گیانی لوگ دوسروں کیلئے۔ جاہل لوگ خودغرضی کے ساتھ سارے عمل اپنی خاطر کرتے ہیں اور گیانی لوگ بے غرض ہو کر دنیا کی خدمت کے لئے زیادہ شوق اور تندہی سے اپنے فرائض بجالاتے ہیں۔"۱۴؎

☆☆☆☆☆

کتاب: ۱۴۱ | نور لائبریری (خالد اسحٰق کولیکشن) لاہور

رِگ وید

(ایک مطالعہ)

مصنف: سوامی دیانند سرسوتی

مترجم: نہال سنگھ

فکشن ہاؤس لاہور، پاکستان، ۱۹۹۹ء

کل ابواب: ۳۰ (تیس) | **کل صفحات:** ۲۶۴ (264)

نوٹ: (اس کتاب پر اصل ماخذ درج نہیں اس لئے ہم یہ قیاس کرتے ہیں کہ یہ کتاب سنسکرت یا ہندی سے ترجمہ کی گئی ہے)

موضوع:

یہ کتاب ہندو فلسفہ و حکمت کے بنیادی ماخذوں میں سے ایک ''رگ وید'' کی تشریح و تفسیر ہے جو ہندی فلسفہ و فکر کے ایک بہت بڑے عالم سوامی دیانند سرسوتی کی تحریر کردہ ہے۔ رگ وید معروف ہندی فلسفہ ''ویدانت ازم'' کی بنیاد ہے۔ ویدوں کی تعداد چار بتائی جاتی ہے اور مذکورہ تصنیف ان چاروں کا ایک توضیحی جائزہ پیش کرتی ہے۔ رگ وید بلاشبہ علوم و فنون اور معرفت و عرفان کا ایک سرچشمہ ہے۔ اس تصنیف کی بنیادی اہمیت یہ ہے کہ مصنف نے انتہائی باریک بینی اور دقتِ نظر سے اس میں حکمت اور دانائی کے موتی تلاش کئے ہیں۔ رگ وید کو سمجھنے کے لئے یہ کتاب ایک کلید کی حیثیت رکھتی ہے۔

زبان:

اس کتاب کی خاص بات یہ ہے کہ اس میں ہندی رنگ بہت نمایاں ہے اور بہت سے سنسکرت اور ہندی الفاظ کو اردو تلفظ میں لکھ دیا گیا ہے اس سے اردو کے ذخیرہ الفاظ میں اضافہ ہوا ہے۔ اس کے علاوہ اس کی زبان خالص علمی زبان ہے۔ اسلوب قطعی اور واضح ہے جہاں کہیں سنسکرت اصطلاحات کا استعمال ہے وہاں مفہوم کا ابلاغ ذرا مشکل ہے لیکن بحیثیت مجموعی زبان اتنی دقیق اور پیچیدہ نہیں اور نہ ہی بالکل سادہ اور سلیس ہے کہ علمی زبان کے مرتبے تک نہ پہنچ سکے۔ زبان کے حوالے سے ایک مختصر اقتباس درج کرتے ہیں:

> ''اے انسانو! اشون یعنی معدنیات ارضی اور حرارت سے بہت سے عالموں کے کام میں آنے والی نہایت اعلیٰ صفات سے بھرپور اور آگ کی خاصیت والی صاف دھاتوں سے پیدا ہونے والی بجلی کا شرارہ یا رو پیدا کرنا چاہیے اور اس کو محکمہ جنگی کے کاروبار میں غیر موصل اشیاء کے ذریعہ سے (قابو میں کرکے) ہر قسم کے کام کے لئے استعمال کرنا چاہیے اور تار کے مثیم (آلہ برقی) کو بنانا چاہیے اس سے بجلی میں ضرب کرنے اور حرکت دینے کی صفت ہوتی ہے اور اس سے بڑے بڑے عمدہ اور اعلیٰ کام نکلتے ہیں۔''[۶۵]

اجمالی جائزہ

باب سوم ''عربی، فارسی اور دیگر مشرقی زبانوں سے فلسفیانہ تراجم'' کے دو حصے ہیں۔ حصہ (ا) میں عربی زبان سے فلسفیانہ وعلمی تراجم کا جائزہ وتعارف پیش کیا گیا ہے۔ عربی زبان کا اردو سے تعلق ابتداء سے ہے بلکہ عربی زبان اردو زبان کی مادر زبانوں میں شمار ہوتی ہے۔ اردو زبان کی ترقی، ارتقاء اور اسکو علمی زبان بنانے میں اس کا بڑا اہم کردار رہا ہے۔ عربی زبان سے ہمارا فکری، قلبی اور مذہبی رشتہ بھی بہت مضبوط ہے اسی لئے عربی سے اردو زبان میں تراجم کی روایت بہت مستحکم ہے۔ جہاں تک فلسفیانہ وعلمی تراجم کا تعلق ہے تو یہ روایت تقریباً دوسو سال پرانی ہے۔ آپ نے ملاحظہ کیا ہوگا کہ عربی فلسفہ وحکمت کی ایک معروف تصنیف ''اخوان الصفا'' ۱۸۱۰ء میں فورٹ ولیم کالج کلکتہ سے شائع ہوئی۔ اس سے لے کر اب تک تقریباً تمام اہم مسلمان حکماء کا دستیاب فکری سرمایہ اردو زبان میں منتقل ہو چکا ہے لیکن میں اپنی کجی اور کمزوری کا اعتراف کرتا ہوں کہ میں ان تمام مصادر و منابع تک نہ پہنچ سکا۔ البتہ میں نے یہ ضرور کوشش کی کہ نمائندہ عرب حکماء کی کم از کم اردو میں ترجمہ ایک تصنیف کا تو جائزہ ضرور آئے۔ اس میں کچھ کامیابی ہوئی لیکن اپنی بساط بھر کوشش کے باوجود میں ابن سینا، ابن رشد، فارابی اور ابن تیمیہ کی کسی تصنیف کے اردو ترجمہ تک رسائی حاصل نہیں کر سکا لیکن تلاش کا عمل جاری ہے اور جاری رہے گا۔ تنگئ جا اور قلتِ وقت کی وجہ سے بہت سی اہم کتابوں کا ذکر ''ضمیمہ'' میں کرنا پڑا مثلاً ابن عربی کی فتوحات مکیہ اور شاہ ولی اللہ کی حجۃ اللہ البالغہ وغیرہ۔ ان کا ذکر ضمیمہ میں کرنے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ ان حکماء کی دیگر غیر معروف لیکن اہم کتب کو تعارف و جائزہ میں جگہ دی جا سکے۔ مثلاً ابن عربی کی ''تدبیرات الٰہیہ'' اور شاہ ولی اللہ کی ''مکتوب مدنی'' اور ''سطعات'' وغیرہ۔ مختصراً یہ کہ عربی زبان سے علمی وفلسفیانہ کتب نے نہ صرف اردو زبان کے فکری سرمائے میں گرانقدر اضافہ کیا بلکہ لسانی حوالے سے بھی بیش بہا خدمات انجام دیں۔

تیسرے باب کے حصہ (ب) میں فارسی اور ہندی وسنسکرت سے ترجمہ شدہ کتب کا تعارف و جائزہ شامل ہے۔ فارسی سے ترجمہ شدہ کتب کے حوالے سے کمی کا مجھے سب سے زیادہ احساس ہے کیونکہ اس میں محض چند کتب ہی جائزے کیلئے پیش کر سکا ہوں لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ فارسی سے نثری تراجم خصوصاً علمی وفلسفیانہ تراجم کی تعداد انگریزی و عربی کی نسبت بہت کم ہے لیکن جتنا کام ہوا ہے میں اس میں سے بھی بہت کم مقدار کو کھوج پایا ہوں۔ دو اہم کتابیں ''کشف المحجوب'' از علی بن عثمان الہجویری اور ''کیمیائے سعادت'' از غزالی کو ''ضمیمہ'' میں شامل کرنا پڑا۔ فارسی زبان سے اردو نے جتنا شاعری کے حوالے سے کسب فیض کیا اتنا وہ فلسفیانہ حوالے سے نہیں کر پائی۔ بہرحال مزید تحقیق کی ضرورت ہے۔ جہاں تک سنسکرت اور ہندی سے تراجم کا تعلق ہے تو اس میں بھی زیادہ تر وہی مسائل ہیں جو انگریزی سے تراجم کے حوالے سے ہیں۔ مثلاً اصل ماخذ یعنی کتاب اور مصنف کے متعلق بنیادی معلومات نہ دینے کا رجحان۔ اس حصے میں بھی کچھ کتابوں کے حوالے سے یہ بھی واضح نہیں ہو پایا کہ یہ سنسکرت سے، ہندی سے یا انگریزی سے ترجمہ کی گئیں ہیں۔ بہرحال سنسکرت زبان سے اردو میں تراجم کی روایت بہت قدیم ہے۔ ہندی فلسفہ معرفت وحکمت کا ایک خزینہ ہے اور سنسکرت زبان قدیم لیکن اعلیٰ ترین زبانوں میں سے ہے

اسی لئے ان تراجم نے اردو کی فکری اور لسانی حدود کو بہت زیادہ وسعت دی۔

مجموعی طور پر اس باب سے مختصراً ہمیں یہ پتہ چلتا ہے کہ تین اہم ترین مشرقی زبانوں عربی، فارسی اور سنسکرت سے علمی و فکری اور لسانی سرمایہ سے کس طرح اردو میں منتقل ہوا اور اس کے فکری و لسانی ارتقاء میں کیا کردار ادا کیا۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ احراز نقوی،مقدمہ،اخوان الصفا،از ابوسلمان ۔ابوالحسن ۔ابواحمد،(لاہور:مجلس ترقی ادب،۱۹۶۶ء)،ص:۳۱۔۳۲

۲۔ ابوسلمان ۔ابوالحسن ۔ابواحمد،اخوانُ الصفا،مترجم مولوی شیخ اکرام علی،(لاہور:مجلس ترقی ادب،۱۹۶۶ء)،ص:۷۸

۳۔ ابن مسکویہ،ابوعلی احمد،القول الاظہر،مترجم،حکیم محمد حسن فاروقی، (علی گڑھ:مطبع مسلم یونیورسٹی،طبع سوم ۱۹۲۳ء)، ص:۱۷

۴۔ البیرونی،برہان الحق ابوالریحان محمد،کتاب الہند،مترجم،سید اصغر علی، (لاہور:الفیصل،طبع اول،۱۹۹۴ء)،ص:۱۷

۵۔ امام غزالی،ابوحامد محمد،سرگزشتِ غزالی،مترجم،مولانا حنیف ندوی، (لاہور:ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ،طبع دوم ۱۹۶۹ء)، ص:۱۳۳

۶۔ حنیف ندوی،مولانا،پیش لفظ،قدیم یونانی فلسفہ،از امام غزالی،(لاہور:ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ،۱۹۵۹ء)،ص:(د)

۷۔ امام غزالی،ابوحامد محمد،قدیم یونانی فلسفہ،مترجم،مولانا حنیف ندوی،(لاہور:ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ،۱۹۵۹ء)،ص:۸۳

۸۔ امام غزالی،ابوحامد محمد،علم الکلام،مترجم،مولانا حنیف ندوی،(لاہور:سنگ میل پبلی کیشنز،۱۹۶۷ء)،ص:۳۶

۹۔ امام غزالی،ابوحامد محمد،رموزِ کائنات،مترجم،مولوی محمد علی لطفی،(شہر؟:ادارہ؟،۱۹۷۰ء)،ص:۵۲

۱۰۔ یہ اقتباس کتاب کے فلیپ پر درج تحریر سے لیا گیا ہے۔

۱۱۔ امام غزالی،ابو حامد محمد،تہافۃ الفلاسفۃ،مترجم،مولانا حنیف ندوی، (لاہور:ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ،طبع دوم ۱۹۸۷ء)، ص:۱۸۱۔۱۸۲

۱۲۔ امام غزالی،ابوحامد محمد،تہافۃ الفلاسفۃ،مترجم،ابوالقاسم انصاری،(لاہور:انجمن ترقی اردو،۱۹۷۹ء)،ص:۶۴

۱۳۔ امام غزالی،ابو حامد محمد،روضۃ الطالبین وعمدۃ السالکین،مترجم،عبدالصمد صارم،(لاہور: مکتبہ معین الادب،۱۹۷۷ء)، ص:۳۳۔۳۴

۱۴۔ امام غزالی،ابوحامد محمد،اسلام کی اخلاقی تعلیمات،مترجم،رشید الوحیدی،(لاہور:فیمس بکس،۱۹۸۹ء)،ص:۵۷

۱۵۔ امام غزالی،ابو حامد محمد،حقیقت روحِ انسانی،مترجم،مفتی شاہ دین صاحب، (لاہور:سنگ میل پبلی کیشنز،۲۰۰۳ء)، ص:۵۶

۱۶۔ امام غزالی،ابو حامد محمد، دیباچہ،مذاق العارفین جلد اول،مترجم،محمد احسن صدیقی نانوتوی،(لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، س ۔ن)،ص:۹۔۱۰

۱۷۔ امام غزالی،ابوحامد محمد،مذاق العارفین جلد اول،ص:۱۵۴

۱۸۔ ایضاً، جلد دوم،ص:۳۰۱

۱۹۔ ایضاً،جلد سوم،ص:۳۵۲

۲۰۔ ایضاً،جلد چہارم،ص:۲۱۰

۲۱۔ امام غزالی، ابو حامد محمد، مصباح السالکین جلد اول، مترجم، مولانا محمد صدیق ہزاروی، (لاہور: پروگریسو بکس، س۔ن)، ص: ۱۴۵

۲۲۔ ایضاً، جلد دوم، ص: ۳۰۶

۲۳۔ ایضاً، جلد سوم، ص: ۵۰۴

۲۴۔ ایضاً، جلد چہارم، ص: ۱۹

۲۵۔ محمد طفیل، ڈاکٹر، ابن باجہ اور ان کی کتاب نفس، کتاب النفس، از، ابن باجہ، (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۰۵ء)، ص: ۱۶

۲۶۔ ابن باجہ، کتاب النفس، مترجم، ڈاکٹر محمد طفیل، (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۰۵ء)، ص: ۵۵

۲۷۔ قادر، سی۔ اے+ اکرام رانا، مؤلفین ومترجمین، کشافِ اصطلاحاتِ فلسفہ، (لاہور: بزم اقبال، طبع اول، ۱۹۹۴ء)، ص: ۴۴۴

۲۸۔ ابن طفیل، جیتا جاگتا، مترجم، سید محمد یوسف، (کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، س۔ن)، ص: ۱۰۲

۲۹۔ سہروردی، شہاب الدین، الحکمۃ الاشراق، مترجم، مرزا محمد ہادی، (کراچی: بک ٹائم، ۲۰۱۰ء)، ص: ۲۱۴

۳۰۔ رازی، فخر الدین محمد بن عمر، المباحث المشرقیہ (جلد اول۔ حصہ اول)، مترجم، حکیم سید عبدالباقی، (حیدرآباد دکن: دارالطبع جامعہ عثمانیہ، ۱۹۴۹ء)، ص: ۶۳

۳۱۔ ایضاً، جلد اول۔ حصہ دوم، ص: ۱۵۸

۳۲۔ ابن عربی، محی الدین، فصوص الحکم، مترجم، عبدالقدیر صدیقی، (لاہور: نذیر سنز پبلشرز، س۔ن)، ص: ۱۲۸۔۱۲۹

۳۳۔ ابرار احمد شاہی، مترجم، تمہید، مملکت انسانی کی اصلاح میں خدائی تدبیریں، از ابن عربی، (راولپنڈی: ابن عربی فاؤنڈیشن، ۲۰۰۸ء)، ص: ۱۹

۳۴۔ ابن عربی، محی الدین، مملکت انسانی کی اصلاح میں خدائی تدبیریں، مترجم، ابرار احمد شاہی، (راولپنڈی: ابن عربی فاؤنڈیشن، ۲۰۰۸ء)، ص: ۱۸۴

۳۵۔ ابن عربی، محی الدین، روحانی اسفار اور ان کے ثمرات، مترجم، ابرار احمد شاہی، (راولپنڈی: ابن عربی فاؤنڈیشن، ۲۰۱۰ء)، ص: ۱۱۵

۳۶۔ ابن خلدون، عبدالرحمٰن، مقدمہ، مقدمہ تاریخ ابن خلدون، مترجم، حکیم احمد حسین الہ آبادی، (لاہور: الفیصل ناشران و تاجران کتب، ۲۰۰۴ء)، ص: ۱۳۲۔۱۳۳۔۱۳۴

۳۷۔ ابن خلدون، عبدالرحمٰن، مقدمہ تاریخِ ابن خلدون (جلد اول)، ص: ۲۱۹

۳۸۔ صدر الدین شیرازی (ملا صدرہ)، دیباچہ، اسفارِ اربعہ (جلد اول۔ حصہ اول)، مترجم، مناظر احسن گیلانی،

(حیدرآباد دکن: دارالطبع جامعہ عثمانیہ،۱۹۴۱ء)،ص:۲۳

۳۹۔ صدرالدین شیرازی (ملاصدرہ)،اسفارِاربعہ (جلداول۔حصہ اول)،ص:۳۵۰

۴۰۔ ایضاً،جلداول۔حصہ دوم،ص:۷۸۹

۴۱۔ الشعرانی، امام عبدالوہاب، اخلاقِ صالحین، مترجم، محمد لطیف ملک، (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۷ء)، ص:۵۲۔۵۳

۴۲۔ دوانی،جلال الدین، جامع الاخلاق،مترجم،مولوی امانت علی، (لکھنؤ:مطبع نول کشور،اشاعت ہفتم،۱۹۳۱ء)،ص:۱۵

۴۳۔ محمد لطفی جمعہ،تاریخ فلاسفۃ الاسلام،مترجم،ڈاکٹر میرولی الدین، (کراچی:نفیس اکیڈیمی،۱۹۸۷ء)،ص:۴۷

۴۴۔ القفطی، جمال الدین ابوالحسن علی بن یوسف، تاریخ الحکماء، مترجم، غلام جیلانی برق، (دہلی: انجمن ترقی اردو ہند، ۱۹۴۵ء)،ص:۳۱۱

۴۵۔ شاہ ولی اللہ،مکتوبِ مدنی،مترجم،مولانا حنیف ندوی، (لاہور:ادارۂ ثقافت اسلامیہ،۱۹۶۵ء)،ص:۱۱

۴۶۔ شاہ ولی اللہ،لمحات،مترجم،پیر محمد حسن، (لاہور:ادارۂ ثقافت اسلامیہ،۱۹۶۶ء)،ص:۴۱

۴۷۔ شاہ ولی اللہ،مشاہدات ومعارف،مترجم،محمد سرور، (لاہور: سندھ ساگر اکیڈیمی،طبع دوم،۱۹۶۷ء)،ص:۱۰۴

۴۸۔ شاہ ولی اللہ،سطعات،مترجم،مولانا متین ہاشمی، (لاہور:ادارۂ ثقافت اسلامیہ،۱۹۸۶ء)،ص:۱۲۴

۴۹۔ حسین آفندی،علامہ،سائنس اور اسلام،مترجم،مولانا سید محمد الحق، (لاہور:ادارۂ اسلامیات،۱۹۸۴ء)،ص:۴۱۹

۵۰۔ الشیخ ندیم الجسر، فلسفہ سائنس اور قرآن، مترجم، خدا بخش کلیار، (لاہور: الفیصل ناشران وتاجرانِ کتب، س۔ن)، ص:۳۹۰

۵۱۔ قطب شہید،سید،اسلامی نظریہ کی خصوصیات اور اصول،مترجم،سید شبیر احمد، (لاہور: اسلامک بک پبلشرز،۱۹۸۱ء)، ص:۳۲۳

۵۲۔ فراہی،حمید الدین،حکمت قرآن،مترجم،خالد مسعود، (لاہور: فاران فاؤنڈیشن،طبع دوم،۲۰۰۰ء)،ص:۱۰۱

۵۳۔ مطہری،آیت اللہ مرتضیٰ،انسان اور ایمان،مترجم،سید محمد حسن عسکری، (؟؟:وزارتِ ارشادِ اسلامی،۱۴۰۲ھ)،ص:۳۸

۵۴۔ مطہری،آیت اللہ مرتضیٰ،مقدمہ،اسلامی تصور کائنات پر ایک تمہید،مترجم، نام۔ندارد، (راولپنڈی: دفتر ثقافتی نمائندہ، ۱۹۹۴ء)،ص:۱۹۔۲۰

۵۵۔ مطہری،آیت اللہ،اسلامی تصور کائنات پر ایک تمہید،ص:۳۵۵

۵۶۔ باقر الصدر، آیت اللہ سید محمد، آج کا انسان اور اجتماعی مشکلات، مترجم، ذیشان حیدر، (ایران: سازمان تبلیغاتِ اسلامی شعبۂ روابط بین الملل،۱۴۰۳ھ)،ص:۵۷

۵۷۔ سعادت سعید،عرض مترجم،تہذیب،جدیدیت اور ہم،از،علی شریعتی، (لاہور: اقبال+شریعتی فاؤنڈیشن،۱۹۹۱ء)،

ص:۱۲

۵۸۔ علی شریعتی، ڈاکٹر، تہذیب، جدیدیت اور ہم، مترجم، ڈاکٹر سعادت، (لاہور: اقبال شریعتی فاؤنڈیشن، ۱۹۹۱ء)، ص:۸۹

۵۹۔ منشی لال سنگھ، تمہید، لال چندرکا، از، ن۔م ندارد، (لکھنؤ: مطبع نامی نول کشور، ۱۸۸۶ء) ص:۴

۶۰۔ نام۔ ندارد، لال چندرکا، مترجم، منشی لال سنگھ، (لکھنؤ: مطبع نامی نول کشور، ۱۸۸۶ء) ص:۵۔۳۸۔۸۱

۶۱۔ پنڈت ویاس، مہابھارت (کتھن مالا)، مترجم، عبدالعزیز خالد، (لاہور: مقبول اکیڈمی، ۱۹۸۵ء) ص:۷۶

۶۲۔ کرشن کرپا مورتی، بھگود گیتا (اصلی صورت میں) جلد اول، مترجم، یشیہ پال بھاٹیہ + رئیس امروہوی، (کراچی: اکیڈمی، ۱۹۹۰ء) ص:۲۴۳

۶۳۔ یہ اقتباس کتاب کے فلیپ پر درج تحریر سے لیا گیا ہے۔

۶۴۔ روشن لال، رائے، مترجم، بھگوت گیتا (تشریح و وضاحت)، (لاہور: فکشن ہاؤس، ۱۹۹۶ء) ص:۳۱

۶۵۔ سوامی دیانند سرسوتی، رگ وید (ایک مطالعہ)، مترجم، نہال سنگھ، (لاہور: فکشن ہاؤس، ۱۹۹۹ء) ص:۱۳۷

باب چہارم

فلسفیانہ موضوعات پر تنقیدی، توضیحی اور درسی کتب

باب چہارم

(ا) قدیم فلسفۂ یونان اور جدید فلسفۂ مغرب پر کتب

کتاب: ۱۴۲

برکلے

مصنف: پروفیسر عبدالباری ندوی

مطبع معارف اعظم گڑھ، ہندوستان ۱۹۲۴ء

کل ابواب: ۳ (تین) حصے

کل صفحات: ۱۲۶ (126)

موضوع:

یہ کتاب مشہور مغربی فلسفی جارج برکلے کی سوانح، تصانیف اور فلسفیانہ افکار کا احاطہ کرتی ہے۔ برکلے کو جاننے اور اس کی فکر کو سمجھنے کے لیے یہ کتاب ایک کلید کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کتاب کی اہمیت اس لیے بھی زیادہ ہے کہ یہ محض ترجمہ نہیں بلکہ اس میں برکلے کی سوانح و تصانیف کے جائزے کے ساتھ ساتھ اس کے فلسفۂ تصوریت کی تشریح اور اس کا تجزیہ کر کے اس کو قابلِ فہم بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔ یوں ہم کہہ سکتے ہیں مغربی فلسفہ پر تنقیدی کتب میں یہ ابتدائی چند کتب میں شامل ہے۔ اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اُردو زبان بیسویں کے آغاز سے ہی اس قابل ہوگئی تھی کہ مشکل فلسفیانہ مسائل کو بیان کر سکے۔

زبان:

ں—ن ہیں—ہین میں—مین ہوں—ہون صورتوں—صورتون

مندرجہ بالا کچھ الفاظ، جو اُس دور میں اسی طرح رائج تھے، کے علاوہ اس کتاب کی زبان دقیق اور مشکل نہیں۔ پہلے دو حصّوں میں چونکہ سوانح اور تصانیف کا ذکر ہے اس لیے زبان بھی سادہ اور رواں ہے۔ لیکن چونکہ تیسرا حصہ برکلے کے فلسفیانہ تصورات سے بحث کرتا ہے اس لیے اس کی زبان قدرے مشکل ہے اور ایسا ہونا ایک فطری امر ہے۔ بحیثیت مجموعی کتاب کی زبان اعلیٰ اور علمی وقار کے مطابق ہے کچھ متروکات اور اصطلاحاتِ فلسفہ کے باعث یہ ذرا پیچیدہ لگتی ہے لیکن اگر فلسفیانہ نثر کے معیار پر کھا جائے تو فلسفیانہ نثر کی روایت میں ایک سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے،

> ''تم ایک عجائب خانہ میں جاتے ہو۔ جہاں آدمی کا ایک مُردہ بچّہ رکھا ہوتا ہے جسکے دو سَر ہیں، گو تمھارے ذہن میں دو سَر والے آدمی کا تصور نہیں ہوتا اور اس غیر معمولی مشاہدے سے تم کو بے انتہا حیرت ہوتی ہے۔ تاہم تم اس کو ہاتھی، گھوڑے، شیر، بکری وغیرہ کے بجائے آدمی ہی کا بچّہ سمجھتے ہو۔''

☆☆☆☆☆

کتاب: ۱۴۳

جی۔سی یونیورسٹی لائبریری لاہور

فکرِ فرنگ

مصنف: آغا افتخار حسین

نفیس اکیڈمی حیدر آباد دکن، ہندوستان، طبع اوّل ۱۹۴۶ء

کل ابواب: ۱۰(دس)

کل صفحات: ۱۹۸(198)

موضوع:

یہ کتاب بنیادی طور پر مغربی فکر کا مختصر خاکہ ہے جس میں مصنف نے آٹھ نمائندہ مغربی فلسفیوں اور اُن کے افکار پر بحث کی ہے علاوہ ازیں آخری دو ابواب میں جدید مغربی فکر کے نئے رجحانات اور اس کے فلسفے کی خصوصیات پر بھی روشنی ڈالی ہے۔اس کتاب میں مصنف نے صرف جدید یورپی فلسفیوں کو شامل کیا ہے اور قدیم یونانی فلاسفہ کو شامل نہیں کیا گیا۔

زبان:

یہ کتاب زبان کے حوالے سے بہت اہم ہے کیونکہ اس میں مصنف نے فلاسفہ کے دقیق اور پیچیدہ افکار وخیالات کو رواں اور صاف زبان میں بیاں کیا ہے۔انھوں نے اس میں ادق اور دور از کار اصطلاحات کی بجائے شناسا اور قریب الفہم (قریب ازفہم) اصطلاحات استعمال کر کے اس کتاب کی افادیت اور اہمیت کو دوچند کر دیا ہے۔بحیثیت مجموعی ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ کتاب کی زبان صاف، شستہ، رواں اور کسی حد تک ادبی بھی ہے۔ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے۔

> ''ڈیکارٹ کی دلیل یہ نہیں ہے کہ خدا موجود ہے کیونکہ میرے نفس میں اس کا تصور موجود ہے بلکہ وہ یہ کہہ رہا ہے کہ مجھ میں خدا کا تصور اس لیے موجود ہے کہ خدا موجود ہے۔خدا کے وجود کا دارومدار میرے نفس کے تصور پر نہیں بلکہ میرے نفس کا تصور اس کے وجود کا رہین منت ہے۔''[۱۲]

☆☆☆☆☆

کتاب: ۱۱۴

کتب خانہ مجلس ترقی ادب لاہور

جمالیات کے تین نظریے

مصنف: میاں محمد شریف (ایم۔ایم شریف)

مجلس ترقی ادب لاہور، پاکستان، طبع اول ۱۹۶۳ء

کل ابواب: ۱۴(چودہ)

کل صفحات: ۲۲۶(226)

موضوع:

یہ کتاب فلسفے کی ایک اہم شاخ ''جمالیات'' سے متعلق ہے۔ایم ایم شریف ایک نامور مفکر اور فلسفہ کے استاد رہے ہیں۔یہ ان کے اپنے ہی انگریزی لیکچرز کا خود سے کیا ہوا اردو ترجمہ ہے۔اس کتاب میں جمالیات کے تین بنیادی مباحث ہیں اور اسی حساب سے یہ تین حصوں پر مشتمل ہے۔پہلا حصہ ''ارسطو کا نظریہ المیہ'' تین ابواب پر مشتمل ہے جس میں ارسطو کے نظریہ المیہ کا مفہوم، عمل میں اس کا مقام، اس کا مقصد اور المیے کی جنس، نقل کا جائزہ فن شاعری پر اس کی کتاب ''بوطیقا'' کے حوالے سے لیا گیا ہے۔دوسرے حصے ''کروچے کا نظریہ حسن واظہار'' میں چھ ابواب شامل ہیں۔اس میں معروف فلسفی اور ماہر جمالیات ''کروچے'' کے جمالیات سے متعلق افکار کو بیان کیا گیا ہے۔اس حصے میں کروچے کے نظریہ حسن واظہار، کلاسیکیت، رومانویت، المیہ، طربیہ، طربیہ کی اقسام اور اظہاریت میں صداقت کے حوالے سے مباحث شامل ہیں۔تیسرے حصے میں پانچ ابواب ہیں جن میں حسن کے متعلق بنیادی مباحث شامل ہیں کہ آیا حسن موضوعی (داخلی) ہے یا معروضی (خارجی) اس کے علاوہ مابعد الطبیعیاتی حسن پر بھی بحث شامل ہے۔اس ضمن میں مصنف کا کہنا ہے کہ مابعد الطبیعاتی حسن نہ تو موضوعی ہوتا ہے نہ معروضی۔ علاوہ ازیں اس کتاب کے دو ضمیمے ہیں جن کے عنوانات بالترتیب ا۔ادب اور تخیل ۲۔شعر اور ابہام ہیں۔فلسفہ جمالیات کے بنیادی مباحث اور نظریات کو سمجھنے کیلئے یہ کتاب بہت اہمیت کی حامل ہے۔

زبان:

جہاں تک اس کتاب کی زبان کا تعلق ہے تو یہ ایک خالص علمی زبان ہے۔یہ نہ تو دقیق اور پیچیدہ ہے اور نہ ہی اس میں روانی اور ادبی شستگی کا فقدان ہے۔اگر چہ فلسفہ اور خالص علمی کتاب سے ادبیت کی توقع نہیں ہونی چاہیے لیکن طرز تحریر اتنا بھی سپاٹ اور خشک نہ ہو کہ قاری بہت جلد ذہنی تھکاوٹ کا شکار ہو جائے۔میرے کہنے کا مقصد یہ نہیں ہے کہ اس کتاب کی زبان بالکل ہی سلیس اور ادبی ہے۔فلسفۂ جمالیات سے متعلق کتاب کے بارے میں شعوری طور پر ہم یہ توقع کرتے ہیں اس کے اسلوب جمالیاتی عنصر ہونا چاہیے۔موضوع کے مطابق اسلوب بالکل صحیح ہے اور مفہوم کا ابلاغ قطعی انداز میں کرتا ہے اور کسی قسم کا ابہام پیدا نہیں کرتا۔یہ خالصتاً علمی کتاب علمی زبان میں ہے۔ایک مختصر اقتباس درج کرتے ہیں:

> ''جذباتی اصلاح کی شفائی اہمیت ہی کی وجہ سے نفسی تحلیل کے ماہرین نے ذہنی امراض کے علاج کے لئے وہ طریقہ وضع کیا ہے جسے اصطلاح میں آزاد تلازم کے ذریعے جذباتی اصلاح کا طریقہ کہتے ہیں۔اس علاج میں پہلے مریض کو کامل آرام اور سکون کے ساتھ بٹھا دیا جاتا ہے اور اس کے ذہن کو سوچنے کی پوری آزادی دی جاتی ہے اور اس سے کہا جاتا ہے کہ اچھا یا برا جو خیال بھی اس کے ذہن میں پیدا ہوا سے وہ من وعن بیان کر دے۔''[۳]

☆☆☆☆☆

کتاب: ۱۴۵ | قائد اعظم لائبریری لاہور

تعارف منطق جدید

مصنف: قاضی عبدالقادر

شعبہ تصنیف وتالیف وترجمہ کراچی یونیورسٹی، کراچی، پاکستان

طبع اول ۱۹۶۵

کل ابواب: ۱۰ (دس) | **کل صفحات:** ۱۳۵ (135)

موضوع:

اس کتاب میں مصنف نے فلسفے کی ایک شاخ ''منطق'' اور اس کی نئی جہت منطق جدید سے نہ صرف طلبہ بلکہ فلسفیانہ ذوق رکھنے والے قارئین کو متعارف کرانے کی کوشش کی ہے۔ اسے ہم منطق سے متعلق درسی یا نصابی کتاب بھی قرار دے سکتے ہیں۔ یہ بیسویں صدی میں ستر کی دہائی میں تصنیف کی گئی اس دور میں اس موضوع پر درسی کتب بہت کم تھیں اس لیے اسے موضوع پر نہ صر اُردو بلکہ دوسری ایشیائی زبانوں میں بھی ابتدائی کتب میں شمار کیا جاتا ہے۔ اس کے موضوع ضمن میں مصنف کا اپنا قول درج کرنا زیادہ بہتر ہے۔

> ''پچھلے آٹھ دس سالوں میں فلسفیانہ منطق میں جو تحقیقات ہوتی ہے۔ اس نے صوری منطق اور ریاضیاتی منطق میں اتنی واضح تبدیلیاں کی ہیں کہ اب جدید منطق کی اصطلاح استعمال کرتے ہوئے ایک منٹ رُک کر یہ بتانا پڑتا ہے کہ ہم اس سے دوسری جنگ عظیم سے قبل یا اس کے بعد کی منطقی تحریریں مراد لے رہے ہیں۔۔۔ایک درسی کتاب میں ان تمام تبدیلیوں کا ذکر طلبا پر غیر ضروری بار ڈالنا ہے۔ اسی وجہ سے فان رائٹ کے نہایت دلچسپ ''ڈی اونٹک'' اور ''ماڈل نظامات'' کا ذکر نہیں کیا گیا سوائے اس کے کہ پہلے باب میں منطق کی تاریخ بتاتے ہوئے، کثیر القدر منطق اور ماڈل نظامات کی طرف ہلکا سا اشارہ کیا گیا ہے۔
>
> کتاب کے شروع کے پانچ ابواب ''فلسفیانہ'' ہیں جن کو سمجھنے کے لیے کسی اعلیٰ ریاضیاتی تربیت کی ضرورت نہیں۔ لیکن انھیں ابواب میں آئندہ کے مباحث کی بنیادیں رکھی گئی ہیں، البذا مناسب یہی ہوگا کہ پہلے ان صفحات سے گذر لیا جائے۔۔۔۔۔ میں نے کتاب میں تاریخ کو منطق سے بدل دیا ہے: اسی منطق پر سب سے آخر میں بحث کی گئی ہے اور رسل اور وائٹ ھیڈ کے قضایاتی احصا پر سب سے پہلے، درمیان میں الجبراتی منطق کا ذکر آتا ہے اور اس ترتیب سے قضایاتی منطق، الجبرائی منطق اور قیاسی منطق کا تعلق سامنے آتا ہے کہ کس طرح بقیہ دو نظامات فی الواقع قضایاتی منطق کے تصورات سے منتج ہوتے ہیں۔''[۱]

زبان:

اس کتاب کا موضوع فلسفے کے دقیق ترین مباحث میں سے ہے اس لیے اس کی زبان کا پیچیدہ ہونا ایک فطری امر

ہے۔جیسا کہ مصنف کا اپنا کہنا ہے کہ منطق جدید/ ریاضیاتی منطق پر یہ پہلی اُردو کتاب ہے اس سے پہلے ان کے سامنے کوئی نمونہ موجود نہیں تھا۔لیکن مصنف نے اس کتاب میں جو اصطلاحات کی ہیں وہ تمام ''فرہنگ اصطلاحات فلسفہ'' (شائع شدہ کردہ شعبہ تصنیف وتالیف وترجمہ جامعہ کراچی) سے لی گئی ہیں۔طلبہ وقارئین مفہوم کی تفہیم کے لئے اس کو استعمال کر سکتے ہیں۔کتاب کی زبان کی اصل پیچیدگی بھی اصطلاحات کی وجہ سے ہے اوران کے معانی مل جائیں تو پھر کوئی خاص مشکل پیش نہیں آتی۔زبان کے حوالے سے کتاب کا ایک مختصرا اقتباس درج کیا جاتا ہے۔

> ''زبان کے وہ عناصر جو صادق یا کاذب، ممکن یا ناممکن ہوں قضایا کہلاتے ہیں۔لیکن قضایا زبان کے بسیط ترین عناصر نہیں، یہ خود حدود پر مشتمل ہوتے ہیں۔علم، قضایا پر مبنی ہوتا ہے لیکن قضایا کا محض جمع کر دینا علم نہیں ان کی تنظیم علم کہلاتی ہے۔''۵

☆☆☆☆☆

کتاب: ۱۴۶ — جی۔سی یونیورسٹی لائبریری لاہور

تاریخ جمالیات

(فلسفۂ حُسن پر مختصر تاریخی تبصرہ)

مصنف: مجنوں گورکھپوری

مکتبہ عزم وعمل کراچی، پاکستان، طبع اوّل ۱۹۶۶ء

کل ابواب: ۶ (چھ) — **کل صفحات:** ۱۱۲ (112)

موضوع:

اس کتاب کا موضوع جیسا کہ عنوان سے ظاہر ہے کہ جمالیات کی مختصر تاریخ ہے۔یہ بنیادی طور پر مقالہ تھا جو ۱۹۳۱ میں مجلّہ ''ایوان'' میں دو قسطوں میں شائع ہوا جسے بعدازاں ایک الگ لیکن مختصر کتاب صورت میں ۱۹۳۵ میں شائع کیا گیا۔یہ اسی مختصر کتاب کی نئی ترمیم شدہ صورت ہے جو ۱۹۶۶ء میں منصۂ شہود پر آئی۔اب تو جمالیات کے موضوع پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے لیکن جس وقت یہ مقالہ لکھا گیا یا یہ کتاب کی صورت میں شائع ہوا اُس وقت تک اُردو زبان میں اس موضوع پر قابل ذکر تصانیف موجود نہیں تھیں۔اس لیے اس کتاب کی اہمیت اس موضوع کے حوالے بہ اعتبار اوّلیت ہے دوسرا یہ کہ جس انداز سے مصنف نے اس موضوع پر خامہ فرسائی کرتے ہوئے مختلف جمالیئین کے افکار کو پیش کیا اوران کا جائزہ لیا ہے وہ بہت اہم ہے۔علاوہ ازیں اس کتاب کا ''مقدمہ'' بذات خود نہایت اہمیت کا حامل ہے جو فلسفہ جمالیات کو سمجھنے میں بہت اہم کردار ادا کرتا ہے۔ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ فلسفہ جمالیات پر یہ ایک اہم اور نادر توضیحی کتاب ہے۔

زبان:

مجنوں گورکھپوری صاحب بنیادی طور پر اردو زبان وادب کے آدمی تھے یہی وجہ ہے کہ اُن کی زبان سنگلاخ اور خشک

نہیں۔اس میں ادبیت بھی ہے اور شائستگی بھی۔علاوہ ازیں ''جمالیات''ادب کا بھی موضوع ہے جس سے ادبی قارئین شناسائی رکھتے ہیں اسی لیے قائین اور طلبہ کے لیے اس کتاب کی زبان مشکل اور پیچیدہ نہیں۔بحیثیت مجموعی موضوع اور زبان دونوں حوالوں سے یہ اُردو کی فلسفیانہ کتب میں ایک نمایاں مقام رکھتی ہے۔ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے۔

''تخیل اور اس کی صورت آفرینیاں وائیکو کی رائے میں عقل کی دراندازیوں سے یک قلم آزاد ہیں۔عقل اس نقطہ کمال تک نہیں پہنچ سکتی جہاں تخیل ہمیشہ محو پرواز رہتا ہے۔اس میں شک نہیں کہ عقل بھی اسی نکتہ کمال تک پہنچنے کی کوشش کرتی رہتی ہے مگر پہنچنے سے پہلے وہ اس نقطے کو مٹا دیتی ہے۔''[۶]

☆☆☆☆☆

کتاب: ۱۴۷ قائداعظم لائبریری لاہور

روحِ عصر

مصنف: علی عباس جلالپوری

تخلیقات لاہور، پاکستان، اشاعت اول ۱۹۶۹ء، دوم ۱۹۷۹ء، سوم ۱۹۹۹ء

کل ابواب: ۱۱ (گیارہ) **کل صفحات:** ۲۰۸ (208)

موضوع:

کتاب کے ''پیش لفظ''میں فاضل مصنف کتاب کے عنوان ''روحِ عصر'' کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اس کا مطلب یہ ہے کہ جب ہم کسی تاریخی دور کے سیاسی، عمرانی، اقتصادی، علمی اور فنی عوامل و موثرات کا ذکر ایک واضح اور جلی رجحان یا اجتماعی رخ کی روشنی میں کریں گے تو ہم کہیں گے کہ یہ رجحان یا رخ اس تاریخی دور کی روح ہے۔روحِ عصر کی کسی مخصوص ترجمانی پر سب مفکرین کا متفق ہونا ضروری نہیں۔۔۔راقم نے روحِ عصر کے تصور کی روشنی میں تاریخ عالم کے مختلف ادوار کا جائزہ لینے کی کوشش کی ہے۔''[۷]

مصنف کے مندرجہ بالا اقتباس سے اس کتاب کا موضوع بہت حد تک واضح ہو جاتا ہے۔یعنی مصنف نے ہر دور کی فکری اساس کو اس کتاب میں سمونے کی کوشش کی ہے۔مصنف کا کہنا ہے کہ ہر دور کا اپنا ایک فکری رجحان ہوتا ہے اور یہی فکری رجحان (اس دور کی) ''روحِ عصر'' کہلاتا ہے۔اس کے اپنے اندر تضادات اور اختلافات ہو سکتے ہیں جس کی مثال دور جدید میں آئن سٹائن و فرائڈ اور ٹائن بی اور کارل مارکس کی دی ہے۔اول الذکر دونوں انسانی مستقبل کے متعلق مایوس جبکہ موخر الذکر دونوں پر امید ہیں لیکن اس کے باوجود ایک خاص رجحان ہر دور میں غالب رہتا ہے۔یہی غالب رجحان روح عصر کہلاتا ہے۔اس کے کتاب کے دس ابواب درحقیقت وہ دس ادوار ہیں جن کی فکر اور غالب تصورات کی وضاحت انہوں نے ان ابواب میں کی ہے۔''پیش لفظ''میں انہوں نے ہر تاریخی دور کے ساتھ اس کی مخصوص روح عصر کا بیان کر دیا ہے تا کہ قارئین کیلئے سہولت رہے۔

تاریخی اعتبار سے سماج اور معاشرے کے پس منظر میں انسان کے فکری ارتقاء کو سمجھنے کیلئے یہ کتاب اہمیت کی حامل ہے۔

زبان:

باعتبار زبان ''روحِ عصر'' کو تنقیدی و توضیحی علمی و فلسفیانہ کتب میں بلند مقام اور مرتبہ حاصل ہے۔اس میں مصنف نے ادق تاریخی، سماجی، مذہبی، سیاسی، فلسفیانہ، سائنسی اور معاشی افکار اور خیالات کو سہل اور سادہ انداز میں بیان کیا ہے۔اس کے ساتھ ساتھ اس میں ادبیت بھی پائی جاتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ دقیق علمی کتاب ہونے کے باوجود اس کے مطالعہ سے قاری ذہنی تھکاوٹ کا شکار نہیں ہوتا۔ایک اور اہم بات یہ کہ مصنف نے جو مشکل اصطلاحات استعمال کیں۔حواشی میں ان کی انگریزی دے دی ہے کیونکہ بسا اوقات اصطلاحات انگریزی میں بہترین ابلاغ کرتی ہیں بجائے اس کے کہ ان کا ترجمہ کر دیا جائے۔مثلاً

۱۔مابعد یخ زمانے (Post-Glacial)(ص۱۲) ۲۔مکعبیت (Cubism)(ص۱۹۱) وغیرہ

زبان کے حوالے سے کتاب میں سے ایک اقتباس نقل کیا جاتا ہے:

> ''اہل دانش نے ہمیشہ مروت، احسان، خدمت خلق اور مظلوم کی عملی ہمدردی میں مسرت قلبی کا راز ڈھونڈا اور پایا ہے۔لیکن فردیت کے یہ مبلغ اجتماعی ذمہ داریوں کو پس پشت ڈال کر مسرت کی جستجو کرتے ہیں اور جب اسے نہیں پا سکتے تو زندگی کو معنویت سے عاری سمجھنے لگتے ہیں۔انہیں اس بدیہی حقیقت کا احساس نہیں ہوتا کہ معنویت اور مسرت فرد کے ذہن وقلب کی گہرائیوں سے فوارے کے پانی کی طرح اچھل کر نمودار نہیں ہوتی بلکہ ایثار و قربانی اور اجتماعی فرائض کی ادائیگی سے زندگی میں معنویت پیدا ہوتی ہے۔''[۸]

☆☆☆☆☆

کتاب: ۱۴۸	لمز لائبریری (خالد اسحٰق کولیکشن) لاہور
روایاتِ فلسفہ	
مصنف: علی عباس جلالپوری	
خرد افروز جہلم، طبع اول ۱۹۶۹ء، طبع دوم ۱۹۸۹ء، طبع سوم ۱۹۹۲ء	
کل ابواب: ۸ (آٹھ)	**کل صفحات:** ۲۰۳ (203)

موضوع:

اس کتاب میں علی عباس جلالپوری نے مختلف فلسفیانہ مسائل کو عام فہم اور سادہ انداز میں بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔مقصد اس کا یہ ہے کہ عام قاری بھی ان پیچیدہ اور گنجلک فلسفیانہ موضوعات کو سمجھ سکے۔اس کے آٹھ ابواب میں بالترتیب، مادیت پسندی، مثالیت پسندی، نوفلاطونیت، تجربیت، ارادیت، ارتقائیت، جدلی مادیت اور موجودیت، آٹھ فلسفیانہ روایات یا تحاریک یا مکاتب فکر پر روشنی ڈالی گئی ہے جن کا مفہوم اور بنیادی موضوع بالکل واضح ہو جاتا ہے۔

زبان:

مصنف نے اس کتاب کو سلیس اور سادہ زبان میں لکھنے کی حتی الامکان کوشش کی ہے اور وہ اس میں کسی حد تک کامیاب بھی رہے۔ لیکن چونکہ فلسفیانہ زبان بہرحال بالکل عام اور سادہ نہیں ہوسکتی اس لئے اس میں فلسفیانہ وقار اور تمکنت بھی موجود ہے۔ باعتبار موضوع اور زبان یہ اردو کی تنقیدی فلسفیانہ کتب میں ایک قابل قدر مقام کی حامل کتاب ہے۔ زبان سے متعلق ایک پیراگراف نقل کیا جاتا ہے:

''ہم نے دیکھا کہ جدلیاتی مادیت پسندی کی رُو سے کائنات دو اشیاء پر مشتمل ہے، وجود جو اصل ہے اور فکر و خیال جو اس کی فرع ہے۔ اس نظریے کا اطلاق معاشرۂ انسانی پر کیا جائے تو معاشرے کے بنیادی احوال یا وسائل پیداوار کو وجود یا اصل سمجھا جائے گا اور سیاست، مذہب، اخلاق اور علوم و فنون اس کے فروع ہوں گے جو قدرتاً اپنے اصل سے وابستہ ہوں گے۔''[۹]

☆☆☆☆☆

کتاب: ۱۴۹ | لمز لائبریری (خالد اسحٰق کولیکشن) لاہور

وجودیت

مصنف: قاضی جاوید

مکتبہ میری لائبریری لاہور، پاکستان، طبع اوّل ۱۹۷۳ء

کل ابواب: ۸ (آٹھ)

کل صفحات: ۱۳۵ (135)

موضوع:

اس کتاب میں مصنف نے وجودی فلسفہ کے نمائندہ اکابرین کی مختصر سوانح اور اُن کے وجودی نظریات پر روشنی ڈالی ہے۔ اس میں کل آٹھ ابواب ہیں ہر باب میں ایک وجودی فلسفی کی مختصر سوانح اور افکار کا جائزہ لیا گیا ہے پہلے باب ''عقل کسبی'' میں سورن کرکیگارڈ، دوسرے باب ''عدمیت کا پیغمبر'' میں فریڈرک نطشے، تیسرے باب ''ہستی کا گڈریا'' میں مارٹن ہائیڈیگر، چوتھے باب ''میں خود سے ماروا ہوں'' میں کارل جیسپرز، پانچویں باب ''میں وجودی نہیں ہوں'' میں جبرئیل مارسل، چھٹے باب ''وجود جو ہر قدم پر مقدم ہے'' میں ژاں پال سارتر، ساتویں باب ''دنیا لغو ہے'' میں البرٹ کامیو اور آٹھویں و آخری باب ''اُمید کا ستارہ'' میں کولن ولسن کا ذکر اور اس کے افکار کا جائزہ ہے۔ نمائندہ وجودی فلسفیوں کی فکر اور فلسفہ وجودیت کو بحیثیت مجموعی جاننے اور سمجھنے کے لیے یہ کتاب ایک کلید کی حیثیت رکھتی ہے۔ مصنف قاضی جاوید کا اس کتاب متعلق یہ کہنا ہے کہ،

''اس کتاب میں وجودی فکر کے تاریخی ارتقاء اور اُس کے اساسی عقائد و مجمل مگر جامع انداز میں پیش کرنے کی سعی کی گئی ہے۔ جیسا کہ توقع کی جاسکتی ہے داخلیت پسند وجودی مفکرین کی تحریریں اُن کے شخصی تجربات کے حوالوں سے معمور ہیں۔ اسی بنا پر وجودی فلسفے کا ذکر کرتے ہوئے اس کے نمائندوں کی زندگی کے متعلقہ گوشوں کو بھی سامنے لایا گیا ہے۔''[۱۰]

زبان:

فلسفیانہ موضوعات پر قاضی جاوید کی دیگر کتب کی طرح اس کتاب کی زبان بھی براہِ راست اور رواں ہے۔ حالانکہ جن فلسفیوں کی فکر اور خیالات کو پیش کیا گیا وہ بہت مشکل پسند ہیں، لیکن قاضی جاوید نے انھیں اس طرح بیان کیا ہے کہ ادب اور فلسفے کی تھوڑی سی بوجھ اور ذوق رکھنے والے قارئین کیلئے کوئی مشکل پیش نہیں آتی۔ مغربی فلسفے سے متعلق تنقیدی و توضیحی کتب کے سلسلے میں یہ بنیادی اہمیت کی حامل کی کتاب ہے۔ زبان کے حوالے سے ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے۔

> ''چنانچہ خدا جب تخلیق کرتا ہے تو اُسے ٹھیک ٹھیک علم ہوتا ہے کہ وہ کیا تخلیق کر رہا ہے۔ پس خدا کے ذہن میں انسان کا تصور کاریگر کے ذہن میں چاقو کے تصور سے مشابہ ہے۔ خدا ایک خاص نہج اور تصور سے انسان کی تخلیق کرتا ہے بالکل ویسے ہی جیسے ایک کاریگر ایک خاص تعریف اور فارمولے کے مطابق چاقو بناتا ہے اس لحاظ سے ہر فرد واحد ایک مخصوص تصور کی عملی شکل ہے جو خدا کے ذہن میں پہلے سے موجود ہے۔''[۱]

☆☆☆☆☆

کتاب: ۱۵۰

قائداعظم لائبریری لاہور

فلسفے کے بنیادی مسائل

مصنف: قاضی قیصر الاسلام

نیشنل بک فاؤنڈیشن کراچی، پاکستان، اشاعت اوّل ۱۹۷۶

کل ابواب: ۲۱ (اکیس)

کل صفحات: ۵۹۷ (597)

موضوع:

اس کتاب میں قاضی قیصر الاسلام صاحب نے فلسفے کے بنیادی، دائمی اور اہم مسائل پر روشنی ڈال کر اُردو کے قارئین خصوصاً فلسفے کے طلبہ کیلئے ان مسائل کو آسان فہم بنانے کی کوشش کی ہے۔ یہ کتاب پانچ حصّوں میں منقسم ہے۔ حصّہ اوّل میں فلسفے کے ابتدائی بنیادی مباحث ہیں۔ اس میں دو ابواب میں ان مسائل پر سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے۔ حصہ دوم مابعد الطبیعیات سے متعلق ہے جو خاصا طویل ہے اس میں کل گیارہ ابواب ہیں جن میں وجود، نفس، روح، ذات، ذہن، جسم اور اُن کا تعلق، آزادی، ارادہ میکانیت اور غائیت، نظریہ تخلیق وارتقاء مابعد الطبیعیات کے ابطال جیسے موضوعات پر بحث کی گئی ہے۔ حصہ سوم ''علمیات'' سے متعلق ہے جس میں دو ابواب ہیں جن میں علم کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ حصہ چہارم فلسفہ اقدار و مذاہب کے حوالے سے ہے۔ اس میں کل چار ابواب ہیں جن میں نظریہ اقدار، وجود باری تعالیٰ، وجود باری تعالیٰ کا اثبات اور مذہب کے ابطال سے متعلق مباحث ہیں حصہ پنجم جو کہ آخری حصہ ہے اس میں اسلامی اور مسلمان حکماء کے مابعد الطبیعی تصورات و افکار پر روشنی ڈالی گئی ہے اس میں بھی چار ابواب ہیں جن میں علم کلام، تصوف، معقولین فلسفہ اور اقبال کے مابعد الطبیعی تصورات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

ہر فلسفیانہ موضوع، نظریہ اور تصور پر بحث کرتے ہوئے ان سے متعلق فلسفیوں کو بھی زیر بحث لایا گیا ہے۔

زبان:

قاضی صاحب کے اسلوب کی خاص بات یہ ہے کہ انہوں نے مشکل پیچیدہ اور ادق تصورات اور خیالات کو بھی آسان اور براہِ راست زبان میں بیان کردیئے ہیں اور سونے پر سہاگہ یہ ہے کہ ادبی شستگی اور چاشنی بھی برقرار رکھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ثقیل سے ثقیل مباحث میں بھی ان کی زبان سنگلاخ اور بے کیف نہیں ہوتی۔ یہ تمام لسانی اوصاف اس کتاب میں بھی بدرجہ اتم موجود ہیں۔ ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

> ''کانٹ کے نزدیک کسی فعل کی ذمہ داری ہم پر اس وقت تک عائد نہیں ہوتی جب تک ہمیں اس کے کرنے کا اختیار نہ ہو۔ جیسا کہ ڈی۔ آر سی کہتا ہے کہ ''اخلاقیات تلازم کے نظریہ کو تسلیم نہیں کرتی کیونکہ یہ نظریہ ذمہ داری کے تصور کو ختم کر دیتا ہے۔ اگر کوئی شخص اپنے ہر فعل میں کسی خارجی جبر یا تسلط کا شکار ہے تو پھر تعریف و تعذیر، قبولیت و غیر مقبولیت، جزا و سزا کی اپنی کوئی حقیقی بنیاد باقی نہیں رہ جاتی۔''[۱۲]

☆☆☆☆☆

کتاب: ۱۵۱ | قائداعظم لائبریری لاہور

موسیٰ سے مارکس تک

مصنف: سبط حسن

نیشنل پبلشنگ ہاؤس روالپنڈی، پاکستان، ۱۹۷۶ء

کل ابواب: ۲۴ (چوبیس) | **کل صفحات:** ۴۹۴ (494)

موضوع:

اس کتاب کے مصنف سید سبط حسن کارل مارکس اور اس کے فلسفے سے بہت متاثر تھے اور اس لیے سوشلزم اور کمیونزم کے دلدادہ بھی۔ اس کتاب کا موضوع بھی سوشلزم ہے بالفاظ دیگر یہ سوشلزم کی ایک مربوط تاریخ ہے۔ سبط حسن نے کارل مارکس کے حوالے سے لکھا ہے کہ سوشلزم کا تصور دو حصوں میں منقسم ہے ایک خیالی اور دوسرا سائنسی۔ خیالی سوشلزم وہ ہے جو قدیم فلسفیوں اور مصلحین کے ہاں پایا جاتا تھا اور جن کے تحت انہوں نے اپنے اپنے معاشروں میں تبدیلی لانے کی کوشش کی۔ اس ضمن میں سوشلزم کے اس تصور کے تانڈے مصنف حضرت موسیٰ اور مزدک تک ملا دیتے ہیں۔ سوشلزم کا دوسرا تصور جسے مارکس سائنسی سوشلزم کہتا ہے اس کے نظریات معاشرے سے معروضی طور پر اخذ کیے گئے اور اسی طرح ان کا حل پیش کیا گیا ہے۔ یہ کتاب اس لحاظ سے زیادہ دلچسپ اور اہم ہے کہ مصنف نے سوشلزم کے تانے بانے زمانہ قدیم سے ملانے کی کوشش کی اور دنیا کے بڑے انقلابات اور انقلابی تصورات کے تناظر میں اسے دیکھا۔ مصنف نے اس تاریخ کو قدیم دور موسوی سے لیکر اینگلز پر ختم کیا ہے۔

مصنف نے اس کتاب کی تمہید میں سوشلزم کو فلسفہ حیات، زندہ حقیقت اور عالمگیر قوت قرار دیا۔ فاضل مصنف نے جب یہ بات لکھی اُس وقت واقعی سوشلزم بام عروج پر تھا لیکن بیسویں صدی کے آخر سے اب تک یہ مسلسل رو بہ زوال ہے جس تیزی سے کارل مارکس کے سوشلزم کے تصور نے دینا کی فکر کو متاثر کیا اور اپنی گرفت میں لیا اُسی تیزی سے اب معدوم ہو رہا ہے۔ اس تصور اِنقلاب اور اس کے نتیجے میں قائم ہونے والی عظیم اشترا کی مملکت سوویت یونین پارہ پارہ ہو چکی ہے جسے سوشلزم کی ایک مثالی (Roll Model) مملکت سمجھا جاتا تھا۔ اب سوال یہ ہے کہ آیا مارکس کے فلسفے میں کہیں کوئی کجی تھی (جسے ایک مدت تک الہامی تصور کے طور پر اہمیت دی جاتی رہی) یا پھر اس کا اطلاق کرنے والوں نے کہیں غلطی کی۔ بہر حال سوشلزم، کمیونزم اور تاریخی مادیت کے فلسفے اور اس کے پس منظر کو سمجھنے کیلئے یہ کتاب بنیادی اہمیت کی حامل ہے۔

زبان:

سوشلزم اور کمیونزم کے تصورات چونکہ ہمارے ادب میں بھرپور محرک کا کردار ادا کرتے رہے اس لیے اُردو قارئین کے لیے ایسی تحریریں چنداں مشکل نہیں جن میں ان تصورات پر بحث ہو۔ سبط حسن خود بھی ایک صاحب طرز مصنف کے طور پر جانے جاتے ہیں انہوں نے جس طرح قدیم تہذیبوں، ثقافتوں اور معاشروں کی تفصیلات کو اُردو میں ایک دلفریب پیرائے میں بیان کیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ زبان و بیاں کے حوالے سے مصنف کی یہ کتاب بھی بہت اہمیت کی حامل ہے جس میں انھوں نے قدیم و جدید فلسفیوں کے نظریات کو دلکش، براہ راست اور سادہ اسلوب میں کرنے کی کوشش کی۔ اس لیے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ موضوع اور زبان و بیاں دونوں حوالوں سے یہ ایک اہم کتاب ہے۔ زبان کے حوالے ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

> ”ری پبلک کی تمام خامیوں اور خیالی منصوبہ بندیوں کے باوجود ہم افلاطون کی عظمت سے انکار نہیں کر سکتے کیونکہ افلاطون نے اپنے معاشرے کی بنیادی خرابیوں پر غور کیا، ان خرابیوں کے اسباب وعلل دریافت کرنے کی کوشش کی اور پھر معاشرے کی اصلاح کا ایک باضابطہ منصوبہ بنایا۔“ ۱۳۱

☆☆☆☆☆

کتاب: ۱۵۲ | قائداعظم لائبریری لاہور

جدیدیت کی فلسفیانہ اساس

مصنف: شمیم حنفی

مکتبہ جامعہ نئی دہلی لمیٹڈ دہلی، ہندوستان، ۱۹۷۷ء

کل ابواب: ۴ (چار) | **کل صفحات:** ۴۰۰ (400)

موضوع:

یہ کتاب دراصل شمیم حنفی صاحب کے ڈی۔ لٹ کے مقالے پر مبنی ہے اس میں جدیدیت کو اُردو شاعری کے تناظر میں دیکھا

اور پر کھا گیا ہے۔اس کے دو حصّے ہیں پہلے حصّے میں جدیدیت کو بحیثیت فکر موضوع بحث بنایا گیا ہے۔علاوہ ازیں اس کے تاریخی اور فلسفیانہ پس منظر پر بھی تفصیلاً روشنی ڈالی گئی ہے۔یہ کتاب اسی پہلے حصّے پر مشتمل ہے اسی لیے اسے ہم نے فلسفیانہ کتب میں شامل کیا ہے۔جدیدیت،اس کے تاریخی پس منظر اور اُسکے فلسفیانہ پہلوؤں کو جاننے اور سمجھنے کیلئے یہ کتاب بنیادی حیثیت کی حامل ہے۔

زبان:

یہ کتاب چونکہ ادبی تحقیق اور تنقید کے دائرہ کار میں آتی ہے لیکن اس کا موضوع فلسفیانہ ہے۔اس لیے اس کی زبان خالصتاً فلسفیانہ نہیں ہے۔صرف اصطلاحات اور تاریخی حوالہ جات کے ضمن میں تھوڑی سی مشکل آتی ہے۔بحیثیت مجموعی کتاب کی زبان سادہ،براہ راست اور کہیں کہیں ادبیت سے مزین بھی ہے اس مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے۔

> ”فرد انسان یا آدمی کی نفی نہیں کرتا۔فرد بحیثیت انسان دوسروں اور دوسری حقیقتوں سے اپنے روابط کو نظر انداز نہیں کرسکتا نہ اُسے بحیثیت آدمی اپنی جبلتوں سے چھٹکارا مل سکتا ہے۔لیکن تمام بیرونی رشتوں کو نبھانے کے بعد بھی وہ سمجھتا ہے کہ اصل مسئلہ اپنے ساتھ نباہ کا ہے۔“ [۱۱]

☆☆☆☆☆

کتاب: ۱۵۳

فلسفۂ جدید کے خدوخال

مرتب: پروفیسر خواجہ غلام صادق

شعبہ فلسفہ پنجاب یونیورسٹی لاہور، پاکستان، ۱۹۷۸ء

کل ابواب: ۱۵ (پندرہ) **کل صفحات:** ۴۴۶ (446)

موضوع:

یہ کتاب شعبہ فلسفہ پنجاب یونیورسٹی کے معروف استاد جناب خواجہ غلام صادق نے مرتب کی۔اس کو مرتب کرنے کا مقصد یہ تھا کہ فلسفہ کے کچھ قدیم وجدید موضوعات اور مباحث پر آسان فہم مقالے تحریر کروا کے یا پہلے موجود مقالات کو کتابی صورت دی جائے تاکہ فلسفے کے طلبہ اور فلسفہ کا ذوق رکھنے والے قارئین اس سے استفادہ کرسکیں۔اس مقصد کے تحت خواجہ صاحب نے اپنے عہد کے نامور اساتذہ مفکرین اور فلسفہ کے اساتذہ کے مقالات کو شامل کیا۔

زبان:

ان تمام مقالات کی زبان خالص فلسفیانہ اور علمی ہے۔چونکہ یہ مقالات فلسفہ سے منسلک اکابرین نے لکھے ہیں اس لئے ان کی زبان بھی دقیق اور سپاٹ ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں مفہوم کا ابلاغ نہیں ہوتا۔

☆☆☆☆☆

کتاب: ۱۵۴ | قائداعظم لائبریری لاہور

جدیدیت

یا

(مغربی گمراہیوں کی تاریخ کا خاکہ)

مصنف: محمد حسن عسکری

نقوش پریس لاہور، پاکستان، ۱۹۷۹ء

کل ابواب: ۱۳ (تیرہ) | **کل صفحات:** ۱۳۵ (135)

موضوع:

یہ کتاب بنیادی طور پر مغرب کے مادی، لادینی اور نام نہاد فکر و فلسفہ پر کڑی تنقید ہے۔ علاوہ ازیں یہ کتاب دین و مذہب کی حمایت میں ایک سند کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ کتاب دو مقالوں کو یکجا کر کے ایک کتاب کی صورت میں لائی گئی ہے۔ باالفاظ دیگر یہ کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے پہلے حصے میں یورپ کی ذہنی تاریخ یا اس کے فکری زوال کا مختصر خاکہ پیش کیا گیا ہے جبکہ دوسرے حصے میں مغربی تصورات میں پائی جانے والی غلطیوں، جنہیں مصنف گمراہیاں کہتے ہیں، کی فہرست پیش کی گئی ہے۔ میرے ذاتی نقطۂ نظر کے مطابق یہ جدید علم الکلام کی نمائندہ کتاب قرار دی جا سکتی ہے۔ اس ضمن میں کتاب کے ''پیش لفظ'' سے ڈاکٹر محمد اجمل کا مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

> ''عسکری صاحب نے یہ دونوں کتابیں ان لوگوں کے لئے لکھی ہیں جو دینی تعلیم و تعلم میں اس قدر منہمک ہیں کہ انہیں مغرب کی علمی تحریکوں کے مطالعے کا موقع نہیں ملتا۔ مطالعے کی اس کمی کی وجہ سے وہ دینی معاملات میں مغرب زدہ ذہن کے ساتھ مناظرے یا مباحثے میں ان کے سوالوں یا اعتراضوں کا صحیح جواب نہیں دے سکتے۔ مغرب کی تحریکوں میں دین کے متعلق جو غلطیاں پنپ رہی ہیں عسکری صاحب نے ان کتابوں میں ان کا ازالہ کر دیا ہے اور جس جامعیت اور سادگی کے ساتھ کیا ہے اس کی مثال اردو میں نہیں ملتی۔''[۱۵]

زبان:

زبان کے حوالے سے بھی یہ کتاب نہایت اہم ہے۔ اس کتاب کی اشاعت سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ اردو زبان ارتقائی منازل طے کر کے اس مقام تک پہنچ چکی ہے جہاں وہ ادق اور پیچیدہ علمی و فلسفیانہ مسائل کو (اپنے) انتہائی آسانی سے بیان کر سکتی ہے۔ عسکری صاحب کا شمار اردو کے صاحب طرز ادیبوں میں ہوتا ہے۔ ان کا اسلوب ذرا پیچیدہ ہے لیکن یہاں عسکری صاحب کا اسلوب حیرت انگیز طور پر سادہ، سہل اور براہ راست ہونے کے ساتھ ساتھ شستہ اور ادبی بھی ہے۔ زبان کے حوالے سے ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

''ارسطو نے اس بات پر بہت زور دیا ہے کہ انسانی ذہن تصویروں کی مدد سے سوچتا ہے یعنی اس نے فکر اور تخیل کو ایک کر دیا ہے۔ یہ اسی کا اثر ہے کہ آج مغرب ''عقل کلی'' کا مطلب تک نہیں سمجھتا اور مجرد فکر کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔''[۶]

☆☆☆☆☆

کتاب: ۱۵۵ — قائد اعظم لائبریری لاہور

اخلاقیات

مصنف: سی۔اے قادر

مجلس ترقی ادب لاہور، پاکستان، طبع چہارم ۱۹۸۰ء

کل ابواب: ۲۰ (بیس) — **کل صفحات:** ۳۲۰ (320)

موضوع:

''اخلاقیات'' ابتدا ہی سے فلسفہ کی ایک اہم شاخ رہا ہے۔ اُردو زبان میں مغربی فلسفہ اخلاقیات کے موضوع پر اب کافی کتابیں پائی جاتی ہیں جو قدیم یونانی وجدید مغربی فلسفہ اخلاقیات پر طلبہ کی رہنمائی کر سکیں۔ اخلاقیات پر کئی کتب کے تراجم ہوئے لیکن وہ ایک خاص دور اور علاقے تک محدود رہے اور ان کی اشاعت نو پر توجہ نہیں دی گئی لیکن یہ کتاب فلسفہ و نفسیات کے معروف اسکالر اور اُستاد جناب سی اے قادر نے طلبہ کی نصابی ضرورتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے تصنیف کی۔ اس ضمن میں ان کے اپنے بیان کو نقل کرنا بہتر سمجھتا ہوں۔

''اخلاقیات کے موضوع پر زیر نظر کتاب بی۔اے آنرز کے نصاب کو سامنے رکھ کر لکھی گئی ہے اور چونکہ اس نصاب میں میکنزی اور للی کی کتابیں شامل ہیں اس لیے نہ صرف ان کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے بلکہ دوسرے بڑے اخلاقی مفکرین کے خیالات بھی جا بجا پیش کیے گئے ہیں----

---کوشش کی گئی ہے کہ کتاب میں جدید نظریات کا تعارف کسی قدر تفصیل سے کرایا جائے اور جو تبدیلیاں اخلاقی زاویوں میں پیدا ہو چکی ہیں انھیں سپرد قلم کیا جائے-----

اس کتاب اگر چہ ایسی کوئی چیز نہیں جسے کسی طرح بھی جدت قرار دیا جا سکے، تاہم اتنی بات پورے اعتماد کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ اخلاقیات کے نامور مفکرین کے خیالات کو اُردو زبان میں پیش کرنے کی یہ پہلی کوشش ہے۔''[۷]

زبان:

یہ کتاب چونکہ فلسفے کے طلبہ کی نصابی ضرورتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے لکھی گئی اس لیے اس کی زبان فلسفہ اخلاق کی دیگر کُتب کی نسبت قدرے آسان ہے لیکن کسی بھی فلسفے کی کتاب کا بالکل بھی سلیس زبان میں ہونا ممکن نہیں 'فلسفۂ اخلاق کی اصطلاحات کے علاوہ زبان صاف اور براہ راست ہے اگر ان اصطلاحات سے شناسائی ہو تو مفاہیم کو سمجھنا چنداں دشوار نہیں۔ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ زبان اور موضوع دونوں حوالوں سے یہ کتاب اُردو کے تنقیدی و توضیحی فلسفیانہ ذخیرہ کتب میں اہم کتاب کی

حیثیت سے جگہ پاتی ہے۔زبان کے حوالے سے ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے۔

''اخلاقی ارتقاء اور حیاتیاتی ارتقاء میں بڑا فرق ہے۔ہکسلے لکھتا ہے: اخلاق ایسے کردار کا متقضی ہے جو ہر اعتبار سے اس کامیابی سے مختلف ہے جو تنازع للبقا کی وجہ سے حاصل ہوتی ہے اس کا رجحان بقائے اصلح کی جانب نہیں، اس کا منشا تو یہ ہے کہ تمام ممکن ذرائع سے جس قدر افراد بچ سکیں انھیں بچایا جائے۔حیاتیاتی ارتقاء میں ضعیفوں اور کمزوروں کے لیے کوئی جگہ نہیں لیکن اخلاق کا تقاضا ہے کہ غریبوں اور کمزوروں کی مدد کی جائے اور انہیں اُبھارا جائے۔''۱۸

☆☆☆☆☆

کتاب: ۱۵۶ | قائداعظم لائبریری لاہور

فلسفہ جدید اور اُس کے دبستان

مصنف: سی۔اے قادر

مغربی پاکستان اُردو اکیڈیمی، لاہور، پاکستان طبع اوّل ۱۹۸۱ء

کل ابواب: ۸ (آٹھ) | **کل صفحات:** ۲۴۲ (242)

موضوع:

اس کتاب میں فاضل مصنف نے کچھ جدید فلسفیانہ رجحانات نظریات اور تصورات پر روشنی ڈالی ہے۔ان میں حقیقت (Realism)، تصوریت (Idealism)، وجودیت، لسانی فلسفہ، فلسفہ نتائجیت، فلسفہ وحدانیت اور جدلیاتی مادیت وغیرہ اہم ہیں۔یہ کتاب بنیادی طور پر فلسفے کے طالب علموں کے لیے ہے لیکن فلسفیانہ ذوق رکھنے والے قارئین بھی اس سے بھرپور استفادہ کر سکتے ہیں۔مصنف سی اے قادر کتاب کے مختصر دیباچے میں اس کتاب کے متعلق یوں لکھتے ہیں۔

''پرانے اور نئے فلسفے میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔نہ صرف یہ کہ طریق کار بدل گیا ہے، موضوعات بھی بدل گئے ہیں۔لیکن اس انقلاب سے بہت کم لوگ واقف ہیں۔لہٰذا اس مانوگراف میں فلسفہ جدید اور اس کے دبستانوں کا ذکر بڑے مختصر لیکن بڑے محتاط طریقے پر کیا گیا ہے۔اس کا منشا فلسفہ جدید کو اس پیرایہ میں بیان کرنا تھا جس سے عام قاری کے علاوہ یونیورسٹیوں اور کالجوں کے طلباء بھی استفادہ کر سکیں۔''۱۹

زبان:

یہ کتاب چونکہ طلبہ اور عام قارئین کے لئے لکھی گئی اس لئے اس کی زبان بہت حد تک سادہ، آسان فہم اور براہ راست ہے یعنی مصنف نے جہاں تک ممکن ہوسکا عام فہم زبان استعمال کرنے کی کوشش کی۔اس کے باوجود کہیں کہیں اصطلاحات ناگزیر تھیں جن کی وجہ سے مفہوم کا ابلاغ مشکل ہوگیا ہے لیکن فلسفے کی کتاب میں ایسا ہونا ایک فطری امر ہے۔زبان کے حوالے سے ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

''وٹگنسٹائن کے فلسفہ کا مقصد روزمرہ کی زبان کو ہر قسم کے الجھاؤ ابہام اور ذومعنویت سے پاک کرنا تھا اور جن التباسات

میں پرانے فلسفی پھنسے ہوتے تھے ان سے انھیں آزاد کرانا تھا ــــــ یہاں مختصر بیان کیا جائے گا کہ وٹگنسٹائن کا سارا فلسفہ منفی نظر آتا ہے۔ کیونکہ اس کا مقصد تخریبی ہے۔ یہ پرانے فلسفوں کو لسانی الجھنوں میں پھنسا ہو دیکھتا ہے اور اُن کے التباسات کو اُجاگر کرتا ہے۔" ۱۰۰

☆☆☆☆☆

کتاب: ۱۵۷ — قائدِ اعظم لائبریری لاہور

مارکس کا تصورِ بیگانگی

مصنف: صفدر میر

مکتبۂ دانیال کراچی، پاکستان، ۱۹۸۵ء

کل ابواب: ۱ (ایک) — **کل صفحات:** ۴۸ (48)

موضوع:

یہ کتاب دراصل صفدر میر صاحب کے ایک مقالے پر مشتمل ہے جو انہوں نے ۱۹۸۳ میں 'مارکس یادگار کمیٹی' کی فرمائش پر لکھا تھا جو بعد میں مختصر کتاب کی صورت میں چھپا جیسا کہ عنوان سے واضح ہے کہ صفدر میر صاحب نے اس مقالے میں مارکس کے تصّورِ بیگانگی کو مختصراً لیکن جامع انداز سے واضح کرنے کی کوشش کی ہے اس ضمن میں 'سبطِ حسن' صاحب کے "تعارف" سے ایک مختصر اقتباس درج کرنا بہتر ہوگا:

> "بیگانگی یا مغائرت نفسیات کی پرانی اصطلاح ہے۔ اس سے مراد تشخص ذات کا زیاں ہے یعنی حالاتِ زندگی سے پیدا ہونے والی وہ ذہنی کیفیت جس کی وجہ سے انسان دوسرے انسانوں سے اپنے معاشرتی ماحول کو حتیٰ کہ خود اپنی قوت، محنت اور محنت کی پیداوار کو بیگانہ اور غیر سمجھنے لگتا ہے۔
>
> ـــ صفدر میر کے بقول بیگانگی کا تصور ازمنہ وسطیٰ میں مغرب و مشرق کے صوفیوں اور متکلمین میں نو افلاطونی فلسفے کی راہ سے آیا ــــــ بیگانگی کا تصور ہمارے پورے ازمنہ وسطیٰ کے کلچر اور شاعری کا امتیازی وصف ہے ــــــ صفدر میر نے مولانا رُوم اور شیخ الاکبر ابن العربی کو اور مسلمان صوفیہ کی بیگانگی سے ملتی جلتی اصطلاحوں کو بطور سند پیش کیا ہے، البتہ ان کو اعتراف ہے کہ بیگانگی کے جدید تصور سے (باستثنا اقبالؔ) ہم ہنوز نا آشنا ہیں ـــ
>
> ـــ بیگانگی کے جدید تصور کے ضمن میں صفدر میر، جرمن فلسفیوں، کانٹ اور فشطے سے ابتدا کرتے ہیں اور پھر ہیگل اور فیور باخ نے بیگانگی کو جس پہلو سے دیکھا اور اس میں جو اضافے اور ترمیمیں کیں اُن پر تفصیل سے تبصرہ کرتے ہیں کیونکہ مارکس ان دونوں فلسفیوں سے بہت متاثر تھا، البتہ اُس نے ان کے تصورِ بیگانگی کو یکسر نئے معنی دیئے ہیں اور اس سے نئے نتائج اخذ کیے ہیں۔" ۱۰۱

یہ مختصر ترین کتاب اپنے موضوع کے اعتبار سے اُردو کی گراں قدر کتابوں میں شمار کی جاسکتی ہے۔ اس سے نہ صرف "بیگانگی" کی اصلاح اور اسکے تاریخی پس منظر کا پتہ چلتا ہے بلکہ کارل مارکس کے تصورِ انقلاب میں اس فلسفے کی اہمیت و کردار کا بھی بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔

زبان:

صفدر میر صاحب بنیادی طور پر زبان و ادب کے آدمی تھے فلسفے کے نہیں لیکن ان کے فلسفے کا مطالعہ بھی بہت وسیع تھا۔ چونکہ وہ نظریاتی طور پر کارل مارکس کے انقلابی نظریات اور کیمیونزم سے متاثر تھے اس لیے وہ کارل مارکس کے نظریات پر گہری نظر رکھتے تھے اور پھر ان کا مذہب و فلسفہ کا تقابلی مطالعہ بھی وسیع تھا۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اتنے دقیق موضوع کو ایسے سہل انداز میں بیان کردیا ہے کہ قاری بغیر ذہنی مشقت اور ریاضت کے اس کو نہ صرف سمجھ سکتا ہے بلکہ اپنے دماغ میں بھی بٹھا سکتا ہے۔اس کی تفہیم کے لیے محض چند اصطلاحوں سے واقف ہونا ضروری ہے جن سے علمی ذوق رکھنے والے اکثر قارئین ہوتے ہی ہیں۔

زبان کے حوالے سے ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

> ''فشٹے کے بعد ہیگل (۱۷۷۰-۱۸۳۰) نے بیگانگی کے عینی تصور کو وسعت دی۔اُس نے انسانی انا اور غیر انا (یعنی فطرت) کی ارتقائی کیفیت پر اپنے عینی جدلیاتی نظام کی بنیاد رکھی اور اس ارتقاء کے اصولوں کی تعیین کی۔''۲۴۲

☆☆☆☆☆

کتاب: ۱۵۸ — جی۔سی یونیورسٹی لائبریری لاہور

وجودیت

(تعارف وتنقید)

مصنف: فریدالدین

نگارشات لاہور، پاکستان، ۱۹۸۶ء

کل ابواب: ۴ (چار) — **کل صفحات:** ۸۴ (84)

موضوع:

یہ مختصر کتاب فلسفہ وجودیت کے تعارف، تاریخی پس منظر اور اس کے اہم موضوعات کے بیان پر مبنی ہے۔اس کتاب میں فاضل مصنف نے وجودی فلسفہ سے متعلق صرف چار فلسفیوں کے افکار کو زیر بحث لائے ہیں جن کے نام کرکیگارڈ، نطشے، ہائیڈیگر اور سارتر ہیں۔ مصنف کا خیال ہے کہ وجودی فلسفے کے یہی چار بہترین ترجمان ہیں۔اس کتاب کے حوالے سے مصنف کے اپنے الفاظ یہ ہیں:

> ''اس مختصری کتاب میں میں نے قارئین کو فلسفہ وجودیت سے متعارف کرانے کی کوشش کی ہے، مجھے اس بات کا اعتراف ہے کہ وجودی فلسفہ اتنا پیچیدہ، دقیق اور ہمہ گیر ہے کہ اس مختصری کتاب میں اُسکے تمام پہلوؤں کو سمیٹ لینا میرے بس کی بات نہیں لیکن پھر بھی میری کوشش یہ رہی ہے کہ قارئین کم از کم اس فلسفہ کے بنیادی نکات سے واقف ہو جائیں۔''۲۴۳

زبان:

اس کتاب میں مصنف فریدالدین نے وجودی فلسفہ سے متعلق دقیق مباحث کو ممکن حد تک آسان، سہل اور براہ راست

زبان میں بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔اوراس میں وہ کسی حد تک کامیاب بھی رہے ہیں۔فلسفۂ وجودیت کے بہت سے مخفی، دقیق اور مشکل پہلو اس کتاب کی زبان کی بدولت قاری کیلئے قابل فہم اور آسان ہوگئے ہیں۔زبان کے حوالے سے ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے۔

''اب فلسفہ کا کام بقول مارکس یہ ہونا چاہیے کہ وہ فرد کی ان طبعی اور امکانی قوتوں کو اُبھارے جن کی مدد سے وہ ایک ایسے انسانی معاشرے سے قریب تر ہوسکیں جہاں غیر انسانی اور غیر روحانی قوتیں سرمایہ اور ذاتی ملکیت کی صورت میں اس کی داخلیت پر ضرب کاری نہ لگاسکیں۔''[۲۴]

☆☆☆☆☆

کتاب: ۱۵۹ — نور لائبریری (خالد اسحٰق کولیکشن) لاہور

لامذہبی دور کا تاریخی پس منظر

مصنف: مولانا محمد تقی امینی

نفیس اکیڈمی کراچی، پاکستان، ۱۹۸۷ء

کل ابواب: ۵ (پانچ) — **کل صفحات:** ۱۷۵ (175)

موضوع:

یہ کتاب موضوع کے اعتبار سے انتہائی اہم ہے۔اس میں مولانا محمد تقی امینی نے مغرب میں نشاۃ ثانیہ، صنعتی انقلاب اور سائنسی ترقی کے بعد مذہب کو عملی زندگی سے نکال کر محض چرچ میں دینے کے بعد کے لامذہبی دور کے تاریخی پس منظر کا فکری جائزہ لیا ہے۔اس میں انہوں نے سارے مغربی فلسفے اور اس کے فکری ارتقاء کا بھرپور تجزیہ پیش کیا ہے۔پہلے باب میں انہوں نے قرآن پاک میں بیان کئے گئے سابقہ مذاہب اور ان کے اثرات پر روشنی ڈالی ہے۔اس کے بعد انہوں نشاۃِ ثانیہ سے قبل مذہب کے حالات بیان کئے پھر نشاۃ ثانیہ کی تحریک اور اس تحریک میں اسلامی اثرات کا جائزہ لیا ہے۔اس کے بعد انہوں نے تمام نامور مغربی فلسفیوں اور فلسفیانہ مکاتب فکر اور جدید نظریات مثلاً نظریہ قومیت، فطرت، آزاد خیالی، عقلیت پرستی، نظریہ ارتقاء، نظریہ جبلت، نظریہ جنسیت اور اشتراکیت پر فکری بحث کی ہے۔کارل مارکس اور لینن کی مذہب مخالف فکر کا تجزیہ کرتے ہوئے انہوں نے آخر میں حقیقی مذہب کی اہمیت پر روشنی ڈالی ہے۔بالفاظ دیگر یہ جدید علم الکلام پر نہایت اہم کتاب ہے جس میں مغربی، لامذہبی فکر کا تجزیہ کرتے ہوئے حقیقی مذہب کی اہمیت کو اجاگر کیا گیا ہے۔اس ضمن میں مصنف کا اپنا بیان قابل غور ہے:

''اس کتاب میں لامذہبی دور کی اجمالی تاریخ بیان کی گئی ہے تاکہ اس کے ذریعہ مذہب کی نشاۃ ثانیہ کی نوک پلک درست کرنے میں سہولت ہو۔چونکہ نئے دور کا آغاز اور لامذہبی نظریات کے فروغ کا زیادہ تعلق یورپ سے وابستہ ہے اس لئے وہیں کے حالات بیان کرنے پر اکتفا کیا گیا۔''[۲۵]

اس کتاب میں چونکہ زیادہ تر مغرب کے فلسفیانہ وفکری نظریات زیر بحث آئے ہیں س لئے ہم نے اسے مغربی فلسفہ سے متعلق

تنقیدی و توضیحی کتب کے ذیل میں شامل کیا ہے۔

زبان:

جہاں تک اس کتاب کی زبان کا تعلق ہے تو اعلیٰ پائے کی علمی زبان ہونے کے ساتھ ادبیت سے بھرپور ہے۔ مشکل اور دور از کار اصطلاحات اور تراکیب بہت کم ہیں حالانکہ موضوع خشک اور خالصتاً فلسفیانہ ہے۔ اس کتاب کی زبان اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ خالص فلسفیانہ افکار کو کس قدر شگفتگی اور سلیقے سے اردو میں بیان کیا جا سکتا ہے۔ فلسفیانہ موضوعات پر موضوع اور زبان دونوں حوالوں سے یہ ایک بہترین کتابوں میں سے ایک ہے۔ اس ضمن میں ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

> ''چنانچہ نظریہ قومیت کی رہنمائی میں نئی زندگی کا کارواں آگے بڑھا اور مذہب سیاست کا آلۂ کار بن کر محض تسکین نفس اور آرائش محفل کے لئے باقی رہ گیا۔ اسی قسم کے مذہب کو ڈاکٹر ''مرسیر'' (فلسفۂ جذبات کے ماہر) نے کوئی اہمیت نہیں دی ہے اور کہا ہے کہ ''جذبۂ مذہبیت'' محض آرائش و تکلفات کا کام دیتا ہے اور جماعت کیلئے کوئی افادی حیثیت نہیں رکھتا ہے۔''۲۶

☆☆☆☆☆

کتاب: ۱۶۰ — جی۔سی یونیورسٹی لائبریری لاہور

تاریخ کا نیا موڑ

مصنف: علی عباس جلالپوری

تخلیقات لاہور، پاکستان، طبع اول ۱۹۸۷ء، دوم ۱۹۹۹ء، سوم ۲۰۰۲ء

کل ابواب: ۹ (نو) — **کل صفحات:** ۱۸۳ (183)

موضوع:

فاضل مصنف علی عباس جلالپوری نے کتاب کی ابتدا میں کوئی تعارف، مقدمہ، پیش لفظ یا دیباچہ نہیں لکھا جس سے اس کتاب کے موضوع یا اس کے تحریر کرنے کے مقصد آ گاہی حاصل ہو سکے۔ کتاب کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ اس کا موضوع انقلاب روس ہے۔ اس ضمن میں ان محرکات، نظریات اور فلسفیانہ افکار پر بحث کی گئی ہے جن کی بنیاد پر ''انقلاب روس'' برپا ہوا۔ انہوں نے ''انقلاب روس'' کی روح یعنی اشتراکیت پر بھی سیر حاصل بحث کر کے معاشرے اور اس کے تعلق کو واضح کیا ہے۔ پہلے دو ابواب میں انہوں نے اس کے تاریخی اور فکری تناظر کا جائزہ لیا ہے۔ ان دونوں ابواب میں انہوں انسان کے تاریخی اور فکری ارتقاء کو مختصراً بیان کرتے ہوئے ازل سے جاری معاشرے میں انسان کی طبقاتی کشمکش کا ذکر کیا ہے۔ اس کے بعد اشتراکی فلسفے کے بانی کارل مارکس اور اس کے فلسفے کے ماخذ جدلیاتی مادیت کے ابواب ہیں۔ اس کے علاوہ ''انحرافات'' نامی باب میں انہوں نے کارل مارکس کے فلسفے پر بے جا تنقید اور اس میں بلا جواز ترامیم اور اس کے رد قبول پر کڑی تنقید کرتے ہوئے اس کے

فلسفے کو ایک مکمل فکری نظام قرار دیا ہے۔اس کے بعد لینن اور ماوزے تنگ دو الگ الگ ابواب ہیں جس میں انہوں نے بیان کیا ہے کہ کس طرح ان دونوں نے کارل مارکس کے انقلابی فلسفے کو روس اور چین میں عملی انقلاب کا جامہ پہنا کر اشتراکی نظام کو عملاً نافذ کیا۔ آخری دو ابواب ''اشتراکی معاشرہ'' اور ''اشتراکیت اور سامراج'' میں انہوں نے اشتراکی نظام کی کامیابی کی تصویر کشی کی ہے اور روس میں اشتراکی نظام کے تحت ہونے والی ترقی کا ذکر کیا ہے۔نیز اس کا تقابل دنیا کے دوسرے ترقی یافتہ معاشروں سے کیا ہے۔ علاوہ ازیں انقلاب کی مختصر کہانی اور سرخ فوج کی عالی ہمتی اور جرأت و بہادری کا بیان بھی ہے۔اس کتاب کے موضوع سے ایک بات واضح ہوتی ہے کہ مصنف ''انقلاب روس'' اور چائنہ کے انقلاب کو ''تاریخ کا نیا موڑ'' قرار دیتے ہیں۔ان کا خیال ہے کہ کارل مارکس کے نظریات کی بنیاد پر برپا ہونے والا یہ اشتراکی انقلاب انسانی تاریخ کا رخ موڑ دے گا بلکہ موڑ دیا ہے۔ان کے نزدیک یہ نظام ایک مکمل اور جامع ہے جس میں کوئی جھول یا سقم موجود نہیں۔علاوہ ازیں وہ اشتراکیت کی بنیاد پر تشکیل پانے والے معاشروں (مثلاً روس) کو ایک مثالی معاشرہ بنا کر پیش کرتے ہیں۔اس کتاب کی پہلی اشاعت جب منظر عام پر آئی تو بلاشبہ روس اور اشتراکیت اوج کمال کو چھو رہے تھے۔لیکن ۱۹۹۱ء میں سوویت یونین ٹوٹ گیا اس کی وحدت پارہ پارہ ہوگئی اور سرمایہ دارانہ نظام کے سامنے روس کا اشتراکی نظام چاروں شانے چت ہوگیا۔اس کی کتاب کی چوتھی اشاعت آنے تک (۲۰۰۴) امریکہ کے مقابلے میں روس کی طاقت ختم ہو چکی تھی اور سرمایہ دارانہ نظام کا علمبردار امریکہ تن تنہا خود کو سپر پاور سمجھتا ہے۔اس کتاب کا براہِ راست موضوع تو فلسفہ نہیں لیکن یہ فلسفہ کی اہم شاخ مادی و تاریخی جدلیت کے بطن سے پھوٹنے والے اشتراکی نظام اور اس کے عملی اطلاق اور اس کے نتیجے میں تشکیل پانے والے معاشرے سے بحث کرتی ہے نیز اردو میں فلسفہ کی تنقیدی کتاب ہے اس لئے ہم اس کو فلسفیانہ کتب کی فہرست میں شامل کرتے ہیں۔یہ کتاب کارل مارکس کے فلسفے کی تفہیم اور سرخ انقلاب کے محرکات کو بیان کرتی ہے۔

زبان:

اس کتاب کی زبان صاف، سادہ اور مشکل و ادق اصطلاحات سے پاک ہے۔جن قارئین نے ترقی پسند ادب کا مطالعہ کیا ہے ان کے لئے اس کتاب کی تفہیم اور زبان چنداں مشکل نہیں۔ایک مختصر اقتباس نقل کیا جاتا ہے:

> ''زرعی معاشرے کا اخلاق شخصی املاک کے تصور سے وابستہ تھا جس کے دامن میں لالچ، حسد اور خود غرضی کے تخریبی جذبات پرورش پاتے رہے ہیں۔یہ صورت حال سرمایہ دارانہ ممالک میں آج بھی برقرار ہے کیونکہ وہاں شخصی املاک کا تصور باقی ہے۔''[۲۷]

☆☆☆☆☆

کتاب: ۱۶۱ — قائداعظم لائبریری لاہور

برگساں کا فلسفہ

مصنف: ڈاکٹر نعیم احمد

ادارہ تالیف و ترجمہ پنجاب یونیورسٹی لاہور، پاکستان، ۱۹۸۸ء

کل ابواب: ۴(چار) | **کل صفحات:** ۱۰۰(100)

موضوع:

یہ کتاب بیسویں صدی کے مشہور فرانسیسی فلسفی ہنری برگسان کے فکر و فلسفہ کے تعارف اور مختصر تجزیے پر مبنی ہے۔ یہ ایک مختصر کتاب ہے لیکن برگساں کی فکر کو سمجھنے کے لیے فلسفے کے طالب علموں اور اُردو دان طبقے کے لیے ایک کلید کی حیثیت رکھتی ہے۔ کتاب کے دیباچے سے ڈاکٹر عبدالخالق کا یہ مختصر اقتباس درج کرتے ہیں۔

> ''فاضل مصنف نے برگساں کے فلسفے کے اہم گوشوں کو بے نقاب کرنے کے ساتھ ساتھ پس منظر کو بھی اُجاگر کرنے کی کوشش کی ہے جس کے تحت اس کی معنویت سے آشنائی مزید آسان ہوگئی ہے۔ مسلم مفکرین بالخصوص الجاحظ، مسکویہ، رومی، قزوینی، فریدالدین عطار اور اخوان الصفا کے خیالات کی جانب اشارہ کرکے انھوں نے برگساں کے فلسفے کو وسیع تر تناظر میں سمجھنے کی اہمیت کی نشاندہی کی ہے۔''[۴۸]

زبان:

ڈاکٹر نعیم احمد فلسفے کے ایک معروف اُستاد تھے انہوں نے فلسفے کے متعلق بنیادی نوعیت کی بہت سی کتابیں لکھیں جن سے نہ صرف فلسفہ کے طالب علم بلکہ اُردو دان طبقہ بھی مستفید ہوا۔ آپ کی فلسفیانہ کتب کی خاص بات یہ ہے کہ آپ مشکل ترین خیالات کو آسان انداز و بیان میں ادا کرنے کی کوشش کی۔ اس کتاب میں بھی یہ خوبی بدرجہ اتم موجود ہے۔ برگساں کے فلسفیانہ افکار پیچیدہ ہیں لیکن فاضل مصنف نے انہیں ممکن حد تک قابل فہم اور آسان زبان میں بیان کرنے کی کوشش کی۔ لیکن ہمیں یہ بات بھی ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ کسی بھی فلسفیانہ موضوع پر کوئی بھی کتاب سلیس زبان میں نہیں لکھی جاسکتی۔ بہر حال اصطلاحات کے علاوہ اس کتاب کی زبان بہت حد تک براہِ راست، رواں اور شستہ ہے اور تھوڑی بہت علمی سمجھ بوجھ رکھنے والا قاری بھی اس کے مفاہیم کو سمجھ سکتا ہے۔

> ''وقت، زمان یا تغیر دراصل ایک دائمی بہاؤ ہے۔ لیکن عقل اس میں اپنی سہولت کے لیے آنات و لحات کا ایک سلسلہ تراشی لیتی ہے۔ آنات و لحات اور روز و شب کے اسی سلسلے کی بنا پر یہ گزرے ہوئے واقعات کا حساب رکھتی ہے۔''[۴۹]

☆☆☆☆☆

کتاب: ۱۶۲ | قائداعظم لائبریری لاہور

سائنسی فکر اور ہمعصر زندگی

مصنف: ثاقب رزمی

نگارشات لاہور، پاکستان، ۱۹۸۸ء

کل ابواب: ۲۱(اکیس) | **کل صفحات:** ۲۵۵(255)

موضوع:

یہ کتاب ثاقب رزمی کے مختلف علمی و فلسفیانہ مضامین کا مجموعہ ہے جن میں بعض ایسے مضامین ہیں جو خالصتاً فلسفے کے ذیل میں آتے ہیں۔ مثلاً مابعد الطبیعات، ''اخلاقیات''، ''نظریہ ارتقا'' اور ''تاریخ کا مادی نظریہ'' وغیرہ اس کے ساتھ ساتھ جو دیگر مضامین گہری فکر اور غور و غوض کا نتیجہ ہیں جو اس دورِ جدید میں پیدا ہونے والے فکری انتشار اور ذہن انسانی میں پیدا ہونے والے سوالات سے بحث کرتے ہیں۔ اسی بنا پر اس کتاب کو فلسفیانہ کتب کی فہرست میں دی گئی ہے۔

زبان:

یہ کتاب چونکہ مختلف اوقات میں لکھے گئے مختلف الجہات مضامین پر مشتمل ہے اس لیے اس کی زبان میں اوّل و آخر ایک اسلوبیاتی وحدت مشکل ہے لیکن چونکہ ایک ہی مصنف کے مضامین ہیں اس لئے زبان اتنی زیادہ متنوع بھی نہیں اور رواں اور براہ راست ہونے کے ساتھ ساتھ شستہ بھی ہے۔ ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

> ''عظیم کائنات لامحدود ہے جو اپنی ابتدا اور انتہا نہیں رکھتی اور اپنی مادی فطرت اور مادی بنیادوں پر قائم ہے اور متحرک مادے کے معروضی قوانین کے تحت نشو و نما پا رہی ہے۔''[۳۴]

☆☆☆☆☆

کتاب: ۱۶۳ | جی۔سی لائبریری لاہور

فلسفۂ اخلاق

(چند مغربی مفکرین کے نظریات)

مصنف: ڈاکٹر ابصار احمد

سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، پاکستان، ۱۹۸۹ء

کل ابواب: ۴ (چار) | **کل صفحات:** ۲۱۱ (211)

موضوع:

یہ کتاب فلسفۂ اخلاق پر مغربی فلاسفۂ اخلاق کے افکار کے تجزیے پر مبنی ہے اور چار ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلے باب ''فلسفۂ اخلاق کیا ہے؟'' میں اخلاق کا مفہوم اس کے بنیادی مباحث، اخلاقی کردار و عمل، مابعد اخلاقی نظریات اور اخلاقیات اور مابعد الطبیعات کے باہمی تعلق پر روشنی ڈالی گئی اس کے بعد تینوں ابواب میں بالترتیب سپائنوزا، ڈیوڈ ہیوم اور کانٹ کے فلسفۂ اخلاق اور اخلاقیات سے متعلق افکار پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ یہ کتاب بنیادی طور پر مغرب کے فلسفۂ اخلاق کے تین نمائندہ فلسفیوں کے اخلاقی نظریات کی تشریح و توضیح ہے جس سے مغربی فلسفۂ اخلاق کو سمجھنے میں بہت حد تک مدد ملتی ہے۔ عام قارئین

اور طلبہ کے لئے یہ کتاب "فلسفۂ اخلاق" سے آگاہی کیلئے بہت اہم ہے۔

زبان:

اس کتاب میں ڈاکٹر ابصار احمد نے اسپائی نوزا، ڈیوڈ ہیوم اور کانٹ کے انتہائی پیچیدہ، گنجلک اور الجھے ہوئے افکار و خیالات نہایت صاف، سلجھی ہوئی اور آسان فہم زبان میں بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ ڈاکٹر ابصار احمد کا یہ کتاب لکھنے کا اولین مقصد بھی یہی تھا کہ طلبہ اور قارئین کیلئے اس مشکل موضوع کو براہ راست اور صاف انداز میں بیان کیا جائے اور وہ اس مقصد میں بہت حد تک کامیاب بھی رہے۔ فلسفۂ اخلاق یا علم اخلاقیات سے متعلق چند بنیادی اصطلاحات سے واقفیت اور آگاہی ہو تو اس کی زبان بہت واضح اور صاف ہے۔ ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

> ''علم الاخلاق اپنی تفصیلات میں مختلف آراء اور ان کے درمیان ردّ وقدح کے باوجود انسان کو یہ سکھاتا ہے کہ اس کو اپنے اعمال وکردار میں لذت والم کے سوال سے بالاتر ہونا چاہیے اور ہیوم کے نظریے کے برخلاف قوانین اور اس کے احکام ہرگز اعمال کے ثمرات اور لذائذ وآلام کے ماتحت نہیں آسکتے۔ حقیقت یہ ہے کہ نفس انسانی میں 'ضمیر' کی آواز ہر وقت انسان سے سرگوشی کرتی اور اس کو خیر اور فرض پر کاربند ہونے کے لئے آمادہ کرتی رہتی ہے۔''[۱۳۱]

☆☆☆☆☆

کتاب: ۱۶۴ — جی۔سی لائبریری لاہور

وجودیت

مرتب: جاوید اقبال ندیم

وکٹری بک بنک ساہیوال، پاکستان، ۱۹۸۹ء

کل ابواب: ۱۶ (سولہ) — **کل صفحات:** ۲۲۴ (224)

موضوع:

یہ کتاب 'وجودیت' اور 'فلسفۂ وجودیت' پر پاکستانی مفکرین، اساتذہ اور محققین کے مختلف مقالات کا مجموعہ ہے جو فلسفہ وجودیت اور مختلف پہلوؤں کی تفہیم اور چند نمائندہ وجودیوں کی فکر کا تجزیہ پیش کرتی ہے۔

زبان:

بحیثیت مجموعی تمام مقالوں کی زبان تھوڑے بہت فرق کے ساتھ معیاری وعلمی ہے اور مفہوم کا ابلاغ آسانی کرتی ہے۔ اگر قاری تھوڑا بہت علمی ذوق رکھتا ہو تو اس کے لئے یہ مقالات اتنے مشکل نہیں کہیں کہیں اصطلاحات ذرا مشکل ہیں۔ اس کے علاوہ زبان براہِ راست ہے۔

☆☆☆☆☆

کتاب: ۱۶۵ قائداعظم لائبریری لاہور

منطق استخراجیہ

مصنف: کرامت حسین جعفری

ایم آر برادار اُردو بازار لاہور، پاکستان، ۱۹۸۹ء

کل ابواب: ۲۰ (بیس) کل صفحات: ۳۶۷ (367)

موضوع:

یہ کتاب فلسفے کی ایک شاخ منطق اور اس کی ذیلی شاخ منطق استخراجیہ (Deductive Logic) سے متعلق ہے۔ یہ بیس ابواب پر مشتمل ہے۔ اس کا مقصد بھی طلبہ کی نصابی و درسی ضروریات کو پورا کرنا تھا۔ لیکن میں یہ سمجھتا ہوں منطق استخراجیہ کے حوالے سے یہ اُردو کی ان کتب میں شمار ہوتی ہے جس سے نہ صرف طلبہ بلکہ فلسفہ کا ذوق رکھنے والے قارئین بھی استفادہ کر سکتے ہیں۔ ایف۔ اے کی سطح تک تو شاید فلسفہ کی تعلیم ہمارے ہاں ختم ہی ہو گئی لیکن منطق کو سمجھنے کے لیے یہ کتاب آج بھی ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔

زبان:

جہاں تک اس کتاب کی زبان کا تعلق ہے تو وہ اپنے موضوع کی مناسبت سے کافی مشکل اور دقیق ہے۔ لیکن اگر اصطلاحات کے مفاہیم کو سمجھ لیا جائے تو پھر اس کی تحریر اتنی تکلف اور پیچیدہ نہیں رہتی۔ ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے۔

> ''مابعد الطبیعیاتی تجزیہ میں کسی ایک فرد کو اس کی صفات میں تحلیل کیا جاتا ہے۔ مثلاً اگر ہم ایک آدمی کا تجزیہ اس کی مختلف صفات (یعنی حیوانیت، انسانیت وغیرہ) میں کریں تو یہ منطقی تقسیم نہیں ہوگی بلکہ مابعد الطبیعاتی تجزیہ ہوگا۔ منطقی تقسیم کا تعلق تعبیر سے ہوتا ہے، تضمین یعنی صفات سے نہیں ہوتا۔'' ۲۳۴

☆☆☆☆☆

کتاب: ۱۶۶ قائداعظم لائبریری لاہور

منطق استقرائیہ

مصنف: کرامت حسین جعفری

ایم آر برادار، اُردو بازار لاہور، پاکستان، ۱۹۸۹ء

کل ابواب: ۱۳ (تیرہ) کل صفحات: ۱۸۲ (182)

موضوع:

یہ کتاب بھی فلسفے کی اہم شاخ ''منطق کی ایک ذیلی شاخ یا قسم منطق استقرائیہ (inductive logic) سے متعلق

ہے اور ''منطق استخراجیہ'' کے سلسلے کی کڑی ہے۔اس کتاب کی تصنیف کا مقصد بھی فلسفے کی اس اہم شاخ سے عام طلبہ کی متعارف کرانا تھا۔ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ کتاب اس موضوع پر اُردو کی اوّلین کتب میں شمار ہوتی ہے۔اس لیے اب اس کی اہمیت محض درسی یا نصابی کتاب کی نہیں بلکہ اس موضوع پر بنیادی ماخذ کی سی ہے۔اس لیے ہم اس کتاب کو اُردو فلسفیانہ کتب کے ذخیرے کی ایک اہم کتاب قرار دیتے ہیں۔

زبان:

منطق استخراجیہ'' کی طرح اس کتاب کی زبان سادہ براہِ راست رکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔چونکہ اس کا موضوع خود دقیق،پیچیدہ اور اُردو میں تقریباً نیا ہے اس لیے اس کی اصطلاحات بھی نئی اور غیر مانوس ہیں اسی لیے اس کی زبان اتنی صاف اور سہل نہیں لیکن اگر اصطلاحات سے شناسائی ہو جائے تو پھر مفہوم کو سمجھنا اتنا دشوار نہیں لیکن جہاں کہیں اصطلاحات کی بھرمار نہیں وہاں زبان صاف،رواں اور براہ راست ہے۔ایک مختصر اقتباس نمونے کے طور پر درج کیا جاتا ہے:

> ''قانون علت کے یہ معنی ہیں کہ ہر واقعہ کا کوئی نہ کوئی سبب ضرور ہوتا ہے۔ہر واقعہ کے لیے جو دنیا میں وقوع پذیر ہوتا ہے کافی وجہ یا علت کا ہونا ضروری ہے۔دنیا میں کوئی چیز یا واقعہ یونہی بلا وجہ پیدا نہیں ہوسکتا۔دنیا میں کوئی بے وجہ نہیں ہوتی۔''۳۴؎

☆☆☆☆☆

کتاب: ۱۶۷ | قائداعظم لائبریری لاہور

تین عظیم فلسفی

مصنف: قمر نقوی

مقبول اکیڈمی لاہور،پاکستان،اشاعت اوّل ۱۹۸۹ء

کل ابواب: ۳ (تین) | **کل صفحات:** ۱۵۱ (151)

موضوع:

یہ کتاب تین عظیم ترین یونانی فلسفیوں سقراط،افلاطون اور ارسطو پر مشتمل ہے۔مصنف نے ان تینوں فلسفیوں کی مختصر سوانح اور فلسفیانہ نظریات پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی ہے۔فلسفے کی ان تین عظیم ہستیوں کے حالات اور افکار سے ابتدائی آ گاہی حاصل کرنے کے لئے یہ بنیادی اہمیت کی حامل کتاب ہے۔

زبان:

مصنف نے چونکہ خود بھی اس بات کا اعتراف کیا ہے یہ خالص فلسفے کی کتاب نہیں اسی لیے اس کی زبان بھی خالصتاً فلسفیانہ نہیں بلکہ اس میں ادبیت اور روانی ہے۔مصنف خود ایک کہنہ مشق شاعر ہیں اس لیے انھوں زبان کی شستگی کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔

فلسفے کے عام قارئین اور ابتدائی طالب علموں کے لیے یہ کتاب اہمیت کی حامل ہے۔اس ضمن میں یک مختصر اقتباس پیش خدمت ہے۔

”خیال تو خیال سے وجود میں آتا ہے۔اندیشے ہی اندیشوں کو پیدا کرتے ہیں اور معنی سے معنی نکلتے ہیں۔اس طرح ایک فلسفے نے دوسرے فلسفے کو پیدا کیا۔سقراط نے جس فلسفے کی تدریس کی،اس سے کئی فلسفے وجود میں آئے۔گویا ایک شمع روشن ہوئی اور اس کی روشنی ہر طرف بکھر گئی۔کتنے ہی تاریک گوشے اس کی ضیاباری سے منور ہو گئے۔“[٣٤]

☆☆☆☆☆

کتاب: ١٦٨ قائد اعظم لائبریری لاہور

تاریخ جمالیات (جلد اوّل)

مصنف: ڈاکٹر نصیر احمد ناصر

فیروز سنز لاہور، پاکستان، ١٩٩٠ء

کل ابواب: ٢٣ (تئیس) **کل صفحات:** ٤٩٧ (497)

موضوع:

جیسا کہ کتاب کے عنوان سے ظاہر ہے کہ یہ جمالیات کی تاریخ ہے۔اس میں فلسفہ ء جمالیات کے قدیم وجدید تمام نمائندہ دبستانوں،نمایاں فلاسفہ جمالیات اور جمالیات کے متعلق مختلف مباحث کو تفصیلاً بیان کیا گیا ہے۔موضوع کے اعتبار سے یہ فلسفیانہ موضوعات میں اُردو کتب کے ذخیرے کی عظیم الشان کتابوں میں سے ہے جو اُردو کے لئے سرمایۂ افتخار ہے۔جمالیات کی اس تاریخ کی ایک اہم بات یہ بھی ہے کہ اس میں قرآن حکیم کے جمالیاتی پہلوؤں پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے جو شاید اس سے پہلے جمالیات کی کسی تصنیف اور تاریخ میں نہیں ڈالی گئی۔پہلی جلد میں تئیس (٢٣) ابواب شامل ہیں جو کئی ذیلی ابواب پر مشتمل ہیں۔اس میں سقراط سے لے کر ہربرٹ ریڈ تک کے فلاسفہ کے جمالیاتی افکار کا احاطہ کیا گیا ہے۔

زبان:

نصیر احمد ناصر کا شمار اردو کے صاحب طرز نثر نگاروں میں ہوتا ہے۔آپ اردو کے اہم ترین ماہرین جمالیات میں سے ہیں۔آپ کا طرز تحریر بھی ”مرقع جمال“ ہے۔جس میں روانی بھی ہے اور شگفتگی بھی،ترنم بھی ہے اور فصاحت،ادبیت بھی ہے اور قطعیت بھی۔موضوع اور زبان دونوں حوالوں سے یہ اردو کے فلسفیانہ ذخیرے کی اہم ترین کتب میں سے ایک ہے۔زبان کے حوالے سے ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

”اصل یہ کہ ہے فطرتِ کائنات اور فطرتِ انسانی میں مکمل توافق پایا جاتا ہے،لہٰذا جب فطرتِ کائنات یہ ہے کہ اُس کا حُسن سدا حرکتِ ارتقائی میں رہے تو انسان کے حُسن قلب کے لیے بھی سدا متحرک رہنا بھی لازمی ٹھہرا۔یہ نکتہ مزید وضاحت کا طلبگار ہے۔حُسن کائنات چونکہ ہر زمان و مکان میں حرکتِ مدام میں ہے اور اسے ایک لحظہ بھی ٹھہراؤ اور قیام نہیں،اس لیے

انسان کا حسنِ باطنی، جو فطری طور پر اس سے ہم آہنگ رہنا چاہتا ہے، خود بھی ہمیشہ متحرک رہنے پر مجبور ہے۔"۴۵

کتاب: ۱۶۸ قائداعظم لائبریری لاہور

تاریخ جمالیات (جلد دوم)

مصنف: ڈاکٹر نصیر احمد ناصر

فیروز سنز لاہور، پاکستان، ۱۹۹۰ء

کل ابواب: ۲۳ (تئیس) **کل صفحات:** ۵۷۹ (579)

موضوع:

کتاب کا بنیادی موضوع پہلی جلد کے تبصرے میں بیان کر دیا گیا ہے۔ اس دوسری جلد کے موضوعات کو فاضل نے بحیثیت مجموعی "دورِ اجتہادِ فکر و نظر" کا عنوان دیا ہے جس میں اٹھارویں صدی کے معروف عالمِ جمالیات کانٹ سے لیکر برِّ صغیر کے ماہر جمالیات ایم۔ ایم شریف تک کل ایک سو دو (102) علمائے جمالیات کے افکار کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

زبان:

زبان کے حوالے سے ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے،

"رسکن نے حسن کی جو تعریف کی ہے اس سے بادی النظر میں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ حُسن کے دائرۂ اثر کو فقط دل ہی تک محدود سمجھتا ہے اور دماغ کو اس سے خارج خیال کرتا ہے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ وہ دل و دماغ کی قوتوں کو آپس میں اتنا خلط ملط اور اُلجھا ہوا تصور کرتا ہے کہ ان میں سے اگر کسی ایک چیز سے متاثر ہوتا ہے تو دوسرے پر بھی اُس کا اثر پڑنا ناگزیر ہے۔"۴۶

☆☆☆☆☆

کتاب: ۱۶۹ قائداعظم لائبریری لاہور

تاریخ فلسفۂ یونان

مصنف: نعیم احمد

علمی کتاب خانہ، لاہور، پاکستان، طبع پنجم ۱۹۹۰ء

کل ابواب: ۱۸ (اٹھارہ) **کل صفحات:** ۳۳۷ (337)

موضوع:

یہ کتاب قدیم یونانی فلسفے کی ایک مختصر تاریخ ہے جو قدیم آیونیائی دور سے لیکر نو فلاطونی اور دورِ ہیلانیت تک کا احاطہ کرتی ہے یہ کتاب یونیورسٹی کے طلبہ کی نصابی ضروریات کو مدِّنظر رکھتے ہوئے لکھی گئی لیکن فلسفے کے باقاعدہ قارئین کیلئے بھی یہ کتاب

بہت مفید اور کارآمد ثابت ہوئی اور ہو رہی ہے۔

زبان:

اس کتاب کی خاص بات اس کی زبان کا عام فہم، براہ راست، سائنسی اور غیر مبہم ہونا ہے یہی وجہ ہے کہ یہ کتاب طلبہ بلکہ عام قارئین میں بہت مقبول ہوئی اور اس کے کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ زبان کے حوالے سے ذیل میں اس کتاب میں سے ایک مختصر اقتباس پیش کیا جاتا ہے۔

> ''منطق کا مقصد تحصیل علم کے طریقہ کار کی وضاحت کرنا ہے۔ ارسطو کے نزدیک منطق تحصیل علم کا انتہائی اہم آلہ ہے۔ اس کے خیال میں ہم اس وقت تک فلسفہ اولیٰ یا اشیاء کی ماہیت کی سائنس (یعنی مابعد الطبیعات) کا مطالعہ نہیں کر سکتے جب تک ہم منطقی قوانین سے واقف نہ ہوں۔''۲۷

☆☆☆☆☆

کتاب: ۱۷۰ | قائد اعظم لائبریری لاہور

حکمائے قدیم کا فلسفۂ اخلاق

مصنف: بشیر احمد ڈار

ادارۂ ثقافت اسلامیہ لاہور پاکستان ۱۹۹۰ء

کل ابواب: ۱۰ (دس) | **کل صفحات:** ۵۰۴ (504)

موضوع:

اس کتاب کا موضوع عنوان سے ہی واضح ہے یعنی قدیم حکماء مفکرین اور فلسفیوں کے اخلاقیاتی نظریات کا احاطہ کیا گیا ہے۔ اخلاق کے متعلق بحث کی وجہ سے اسے ہم فلسفہ اخلاق کی تاریخ بھی قرار دے سکتے ہیں۔ اس میں کنفیوشس، مانی، گوتم بدھ، سقراط، افلاطون اور ارسطو کے فلسفۂ اخلاق کے علاوہ رواقیہ اور قدیم مصر کے اخلاقی اصولوں کا تجزیہ بھی پیش کیا گیا ہے۔

زبان:

اس کتاب کی زبان کے حوالے سے یہ بات قابل ذکر ہے کہ اس میں دقیق اصطلاحات اور مشکل الفاظ سے قدرے کم ہیں۔ عبارت رواں اور صاف ہے اور کہیں مفہوم کے ابلاغ میں دقت نہیں ہوتی۔ اس لیے ہم یہ کہہ سکتے ہیں موضوع اور زبان دونوں حوالوں سے یہ کتاب اُردو فلسفیانہ کتب کے ذخیرے کی ایک اہم کتاب ہے۔ زبان کے حوالے سے ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

> ''روح شر کے تقدم اور اولیت کا یہ عقیدہ ثنویت کا اظہار تھا جو زرتشت کے دین صحیح میں موجود نہ تھا جو بعد میں شاید عرفانی عقاید کے زیر اثر پیدا ہوا۔''۲۸

☆☆☆☆☆

کتاب: ۱۷۱

لمز لائبریری (خالد اسحٰق کولیکشن) لاہور

سرگزشت فلسفہ (حصہ اول)

مصنف: ڈاکٹر نصیر احمد ناصر

فیروز سنز لاہور، پاکستان، بار اول، ۱۹۹۱ء

کل ابواب: ۷ (سات)

کل صفحات: ۴۶۵ (465)

موضوع:

ڈاکٹر نصیر احمد ناصر کا شمار اردو کے ان معدودے چند صاحب اسلوب فلسفیانہ نثر نگاروں میں ہوتا ہے جنہوں نے اپنے حقیقی (Original) کاموں سے اردو زبان کے فکری و لسانی دامن کو خوب وسعت دی۔ ''سرگزشت فلسفہ'' انہی کاموں میں سے ایک بلند پایہ کام ہے۔ یہ تصنیف دو حصوں پر مشتمل ہے۔ اس میں فاضل مصنف نے دنیا کے قدیم و جدید مذاہب کے افکار اور دنیائے فلسفہ کے نمائندہ دبستانوں اور نمائندہ فلسفیوں کے نظریات کو نہ صرف پیش کیا بلکہ ان کا تجزیہ بھی کیا ہے۔ کتاب کی ''وجہ تالیف'' میں وہ لکھتے ہیں:

> ''اہل ایمان و آرزو پر ''حکمت'' حاصل کرنے کے لئے ہر دین کی الہامی کتاب و صحائف اور دیگر حکماء کی کتب کا مطالعہ بالحق کرنا لازم ہے۔۔۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ اور اس کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی تعمیل میں اسی تلمیذ القرآن نے مشہور ادیان عالم اور مسلم حکماء کے حکیمانہ افکار کو سرگزشت فلسفہ میں اخلاص سے پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔''[۳۹]

فہرست ابواب کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ پہلے حصے (حصہ اول) کے سات ابواب میں فاضل مصنف نے ہندی فلسفہ، فلسفہ بدھ مت، فلسفہ کنفیوشس، فلسفہ زرتشت (مجوسیت)، فلسفہ یہودیت، فلسفہ مسیحیت اور اسلامی افکار و تعلیمات پر سیر حاصل گفتگو کی ہے۔ اس سے عظیم مذاہب کے تاریخی پس منظر کا پتہ چلتا ہے بلکہ ان کے عقائد و تعلیمات کی بھی واضح صورت سامنے آتی ہے۔

زبان:

جیسا کہ ہم نے پہلے بھی ذکر کیا کہ ڈاکٹر نصیر احمد ناصر اردو کے صاحب طرز فلسفیانہ نثر نگاروں میں سے ہیں۔ آپ کا فکری رجحان یا تعلق فلسفہ کی اہم شاخ ''جمالیات'' سے ہے لیکن آپ ایک راسخ العقیدہ مسلمان بھی ہیں۔ لہٰذا آپ نے جمالیاتی اصولوں کے تحت اسلام کی تعلیمات قرآن پاک کی حکمت اور اس کی صوری و لفظی خوبصورتی کا جائزہ لیا۔ یہی خوبصورت آپ کے اپنے اسلوب کا بھی خاصہ ہے۔ اس تصنیف میں بھی آپ کا طرز نگارش فصیح و بلیغ، علمی تمکن سے بھرپور اور پر جمال ہے۔ چند بنیادی اصطلاحات سے واقفیت اور خاص حد تک علمی ذوق رکھنے والے قارئین کیلئے یہ کتاب موضوع اور اسلوب دونوں حوالوں سے قابل توجہ ہے۔ زبان کے حوالے سے ایک مختصر اقتباس درج کرتے ہیں:

> ''گوتم بدھ کے فلسفے یا دینی مسلک کا بنیادی نصب العین لوگوں کو برہمنوں کے مشرکانہ عقائد و رسوم اور ان گنت خداؤں کی

پرستش وبندگی سے نجات دلانا تھا۔چنانچہ انہوں نے معبودانِ باطلہ کی پرستش وبندگی،مورتی پوجا،ستی اور دیگر انسانیت سوز مشرکانہ رسومات، جانوروں کی قربانی کو حرام اور ان کی دیومالاؤں کو باطل قرار دے دیا۔ذات پات کی تفریق مٹا دی۔اور لوگوں کو تکریم انسانی اور اخوت ومساوات کا درس دیا۔ترک دنیا اور تپسیا کے بجائے انہوں نے حسن عمل، اخلاق حسنہ اور غور وفکر پر زور دیا کیونکہ ان کے نزدیک نجات کا صحیح راستہ یہی تھا۔''۲۰۹

کتاب: ۱۷۱ — لمز لائبریری (خالد اسحٰق کولیکشن) لاہور

سرگزشت فلسفہ (حصہ دوم)

مصنف: ڈاکٹر نصیر احمد ناصر

فیروز سنز لاہور، پاکستان، بار اول، ۱۹۹۱ء

کل ابواب: ۱۸(اٹھارہ) — **کل صفحات:** ۶۴۴(644)

موضوع:

''سرگزشت فلسفہ'' کے پہلے حصے میں فاضل مصنف دنیا کے عظیم مذاہب کے عقائد، افکار اور تعلیمات پر روشنی ڈالی اور تجزیہ کیا جبکہ اس دوسرے حصے میں انہوں نے مشرق ومغرب اور مسلم وغیر مسلم حکماء کے افکار ونظریات پر سیر حاصل بحث کر کے انہیں قارئین کے لئے سہل اور عام فہم انداز میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔اس ضمن میں یہ دوسرا حصہ اپنی جگہ بہت اہمیت کا حامل ہے۔اس میں کل اٹھارہ فلسفیوں اور حکماء کا ذکر ہے۔

زبان:

زبان کے حوالے سے ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

''الفارابی کے نزدیک فلسفہ چونکہ ظن وتخمین پر نہیں تجربہ ومشاہدہ کی صداقت پر مبنی ہوتا ہے اس لئے حقیقت تک پہنچنے کا یہ سب سے زیادہ معتبر ذریعہ ہے۔اس سے مغربی متشرقین نے بالخصوص یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ الفارابی عقل وفلسفے کو ایمان ووحی پر ترجیح دیتا ہے۔یہ ایک منطقی مغالطہ ہے۔''۲۱۰

☆☆☆☆☆

کتاب: ۱۷۲ — قائد اعظم لائبریری لاہور

سقراط

مصنف: منصور الحمید

دار التذکیر لاہور، پاکستان، ۱۹۹۴ء

کل ابواب: ۱۸(اٹھارہ) — **کل صفحات:** ۲۹۱(291)

موضوع:

یہ کتاب مشہور عالم فلسفی سقراط کے احوال آثار سے متعلق ہے اس کتاب کی اہم بات یہ ہے کہ اس میں مصنف نے سقراط کے متعلق یہ دعویٰ کیا ہے کہ وہ محض ایک فلسفی نہیں بلکہ پیغمبر اور نبی تھا۔اس کے مباحث و مکالمات کا مقصد لوگوں کی ہدایت و راہنمائی تھا نہ کہ ذاتی شہرت و سربلندی۔خود مصنف ''ابتدائیہ'' میں کتاب کے متعلق یوں لکھتے ہیں،

> ''یہ کتاب چار حصوں پر مشتمل ہے۔پہلے حصے میں قدیم یونان کے تاریخی وفکری پس منظر کا ذکر ہے کیونکہ اس کے بغیر سقراط کو سمجھنا ناممکن ہے دوسرا حصہ حیات سقراط پر مشتمل ہے۔۔۔تیسرے حصے میں سقراط کے آخری ایام کی کہانی ہے افلاطون کی زبانی ہے اس کے علاوہ چوتھے حصے میں یہ بحث ہے کہ آیا سقراط نبی تھا؟میرا غالب رجحان یہ ہے کہ وہ نبی تھا۔جن شواہد و دلائل سے یہ بات ثابت ہوتی ہے وہ میں نقل کر دیے ہیں تاہم یہ فیصلہ میں قارئین پر چھوڑ رہا ہوں کہ وہ پڑھ کر خود رائے قائم کریں۔''[۴۲]

زبان:

سقراط سے متعلق اس اہم کتاب کے مصنف جناب منصور الحمید بنیادی طور پر طب کے میدان سے تعلق رکھتے ہیں۔ لیکن اُردو زبان پر انھیں خاصا عبور حاصل ہے۔اس کتاب کی زبان دقیق اور گنجلک نہیں بلکہ اس میں ایک روانی ہے علاوہ ازیں ادبی شگفتگی اس کے مطالعے کو قاری پر بار نہیں بننے دیتی۔اس ضمن میں ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے۔

> ''معذرت میں ایک جگہ سقراط نے میلی ٹاس پر جرح بھی کی ہے۔بعض لوگوں کو یہ جرح افلاطون کو اپنی ذہنی تخلیق محسوس ہوتی ہے جو درست نہیں ہے۔ایتھنز کی عدالت میں یہ طریقہ معروف تھا اور لوگ اپنا دفاع کرتے ہوئے اپنے الزام کنندہ پر جرح بھی کیا کرتے تھے۔معذرت میں سقراط کے سوالات کے جواب میں جب میلی ٹاس خاموش ہو گیا تو سقراط کہتا ہے۔
> ''جواب دو تمہیں قانوناً جواب دینا ہے۔''[۴۳]

☆☆☆☆☆

کتاب: ۱۷۳ — قائداعظم لائبریری لاہور

فلسفے کے جدید نظریات

مصنف: قاضی قیصر الاسلام

اقبال اکادمی لاہور، پاکستان، طبع اوّل ۱۹۹۸ء

کل ابواب: ۷ (سات) — **کل صفحات:** ۳۰۶ (603)

موضوع:

اس کتاب کا موضوع اُس کے عنوان سے ہی واضح ہے۔''فلسفے کے جدید نظریات'' یعنی اس میں جدید فلسفیانہ موضوعات

پر نہ صرف روشنی ڈلی گئی ہے بلکہ ان پر سیر حاصل بحث بھی کی گئی ہے۔اس میں کل سات ابواب ہیں جن میں ساختیات، ردِ تشکیل، ہر میئیات وجودیت، ویانا سرکل (کارل پاپر) فلسفے کا دورِ نمو، اقبال کے مابعد الطبیعی تصورات پر بحث کی گئی ہے۔ڈاکٹر وحید عشرت کتاب کے دیباچے میں اس کتاب کے موضوع اور اسلوب کے متعلق لکھتے ہیں:

''اگر چہ ان کی زیرِ نظر کتاب میں، فلسفہ یونان کے اوّلین مکتب فکر کے نمائندہ چند فلاسفہ کا تذکرہ بھی ہے جن میں طالیسی ملطی، انیکسی مینڈر، انیکسی میز اور فیثا غورث شامل ہیں۔تا ہم اس کتاب میں زیادہ تر جدید فلسفیوں کے افکارِ نظریات کا بیان ہے۔ساختیات ردِ تشکیل میں ژاک دریدا، سارتر،فرنک فرٹ، سپین کے وجودی فلسفی اریگا وائے گاسے، مائکل اونا مونو، سورن کرکیگارڈ اور ہائیڈ گر کے فلسفے پر مباحث شامل ہیں۔تا ہم اس کے ساتھ ہی ساتھ پس ساختیات، نشانیات، جدید ادبی نظریہ، ردِ تشکیل، اسلوبیات وجودیت، ہر میئیات اور ویٓانا سرکل بالخصوص کارل پاپر کے اصول تکذیب پذیری جیسے جدید فلسفیانہ مباحث پر بھی مفصل بات کی گئی ہے۔اس کتاب کی ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں حضرت علامہ محمد اقبالؔ کے بعض مابعد الطبیعیاتی افکار مثلاً کونیاتی تصورات، تصورِ خدا، مسئلہ وحدت الوجود مسئلہ خودی، مسئلہ زمان و مکان، فلسفہ جبر وقدر اور حیات بعد الموت پر مباحث بھی شامل ہیں۔۔۔

۔۔۔فلسفے کے ادق، مشکل اور گنجلک مسائل کو جس ادبی اسلوب سے انہوں نے بیاں کرنے کی کوشش کی ہے وہ قابل صد ستائش ہیں۔۔۔قاضی صاحب کا یہی امتیاز نہیں کہ انھوں نے جدید فلسفے کو اُردو زبان میں منتقل کیا ہے ان کا یہ بھی افتخار ہے کہ انہوں نے جدید فلسفے کے ابلاغ میں منفرد مقام بھی حاصل ہے کہ وہ لوگ جو یہ سمجھتے ہیں کہ اُردو زبان میں دقیق سائنسی اور فلسفیانہ مباحث بیان نہیں ہوسکتے قاضی صاحب نے اپنی شبانہ روز محنت سے انھیں بتایا ہے کہ اُردو زبان مین ہر طرح کے مضامین کا ابلاغ ممکن ہے۔قاضی صاحب اس لحاظ سے اُردو زبان کے بھی محسن ہیں کہ انہوں نے اسے فلسفہ طرازی کے لیے منتخب کیا ار اپنی علمی بصیرت سے اسے مالا مال کر دیا۔قاضی قیصر الاسلام کا ایک اور اہم علمی کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے فلسفے کی اصطلاحوں کو اُردو کا جامہ پہنایا اور اس میں بھی اپنی جودتِ طبع اور جدت طرازی سے کمال پیدا کیا کہ انھیں قابل تفہیم بنایا۔''[۴۴]

زبان:

قاضی قیصر الاسلام کی دیگر فلسفیانہ کتب کی زبان کی طرح اس کتاب کی زبان بھی فصیح، رواں، براہِ راست اور ادبی خوبیوں سے بھر پور ہے۔حالانکہ اس کتاب میں جدید فلسفیوں کے پیچیدہ اور ادق نظریات کو بیان کیا گیا ہے پھر بھی اس کتاب کی زبان مفہوم کی تفہیم کو قاری کیلئے ذہنی مشقت کا باعث نہیں بننے دیتی اور یہ کسی بھی فلسفیانہ کتاب کی بنیادی خوبیوں میں سے ایک ہے۔قاضی قیصر الاسلام نے فلسفۂ جدید کے دقیق اور پیچیدہ افکار کو سہل اور قابل فہم زبان میں بیان کرنے کی جو کوششیں کیں وہ نہایت قابل قدر ہیں، آپ کی یہ کتاب بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔زبان کے حوالے سے ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

''اونا مونو نے شخصی توقیر واستحکام کی اہمیت پر سب سے زیادہ اصرار کیا ہے اور کہا ہے کہ زندگی کے آدرشوں میں مکمل دیانت کا عنصر محکم اور آپ اپنی ذات کی صداقت سے آگہی کی یہ دو صورتیں انفرادی شخصیت کی تکمیل میں بنیادی حیثیت رکھتی ہیں اور جس شخص نے ان دونوں اوصاف کو اپنے اندر تلاش کر لیا وہی صحیح معنی میں مفکر کہلائے جانے کا مستحق ہے۔''[۴۵]

☆☆☆☆☆

کتاب: ۱۲۴

داستانِ دانش

مصنف: ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم

اشاعت قدیم: انجمن ترقی اردو، ہندوستان، س۔ن

اشاعت جدید: انجمن ترقی اردو، کراچی، پاکستان، ۲۰۰۰ء

کل ابواب: ۲(دو)

کل صفحات: ۲۲۴(224)

موضوع:

یہ کتاب بنیادی طور پر فلسفہ یونان کی منتخب تاریخ ہے جس میں قدیم یونانی فلسفی فیثا غورس سے لے کر سینٹ آگسٹائن کے عہد تک کے نمایاں فلسفیوں اور فلسفیانہ تحریکوں، تصورات اور دبستانوں کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ یہ اردو میں یونانی و مغربی فلسفہ پر ابتدائی تنقیدی کاموں میں سے ہے۔ اس سے نہ صرف فلسفیانہ نثر کی روایت مستحکم ہوئی بلکہ اردو دان طبقے کے لئے قدیم یونانی فلسفے تک رسائی اور اس کی تفہیم کے لئے بہت اہم کتاب میسر آ گئی۔ یہ کتاب پہلے انجمن ترقی اردو ہندوستان کی جانب چالیس کی دہائی میں شائع ہوئی۔ اس کی اہمیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے انجمن ترقی اردو پاکستان نے اس کی دوبارہ اشاعت کا بندوبست کیا۔ اہل علم کے ساتھ ساتھ طالب علموں کے لئے بھی فلسفہ یونان کو سمجھنے کے لئے بنیادی اہمیت کی حامل کتاب ہے۔

زبان:

ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم کا شمار اردو میں فلسفیانہ نثر کی روایت کے چند ابتدائی اور اہم لوگوں میں ہوتا ہے جنہوں نے اردو زبان کو علمی زبان بنانے کے لئے قابل ذکر خدمات سرانجام دیں۔ دیگر فلسفیانہ کتب کی طرح اس کتاب میں بھی آپ کا طرز تحریر بہت واضح، فصیح اور رواں ہے۔ موضوع اگر چہ مشکل ہے اور اس کے بیان کے لئے زبان کا مشکل ہونا ایک فطری امر ہے لیکن اس کتاب میں کہیں بھی زبان، مفہوم کے ابلاغ میں رکاوٹ بنتی نظر نہیں آتی۔ اس کا مطلب یہ نہیں زبان بالکل ہی سلیس، سطحی اور عامیانہ ہے بلکہ اس میں قطعیت کے ساتھ ساتھ شستگی بھی ہے۔ اس ضمن میں ایک مختصر اقتباس نقل کرتے ہیں:

> ''اخلاقی فضیلت نہ انسان کے اندر جوں کی توں ودیعت کی گئی ہے اور نہ اس کی فطرت کے مخالف ہے۔ اگر اخلاق انسانی فطرت کے بنے بنائے موجود ہوتے تو ان کے حصول کا کوئی مسئلہ بھی پیش نہ آتا اور اگر جبلت کے خلاف ہوتے تو ان کا حصول ناممکن ہوتا۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان کے اندر اخلاق کے حصول کی صلاحیت فطرت کی طرف سے ودیعت کی گئی ہے۔''[۲۷۶]

☆☆☆☆☆

کتاب: ۱۷۵

قائداعظم لائبریری لاہور

تاریخ فلسفہ مغرب (حصہ اول)

(قدیم یونان سے عہد جدید تک)

مصنف: قاضی قیصر الاسلام

نیشنل بک فاؤنڈیشن کراچی، پاکستان، اشاعت اوّل ۲۰۰۲ء

کل ابواب: ۱۷ (سترہ)

کل صفحات: ۶۳۹ (639)

موضوع:

کتاب کا موضوع جیسا کہ کتاب کے عنوان ''فلسفہ مغرب کی تاریخ'' سے واضح ہے کہ یہ قدیم وجدید مغربی فلسفے کی (قدیم یونان سے عہد جدید تک) تاریخ ہے۔ جس میں فاضل مصنف نے قدیم یونانی فلسفے اور فلسفیوں سے لیکر عہد جدید کے مغربی فلسفے اور فلسفیوں کا احاطہ کیا ہے۔ یہ کتاب مغربی فلسفے پر اُردو کی بہترین طبع زاد فلسفیانہ کتب کے ذخیرے میں نہ صرف نمایاں ترین کتب میں سے ایک ہے۔ اس ضمن میں فلسفے کے معروف اُستاد ڈاکٹر عبدالخالق صاحب کی رائے نقل کرنے پر ہی اکتفا کروں گا۔

> ''فلسفیانہ موضوعات پر قاضی قیصر الاسلام کی تحریر کردہ کتب ایک قیمتی سرمایہ ہیں ـــــــ تاریخ فلسفہ مغرب کے عنوان سے قاضی قیصر الاسلام کی زیر نظر کتاب ایک شاہکار کردجہ رکھتی ہے جوان کی برسہا برس کی محنت کا نچوڑ ہے۔ اس کا نمایاں ترین وصف یہ کہ اُردو زبان میں یہ اپنی نوعیت کی جداگانہ کاوش ہے۔ اس موضوع پر لکھی گئی کتابیں یا تو محض تراجم ہیں یا پھر فلسفہ کی تاریخ کے طور پر تحریر کی گئی ہیں۔ اس کتاب میں جدت وجودت کی جھلکیاں واضح ہیں۔ مسائل وتصورات کو اچھی طرح ذہن نشین کر کے خود اپنے تخلیقی پیرائیہ اظہار میں انھیں بیان کرنے کی سعی بلیغ کی گئی ہے ـــــ
>
> ـــــ دوسری خوبی اس کتاب کی یہ ہے کہ یہ جدید ترین تحریکات فلسفہ کو بھی اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے اور اس میں ان فلسفیوں کے خیالات پر بھی بحث کی گئی ہے جو عام کتابوں میں شامل نہیں جاتے۔ اس ضمن میں کم از کم اُردو زبان میں بہت ہی کم کام ہوا ہے۔ اس خلا کو بڑی چابکدستی سے پُر کرنے کی کوشش کی گئی ہے جدید ترین فکر سے آشنائی حاصل کرنے کے لیے میں یہ کتاب بہت مفید ثابت ہوگی ـــــ
>
> ـــــ تیسری خوبی جو اس کتاب کی افادیت میں گرانقدر اضافے کا باعث دکھائی دیتی ہے یہ ہے کہ اس میں ہر عہد کے مزاج کو اُجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔''[۲۹]

زبان:

جیسا کہ ہم نے پہلے بھی ذکر کیا کہ قاضی صاحب کا بہت بڑا کمال ہے کہ انہوں نے انتہائی مشکل اور پیچیدہ افکار کو رواں، براہ راست اور غیر مبہم زبان میں بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ قاضی صاحب نے مغربی فلسفہ کو بڑے فصیح وبلیغ اور جاندار طریقے سے اُردو میں منتقل کر کے اردو زبان کی بڑی خدمت انجام دی ہے لیکن فلسفیانہ زبان کے کچھ اپنے تقاضے ہوتے ہیں جن کی

پاسداری بھی ضروری ہوتی ہے۔اصطلاحات اور انتہائی دقیق خیالات کے علاوہ کتاب کی زبان رواں، براہ راست اور ادبی شستگی سے بھر پور ہے ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

"سوفسطائیوں نے اپنے فلسفے کی بنیاد جس نظریہ پر رکھی وہ نظریہ صداقت کی کی اضافیت کا نظریہ ہے۔انفرادیت پر اُن کے اصرار کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ فلاسفہ حقیقی معنی میں تشکیل پسند (۲) اور ارتیابی بن گئے۔ابتدا میں تو یہ فلاسفہ ہر قلیطیس اور اس کے مقلدین کے فلسفہ سے بہت متاثر ہوئے۔۔۔۔یعنی ایسا ایک فلسفہ جس نے نہ صرف یہ کہ مطلق صداقت کو مسترد کیا بلکہ یہ بھی کہا کہ حقیقت مطلقہ دراصل ایک مستقلاً تغیر کی حالت کا نام ہے۔"۴۸

کتاب: ۱۷۵ قائداعظم لائبریری لاہور

تاریخ فلسفہ مغرب (حصہ دوم)

(قدیم یونان سے عہد جدید تک)

مصنف: قاضی قیصر الاسلام

نیشنل بک فاؤنڈیشن، کراچی، پاکستان، اشاعت اوّل ۲۰۰۲ء

کل ابواب: ۹ (نو) (اٹھارہ تا چھبیس) **کل صفحات:** ۷۶۸ (768)

موضوع:

کتاب کے موضوع کا مجموعی جائزہ تو ہم اس کتاب کے حصہ اوّل میں پیش کر چکے ہیں۔تاریخ فلسفہ مغرب کے حصہ دوم میں نُو (۹) ابواب شامل ہیں جن میں مجموعی طور پر منطقی اثباتیت، تحلیلی فلسفہ، نومدرسیت، مظہریات و وجودیت، ساختیات اور ردِ تشکیل جیسے مباحث پر روشنی ڈالی ہے۔مندرجہ بالا تمام موضوعات فلسفۂ جدید کے دقیق ترین موضوعات ہیں لیکن قاضی صاحب نے بڑے عمدہ طریقے سے ان کا جائزہ پیش کیا۔

زبان:

(حصہ اول) پہلی جلد کی طرح اس کتاب کی زبان بھی پروف کی چند غلطیوں کے باوجود اعلیٰ علمی، ادبیت سے بھر پور، فصیح اور رواں ہے۔مشکل سے مشکل اور ادق ترین خیالات کو بھی انتہائی براہ راست زبان میں بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے اس لیے ہم بجا طور پر یہ کہہ سکتے ہیں موضوع اور زبان وبیاں دونوں حوالوں سے یہ اُردو کی تنقیدی کتب فلسفیانہ کتب میں ایک بلند مقام رکھتی ہے۔

چنانچہ سارتر کی فکر کے بارے میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس کی وجودی فکر ایک ایسا آمیزہ تصورات ہے جو تمام عقلی، الٰہیاتی اور اسی انداز کے دوسرے افکار کے استرداد کے نتیجے میں ترکیب پاتا ہے۔اور دوسری طرف اس کی فکر میں ایک ایسا اعتراف بھی پایا جاتا ہے کہ جس کے تحت مذکورہ بالا تمام فلسفوں کے اُن تقاضوں کی تکمیل اور دُرستگی کا وہ جواز بھی پیدا ہوتا نظر آتا ہے کہ جس کا اظہار ان افکار کا منشاء و مقصود ہے۔یعنی احساس ذمہ داری اور اپنی آزادی کا بھر پور صالح استعمال وغیرہ کہ جو

سارتر کے اخلاقی فلسفے کا کلیدی نقطہ نظر ہے۔"۴۹

☆☆☆☆☆

کتاب: ۱۷۶

کتب خانہ مجلس ترقی ادب لاہور

مطالعہ فلسفہ یونان

مصنف: پروفیسر یوسف شیدائی

عزیز پبلشرز لاہور، پاکستان، ۲۰۰۵ء

کل ابواب: ۱۷ (سترہ)

کل صفحات: ۱۴۳ (143)

موضوع:

اس کتاب قدیم یونانی یعنی قبل از مسیح کے یونانی فلسفے کی آسان لفظوں میں تشریح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔اس میں ماقبل سقراط فلسفیوں سے بعد از سقراط فلسفیوں یعنی ارسطو تک کے فلسفیوں کی فکر کا خلاصہ پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ان میں نمایاں نام تھیلز، انگزیمنڈر، انگزیمنز، فیثا غورث، زینوفینز، پارمینڈلیس، زینو، ہیریکلیٹس، ایمپیڈوکلس، اینکسا غورس، پروٹا گورس، جارجیاس، سقراط، افلاطون، ارسطو کے نام نمایاں ہیں علاوہ ازیں ارسطو کے بعد اہم فلسفیانہ تحریکوں یا مکاتب فکر رواقیت، ابیقوریت، تشکیک، پرہو، جدید اکادمی اور نو فلاطونیت پر بھی بحث کی گئی ہے۔یہ فلسفہ کے ابتدائی طلبہ اور عام قارئین کے لئے قدیم یونانی فلسفہ کی مبادیات کی تفہیم کیلئے بہت مدد و معاون ہوسکتی ہے۔

زبان:

یہ کتاب چونکہ طلبہ کے لئے لکھی گئی ہے اس لئے مصنف نے بھی مشکل افکار کو ممکن حد تک آسان فہم زبان میں بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔یونانی فلسفہ سے مخصوص ناگزیر اصطلاحات کے علاوہ زبان کافی حد تک آسان اور براہِ راست ہے۔اگر اسی اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے یونانی اور جدید مغربی فلسفیانہ افکار پر مبنی کتب کا ترجمہ کیا جائے یا ان کی شرح ہو تو وہ اردو دان طبقہ جو براہِ راست انگریزی میں ان کا مطالعہ نہیں کرسکتے ان کے لئے بہت سودمند ہوگا۔زبان کے متعلق ایک اقتباس درج کیا جاتا ہے:

> "افلاطون نے استدلال کیا کہ صداقت خیالات اور حقائق کی باہمی مطابقت کا نام ہے۔میرے ذہن میں کرسی کا تصور پایا جاتا ہے، اس کا اطلاق میں واقعی طور پر موجود کرسی پر کرتا ہوں، جب دونوں میں تطبیق ہوجاتی ہے تو میں اسے صداقت کہہ دیتا ہوں۔اگر کرسی کا کوئی خارجی وجود نہ ہو اور میں محض کرسی کے تصور کو لئے بیٹھا رہوں تو اس صورتِ حال کو صداقت پر مبنی نہیں کہا جائے گا۔"۵۰

کتاب: ۱۷۷

مبادیٔ فلسفہ

مصنف: عبدالماجد دریابادی

اشاعت قدیم: ؟؟؟؟

العصر پبلی کیشنز لاہور، پاکستان، ۲۰۰۷ء

کل ابواب: ۱۳ (تیرہ)

کل صفحات: ۲۴۰ (240)

موضوع:

اس کتاب ''مبادیٔ فلسفہ'' میں فاضل مصنف جناب عبدالماجد دریابادی نے فلسفہ کے کچھ بنیادی مباحث اور مسائل کو موضوع بحث بناتے ہوئے ان کی وضاحت کی کوشش کی ہے جس میں وہ کافی حد تک کامیاب رہے ہیں اس میں انھوں نے نہ صرف قدیم فلسفہ یونان، جدید فلسفہ یورپ پر بحث کی ہے بلکہ فلسفہ مشرق خصوصاً ہندی فلسفے پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔علاوہ ازیں انہوں نے برکلے، اسپنوزا، جان اسٹورٹ مل کی کتابوں اور فلسفیانہ نظریات کا تجزیہ کیا ہے۔اس کے ساتھ ساتھ مذہب، خدا، مادہ، اخلاقیات اور دیگر فلسفیانہ موضوعات پر سیر حاصل بحث کی ہے۔لیکن انھوں کتاب کے آغاز میں اس کے متعلق کوئی پیش لفظ، مقدمہ یا دیباچہ تحریر نہیں کیا۔

زبان:

یہ کتاب فلسفیانہ موضوعات پر ابتدائی طبع زاد کتب میں شمار ہوتی ہے۔اس کے مصنف مولانا عبدالماجد دریابادی نہ صرف اُردو زبان وادب پر دسترس رکھنے کے ساتھ ساتھ بلکہ عربی، فارسی، انگریزی، زبانوں پر عبور رکھتے تھے اور علوم اسلامیہ اور فلسفہ مغرب کے بہت بڑے ماہر تھے۔یہی وجہ ہے کہ اس کتاب کی زبان میں ایک ادبی رنگ بھی نظر آتا ہے۔اگر چہ خیالات و نظریات مشکل، اصطلاحات و تراکیب دقیق اور عبارت گنجلک ہے لیکن اس میں روانی اور شگفتگی بھی ہے اس لیے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ موضوع اور زبان دونوں حوالوں سے یہ اُردو کتب کے فلسفیانہ ذخیرہ کتب میں نمایاں مقام رکھتی ہے۔زبان کے حوالے سے ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے۔

> ''یہ درست ہے کہ سائنس بھی کائنات پر عقل وحواس ہی کی وساطت سے نظر کرتی ہے لیکن نتائج وثمرات کے لحاظ سے سائنس ہمیشہ نفع وراحت کے سامان بھی مہیا کرتی رہتی ہے۔یعنی سائنس کی ترقی کا نتیجہ اب تک برابر یہ ہوتا رہا ہے کہ نئی نئی ایجادات اور اختراعات ظہور میں آئیں جنھوں نے لازمی طور پر روزانہ زندگی کے مادی کاروبار میں لذتوں، راحتوں اور آرائیشوں کا اضافہ کردیا ہے۔''[۵۱]

کتاب: ۱۷۸ قائدِ اعظم لائبریری لاہور

مغرب کے عظیم فلسفی

مصنف: عبدالرؤف ملک

پاکستان رائٹرز کوآپریٹو سوسائٹی لاہور، پاکستان، اشاعت دوم ۲۰۰۹ء

کل ابواب: ۱۷ (سترہ) **کل صفحات:** ۲۵۴ (254)

موضوع:

یہ کتاب افلاطون سے برٹرینڈ رسل تک کے نمائندہ یونانی اور مغربی فلسفیوں کے مختصر حالات زندگی اور ان کے افکار و نظریات پر مشتمل ہے ایک بات یہاں قابل ذکر ہے۔ فاضل مصنف نے ابن رُشد کو مغربی فلسفیوں کی صف میں لا کھڑا کیا ہے اور اس کی وضاحت ''پیش لفظ'' اور حرف آغاز میں نہیں کی۔ چونکہ کتاب کا عنوان ہے ''مغرب کے عظیم فلسفی'' اس لیے اس عرب فلسفی کی شمولیت وضاحت طلب ہے اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ وہ پہلا عرب فلسفی تھا جسے عقلیت پسند قرار دیا جاتا ہے۔ مسلمانوں نے کبھی اسے درخور اعتنا نہیں سمجھا جبکہ یورپ نے اسے ارسطو کے ایک عظیم شارح کی حیثیت سے اُستاد کے مقام سے نوازا۔ یہ کتاب یورپ کے نمائندہ و نمایاں فلسفیوں کے نظریات کو سمجھنے کے لیے بنیادی ماخذ کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس میں ابن رُشد کے علاوہ سولہ فلسفیوں کا ذکر ہے۔ یہ بنیادی طور پر طلبا اور فلسفے میں دلچسپی رکھنے والے عام قارئین کے لیے بہت مفید کتاب ہے۔

زبان:

اس کتاب کی زبان کو مصنف نے شعوری طور پر آسان اور صاف رکھا ہے تاکہ مفہوم کا ابلاغ آسان رہے۔ میرے خیال میں فلسفیانہ موضوعات پر ایسی آسان فہم کتب کی اشاعت زیادہ ہونی چاہیے جو عام قارئین اور طلبہ کے لئے دلچسپی کا باعث ہوں۔ اسی لئے اس کتاب کو اردو کے فلسفیانہ ذخیرۂ کتب میں بنیادی اہمیت کی حامل کتب میں جگہ دی جانی چاہیے۔ زبان کے حوالے سے ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

> ''حقیقتاً کوئی تجربہ کسی دوسرے تجربہ کا سبب نہیں بن سکتا۔ بالکل اسی طرح جیسے ایک حقیقت کسی دوسری قطعی حقیقت کا سبب نہیں بن سکتی۔ مثلاً چونکہ 'ب' ہمیشہ 'الف' کے بعد ظہور پذیر ہوتی ہے اس لئے وہ الف کا لازمی نتیجہ ہے لیکن 'الف' اور 'ب' کے درمیانی فاصلوں الف۱، الف۲، الف۳، الف۴ وغیرہ وغیرہ کے بارے میں کیا کہا جائے گا۔ ہم کیوں کہ یہ معلوم کر سکتے ہیں کہ 'الف' اور 'ب' کے مابین واقعات کا یہ لامتناہی درمیانی تسلسل علل و معلول کی ناگزیر کڑیوں میں منسلک ہے۔ اس لئے یہ نام نہاد قانون علیت کسی شے کی توضیح کرنے سے قاصر ہے۔''۵۴؎

☆☆☆☆☆

کتاب: ۱۷۹

جی۔سی یونیورسٹی لائبریری لاہور

فلسفۂ برگساں

مصنف: ن۔م۔ندارد

نام ادارہ؟؟۔شہر؟؟۔ملک؟؟۔س۔ن

کل ابواب: ۶ (چھ) **کل صفحات:** ۹۶ (96)

موضوع:

اس کتاب میں مشہور مغربی فلسفی برگساں کے فلسفہ کا اجمالی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔یہ کتاب بنیادی طور پر ایک طویل مقالہ ہے جسے کتاب کی صورت دی گئی ہے۔فلسفہ برگساں کو سمجھنے کیلئے یہ مختصر کتاب کلیدی حیثیت رکھتی ہے۔اس مقالے میں برگساں کے تغیر، حیات، شعور، تخلیقی، وجدان، عقل اور مذہب کے متعلق فلسفیانہ نظریات کا جائزہ لیا گیا ہے اس کتاب کے حوالے سے افسوسناک بات یہ ہے کہ اس پر مصنف، اشاعتی ادارے، شہر اور ملک کا نام درج نہیں۔کتاب کے ابتدائی صفحے پر دو مہریں ثبت ہیں جن سے ہندوستان بک ڈپو حیدرآباد اور مکتبہ ابراہیمیہ کا پتہ چلتا ہے اس کے علاوہ اور کوئی داخلی و خارجی شہادت نہیں جس سے باقی چیزیں واضح ہوں۔

زبان:

اس کتاب کی زبان خالص علمی اور فلسفیانہ ہے جو موضوع کے مطابق ہے۔یہ بات بھی ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ خالص علمی و فلسفیانہ اُردو فلسفیانہ تراجم میں اُردو ادیبوں نے اہم کردار ادا کیا اس لیے انھوں نے ایسا اسلوب اختیار کیا جس میں فلسفیانہ اسلوب کی پیچیدگی کی بجائے روانی اور ادبی شگفتگی کا عنصر نمایاں ہے۔فلسفیانہ موضوعات پر مبنی کتب کی زبان عام اور سلیس نہیں ہوسکتی۔فکر جتنی گہری اور خیالات جتنے دقیق ہوں گے زبان بھی اتنی پیچیدہ اور مشکل ہوگی لیکن اس کتاب میں مصنف نے برگساں کے ادق خیالات کو بھی ممکن حد تک سہل زبان میں کرنے کی کوشش کی ہے۔لیکن کچھ اصطلاحات کا استعمال ناگزیر تھا جس بنا پر کہیں کہیں تفہیم مشکل ہوجاتی ہے فلسفے کی کتاب میں ایسا ہونا ایک فطری امر ہے۔اس کتاب کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے یہ اُردو میں مغربی فلسفے پر ابتدائی تنقیدی وتوضیحی کتب میں سے ہے مثلاً (دیکہنا ــــ دیکھنا) (ص ۵۵)

زبان کے میں حوالے سے ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے۔

> ''ایک قدیم یونانی فلسفی زینو کہتا ہے کہ''ایک تیر پر جبکہ وہ پرواز کررہا ہو غور کرو۔یہ چیز بآسانی معلوم ہوسکتی ہے کہ تیر کی حرکت کے کسی ایک نقطے یا لمحہ میں تیر کی حالت پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ وہ یا تو وہاں ہے جہاں وہ تھا یا وہاں ہے جو جہاں وہ نہیں تھا اگر وہاں ہے جہاں وہ تھا تو وہ متحرک نہیں ہوسکتا اور نہ وہ وہاں نہیں رہ سکتا اور وہاں بھی نہیں رہ سکتا جہاں وہ نہیں تھا۔لہٰذا تیر اسی لمحہ مین متحرک نہیں ہے۔اسی طرح یہ تیر کسی لمحہ مین بھی متحرک نہیں رہ سکتا لہٰذہ تیر اسی لمحہ میں متحرک نہیں ہے۔اسی طرح یہ تیر کسی لمحہ مین بھی متحرک نہیں رہ سکتا لہٰذا یہ حرکت ہی نہیں کرتا۔'' ۵۳ھ

☆☆☆☆☆

کتاب: ۱۸۰

قائداعظم لائبریری لاہور

معاصر مغربی فلسفے کا تعارف

مصنف: قاضی جاوید

نگارشات لاہور، پاکستان، س۔ن

کل ابواب: ۷(سات)

کل صفحات: ۱۵۰(150)

موضوع:

جیسا کہ کتاب کے عنوان ''معاصر مغربی فلسفے کا تعارف'' سے واضح ہے کہ اس میں مصنف ہمیں جدید ترین مغربی فلسفیانہ افکار، رجحانات اور نظریات سے متعارف کرانے کی کوشش کی ہے۔عہد حاضر میں مغرب میں فلسفیانہ افکار کا لسانی تجزیہ کر کے اسے واضح کرنے کی کوشش کی گئی اور اس عمل کو تحلیلی فلسفہ کا نام دیا گیا ہے بعض لوگ اسے لسانی فلسفہ بھی کہتے ہیں۔اس ضمن میں ہم موضوع اور زبان و بیان کے حوالے سے دیباچے سے ایک اقتباس نقل کرتے ہیں:

> ''تحلیلی فلسفے نے جارج ایڈورڈ مور کے ہاتھوں جنم لیا۔اس کی امتیازی خصوصیت یہ تھی کہ وہ خود کچھ کہنے کے بجائے دوسرے فلسفیوں کے بیانات اور دعوؤں کو لے کر یہ سمجھنے کی کوشش کرتا تھا کہ اپنے الفاظ کے ذریعے وہ کیا کہنا چاہتے ہیں اور جو کچھ وہ کہتے ہیں اس کے جواز میں ان کے دلائل کیا ہیں۔۔۔
>
> ۔۔۔تحلیلی فلسفہ خاصا دقیق ہے۔اسے انگریزی زبان میں ادا کرنا مشکل ہے چہ جائیکہ اسے اردو میں بیان کر دیا جائے اور وہ بھی اس سادگی سے جیسا کہ قاضی جاوید صاحب نے کیا ہے۔انہوں نے تحلیلی فلسفے کی تاریخ اور عقائد کو جس عمدگی اور خوش اسلوبی سے بیان کیا ہے اس سے اردو زبان کی وسعت کا اندازہ ہوتا ہے۔قاضی صاحب نے فنی اور اصطلاحاتی معیار کو بھی بلند رکھا ہے جس کے لئے وہ مبارکباد کے مستحق ہیں۔'' ۵۴

زبان:

ڈاکٹر سی۔اے قادر کے مندرجہ بالا بیان سے یہ بات ظاہر ہے کہ قاضی صاحب نے تحلیلی فلسفے کے دقیق اور مشکل مسائل کو بہت اعلیٰ اور قابل فہم زبان میں بیان کیا ہے۔قاضی صاحب کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ پیچیدہ سے پیچیدہ مسائل کو قابل انداز میں اردو زبان میں بیان کر دیتے ہیں۔اس کتاب میں بھی انہوں نے دقیق اور پیچیدہ افکار کو ممکن حد تک سہل انداز میں بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔موضوع اور زبان دونوں حوالوں سے یہ کتاب اردو کی طبع زاد فلسفیانہ کتب میں ایک نمایاں مقام رکھتی ہے۔زبان کے حوالے سے ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

> '' کانٹ کے نقطۂ نظر سے حسی مشاہدات سے حاصل شدہ مواد کو فقط تجربے کی ان صورتوں کے اضافے کی مدد ہی سے سائنسی نظام میں تبدیل کیا جا سکتا ہے جن کا تعلق انسان کی ذہنی ماہیت سے ہوتا ہے۔'' ۵۵

❁❁❁❁❁

باب چہارم

(ب) فلسفۂ اسلام اور مسلمان حکماء کے افکار پر تنقیدی و توضیحی کتب

کتاب: ۱۸۱

جی۔سی لائبریری لاہور

اشتراکیت اور نظام اسلام

مصنف: محمد مظہر الدین صدیقی

مکتبہ جماعت اسلامی لاہور، پاکستان، طبع سوم، ۱۹۴۹ء

کل ابواب: ۱۲(بارہ)

کل صفحات: ۳۸۱(381)

موضوع:

یہ کتاب اس دور میں تصنیف کی گئی جب اشتراکی نظام دنیا میں ایک بھرپور قوت کے طور پر موجود تھا اور تیزی سے اپنے دائرہ اثر کو پھیلا رہا تھا۔اس نے بلاشبہ دنیا کے ہر مذہب اور سیاسی، اخلاقی وسماجی نظام کو متاثر کیا۔ایسے میں مسلمان حکماء نے اسلام کی نظریاتی حدود اور اس کے بنیادی عقائد کو اشتراکی فلسفے کے اثر سے بچانے کے لئے اسلام اور اشتراکی فلسفہ کے تقابل میں علمی کتب لکھیں۔یہ کتاب بھی اسی سلسلے کی کڑی ہے۔اس میں جدید اشتراکی افکار کی تشریح وتوضیح کرتے ہوئے ان کا موازنہ اسلامی نظریات، عقائد اور تعلیمات سے کر کے اسلام کی حقانیت کو ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔جدید مغربی فلسفیانہ نظریات میں مرکزی حیثیت ہیگل (Hegal) اور کارل مارکس (Carl Marx) کے افکار کو دی گئی ہے۔کیونکہ ان کے فلسفیانہ سماجی و سیاسی افکار ہی اشتراکی فلسفہ اور انقلاب کی بنیاد بنے اور یہی افکار اسلام کے سماجی وسیاسی نظریات سے متصادم ہیں۔اس کتاب کے بارہ (۱۲) ابواب میں یورپ میں معاشی نظامات کے ارتقاء، روسی اشتمالی تحریک، ہیگل کے فلسفے، مادی نظریہ تاریخ، ہیگل اور مارکس کی فکری غلطیوں، اشتراکی مابعد الطبیعات اسلام کی روشنی میں، اسلام اور جدلیات، مارکس اور مذہب، اسلامی نظام معیشت، تمدنی مسائل اور الہامی ہدایات، اسلام قانون سازی کا عمل اور رائے کی آزادی اور اسلامی نظریہ مملکت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔یہ بنیادی طور پر ہیگل اور کارل مارکس جدلیات، مادی اور اشتراکی نظریات اسلام کے نظام مملکت، تصور تمدن اور دیگر سماجی افکار کے ساتھ ایک تقابل ہے۔اس کی خاص بات یہ ہے کہ مصنف نے محض جذباتیت اور مذہبی تعصّبات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے خالصتاً عقلی وفکری بنیادوں پر مذکورہ بالا تصورات کا تجزیہ کیا ہے۔اسی بنا پر یہ کتاب فلسفیانہ کتب میں شامل کی گئی ہے۔

زبان:

یہ کتاب موضوع کے ساتھ ساتھ زبان کے حوالے سے بھی بہت اہم ہے۔موضوع کے لحاظ سے زبان اتنی خشک اور سپاٹ نہیں۔مشکل خیالات اور پیچیدہ افکار ایک بہاؤ کے ساتھ بیان ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ہمارے ہاں ایک سوچ پختہ ہو چکی ہے۔فلسفہ جب تک مشکل ترین زبان میں نہ لکھا جائے وہ فلسفہ نہیں ہو سکتا خواہ اس کے لئے بھرتی کے الفاظ، مشکل ترین تراکیب اور دور از کار اصطلاحات کا بے جا استعمال کیوں نہ کرنا پڑے۔یہ کتاب اس سوچ کی نفی کرتی ہے اور اس کا ثبوت ہے کہ مشکل

فلسفیانہ خیالات کو بھی رواں، شستہ اور براہ راست انداز میں بیان کیا جا سکتا ہے۔ ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

''مارکس کے نزدیک ہر معاشی نظام جب ترقی کی ایک خاص منزل پر پہنچ جاتا ہے تو اس کے اندر سے بعض نئی پیداواری قوتیں نمودار ہو کر اپنے زمانہ کے حالات پیداوار سے متصادم ہوتی ہیں۔ اس تصادم کو مارکس معاشی نظام کا جدلی عمل کہتا ہے۔ نئی قوتیں اس بات کا تقاضا کرتی ہیں کہ مروجہ معاشی نظام جس طبقاتی تقسیم پر مبنی ہے اسے بدل کر طبقوں کی تقسیم از سر نو عمل میں لائی جائے اور وہ ملکیتی نظام بھی بدل دیا جائے جو افراد معاشرہ کے ملکیتی تعلقات کو منضبط کرتا ہے۔ یہ مطالبہ ان طبقوں پر سخت گراں گزرتا ہے جنہیں مروجہ معاشی تنظیم اور طبقاتی تقسیم میں دوسرے سے زیادہ اقتدار حاصل ہوتا ہے۔''[۵۶]

☆☆☆☆☆

کتاب: ۱۸۲ | قائد اعظم لائبریری لاہور

حکمائے اسلام (حصہ اول)

مصنف: مولانا عبدالسلام ندوی

در مطبع معارف اعظم گڑھ، ہندوستان، ۱۹۵۳ء

کل ابواب: ۲۵ (پچیس) اس کتاب میں 'مقدمہ' پہلے باب کی حیثیت سے شامل ہے۔ | **کل صفحات:** ۴۹۶ (496)

موضوع:

جیسا کہ کتاب کے عنوان سے ظاہر ہے کہ یہ کتاب مسلمان حکماء (فلاسفہ، مفکرین، ماہرین علم وہنر و علمائے تاریخ) کے احوال و افکار پر مبنی ہے۔ بالفاظ دیگر یہ اسلام کے حکما کی ایک بہت اہم تاریخ ہے۔ یہ دو جلدوں پر مشتمل ہے پہلی جلد میں ایک طویل ''مقدمہ'' ہے جس میں مصنف نے قدیم فلسفہ کے تاریخی ماخذوں پر روشنی ڈالی ہے اس کے ساتھ ساتھ یونان اور ارسطو کے فلسفہ کی عرب میں اشاعت اور اس کی تاریخ، حکمائے قدیم کے فلسفیانہ مذاہب، فلسفہ اشراق اور یونانی علوم کے اہم عرب مراکز پر بحث کی ہے۔ 'مقدمہ' کے علاوہ چوبیس مسلمان عرب حکما کی مختصر سوانح کے ساتھ ساتھ ان کے افکار اور تصانیف کا اجمالی جائزہ بھی پیش کیا ہے۔ جن چوبیس نامور حکمائے اسلام کا تذکرہ کیا گیا ہے ان کے نام یہ ہیں۔ یعقوب الکندی، حکیم یحیٰی بن ابی منصور، عباس بن سعید جوہری، ابوالطیب سند بن علی، بنوموسیٰ بن شاکر، (محمد، احمد، حسن) محمد بن موسیٰ خوارزمی، ابونصر فارابی، محمد بن زکریا رازی، حکیم ابومحمد العدلی القائینی، ابوسہل ویجن بن رستم کوہی، حکیم ابوالوفاء بوزجانی، ابوالقاسم علی بن الحسن العلوی المعروف ابن مسکویہ، ابن ہیثم، اخوان الصفا، شیخ بوعلی سینا، ابوریحان البیرونی، ابوسلمان محمد بن طاہر بن بہرام سجستانی منطقی، ہرکیا ابوالحسن کوشیار بن بسان ابن باشری جیلی، امام غزالی، ابوالبرکات بغدادی اور حکیم ابوالقاسم الحسین بن الفضل الراغب الاصفہانی، ان میں صرف ''اخوان الصفا''، جسے ایک مکتبۂ فکر یا افراد کا گروہ کہہ لیں جو اپنے مخصوص عقلی عقائد کی وجہ سے اسلامی فکر میں نمایاں مقام رکھتا ہے، کے علاوہ تمام حکماء ہیں۔

زبان:

مولانا عبدالسلام ندوی کا شمار برصغیر کے نامور اسلامی اور ادبی محققین میں ہوتا ہے۔انہوں نے اپنی تحقیقی اور تنقیدی کتب سے اردو زبان کو موضوعات اور اسالیب دونوں حوالوں سے بہت وسعت دی۔ یہ کتاب بیک تحقیقی بھی ہے اور فلسفیانہ بھی۔کیونکہ اس میں مسلم فلاسفہ کے سوانح کے ساتھ ساتھ اُن کے افکار کا جائزہ بھی پیش کیا گیا ہے۔اس کی زبان خالص علمی، فصیح اور غیر مبہم ہے۔چند ناگزیر اصطلاحات کے علاوہ، جو صرف حکما کے افکار کے جائزے کے ضمن میں آتی ہیں، زبان اتنی مشکل نہیں ہے۔تحقیقی اور علمی حوالے سے اس کی زبان معیاری ہے۔اس ضمن میں ایک مختصر اقتباس درج کرتے ہیں:

''تمام اہل مذاہب نے حدوثِ عالم اور اثبات خدا کے متعلق جو کچھ بیان کیا ہے اس کو ارسطو اور ارسطو سے پہلے افلاطون کے بیان سے کوئی نسبت نہیں کیونکہ تمام اہل مذاہب کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ عالم قدیم ہے، مثلاً مذہبی روایتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ ابتدا میں صرف پانی تھا جس سے جھاگ اٹھا اور منجمد ہو کر زمین بنگیا زمین سے دھواں اٹھا اور آسمان بنا۔''۵۷

کتاب: ۱۸۲ — قائداعظم لائبریری لاہور

حکمائے اسلام (حصہ دوم)

مصنف: مولانا عبدالسلام ندوی

در مطبع معارف اعظم گڑھ، ہندوستان، ۱۹۵۶ء

کل ابواب: اس میں ابواب نہیں بلکہ کل تینتالیس حکماء کا ذکر ہے۔ | **کل صفحات:** ۳۴۷ (347)

موضوع:

حکمائے اسلام کے اس حصہ دوم میں قرون وسطی کے عرب حکماء کے علاوہ تاتاریوں، مغلوں اور عثمانیوں کے دور کے علاوہ ہندوستان کے نمایاں مسلمان حکما کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ان میں نمایاں نام یہ ہیں۔عمر خیام، عبدالرحمٰن الخازن، ابن باجہ، ابن طفیل، نصیر الدین طوسی، شیخ الاشراق سہروردی، ابن رشد، امام رازی، قطب الدین رازی، علامہ جلال الدین، محمد بن عبدالکریم مہندس، مولانا فضل امام خیر آبادی۔ایک حیرت انگیز بات یہ ہے کہ اس تصنیف میں البیرونی، ابن خلدون، ملاصدرا اور اقبال جیسے اہم مسلمان حکماء کے نام شامل نہیں۔اتنے بڑے ناموں کو محض سہواً نظر انداز نہیں ہو سکتے۔ایسا ارادتاً کیا گیا اور اس کی ضرور کوئی وجہ ہوگی۔بہر حال یہ ایک بہت اہم تصنیف ہے جو بہت سے گمنام مفکرین کو ان کے افکار و تصانیف کے ساتھ منظر عام پر لاتی ہے۔

زبان:

''فلسفہ و منطق کے متعلق اس زمانے میں مسلمانوں میں دو فریق پیدا ہو گئے۔فقہا و محدثین کا گروہ یہ کہتا تھا کہ فلسفہ و منطق کی تعلیم مطلقاً جائز نہیں کیونکہ اس سے مذہبی عقائد میں ضعف پیدا ہوتا ہے دوسرا فریق یہ کہتا تھا کہ فلسفہ عین دین ہے اور

شریعت کی وہی تعبیر صحیح ہے جو فلسفہ کرتا ہے، اس لئے ہر ظاہر کا ایک باطن ہوتا ہے، شریعت ظاہر ہے اور فلسفہ باطن، شریعت قشر ہے اور فلسفہ مغز۔''۵۸؎

☆☆☆☆☆

کتاب: ۱۸۳ | قائداعظم لائبریری لاہور

مسلم فلاسفہ

مؤلف: مفتی انتظام اللہ شہابی

جناح لٹریری اکیڈمی کراچی، پاکستان، ۱۹۶۲ء

کل ابواب: اس میں ابواب نہیں۔کل ۲۰۹ (دو سو نو) مسلمان حکماء کا ذکر ہے۔ | **کل صفحات:** ۱۵۲(152)

نوٹ: (اس پر سنِ اشاعت درج نہیں ''مقدمہ'' کے آخر میں درج سن سے قیاس ہے کہ ۱۹۶۲ء ہی اس کا سنِ اشاعت ہے)

موضوع:

اس کتاب میں دوسونو (۲۰۹) نمائندہ اہم مسلمان حکماء کا ذکر ہے۔علاوہ ازیں اس میں نمائندہ حکماء کی تصانیف اور فکر کو بھی مختصراً بیان کر دیا گیا ہے۔یہ کتاب مقدمہ اور فہرست سمیت ایک سو باون (۱۵۲) صفحات پر مشتمل ہے۔اسے ہم مسلم حکماء کا ایک ''تذکرہ'' بھی قرار دے سکتے ہیں۔کتاب کے موضوع کو سمجھنے کے لئے کتاب کے ''مقدمہ'' سے یہ اقتباس درج کیا جاتا ہے:

''یہ کتاب بھی ایک بیش قیمت تاریخی کتاب ہے۔اس میں مؤلف موصوف نے فلسفیانہ مباحث سے قطع نظر کرکے جو کتاب کی افادیت کو صرف فلسفہ کے متعلمین تک محدود کر دیتی، اس پر زیادہ توجہ فرمائی ہے کہ جن اکابر کا حال اس کتاب میں شامل کیا جائے۔ان کے متعلق زیادہ سے زیادہ معلومات بہم پہنچادی جائیں۔۔۔۔مسلم فلاسفہ و حکماء کے مختصر حالات دیئے گئے ہیں جو تاریخی معلومات کا ایک بیش بہا خزانہ ہیں۔ہر فلسفی و حکیم کی تاریخ ولادت و وفات، نسب، وطن، جائے ولادت و وفات، مقامِ دفن، تالیفات و تصنیفات کی تمام ضروری تفصیلات جو بہم پہنچ سکیں یہاں تک کہ وہ کتابیں موجودہ زمانہ میں دنیا کے کن کتب خانوں میں محفوظ ہیں اور کن مباحث پر ہیں ان اکابرین کو کن علوم میں دستگاہ حاصل تھی اور انہوں نے سابق حکماء یونان وغیرہ کے نظریات کی رو میں یا ان کی اغلاط کی اصلاح میں کونسی کتابیں لکھیں۔اسی کے ساتھ ان کی زندگی کے ضروری حالات اور اس زمانہ کا سیاسی پس منظر بھی جہاں تک ممکن ہوا پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور اس بات کا خاص التزام کیا گیا ہے کہ جو کچھ لکھا جائے سند کے ساتھ لکھا جائے۔''۵۹؎

زبان:

جہاں تک اس کتاب کی زبان کا تعلق ہے تو یہ ایک تحقیقی زبان ہے جس میں فلسفیانہ، علمی اور نظریاتی مسائل کی بجائے فلسفیوں کے متعلق بنیادی معلومات فراہم کی گئیں ہیں۔اس لئے اس میں ایسی طویل عبارتوں کا فقدان ہے جن سے زبان کی

خوبیوں کا پتہ چلتا ہے۔بہر حال اسلوب اور طرزِ نگارش قدیم لیکن صاف اور براہِ راست ہے۔کہیں کہیں الفاظ کے ہجے کا مسئلہ ہے مثلاً

بادشاہ—پادشاہ (ص۸۴) جویا—جویاں (ص۸۶) تیونس—ٹیونس (ص۸۸) لکھتا—لکہتا (ص۸۸)

ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

> ''فلسفیانہ تحقیق میں ہمیشہ تغیر و تبدل ہوتا رہتا ہے اس لئے اقتضائے وقت نے شیخ کو اس امر کی طرف متوجہ کیا کہ وہ اپنے سے پہلے کے مصنفین سے الگ ہو کر ایک نئی راہ نکالے۔فلسفۂ ارسطو کی تشریحات بے شمار لکھی جا چکی تھیں اس لئے اس نے ضروری سمجھا کہ فلسفۂ قدیم کو کسی نئے قالب میں ڈھالا جائے''۔[۹۰]

☆☆☆☆☆

کتاب: ۱۸۴

مسلمانوں کے افکار

(ان کی ابتدا اور حاصلات)

مصنف: پروفیسر میاں محمد شریف

مجلس ترقی ادب لاہور، پاکستان، طبع اوّل ۱۹۶۴ء

کل ابواب: ۵ (پانچ)

کل صفحات: ۱۸۴ (184)

موضوع:

یہ کتاب مسلم فکر کے ارتقاء اور تاریخ کا ایک مختصر جائزہ پیش کرتی ہے۔اس میں مسلم فکر کا تعارف، اسی کے بنیادی ماخذ و منابع، مختلف مکتبہ ہائے فکر، مدارس و جامعات اور نمائندہ مسلم مفکرین کے افکار کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔علاوہ ازیں مسلمان حکماء کی طب، فلکیات، طبیعیات، جغرافیہ، تاریخ و عمرانیات، ریاضیات، موسیقی، کیمیا اور دیگر سائنسی علوم میں خدمات کا مختصر بیان بھی اس میں شامل ہے۔یہ کتاب ضخامت کے اعتبار سے تو مختصر ہے لیکن اہمیت کے لحاظ سے بہت بڑی ہے۔اس سے مسلم فکر اُس کے ارتقاء کا مربوط خاکہ قاری کے ذہن میں بن جاتا ہے۔علاوہ ازیں اس کے 'اشاریے' (INDEX) نے کتاب کی اہمیت کو دوچند کر دیا ہے۔

زبان:

اس کتاب میں فاضل مصنف ایم ایم شریف نے مسلم فکر کی تاریخ کو ممکن حد تک سہل اور براہِ راست زبان میں بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔اگرچہ موضوع مشکل اور دقیق تھا لیکن مصنف نے عام قارئین کی مشکلات کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے مشکل اسلوب سے احتراز کیا ہے۔اس کے علاوہ بہت سی عربی اصطلاحات اور مشرق و مغرب کے حکما کے اسماء کو اُردو میں منتقل کر کے اس

کے دامن کو وسعت دی ہے۔بحیثیت مجموعی یہ کتاب موضوع اور زبان دونوں حوالوں سے اُردو کے فلسفیانہ کتب کے ذخیرے کی اہم کتاب ہے۔زبان کے حوالے سے ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے۔

''مسلمانوں نے علمِ قانون کو نہ صرف زیورِ تکمیل سے آراستہ کیا بلکہ اس کے دامنِ اطلاق کو اتنا پھیلایا کہ اس میں زندگی کے معمولی مسائل ومعاملات کو بھی سمیٹ لیا۔اسلامی قانون شخصی آزادی کے ساتھ عورتوں اور بچوں کے حقوق بھی تسلیم کرتا ہے، یہ قانون عالمگیر بھی ہے اور جامع بھی اور سب ایسی خصوصیات ہیں جو اس قانون کو قانون رومہ سے ممیز کرتی ہیں۔''[۱]

☆☆☆☆☆

کتاب: ۱۸۵ — قائدِاعظم لائبریری لاہور

افکارِغزالی

مصنف: مولانا محمد حنیف ندوی

ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ لاہور، پاکستان، طبع دوم، ۱۹۶۶ء، طبع سوم، ۱۹۸۱ء

کل ابواب: ۵ (پانچ) اگر ''مقدمہ'' شامل کیا جائے تو (۶) چھ ابواب بنتے ہیں کیونکہ ''مقدمہ'' طویل اور موضوع سے متعلق ہے۔

کل صفحات: ۵۲۶ (526)

موضوع:

یہ کتاب عالمِ اسلام کے عظیم مجتہد امام غزالیؒ کے افکار کا احاطہ کرتی ہے اور ان افکار وخیالات کو سمجھنے کے لئے ایک کلید کی حیثیت رکھتی ہے۔اس میں فاضل مصنف نے امام غزالی کی تعلیمات کا نچوڑ پیش کر کے گویا دریا کو کوزے میں بند کر دیا ہے۔اس کتاب میں انہوں نے غزالی کے نظریۂ تعلیم، علم الکلام، عقائد ایمانیہ کے متعلق افکار کا جائزہ پیش کیا ہے۔علاوہ ازیں ان کی تصانیف پر تبصرہ بھی شامل ہے۔امام غزالی کی فکر کو سمجھنے کے لئے یہ ایک بنیادی کتاب ہے۔

''افکارِ غزالی'' میں آپ کے حالات، فلسفہ، تعلیمات اور کارہائے نمایاں کا تفصیل سے ذکر ہے اور اس کے علاوہ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ اسلامی نقطۂ نظر سے علم کا تصور کس قدر اونچا ہے۔اس کی کیا شرائط ہیں اور اس کی حدود کہاں سے کہاں تک وسعت پذیر ہیں؛ عقائد کے ضمن میں کون کون سے اہم نکات زیر بحث آتے ہیں اور کس طرح سے دلوں میں یقین کی شمعیں فروزاں کی جاسکتی ہیں؟ ایمانیات کی حقیقت یا اساس کیا ہے، یا دوسرے لفظوں میں عقل ودین میں رشتہ وتعلق کی نوعیت کیا ہے؟''[۲]

زبان:

یہ خالصتاً ایک علمی کتاب ہے۔اس میں امام غزالی کے افکار کا اجمالی جائزہ پیش کیا گیا ہے اسی لیے اس کی زبان کا

مشکل اور خشک ہونا ایک فطری امر ہے۔علاوہ ازیں یہ عربی حوالوں سے بھری ہوئی ہے گو کہ فاضل مصنف نے اُن کا ترجمہ ساتھ کر دیا لیکن اس سے بیان کی روانی میں فرق آتا ہے۔موضوع مشکل ہونے کے باوجود مولانا نے اس کی زبان کو حتی المقدور صاف اور براہِ راست رکھنے کی کوشش کی ہے اور وہ کافی حد تک اس میں کامیاب بھی رہے ہیں۔بحیثیت مجموعی موضوع اور زبان دونوں حوالوں سے یہ اسلامی فلسفہ کی اہم توضیحی کتب میں شمار ہوتی ہے۔زبان کے حوالے سے ایک اقتباس درج کیا جاتا ہے:

''خدا ایک ہے۔اس کا کوئی مماثل نہیں صمد ہے،اور کوئی اس کی ضد نہیں منفرد ہے اور تفرد میں کوئی اس کا سہیم نہیں۔ہمیشہ سے کوئی اس سے پہلے نہیں ازلی ہے اور اس کی ازلیت کا کہیں آغاز نہیں ہمیشہ رہنے والا ہے اور کوئی اس کا آخر نہیں۔''[۱۲]

☆☆☆☆☆

کتاب: ۱۸۶ جی۔سی یونیورسٹی لائبریری لاہور

اسلام اور فلسفہ

مصنف: خان محمد چاولہ

علمی کتاب خانہ لاہور، پاکستان، ۱۹۶۹ء

کل ابواب: ۴ (چار) **کل صفحات:** ۵۶۰ (560)

موضوع:

''اسلام اور فلسفہ'' فلسفہ کی تاریخ ہے جس میں قدیم فلسفۂ یونان، فلسفۂ اسلام اور جدید فلسفۂ یورپ کے ساتھ ساتھ مختصراً ہندی، چینی، ایرانی اور مصری فلسفہ پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔اس کتاب میں ہمیں فلسفے کی تاریخ، فلسفیانہ نظریات کی تفہیم اور فلسفہ یونان و یورپ کا فلسفۂ اسلام سے تقابل بھی ملتا ہے۔علاوہ ازیں بہت سے نمایاں قدیم و جدید فلاسفہ کی سوانح سے متعلق گرانقدر معلومات بھی حاصل ہوتی ہیں۔اس لئے یہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اردو کے فلسفیانہ ذخیرہ کتب میں یہ ایک اہم کتاب ہے۔

زبان:

خان محمد چاولہ کا تعلق بنیادی طور پر علوم اسلامیہ سے ہے اردو زبان و ادب سے نہیں۔اس کے باوجود اس کتاب کی زبان اور اسلوب قابل قدر ہے۔چونکہ اس میں مختلف فلسفیانہ نظریات کا بیان اور ان کی تنقید ہے اور فلسفیانہ اصطلاحات بھی ہیں اس لئے اکثر مقامات پر اس کی زبان سپاٹ، ثقیل اور کہیں کہیں تو اس میں جھول بھی محسوس ہوتا ہے۔لیکن جہاں جہاں بات کم گنجلک اور سادہ ہے وہاں زبان بھی سادہ، رواں اور براہِ راست ہے۔تاہم یہ مسئلہ صرف اس کتاب سے منسوب کرنا بھی قدرے ناانصافی ہوگی کیونکہ یہ صورتحال ہر فلسفیانہ علمی کتاب کے ساتھ پیش آتی رہی ہے۔ایک مختصر اقتباس جائزے کے لئے پیش کیا جاتا ہے:

''ان تصدیقات کے مقابل، جن کے باقاعدہ معتوبات ان کی صداقت کو متعین کرتے ہیں وہ تصدیقات ہیں جو حسی ادراک

پرمبنی ہیں ۔اس صورت میں تجربی صداقت پائی جاتی ہے ۔تصدیقات کی اس دوسری قسم میں حقائق کے درمیان موافقت جو حواس اور س کے نتیجہ سے نکلنے والی تصدیقات کے ذریعے مدرک ہوتی ہے،ان کی صداقت کو متعین کرتی ہے ۔اس عمل کی اہم خصوصیت استدلال نہیں بلکہ صحیح ادراک ہے ۔''۱۴

☆☆☆☆☆

کتاب: ۱۸۷　　　　جی ۔سی یونیورسٹی لائبریری لاہور

اِبن رُشد کا فلسفہ جمالیات اور کتاب الشعر

مصنف: مجیب الرحمٰن

مطبع فلسفہ و ادبِ شرقیہ لاہور، پاکستان، طبع اوّل ۱۹۷۵ء

کل ابواب: ۶ (چھ)　　　　**کل صفحات:** ۱۶۴ (164)

موضوع:

اس کتاب میں جیسا کہ عنوان سے ظاہر ہے مصنف مجیب الرحمٰن نے اب رُشد کے فلسفہ جمالیات اور اس کی ارسطو کی مشہور زمانہ تصنیف ''بوطیقا'' کی شرح بعنوان ''کتاب الشعر'' پر بحث کی ہے ۔ابتدائی چار مختصر ابواب میں عنوانات کے تحت فلسفہ جمالیات کے مختلف مکاتب فکر پر بحث کی ۔آخری دو ابواب میں انھوں نے ابن رُشد کے ''فلسفہ جمالیات'' ''بوطیقا'' کی شرح ''کتاب الشعر'' پر تفصیلاً بحث کی ہے ۔یہ کتاب فلسفہ جمالیات اسکی مختصر تاریخ، مدراج اور ارسطو کی بوطیقا کو سمجھنے کیلئے ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے ۔علاوہ ازیں اس کتاب کے دیباچے سے بھی ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے ۔

> ''ابن رُشد بلاشبہ قدیم یونانی فلسفے خصوصاً ارسطا طالیسی فلسفے سے بہت متاثر تھا اور اُس نے ارسطو کے فلسفے کی تشریح و توضیح بھی کی لیکن اس کا اپنا نظامِ فکر بھی تھا اس کا اپنا نقطۂ نظر بھی تھا اور اُس کا اپنا فلسفہ حیات بھی تھا ــــــ یورپ میں ابن رُشد کو غیر معمولی اہمیت حاصل ہوئی ــــــ اسی عبقری اور نامور مسلم فلسفی کے بعض نظریات کو ارسطو کی کتاب ''بوطیقا'' کے حوالے سے مجیب الرحمان نے اپنی زیر نظر کتاب ''ابن رُشد کا فلسفہ جمالیات اور کتاب الشعر'' میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے ۔''۱۵

زبان:

جہاں تک اس کتاب کے زبان و بیان کا تعلق ہے تو اس میں غیر مانوس اور دور از کار عربی اصطلاحات سے نہ صرف مفہوم کے ابلاغ میں مشکل پیش آتی ہے بلکہ زبان کے روانی بہاؤ و تسلسل میں بھی رکاوٹ ڈالتی ہے ۔اس سے ایک اور بات واضح ہے کہ مصنف زبان و ادب کے ماہر نہیں بلکہ خالصتاً علمی و فلسفیانہ میدان کے شہسوار ہیں ۔خود نصیر احمد ناصر نے بھی دیباچے میں اظہار خیال کیا ہے کہ مصنف نسبتاً آسان اور شناسا اصطلاحات بھی استعمال کر سکتے تھے ۔بہر حال موضوع اور زبان دونوں حوالوں سے یہ ایک اہم اور قابل قدر علمی کوشش ہے زبان کے حوالے سے ایک مختصر اقتباس درج

کیا جاتا ہے:

"(ارسطو نے کہا) خوف وغم انگیز خرافہ کے لیے مناسب یہی ہے کہ اسے اس طرح پیش کیا جائے جیسے آنکھوں دیکھی بات پیش کی جاتی ہے اس سے ارسطو کی مراد یہ ہے کہ اس کی تصدیق ہو سکے۔ کیونکہ اگر خرافہ مشکوک ہو یا اسے مشکوک نشے کے طور پر بیان کیا جاتے تو اپنا مقصود عمل انجام نہیں دے گا۔"٦٢

ذیل میں اس کتاب میں استعمال ہونے والی کچھ اصطلاحات درج کی گئی ہیں۔

۱۔عواطفی تاثیر (ص۵۳)　۲۔فن ہجا (ص۷۴)　۳۔مدح (ص۷۵)　۴۔اقاویل شعریہ (ص۹۵)

☆☆☆☆☆

کتاب: ۱۸۸　　قائداعظم لائبریری لاہور

اشارات فلسفہ

(مسلم فلسفے کی تاریخ کا مطالعہ)

مصنف: محمد امین

کاروانِ ادب ملتان، پاکستان طبع اول، ۱۹۷۸ء

کل ابواب: ۱۹ (انیس)　　کل صفحات: ۱۱۱ (111)

موضوع:

اس کتاب میں مصنف محمد امین نے مسلم فلسفے کی تاریخ کو مختصراً بیان کیا ہے۔ یہ ایک نصابی کتاب ہے جو کالج اور یونیورسٹی کے فلسفہ کے طلبہ کی ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے لکھی گئی۔ لیکن فلسفے کا ذوق رکھنے والے ایک عام قاری کیلئے بھی یہ ایک مفید اور اہم کتاب ہے۔ یہ کتاب بنیادی طور پر اسلام کی فکری تاریخ کا خاکہ ہے جس میں معتزلہ، اشاعرہ، تصوف، ابن عربی، اخوان الصفا، الکندی، ابوبکر الرازی، الفارابی، ابن مسکویہ، ابن سینا، الغزالی، ابن باجہ، ابن طفیل، ابن رشد، ابن خلدون، شیخ احمد سرہندی، شاہ ولی اللہ، سرسید احمد خان اور اقبال کے افکار کا جائزہ لیا گیا ہے۔

زبان:

یہ کتاب چونکہ طلبہ اور عام علمی قارئین کی ضروریات کو مدنظر رکھ کر لکھی گئی اس لئے اس کی زبان آسان فہم اور براہ راست ہے۔ مصنف نے ہر ممکن کوشش کی ہے کہ عبارت کو گنجلک اور ثقیل نہ ہونے دیا جائے۔ عربی اصطلاحات، تراکیب اور افراد و کتب کے اسماء کے حوالے سے کچھ پیچیدگیاں ہیں لیکن بحیثیت مجموعی کی زبان براہِ راست ہے۔ ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

"رازی ترکِ دنیا اور کلیت کے قائل نہیں تھے اور ہندوؤں کے ہاں اخلاقی زندگی کے لئے ترک لذات اور جسم کو جو تکلیف دینے کا طریقہ رائج ہے رازی اس کے سخت مخالف تھے۔ رازی کے نزدیک سقراط اخلاقی زندگی کا بہترین نمونہ ہے اور ہمیں

یہ معلوم ہے کہ سقراط لوگوں کی زندگی میں بہت دلچسپی لیا کرتا تھا۔ رازی کے نظریہ اخلاق کو ہم عقلی لذتیت کا نام دے سکتے ہیں۔''۶۷؎

☆☆☆☆☆

کتاب: ۱۸۹ | قائد اعظم لائبریری لاہور

افکارِ ابن خلدون

مصنف: مولانا حنیف ندوی

ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور، پاکستان، طبع پنجم ۱۹۸۴ء

کل ابواب: ۴۲ (بیالیس) | **کل صفحات:** ۲۲۲ (222)

موضوع:

یہ کتاب مشہور اسلامی مفکر، مورخ، ماہر عمرانیات اور فلسفی ابنِ خلدون کی معروف تصنیف ''مقدمہ ابن خلدون'' کا ایک تجزیہ ہے جس میں اُس کے دیگر افکار کے ساتھ ساتھ اس کی سوانح کا مختصر ذکر بھی کر دیا گیا ہے۔ کتاب کے فلیپ پر ادارے کی طرف سے یہ تحریر درج ہے جو کتاب کے موضوع کی وضاحت کیلئے کافی ہے:

''اسلامی فکر، اسلامی علوم اور عمرانی و سیاسی افکار کے تجزیہ و تحلیل میں ابن خلدون کا مقام مجتہدانہ حیثیت کا حامل ہے اور ارسطو کے بعد یہ پہلا مفکر ہے جس نے اپنے دور کے اجتماعی و فکری سانچوں کا بغور مطالعہ کیا اور یہ بتایا کہ انسانی تاریخ کن کن داخلی و خارجی پیمانوں سے بنی اور ارتقاء پذیر ہوئی۔ مولانا ندوی نے کتاب کے مقدمہ میں نہ صرف ان خلدون کے حالات و سوانح کو تفصیل سے بیان کیا ہے بلکہ ان غلط فہمیوں کی نشاندہی بھی کی ہے جو اپنوں اور اغیار نے اس کے بارے میں از راہ حسد و معاصرت پھیلائیں مولانا نے نہایت دقت نظر سے خود ابن خلدون کے نظریات و افکار کا عالمانہ جائزہ بھی لیا ہے۔''۶۸؎

زبان:

زبان کے اعتبار سے بھی یہ کتاب بہت اہم ہے۔ کیونکہ اس میں خالص اسلامی علمی افکار پر بحث اور ان کا تجزیہ ہے۔ عربی اصطلاحات اور تراکیب کے باوجود کتاب کی زبان شستہ اور رواں ہے۔ اس شستگی و روانی کے ساتھ ساتھ اس میں ادبی و علمی شکوہ بھی ہے جس کی بدولت یہ کتاب موضوع اور زبان و بیان دونوں حوالوں سے ایک اہم کتاب ہے۔ ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

''تحصیل علم میں جو بات سخت مضر ہے وہ کتابوں میں کثرت اصطلاحات کی رنگا رنگی اور طریق و نظریات کی بوقلمونی ہے۔ جب ایک شخص سے کہا جائے گا کہ جب تک وہ ان کتابوں کو نہیں پڑھ لیتا، ان اصطلاحوں کو یاد نہیں کر لیتا اور اس میں جو مدارس فکر کا اختلاف ہے، اس پر حاوی نہیں ہو جاتا، اس وقت تک وہ کامیاب نہیں ہو سکتا تو ظاہر ہے کہ عمر چند روزہ اس کے لیے کافی نہ ہوگی۔''۶۹؎

☆☆☆☆☆

کتاب: ۱۹۰

قائد اعظم لائبریری لاہور

مسلم فلسفہ

مصنفین: ڈاکٹر عبدالخالق، پروفیسر یوسف شیدائی

عزیز پبلشرز لاہور، پاکستان، طبع دوم ۱۹۸۴ء

کل ابواب: ۱۶ (سولہ)

کل صفحات: ۲۵۵ (255)

موضوع:

اس کتاب میں فاضل مصنفین نے اسلام کی فلسفیانہ وفکری روایت کو مختصر لیکن مکمل طور پر بیان کیا ہے۔ اس ضمن میں انہوں نے کل سولہ ابواب قائم کئے جن میں اسلامی فلسفہ کے نمایاں دبستانوں اور نو (۹) نمائندہ فلسفیوں اور حکماء کے افکار پر روشنی ڈالی ہے۔ کتاب کے تعارف میں خواجہ غلام صادق اس کے متعلق یوں لکھتے ہیں:

> ''آج اس امر کی شدید ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ مسلم فکر کے تمام گوشوں کو بے نقاب کیا جائے۔ یہ کتاب اس سلسلے میں اچھی مددگار ثابت ہوگی۔ اس کے مطالعے سے ان مباحث کی پہچان پیدا ہوگی جو مسلمان مفکرین کے ہاں پوری آب وتاب کے ساتھ موجود رہے ہیں۔ لیکن اس وقت بدقسمتی سے نگاہوں سے اوجھل ہیں۔''[۷۰]

خواجہ غلام صادق صاحب نے اس بات کی طرف بھی اشارہ کیا کہ اس کتاب میں صرف ابن خلدون تک کی فکری روایت کو بیان کیا گیا حالانکہ یہ روایت اقبال تک آتی ہے بلکہ اس سے آگے تک۔

زبان:

اس کتاب کے فاضل مصنفین کا شمار فلسفے کے منجھے ہوئے اساتذہ میں ہوتا ہے۔ یہ شرق ومغرب کے فلسفے پر گہری نظر رکھنے کے ساتھ ساتھ اردو زبان وادب کا بھی ذوق رکھتے ہیں۔ اس لئے اس کتاب کی زبان خالصتاً فلسفیانہ موضوعات کے بیان کے باوجود رواں، صاف اور براہ راست ہے۔ اصطلاحات کے علاوہ عبارت ثقیل اور گنجلک ہونے کی بجائے کافی حد تک آسان فہم ہے۔ ایک مختصر اقتباس بطور مثال درج کیا جاتا ہے:

> ''ابن مسکویہ کا نظریہ ارتقا عہد جدید کے نظریات سے حیران کن حد تک مماثلت رکھتا ہے۔ بالخصوص ڈارون کے خیالات ابن مسکویہ ہی کے نظریات کی توضیح محسوس ہوتے ہیں۔ البتہ ابن مسکویہ کے ہاں روحانیت کا غلبہ دکھائی دیتا ہے جبکہ ڈارون کے ہاں مادی جبریت کی کارفرمائی نظر آتی ہے۔ اس عنوان سے برگساں کے نظریات ابن مسکویہ کے قریب تر ہیں۔ اس کا نظریہ میلان حیات ابن مسکویہ کے روحانی اصول سے خاصا مماثل ہے۔ فرق صرف اس قدر ہے کہ ابن مسکویہ کے نزدیک ارتقاء کی منزل مقصود خدا ہے جبکہ برگساں کا ارتقاء بے مقصدیت کا شکار ہے۔''[۷۱]

☆☆☆☆☆

کتاب: ۱۹۱

قائد اعظم لائبریری لاہور

برصغیر میں مسلم فکر کا ارتقاء

مصنف: قاضی جاوید
نگارشات لاہور، پاکستان، ۱۹۸۶ء

کل ابواب: ۶ (چھ)

کل صفحات: ۲۳۶ (236)

موضوع:

یہ کتاب ایک وسیع منصوبے کے سلسلے کی پہلی کڑی تھی جس کا مقصد برصغیر کے مسلمانوں کے فکری اور فلسفیانہ ارتقاء کا جائزہ لینا تھا۔ اس ضمن میں تین جلدوں پر مشتمل ایک منصوبہ مکمل کیا گیا۔ جن کے نام یہ ہیں۔ (۱) برصغیر میں مسلم فکر کا ارتقاء (۲) سر سید سے اقبال تک (۳) پاکستان میں فلسفیانہ رجحانات۔ زیر بحث جلد ''برصغیر میں مسلم فکر کے ارتقاء'' میں جناب قاضی جاوید صاحب نے سید علی ہجویریؒ سے لے کر حضرت شاہ ولی اللہؒ کے دور تک کا فکری جائزہ لیا ہے۔ یہ دور مسلمانوں کی آزادی، سیاسی برتری اور خوشحالی کا دور تھا اور یہ اسی دور کے افکار کا جائزہ پیش کرتی ہے۔ علاوہ ازیں کتاب کے فلیپ پر جو تحریر ہے اس سے ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

> ''بنیادی طور پر اس کتاب کا تعلق ہندی مسلمانوں کی فکری، ثقافتی، مذہبی اور روحانی سرگرمیوں سے ہے۔۔۔ ضمنی طور پر اس میں بہت سے ایسے اہم مسائل پر بحث کی گئی ہے جو پاک و ہند کے مسلمانوں کے لئے حیاتی اہمیت کے حامل ہیں۔ ہندی مسلمانوں کی فکری روایت کے گہرے مطالعے اور تجزیے سے مصنف نے بالواسطہ طور پر یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ دنیا کے اس حصے میں اہل اسلام کی مادی و روحانی فلاح کا راز روشن خیال اور ترقی پسند نقطۂ نظر اپنانے میں ہے۔''[۲]

زبان:

قاضی جاوید نے اپنی دیگر کتابوں کی طرح اس میں مسلمانوں کے افکار کو ممکن حد تک آسان فہم اور براہ راست زبان میں بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ زبان کے حوالے سے ایک مختصر پیراگراف درج کیا جاتا ہے:

> ''روشن خیال صوفیانہ حلقوں میں ظاہر و باطن کی اس تقسیم نے نبی اور ولی کے باہمی امتیاز کے تصور کو جنم دیا تھا۔ اس باب میں عقیدہ پرست حلقوں کا نقطۂ نظر یہ تھا کہ نبی ہر معاملے میں ہر ولی پر برتری رکھتا ہے۔''[۳]

☆☆☆☆☆

کتاب: ۱۹۲

قائد اعظم لائبریری لاہور

افکارِ شاہ ولی اللہ

مصنف: قاضی جاوید
نگارشات لاہور، پاکستان، ۱۹۸۶ء

کل ابواب: ۶ (چھ) | کل صفحات: ۲۰۷ (207)

موضوع:

اس کتاب میں اٹھارویں صدی کے ممتاز ترین ہندی مسلم فلسفی، مجتہد، مصلح اور صوفی شاہ ولی اللہ کے افکار اور حیات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ یہ ایک مختصر کتاب ہے لیکن افکار شاہ ولی اللہ کی فکر کو سمجھنے کے لئے بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ علاوہ ازیں مصنف نے اس کتاب میں حضرت شاہ ولی اللہ کی زندگی اور اس کے تاریخی پس منظر پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ مختصراً یہ کہ فکر شاہ ولی اللہ کی تفہیم کیلئے یہ کتاب ایک کلیدی حیثیت رکھتی ہے۔

زبان:

قاضی صاحب کی دیگر کتب کی طرح اس کتاب کی زبان بھی آسان فہم اور براہ راست ہے۔ زبان کے حوالے سے ایک اقتباس درج کیا جاتا ہے:

> ''برصغیر کی ثقافتی تاریخ میں اکبر اور عالمگیر ایک سطح پر اور فلسفہ، وحدت الوجود اور وحدت الشہود ایک دوسری سطح پر دعویٰ اور جوابِ دعویٰ کی صورت میں سامنے آتے ہیں۔ راسخ الاعتقادی کے نمائندوں نے اکبری حکمت عملی کو شک وشبے سے دیکھا تھا، مگر عالمگیری حکمت عملی سے بھی اطمینان بخش نتائج برآمد نہیں ہوئے تھے۔''[۴۷]

☆☆☆☆☆

کتاب: ۱۹۳ | قائد اعظم لائبریری لاہور

مسلم فکر و فلسفہ عہد بہ عہد

مصنف: محمد کاظم

مشعل لاہور، پاکستان، ۲۰۰۲ء

کل ابواب: ۱۲ (بارہ) | کل صفحات: ۳۲۶ (326)

موضوع:

جیسا کہ کتاب کے عنوان سے ظاہر ہے کہ اس کتاب میں مسلم فکر و فلسفہ زمانی اعتبار سے بیان کیا گیا ہے۔ بالفاظِ دیگر یہ اسلامی فلسفے کی ایک مختصر اور منتخب تاریخ ہے۔ اس کتاب کے بارہ (۱۲) ابواب میں مصنف نے قدیم یونانی فلسفہ سے لے کر اسلام کے ظہور سے عرب فکر میں آنے والی تبدیلی اور مسلم فکر کے آغاز سے بیسویں صدی میں عہد اقبال تک کے افکار کا جائزہ لیا ہے۔ اس میں تمام نمائندہ مسلمان مفکرین اور مکاتب فکر کا ذکر اور ان کے افکار کا جائزہ شامل ہے۔

زبان:

موضوع کے ساتھ ساتھ اس کتاب کی اہم بات اس کا اسلوب ہے۔مصنف نے مشکل افکار کو ممکن حد تک سہل اور صاف زبان میں بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔جہاں تک ہو سکا انہوں نے نامانوس اور دقیق اصطلاحات سے اجتناب کیا ہے۔ عام علمی سطح رکھنے والے قارئین بھی اس سے بخوبی استفادہ کر سکتے ہیں۔کہیں کہیں کچھ اصطلاحات وتراکیب مشکل ہیں لیکن بہ حیثیت مجموعی زبان صاف اور رواں ہے۔نمونے کے طور پر ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

"روح کا آخری مقدر عقل فعال کے ساتھ اتصال کرنا ہے، جہاں سے یہ جہان معقول کی خوبصورتی اور بھلائی کا ادراک کر سکتی ہے۔ابن سینا کو یقین تھا کہ اسی میں روح کی سچی خوشی مضمر ہے لیکن وہ یہ سمجھتا تھا کہ یہ رفیع و برتر مقدر صرف چند استحقاق رکھنے والے لوگوں کے لئے یا فلاسفہ اور پیغمبروں کے لئے ہوگا۔"۵؎

☆☆☆☆☆

کتاب: ۱۹۴ قائداعظم لائبریری لاہور

عقلیاتِ ابن تیمیہ

مصنف: مولانا حنیف ندوی

ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ لاہور، پاکستان، س۔ن

کل ابواب: ۸ (آٹھ) **کل صفحات:** ۳۵۹ (359)

موضوع:

فلسفہ مشرق کی تنقیدی وتوضیحی کتب کی فہرست میں یہ کتاب ایک نمایاں مقام کی حامل ہے۔اس سے ظاہر ہے کہ مولانا حنیف ندوی نے اس کتاب میں امام ابن تیمیہ کے فلسفہ، منطق اور علم الکلام سے متعلق نظریات اور خیالات کا جامع خلاصہ پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔اس ضمن میں مصنف کا اپنا بیان درج کیا جاتا ہے:

"ہماری اس کتاب کا موضوع نسبتاً محدود ہے۔ہم نے ان کے صرف انہی تصورات کا تعرض کیا ہے جن کا تعلق منطق، علم الکلام اور فلسفہ کی طرفہ طرازیوں سے ہے۔علامہ نے اس ضمن میں نقد واحتساب کے جو دبستان سجائے ہیں اور فکر وتعمق کے جن جواہر ریزوں کو صفحات قرطاس پر بکھیرا ہے ہم نے ان کو خاص ترتیب کے ساتھ جمع کر دیا ہے۔"۶؎

امید ہے کہ مندرجہ بالا اقتباس سے کتاب کا موضوع واضح ہو گیا ہوگا۔

زبان:

جیسا کہ پہلے بھی بیان کیا گیا ہے کہ حنیف ندوی نہ صرف مشرقی فلسفہ وحکمت پر گہری نظر رکھتے تھے بلکہ مغربی اور قدیم یونانی فلسفہ سے بھی بخوبی شناسا تھے۔آپ نے عربی سے بہت سی زبانوں کے تراجم بھی کئے۔اس کتاب کا موضوع

بہت دقیق، مشکل اور خالصتاً فلسفیانہ ہے اور اسی لئے اس میں عربی زبان کی مشکل اصطلاحات وتراکیب کا استعمال بھی زیادہ ہے جو ظاہر ہے فلسفے کی کتاب میں ناگزیر ہوتا ہے اس لئے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس کتاب کی زبان مشکل، نامانوس اصطلاحات سے بھرپور اور قدرے خشک ہے لیکن علمی اعتبار سے اس بات کا ثبوت بھی کہ اردو میں ایسے مشکل وگنجلک مسائل کو بیان کیا جا سکتا ہے۔ زبان کے حوالے سے ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

> "تمثیل کے معنی یہ ہیں کہ جزئیات میں باہمی اشتراک وتشابہ کی بنا پر کسی حکم کو معلوم کیا جائے۔ جیسے ہم کہتے ہیں یہ عالم حادث ہے اس لئے کہ یہ مرکب ہے اور مرکب حادث ہوتا ہے۔ لیکن جب ہم یہ کہتے ہیں کہ عالم کو حادث ہونا چاہیے تو ہمارے پاس اس کے سوا اور کوئی دلیل نہیں کہ ہم اس کو کسی دوسرے مرکب پر قیاس کریں۔ مثلاً یہ کہیں کہ انسان مرکب ہے اور حادث ہے۔ اسی طرح گھریا بیت مرکب ہے اور حدوث پذیر ہے۔ لہٰذا اس عالم کو بھی ان کی طرح حادث ہونا چاہیے۔"۲۷

☆☆☆☆☆

کتاب: ۱۹۵ — جی۔سی یونیورسٹی لائبریری لاہور

شاہ ولی اللہ کا فلسفہ (مابعد الطبیعیات)

(حقیقت کائنات، خدا اور انسان)

مصنف: ڈاکٹر ملک غلام مرتضیٰ

زیب تعلیمی ٹرسٹ لاہور، پاکستان۔س۔ندارد

کل ابواب: ۲۳ (تیئس) — کل صفحات: ۲۱۶ (216)

موضوع:

اس کتاب میں معروف مسلمان سکالر ڈاکٹر ملک غلام مرتضیٰ نے حضرت شاہ ولی اللہ کے فلسفہ مابعد الطبیعات کی تشریح وتوضیح کی ایک قابل قدر کوشش کر کے اس کے نمایاں پہلوؤں کو اُجاگر کیا ہے۔ مابعد الطبیعیات کے تین اہم موضوعات خدا، کائنات اور انسان ہیں۔ ان تین پہلوؤں پر ہی حضرت شاہ ولی اللہ نے اپنی مابعد الطبیعیات میں خصوصی توجہ دی شاہ ولی اللہ کی مابعد الطبیعات کا ماخذ اور منبع قرآن حدیث ہے۔ اس ضمن میں مصنف کا اپنا بیان درج کرنا چاہوں گا:

> "۔۔۔شاہ صاحب کے نظریات کو (جو کہ مختلف کتابوں میں مختلف مقامات میں بکھرے ہوئے ہیں) مربوط انداز میں سمیٹنے کی کوشش کی گئی ہے۔۔۔۔۔
>
> ۔۔۔ان کا فلسفہ علم کلام حتیٰ کہ مابعد الطبیعات بھی قرآن وحدیث سے ہٹ کر نہیں ہے بلکہ ان کے دعویٰ کے مطابق یا وہ قرآن وحدیث سے ماخوذ ہے یا روحانی طور پر ان کے ذاتی مشاہدات وانکشافات کا ثمرہ ہے، اس صورت میں شاہ صاحب کی پوری مابعد الطبیعاتی دعوت کو سمجھنے کے لئے پس منظر میں ان مسلمہ عقائد کو رکھنا پڑے گا۔۔۔

---جو قرآن و حدیث کی تعلیمات میں پائے جاتے ہیں مثلاً خدا، رسالت آخرت، حشر و نشر، فرشتوں کا وجود وغیرہ---
اس کتاب میں صرف ان باتوں کو شامل کیا گیا ہے جو شاہ صاحب کے ساتھ مخصوص ہیں اور جس میں شاہ صاحب کو تفرد حاصل ہے---میں نے انتہائی اختصار کے ساتھ صرف شاہ صاحب کے مابعدالطبیعاتی نظام کو آسان زبان میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔''۸؎

زبان:

مصنف نے شاہ ولی اللہ کے مابعدالطبیعاتی تصورات اور نظریات کو ان کی مختلف عربی و فارسی تصنیف سے مجتمع کر کے سادہ اور صاف زبان میں بیان کرنے کی کوشش کی ہے لیکن موضوع چونکہ بہت پیچیدہ ہے اس لیے زبان کا مشکل ہونا ایک فطری امر ہے۔اگر کچھ عربی و فارسی اور فلسفیانہ اصطلاحات سے شناسائی ہو تو پھر زبان کوئی مشکل بھی نہیں۔ہمیں ایک بات ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ خالص علمی و فلسفیانہ موضوعات کو عام اور سادہ زبان میں کرنا مشکل تو ہوتا ہے لیکن اُسے قابل فہم زبان میں ضرور بیان ہونا چاہیے۔لیکن اس کتاب کی زبان مشکل اصطلاحات و تراکیب کے باوجود بہت حد تک قابل فہم ہے اور اس بات کا ثبوت ہے کہ اُردو زبان مشکل فلسفیانہ مضامین کو بیان کرنے کے لیے کس قدر وسعت حاصل کر چکی ہے ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

''اس عالم کائنات میں جو چیزیں موجود ہیں وہ سب ایک تدبیر میں جکڑی ہوئی ہیں، اور کوئی چیز اس قاعدے سے باہر نہیں جا سکتی جو قدرت نے اس نظام کے لیے مقرر کر دیا ہے۔اس میں علت اور معلول کے سلسلے مختلف طریقوں سے جمع ہو گئے ہیں اور ایک نظم بن گیا ہے۔''۹؎

❁❁❁❁❁

باب چہارم

(ج) فلسفۂ اقبال، رومی اور غالب پر تنقیدی و توضیحی کتب

کتاب: ۱۹۶

قائداعظم لائبریری لاہور

اقبال اور جمالیات

مصنف: ڈاکٹر نصیر احمد ناصر

اقبال اکیڈیمی کراچی، پاکستان، طبع اول ۱۹۶۴ء

کل ابواب: ۱۴ (چودہ)

کل صفحات: ۵۰۲ (502)

موضوع:

یہ کتاب بنیادی طور پر ''اقبالیات'' کے ذیل میں آتی ہے اور اس میں اقبال کی شاعری میں پائے جانے والے جمالیاتی عناصر کو اجاگر کیا گیا ہے۔ یہ کتاب دو حصوں، حصہ اول ''حسن''، حصہ دوم ''فن'' پر مشتمل ہے۔ یہ دونوں حصے مجموعی طور پر چودہ ابواب پر مشتمل ہیں۔ پہلے حصے ''حسن'' میں اقبال کے تصورِ جمالیات کے حوالے سے خودی، وحدت الوجود، حسن معروضی (خارجی حسن)، حسن موضوعی (داخلی حسن)، موضوعیت و معروضیت، حسن کا حرکی نظریہ، اظہاریت، نظریہ جلال، جمالیاتی مشاہدہ، جمالیاتی حسن اور جمالیاتی ذوق پر ان کی شاعری کے تناظر میں روشنی ڈالی ہے۔ اس سے نہ صرف ان موضوعات پر اقبال کے جمالیاتی عناصر واضح ہوئے ہیں بلکہ ان اصطلاحات کا مفہوم بھی واضح ہو جاتا ہے۔ دوسرے حصہ ''فن'' میں پانچ عنوانات قائم کئے گئے ہیں جن میں فن کی ماہیت، مقصدیتِ فن، فن اور فطرت، تقلید، غلامی اور اجتہاد اور فنی صلاحیت پر بحث کی گئی ہے۔ یہ کتاب دو حوالوں سے بہت اہم ہے پہلا یہ کہ اس میں اقبال کی شاعری سے ان کے جمالیاتی عناصر کو اجاگر کیا گیا ہے اور دوسرا یہ کہ اس عمل میں فلسفہ جمالیات کے بہت پہلو زیر بحث آ گئے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ مغربی ماہرین جمالیات کے افکار بھی بیان ہو گئے ہیں۔ یہ کتاب ''اقبالیات'' کے ساتھ ساتھ ''فلسفۂ جمالیات'' کے حوالے سے بھی بہت اہم کتاب ہے۔

زبان:

نصیر احمد ناصر ماہر جمالیات ہیں اور ان کے اسلوب میں جمال کا پہلو بہت نمایاں ہے۔ وہ اردو فلسفیانہ نثر کی روایت میں ایک منفرد طرزِ نگارش رکھنے والے مفکر ہیں۔ یہ کتاب بھی ایک خالص فلسفیانہ کتاب ہے لیکن اس کی زبان میں جمالیاتی عناصر موجود ہیں اگرچہ اس میں اصطلاحات کی بھرمار ہے لیکن اس کے باوجود طرزِ نگارش دلکش اور رواں ہے۔ فلسفے کو اس طرح کے اسلوب میں بیان کرنے کی یہ ایک منفرد اور کامیاب کوشش ہے۔ ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

> ''رسکن، افلاطون کے برعکس اور قرآن حکیم کے تتبع میں فطرت کو آئینہ دارِ حقیقت اور فن کا مثالی نمونہ سمجھتا ہے۔ اس کے نزدیک فطرت چونکہ حسن و کمال کا شاہکار اور فن کا مطمع نظر ہے اس لئے ہر فنکار جو فطرت کے نمونے سے انحراف کرتا ہے وہ محض توہم پرستی اور کور ذوقی ہی کے سبب ایسا کرتا ہے۔ لہٰذا ایسا فنکار گمراہ اور اس کا ہر فن پارہ باطل ہوگا۔'' ۵۰

☆☆☆☆☆

کتاب: ۱۹۷ شعبہ اقبالیات لائبریری، اورینٹل کالج لاہور

سر سیّد سے اقبال تک

مصنف: قاضی جاوید

بک ٹریڈرز لاہور، پاکستان، طبع اول، ۱۹۷۹ء

کل ابواب: ۷ (سات) **کل صفحات:** ۲۸۵ (285)

موضوع:

اس کتاب میں قاضی جاوید نے ہندوستان اسلامی سلطنت کے زوال اور برطانوی راج کی ابتداء کے بعد سے ہندوستان میں اسلامی فکر کے ارتقاء کا جائزہ لینے کی کوشش کی ہے ۔اس کتاب میں ان سات مذہبی مفکرین پر بحث کرنے کی کوشش کی گئی جنہوں نے ان مخصوص حالات اور دور میں اسلامی فکر میں اپنے اپنے نقطۂ نظر اور فکرونظر کے حوالے سے نئے فکری زوایے تشکیل دیئے۔

زبان:

اس کتاب کی زبان بہت سادہ، صاف اور رواں ہے۔طلبہ اور عام قارئین کیلئے اس کا مطالعہ اور تفہیم آسان ہے۔قاضی صاحب نے فکری اور علمی موضوعات کو آسان پیرائے میں بیان کیا ہے۔ایک مختصراً اقتباس درج کیا جاتا ہے:

> ''اسلامی تعلیمات کا جوہر جو مادہ کی حیثیت رکھتا ہے، اگرچہ اٹل ہے، لیکن اس کے اظہار کی صورتیں زمانے کے تقاضوں کے ساتھ بدلتی رہتی ہیں۔زندگی کا جوہر، حرکت تبدیلی اور انقلاب ہے گزرا ہوا زمانہ واپس نہیں پلٹ سکتا۔''[۸۱]

☆☆☆☆☆

کتاب: ۱۹۸ جی۔سی لائبریری لاہور

فکر اسلامی کی تشکیل نو

(ایک مطالعہ)

مصنف: پروفیسر محمد عثمان

سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، پاکستان، ۱۹۸۵ء

کل ابواب: ۷ (سات) **کل صفحات:** ۲۲۲ (222)

موضوع:

کتاب کا عنوان اور فہرست ابواب سے یوں لگتا ہے کہ جیسے یہ اقبال کے مشہور زمانہ ''خطبات'' کا ترجمہ ہے۔لیکن یہ درحقیقت ان کا ترجمہ نہیں بلکہ ان خطبات کی انتہائی سادہ، آسان لیکن دلکش انداز میں تشریح ہے۔''خطبات اقبال'' کو ایک طرح

سے ''فکر اقبال'' میں ایک کلیدی مقام حاصل ہے لیکن زیادہ تر اردو دان طبقہ ان سے ناآشنا ہے یا اُن سے کسب فیض نہیں کر پاتا۔ وجہ یہ ہے کہ اصل خطبات انگریزی زبان میں ہیں اور جو ان کے اردو تراجم ہیں وہ بھی ثقیل زبان میں ہیں۔ ایسے میں زیر جائزہ کتاب ''خطبات'' میں موجود فکر اقبال کو عام قارئین کے قابل فہم بنا دیتی ہے۔ سات خطبے ہیں اور اس کتاب کے سات ہی ابواب ہیں اور ہر باب کا عنوان اسی ترتیب سے ہے جو اصل خطبات کی ہے۔ ''اقبال'' کے خطبات کی تفہیم کے لئے عام قارئین اور طلبہ کے لئے یہ کتاب ایک کلید کی حیثیت رکھتی ہے۔

زبان:

جیسا کہ ہم نے موضوع میں بھی ذکر کیا کہ مصنف نے اقبال کے ''خطبات'' کے مفاہیم بہت سادہ زبان میں عام قارئین کیلئے بیان کرنے کی کوشش کی اور وہ اس میں بہت حد تک کامیاب رہے۔ لہٰذا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس کتاب کی زبان بہت صاف، رواں، غیر مبہم اور رشتہ ہے اور اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ مشکل خیالات کو کس طرح براہ راست اور دلکش انداز میں بیان کیا جا سکتا ہے:

> ''علامہ اقبال نے اس امر پر افسوس اور حیرت کا اظہار کیا ہے کہ روح انسانی میں اپنی خاص دلچسپی کے باوجود بہت کم مسلمان حکماء ہمیں ایسے نظر آتے ہیں جنہوں انسانی شعور کی وحدت کو سنجیدہ غور و فکر کا موضوع بنایا ہو۔ اس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ ایرانی تصورات جن کو یونانی افکار کے بعد مسلمانوں کے اذہان کو متاثر کرنے کا سب سے زیادہ موقع ملا، خود وحدت کے بجائے دوئی کی طرف مائل رہے ہیں۔''[۸۲]

☆☆☆☆☆

کتاب: ۱۹۹ — شعبہ اقبالیات لائبریری، اورینٹل کالج لاہور

فلسفۂ اقبال

(خطبات کی روشنی میں)

مصنف: سیّد وحید الدین

طبع اول: انڈین انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک سٹڈیز جامعہ ملیہ، دہلی، ہندوستان، ۱۹۸۶ء

طبع دوم: نذیر سنز پبلشرز لاہور، پاکستان، ۱۹۸۹ء

کل ابواب: ۸ (آٹھ) بمعہ ۳ (تین) ضمیمے — **کل صفحات:** ۱۶۴ (164)

موضوع:

اس کتاب میں فاضل مصنف نے اقبال کی فلسفیانہ فکر کو ان کے خطبات کے تناظر میں جانچنے اور پرکھنے کی کوشش کی

ہے۔اکثر اوقات اقبال کی فلسفیانہ فکر کو ان کی شاعری تک محدود رکھا گیا حالانکہ اقبال کی فلسفیانہ فکر ان کے خطبات اور دیگر نثری تحریروں میں زیادہ مربوط انداز میں ہے۔فاضل مصنف نے اسی فکر کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔اس کاوش کو ہم خطبات اقبال کی تلخیص وتوضیح بھی کہہ سکتے ہیں۔ضیاء الحسن فاروقی کا یہ مختصر اقتباس اس کتاب کے موضوع کو مزید واضح کردے گا:

> ''پروفیسر وحید الدین اقبال کی شاعری اور خطبات کے اتحادِ تفکر کے رمز شناس ہیں۔انہوں نے ہماری درخواست پر خطبات کی تلخیص وتوضیح خاص طور پر اس نقطۂ نظر سے کی ہے کہ اقبال کی شاعری اور فکر کا مطالعہ کرنے والے سنیئر طلباء اور ریسرچ اسکالر ان سے آسانی کے ساتھ استفادہ کرسکیں۔اسی کے ساتھ انہوں نے یونانی فلسفیانہ روایات،ابن خلدون کے تہذیبی خیالات اور مغرب کے جدید فلسفیوں کے متعلقہ افکار کی تشریحات بھی کی ہیں۔''۸۳؎

زبان:

اس کتاب کی زبان کسی حد تک خالص فلسفیانہ ہے کیونکہ اس میں بیان کئے گئے مسائل خالص فلسفیانہ ہیں۔فلسفہ اور اقبالیات کے طالب علموں کے لئے یہ چنداں دشوار نہیں لیکن عام قارئین کو ذہنی مشقت کے لئے اسے بغیر سمجھنا مشکل ہے۔بہر حال فلسفہ اقبال اور فلسفیانہ کتب میں باعتبارِ زبان یہ ایک اہم کتاب ہے۔نمونے کے طور پر ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

> ''اشاعرہ کے نزدیک کائنات جواہر (Atoms) پر مشتمل ہے۔جو جواہر اجزائے لاتجزیٰ یعنی ایسے اجزا ہیں جن کا مزید تجزیہ نہیں ہوسکتا۔یہ ناقابل تقسیم ہیں۔جواہر ہر وقت خدا کی تخلیقی قوت کے ذریعے پیدا ہوتے ہیں۔چونکہ خدا کی تخلیقی توانائی کی کوئی حد نہیں اس لئے جواہر بھی اپنی تعداد میں محدود نہیں ہوسکتے۔''۸۴؎

☆☆☆☆☆

کتاب: ۲۰۰ — جی۔سی لائبریری لاہور

علامہ اقبال اور خلیفہ عبدالحکیم کے تصوراتِ عمرانی (جلد اول)

مصنف: ڈاکٹر وحید عشرت

بزمِ اقبال لاہور، پاکستان، ۱۹۸۹ء

کل ابواب: ۱۰(دس)

کل صفحات: ۲۸۰(280)

موضوع:

یہ کتاب دراصل ڈاکٹر وحید عشرت کے خلیفہ عبدالحکیم کے فلسفہ پر ان کے پی ایچ۔ڈی کے تحقیقی مقالے کے پہلے حصے پر مبنی ہے۔اس مقالے میں چونکہ اقبال کے افکار بھی جگہ جگہ بیان ہوئے ہیں اس لئے اس کا عنوان ''علامہ اقبال اور

خلیفہ عبدالحکیم کے عمرانی تصورات'' رکھا گیا ہے۔اس کتاب کے پہلے باب میں ''عمرانی فلسفہ'' کا تعارف اور اس کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ بقیہ نو (۹) ابواب میں بالترتیب خلیفہ عبدالحکیم کے فلسفۂ مذہب ،نظریۂ تاریخ ،تصورِ ثقافت ،تصور سماج و ریاست ،تصورِ جمہوریت ،تصورِ معیشت ،نظریۂ عورت ،فلسفۂ تعلیم اور عمرانی تصورات کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔جیسا کہ اوپر بھی ذکر کیا گیا کہ ان میں خلیفہ کے افکار کے ساتھ ساتھ علامہ اقبال کے نظریات کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔اس لئے یہ کتاب کئی حوالوں سے بہت اہمیت کی حامل ہے۔علاوہ ازیں اس میں مشرق و مغرب کے دیگر حکماء کے افکار کو بھی موضوع بحث بنایا گیا ہے۔

زبان:

ڈاکٹر وحید عشرت کا تعلق فلسفہ کے شعبہ سے ہے اورانہوں نے فلسفہ اور فلسفیانہ موضوعات پر گرانقدر کتابیں تالیف ،تحریر اور مرتب کیں۔آپ کا شمار ان اصحاب میں ہوتا ہے جنہوں نے طلبا اور عام قارئین کیلئے فلسفہ کو عام فہم انداز میں پیش کرنے کے لئے بہت محنت کی۔عشرت صاحب کا یہ مقالہ بھی فلسفہ کے ایک مشکل اور دقیق موضوع پر ہے لیکن اس کی زبان اتنی دقیق اور مشکل نہیں کہ مفہوم زبان کی پیچیدگیوں اور بھول بھلیوں میں گم ہوجائے۔لیکن جیسا کہ پہلے کئی ذکر کیا گیا کہ فلسفہ بالکل ہی عام اور سلیس زبان میں نہیں لکھا جاسکتا۔اس کے اظہار کے اپنے کچھ معیارات ہوتے ہیں۔لیکن یہ ضروری ہے کہ مصنف ممکن حد تک زبان اور موضوع کے ابلاغ کے لئے براہ راست زبان اپنائیں جیسا کہ عشرت صاحب نے اپنے اس تحقیقی مقالے میں کیا ہے۔ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

> ''انسان خود ایک ایسا وجود ہے جو اپنی خودی اور اپنا ایک منفرد وجود رکھتا ہے اور وہ اس وجود کا اظہار تمام تر بندشوں اور مزاحمتوں کے باوجود پوری جرأت اور قوت سے کرتا ہے۔احتیاجات اور مجبوریاں اس کے پاؤں کی زنجیر بننے کی بجائے اس کے اندر اظہار کی آگ اور تیز کرتی ہیں۔مارکسیوں نے انسان کے بارے میں مغالطہ کیا، جب انہوں نے انسانوں کو محض سماجی حالات کا آفریدہ قرار دے دیا۔''۸۵؎

☆☆☆☆☆

کتاب: ۲۰۱ | جی سی لائبریری لاہور

اقبال کا تصورِ بقائے دوام

مصنف: ڈاکٹر نعیم احمد

اقبال اکادمی لاہور، پاکستان ،طبع اول ،۱۹۸۹ء

کل ابواب: ۶ (چھ)

کل صفحات: ۴۳۱ (431)

موضوع:

اس کتاب میں فلسفے کے معروف استاد اور ناقد ڈاکٹر نعیم احمد نے علامہ اقبال کے خطبات کی روشنی میں ان کے بقائے

دوام کے تصور کو اجاگر کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے اور اس ضمن میں وہ کافی حد تک کامیاب بھی رہے ہیں۔ تاریخ انسانی کے فکری ارتقاء میں ''بقائے دوام'' کا نظریہ ایک اہم موضوع رہا ہے۔ مذہب، روحانیت اور تصوف سے وابستہ اصحاب ہمیشہ اس نقطے پر متفق رہے ہے کہ انسان روحانی ترقی کر کے اس مقام تک پہنچ سکتا ہے جہاں موت محض اس کے مادی وجود کو چھو سکتی ہے لیکن اس کی اصل حیات کو فنا نہیں کر سکتی۔ ہر مذہب، فلسفیانہ دبستان اور روحانی و متصوفانہ مسلک میں اس کی تعبیر، منازل اور طریقہ کار مختلف ہیں۔ اقبال بھی ''بقائے دوام کے تصور'' کو تسلیم کرتے ہیں۔ ان کی شاعری میں تو اس کے واضح اشارے ملتے ہیں لیکن ڈاکٹر نعیم احمد نے اس ضمن میں اپنے آپ کو صرف ان کے خطبات تک محدود رکھا ہے۔ علامہ کے بقائے دوام کے تصور کو واضح کرتے ہوئے فلسفہ موت اور بقائے دوام کے متعلق دیگر نظریات پر بحث کی ہے جس سے کتاب کی اہمیت دوچند ہو گئی ہے اور ایک قسم کا اقبال کے تصورِ بقائے دوام اور دیگر تصورات بقائے دوام کا تقابلی مطالعہ بھی ہو گیا ہے۔

زبان:

ڈاکٹر نعیم احمد کا شمار فلسفہ کے ان اساتذہ اور ماہرین میں ہوتا ہے جنہوں نے انگریزی فلسفیانہ اسلوب پر دسترس رکھنے کے باوجود فلسفیانہ افکار کے اظہار کے لئے اردو زبان کو ترجیح دی۔ مقصد ان کا یہ تھا کہ اردو زبان کے دامن کو فلسفیانہ مباحث کے اظہار کیلئے وسعت دی جائے۔ اپنی فلسفیانہ تصانیف کے ذریعے وہ اس مقصد میں بہت حد تک کامیاب رہے۔ ڈاکٹر نعیم احمد فلسفہ کے آدمی تھے نہ کہ اردو زبان و ادب کے لیکن اس کے باوجود انہوں نے کمال مہارت سے دقیق، پیچیدہ اور مشکل فلسفیانہ مسائل کو قابل فہم، فصیح اور علمی زبان میں بیان کر کے نہ صرف فکری اور علمی طور پر اردو کا دامن وسیع کیا بلکہ ایسے اسالیب بھی وضع کئے جو فلسفیانہ افکار کو بہ حسن و خوبی اپنے اندر سمو سکتے ہیں۔ ان کی یہ تصنیف ''اقبال کا تصورِ بقائے دوام'' اسی بات کا منہ بولتا ثبوت ہے جس میں انہوں نے مشرق و مغرب کے فلسفیوں کے دوراز کار اور دقیق افکار کو فلسفیانہ و ادبی آمیزش کے ساتھ بیان کیا ہے۔ ایک مختصر اقتباس درج کرتے ہیں جس سے یہ بات واضح ہو جائے گی:

> ''ماہرین عمرانیات نے زمانہ ماقبل تاریخ کے قصوں اور کہانیوں سے جو نتائج اخذ کئے ہیں ان کی رو سے زمانہ قدیم کے لوگوں کے لئے موت انسانی وجود کی ایک لازمی شرط نہ تھی۔ کسی شخص کی موت خواہ وہ کتنی ہی فطری اور یقینی کیوں نہ ہوتی وہ اسے کسی مافوق الفطرت قوت کی دشمنی اور عناد کا نتیجہ سمجھتے تھے۔ موت کو کسی نادیدہ اور مافوق الفطرت قوت کی کارستانی سمجھنے کے رجحان نے ہی ان کے اندر یہ معقول عقیدہ راسخ کر دیا کہ موت انسانی وجود کی لازمی شرط نہیں ۔۔۔
>
> ۔۔۔ زمانہ قدیم کے لوگوں کا خیال تھا کہ انسان پر کبھی موت وارد نہیں ہو سکتی۔ وہ پیدائشی طور پر موت کی لعنت سے آزاد ہے۔ موت دنیا میں اس وجہ سے آئی کہ جو ہرکارہ آسمانوں سے بقائے دوام کا تحفہ لے کر انسانوں کی طرف آ رہا تھا یا تو وہ پیغام بھول گیا یا پھر اس پیغام میں تحریف کر دی گئی۔''[۸۲]

☆☆☆☆☆

کتاب: ۲۰۲

لمز لائبریری (خالد اسحٰق کولیکشن) لاہور

اقبال — مسلم فکر کا ارتقاء

مصنف: عطیہ سیّد

سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، پاکستان، ۱۹۹۴ء

کل ابواب: ۱۴ (چودہ)

کل صفحات: ۱۷۱ (171)

موضوع:

اس کتاب میں فاضل مصنفہ نے اسلام کے فکری ارتقاء کی تاریخ بیان کی ہے۔ اس سے پہلے انہوں نے یونانی فلسفے کا بھی مختصر تعارف و جائزہ پیش کیا ہے کیونکہ یونانی فلسفے نے بھی اسلامی فکر پر گہرے اثرات مرتب کیے۔ اس کی اہم بات یہ ہے کہ مصنفہ نے اسلامی فکر کی تاریخ کا جائزہ فکرِ اقبال کے تناظر میں لیا ہے۔ اس ضمن ان کا اپنا بیان یہ ہے:

> ''موجودہ کتاب کی نوعیت تاریخی ہے، یہ مسلم افکار، خاص طور پر فلسفیانہ افکار کی تاریخ ہے۔ لیکن اس تاریخ کو اقبال کے حوالے سے لکھا گیا ہے، یعنی یہ سمجھنے کی کوشش ہے کہ اقبال مختلف مسلم فلسفیانہ تحریکوں اور مفکرین کو کس نقطہ نظر سے دیکھتے تھے۔۔۔
> ۔۔۔ اس کتاب میں سب مسلم مفکرین پر تبصرہ موجود نہیں، صرف ان مفکرین کو شامل کیا گیا ہے جن کا ذکر اقبال کی دونوں نثری تصانیف میں ملتا ہے۔۔۔ یہ کتاب اقبال کے حوالے سے مرتب کی گئی ہے اور اقبال (جیسا کہ آگے چل کر واضح ہو گا) مسلم افکار کی تاریخ میں ایک خصوصی وحدت اور منطق دیکھتے ہیں اور اسی نقطہ نظر سے مفکرین کا حوالہ بھی دیتے ہیں، ان میں سے بعض پر زیادہ تفصیلی، بعض پر کم تفصیلی، بعض پر سرسری گفتگو کرتے ہیں اور چند ایک کو مکمل طور پر نظر انداز کرتے ہیں۔'' ۸۷

زبان:

یہ خالصتاً ایک علمی اور فلسفیانہ کتاب ہے۔ اس میں مصنفہ نے علمی و فلسفیانہ اسلوب اختیار کیا ہے۔ فاضل مصنفہ فلسفیانہ علوم کی ماہر اور استاد ہیں۔ آپ مشرقی اور اسلامی فلسفیانہ روایت کے ساتھ ساتھ قدیم یونانی اور جدید مغربی فلسفہ پر بھی گہری نظر رکھتی ہیں۔ آپ نے اتنے وقیع موضوع پر اردو زبان میں یہ کتاب لکھ کر اس کے فکری و لسانی دامن کو بہت وسعت دی ہے۔ کچھ مخصوص علمی و فلسفیانہ اصطلاحات کے علاوہ مفہوم کے ابلاغ میں چنداں دقت پیش نہیں آتی۔ اگر ان اصطلاحات سے قاری کی شناسائی اور واقفیت ہو تو کتاب کی زبان اتنی مشکل اور نا قابلِ فہم نہیں بلکہ براہِ راست اور رواں ہے۔ لیکن اس میں کتابت کی کچھ غلطیاں بہت نمایاں ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ کتاب کے پروف پر وہ توجہ نہیں دی گئی جو دی جانی چاہیے تھی۔ مثلاً

۱۔ تارخ — تاریخ (ص ۹۵) ۲۔ ہر — ہو (ص ۱۰۲) ۳۔ بحر — بھی ہے (ص ۹۴) ۴۔ فسلفہ — فلسفہ (ص ۱۰۸)

بہر حال جہاں تک اسلوب کا تعلق ہے تو موضوع کے حوالے سے اردو کی فلسفیانہ نثر کو مزید مستحکم کرتا اور قوت بخشتا ہے۔ ایک مختصر اقتباس درج کرتے ہیں:

"اقبال کے خیال میں قرآن مکمل داخلیت کے بجائے خارج سے وابستہ ایک روحانی اور مذہبی رویہ پیدا کرتا ہے۔اسلام بنیادی طور پر بیرون بین مذہب ہے۔اس کے مقابلے میں یونانی فکر کے تین بڑے نمائندے یعنی سقراط، افلاطون اور حتیٰ کہ ارسطو بھی ایک ایسا نقطہ نظر پیش کرتے ہیں جو مختلف پہلوؤں سے قرآن کی روح کی نفی کرتا ہے۔مثلاً سقراط انسان اور انسانی ذہن میں کھویا ہوا ہے۔جبکہ قرآن بار بار فطرت اور کائنات کی نیرنگی کے مشاہدے کی ہدایت کرتا ہے۔"۸۸

☆☆☆☆☆

کتاب: ۲۰۳

شعبہ اقبالیات لائبریری اورینٹل کالج لاہور

اقبال اور اساسی اسلامی وجدان

مصنف: عبدالحمید کمالی

مرتب: ڈاکٹر وحید عشرت

بزمِ اقبال لاہور، پاکستان طبع اول، ۱۹۹۷ء

کل ابواب: ۱۱ (گیارہ)

کل صفحات: ۳۵۹ (359)

موضوع:

عبدالحمید کمالی کا شمار "اقبالیات" کے جید علماء میں ہوتا ہے۔آپ نے فکرِ اقبال کی تفہیم وتشریح کے ضمن میں بہت سے مقالے اور مضامین لکھے۔مذکورہ بالا کتاب ایسے ہی چند نادر اور اہم مقالات کا مجموعہ ہے جنہیں ڈاکٹر وحید عشرت نے کتابی صورت میں مرتب کرکے بہت اہم خدمت انجام دی ہے۔فکر اقبال کے متعلق بہت کچھ لکھا گیا اور لکھا جا رہا ہے لیکن جس قطعیت اور خالص فلسفیانہ انداز سے فلسفہ اقبال کی تشریح اور تجزیہ کمالی صاحب نے کیا وہ شاید ہی کسی اور نے کیا ہو۔یہ کتاب نہ صرف فلسفہ اقبال کے حوالے سے بہت اہم ہے بلکہ اردو فلسفیانہ کتب کے ذخیرے کی نمایاں کتب میں بھی شمار ہوتی ہے۔

زبان:

کمالی صاحب چونکہ مکمل طور پر فلسفے کے آدمی تھے اس لئے ان کا اسلوب بھی خالصتاً فلسفیانہ تھا۔اگر چہ یہ کتاب مختلف ادوار میں لکھے گئے ان کے مقالات کا مجموعہ ہے لیکن اس کے باوجود اس میں اسلوب کی وحدت نمایاں ہے۔کتاب کا اسلوب فلسفیانہ ہونے کے باوجود اتنا دقیق اور مشکل نہیں لیکن پھر بھی ایک خاص سطح سے کم علمی سطح کے قارئین کے لئے اس کی تفہیم مشکل ہے۔بہر حال فلسفیانہ نثر اور اسلوب کے لحاظ سے یہ ایک اہم کتاب ہے۔زبان کے حوالے سے ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

"وحدیت پسند فلسفوں کے لحاظ سے اگر کائنات ارتقاء میں ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ابھی ناقص ہے کمال کو نہیں پہنچی اور جب کمال کو پہنچ جائے گی تو تمام ہو جائے گی۔اقبال کے ہاں ارتقاء کا تصور اس طرح کا نہیں بلکہ ارتقاء ہونا ان کے ہاں عین دلیل کمال ہے اس لئے کہ خوگر حدنہ ہونا اصل وجود ہے۔"۸۹

☆☆☆☆☆

کتاب: ۲۰۴
قائد اعظم لائبریری لاہور

اقبال کا علم کلام

مصنف: علی عباس جلالپوری
تخلیقات لاہور، پاکستان، ۱۹۹۹ء

کل ابواب: ۹ (نو)
کل صفحات: ۲۷۸ (278)

موضوع:

جیسا کہ عنوان ''اقبال کا علم کلام'' سے ظاہر ہے کہ مصنف نے اس میں علامہ اقبال کو ایک متکلم ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔اپنے اس دعوے میں وہ کس حد تک کامیاب رہے ہیں اس کا جواب تو علماء اور ماہرین فلسفہ و اقبالیات ہی دے سکتے ہیں۔میں یہاں صرف ''پیش لفظ'' سے مصنف کا ایک اقتباس درج کرنا بہتر سمجھتا ہوں جو کتاب کے نفس مضمون کی مزید وضاحت کر دے گا:

''اقبال ایک عظیم شاعر ہیں۔ان کی شاعری دنیائے ادب کا گراں بہا سرمایہ ہے۔جہاں تک ان کے فکر و نظر کا تعلق ہے وہ ایک متکلم ہیں کیونکہ انہوں نے بھی مشاہیر متکلمین اشعری،غزالی،رازی وغیرہ کی طرح مذہب کی تطبیق معاصر علمی انکشافات سے کرنے کی کوشش کی ہے۔اس اجمال کی تفصیل تالیف زیر نظر کے پہلے باب میں ملے گی۔دوسرا باب علم کلام کا تاریخی و فکری پس منظر پیش کرتا ہے۔تیسرے اور چوتھے ابواب میں اقبال کی الٰہیات سے بحث کی گئی ہے۔پانچویں اور چھٹے ابواب میں ان کی وجدانیت اور رومانیت کا تجزیہ کیا گیا ہے۔ساتویں باب میں تاویلات اقبال کا جائزہ لیا گیا ہے اور اس کے بعد علم کلام کے اثرات کا ذکر کیا گیا ہے۔آخر میں تصریحات کے زیر عنوان ان فلسفیانہ تحریکوں اور اصطلاحات کی تشریح کی گئی ہے جن کا تعلق بالواسطہ یا بلاواسطہ اس کتاب کے مطالب و مندرجات سے ہے۔امید ہے کہ ان تصریحات کی غواصی ان اصحاب کے لئے سہولت فہم کا باعث ہوگی جنہیں فلسفے کے مطالعے کا موقع نہیں ملا۔لیکن جو فلسفے کے حوالے سے اقبال کے افکار کو سمجھنے کے آرزومند ہیں۔''۹۰

زبان:

یہ کتاب ایک خالص فلسفے کی کتاب ہے اس لئے اس کی زبان ان کی دیگر کتب کے برعکس زیادہ پیچیدہ اور ادق ہے۔حوالہ جات کی بھرمار کی وجہ سے اس میں روانی و تسلسل کا فقدان ہے لیکن چونکہ ایک اعلیٰ علمی کتاب ہے اور نفس مضمون کے اعتبار سے بہت مشکل بھی اس لئے اس کی زبان کا مشکل ہونا ایک فطری امر ہے۔لیکن یہ کتاب اس امر کا ثبوت بھی ہے کہ اردو زبان کے دامن میں اتنی وسعت پیدا ہو چکی ہے وہ اعلیٰ فلسفیانہ موضوعات کو بہ احسن و بخوبی بیان کر سکتی ہے۔ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

''۔۔۔برگسان بھی ایک صوفی ہے اور اس کا نظریہ ارتقائے تخلیقی وحدت وجود ہی کی بدلی ہوئی صورت ہے جس سے اقبال بخوبی مانوس تھے۔دوسری یہ کہ اس نے وجدان کی ہمہ گیر کارفرمائی پر زور دیا ہے اور خرد کو ادراک حقیقت کے ناقابل قرار دیا ہے یہی خیال صوفیہ وجودیہ کا بھی تھا۔''۹۱

☆☆☆☆☆

کتاب: ۲۰۵

کتب خانہ مجلس ترقی ادب لاہور

اقبال کا تصورِ زمان و مکان

(اور دوسرے مضامین)

مصنف: ڈاکٹر رضی الدین

مجلس ترقی ادب لاہور، پاکستان، طبع دوم، ۲۰۰۲ء

کل ابواب: ۷ (سات)

کل صفحات: ۲۴۷ (247)

موضوع:

یہ کتاب اقبال کے افکار پر مصنف کے مختلف اوقات میں لکھے گئے مقالات کا ایک مجموعہ ہے۔ اس میں کل نو (۹) مقالات شامل ہیں۔ ان نو (۹) مقالات میں سے سات اردو میں ہیں جن کی تفصیل یہ ہے۔

۱۔ اقبال حضور باری میں ۲۔ موت اور حیات اقبال کے کلام میں ۳۔ مثنوی اسرارِ خودی کا تجزیہ ۴۔ اقبال کا تصورِ زمان و مکان ۵۔ قوموں کا عروج و زوال ۶۔ اقبال اور جذبۂ آزادی ۷۔ مذہب اقبال کی نظر میں۔

8. Iqbal and the Problem of Freewill.

9. Iqbal's Concept of a Muslim.

یہ مجموعہ اقبال کے صد سالہ جشن ولادت کی تقریبات کے موقع پر شائع ہوا۔ اس میں اقبال کے خالص فلسفیانہ افکار پر ان کی شاعری اور خطبات کے تناظر میں علمی و فلسفیانہ انداز سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ اقبال کی فکر خصوصاً زمان و مکاں کے تصور کو سمجھنے کیلئے یہ کتاب بنیادی اہمیت کی حامل ہے۔

زبان:

اگر چہ یہ ایک باقاعدہ تصنیف نہیں بلکہ مختلف مقالات کا مجموعہ ہے جو کئی سال پر محیط عرصے میں لکھے گئے۔ اس لئے اس میں اسلوب اور طرز تحریر کی وحدت نہیں۔ لیکن بحیثیت مجموعی مصنف کا انداز تحریر براہ راست ہے اور اتنا دقیق بھی نہیں۔ موضوع چونکہ علمی اور فلسفیانہ ہے اس لئے انداز تحریر بھی سنجیدہ، علمی لیکن فصیح اور رواں ہے۔ علمی ذوق رکھنے والے قارئین کے لئے اس کا مفہوم سمجھنے میں دقت پیش نہیں آتی۔ ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

> ”زمان اور مکان کے بارے میں عامیانہ تصور کچھ اس طرح کا ہوتا ہے: ایک دن میں جو واقعات رونما ہوتے ہیں وہ ایک سادہ ترتیب سے واقع ہوتے ہیں، جس طرح کہ ایک مالا میں موتی ایک ترتیب سے یکے بعد دیگرے پروئے ہوتے ہیں۔ مالا کو ہم ”وقت“ کہہ سکتے ہیں اور واقعات کی جو ترتیب جو ایک دوسرے کے لحاظ سے ہوتی ہے وہ ”پہلے“ اور ”بعد“ کے الفاظ سے تعبیر کی جا سکتی ہے۔ جس طرح مالا میں دو موتیوں کے درمیان بعض حصے خالی ہوتے ہیں اسی طرح ممکن ہے کہ دو

واقعات کا درمیانی وقت ''خالی'' گزرے جس میں کوئی ایسا واقعہ رونما نہ ہو جس کا ہمارے ذہن پر کوئی خاص اثر ہو۔ ہمارا ذہن اس کو ''خالی آن'' قرار دے گا۔''۹۲

☆☆☆☆☆

کتاب: ۲۰۶ — لمز لائبریری (خالد اسحٰق کولیکشن) لاہور

فکرِ اقبال

مصنف: ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم

بزمِ اقبال لاہور، پاکستان، طبع ہشتم، ۲۰۰۵ء

کل ابواب: ۲۰ (بیس) — **کل صفحات:** ۵۷۵ (575)

موضوع:

یہ کتاب فلسفہ اقبال اور اقبال کے افکار کی تفہیم کے لئے ایک کلید کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ کتاب اس لئے بھی اہمیت کی حامل ہے چونکہ خلیفہ صاحب خود بھی فلسفیانہ علوم کے ماہر، مفکر اور مشرق ومغرب کے قدیم وجدید تصورات پر گہری نظر رکھتے تھے اس لئے انہوں نے فکرا قبال کے ان گوشوں تک بھی رسائی حاصل کی جن تک دوسرے ناقدین اقبال نہ پہنچ سکے۔ اس تصنیف میں خلیفہ صاحب نے اقبال کی شاعری (اردو، فارسی) سے اقبال کا ایک منظم اور مربوط نظریہ حیات وکائنات اخذ کرنے کی ایک بہت اہم کوشش کی ہے۔ یہ کتاب ان لوگوں کیلئے بھی ایک دلیل ہے جو اقبال کو محض ایک شاعر مانتے ہیں فلسفی نہیں۔ کتاب کے آخر میں ''حواشی وتعلیقات'' سے پہلے بھی ایک ''سخنے چند'' ہے جو خواجہ حمید یزدانی کی طرف سے جنہوں نے اس کے ''حواشی وتعلیقات'' ترتیب دیئے۔ نیز ان ''حواشی وتعلیقات'' سے پہلے ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم کا مختصر سوانحی خاکہ بھی درج کردیا گیا ہے۔

زبان:

جیسا کہ ہم نے پہلے بھی ذکر کیا کہ خلیفہ عبدالحکیم کا شمار اردو میں فلسفیانہ نثر کے قافلہ سالاروں میں ہوتا ہے جنہوں نے نہ صرف اردو نثر میں مغربی فکر وفلسفہ کو بیان کرنے کی روایت کی داغ بیل ڈالنے میں کردار ادا کیا بلکہ اسے اپنی تحریروں اور تراجم سے اسے مستحکم بھی کیا۔ خلیفہ عبدالحکیم انگریزی سے فلسفیانہ ترجمہ کرنے والے اولین اور اہم ترین مترجمین میں سے ہیں۔ فلسفیانہ موضوعات پر ان کی تنقیدی وتوضیحی اور طبع زاد کتب اردو میں نمایاں مقام رکھتی ہیں۔ اس کے علاوہ فکر اسلامی، فکر اقبال، رومی اور غالب پر ان کی تنقیدی وتوضیحی کتب نہ صرف اس ضمن میں روشنی بہم پہنچاتی ہیں بلکہ علمی حوالے سے اردو اسلوب کو بے پناہ وسعت بھی دیتی ہیں۔ ''فکر اقبال'' بھی انہی کتابوں میں سے ایک ہے۔ اس میں انہوں نے اقبال کے افکار کو فصیح، علمی اور شستہ اردو زبان میں بیان کیا ہے۔ ناگزیر اصطلاحات اور تراکیب کے علاوہ زبان غیر مبہم اور براہ راست ہے۔ موضوع اور طرز نگارش دونوں حوالوں سے یہ کتاب اردو کے فلسفیانہ ذخیرے کی ایک اہم کتاب ہے۔ زبان کے حوالے سے ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

''اقبال کے کلام میں جابجا یاس کا اندھیرا بھی ہے اور امید کی افق تابی بھی۔ لیکن وہ زندگی کے لامتناہی ممکنات کا معتقد ہے اس لئے حاضر کی تیرہ بختی اس کو مستقبل سے ناامید نہیں کرتی۔ اس کی یاس انگیز نظموں میں بھی آخری حصے میں امید یاس پر غالب آجاتی ہے۔ زندگی امید و بیم کی مسلسل کشاکش کا نام ہے۔''۹۳

☆☆☆☆☆

کتاب: ۲۰۷ — جی۔سی لائبریری لاہور

اقبال کا نظریہ اخلاق

مصنف: سعید احمد رفیق

ادارۂ ثقافت اسلامیہ لاہور، پاکستان، ۲۰۰۹ء

کل ابواب: ۷ (سات) — **کل صفحات:** ۲۱۴ (214)

موضوع:

اس کتاب میں مصنف نے علامہ اقبال کی شاعری، خطبات اور دیگر تحریروں سے ان کا مربوط اخلاقی نظریہ اور نظام پیش کرنے کی کوشش کی ہے اور وہ اس میں بہت حد تک کامیاب بھی رہے ہیں۔ ''فلسفۂ اخلاق'' کے حوالے سے اقبال کی شاعری اور خطبات کا تجزیہ ''اقبالیات'' کی اہم جہت ہے اور یہ کتاب اس جہت میں ایک اہم کاوش اور کوشش ہے۔ اس سے علامہ اقبال کے اخلاقیات سے متعلق افکار کی وضاحت ہوتی ہے اور ان کے مآخذ و منابع پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ اقبال کی تفہیم میں یہ کتاب اہم اضافہ ہے۔

زبان:

اقبال کی شاعری کا مطالعہ کرنے والے قارئین کے لئے تو اس کتاب کی زبان کافی شناسا ہے۔ بہر حال کتاب کی زبان موضوع کی مناسبت خالص علمی زبان ہے اور اس میں ''اقبالیات'' سے متعلق مخصوص اسلوب کی جھلک نمایاں ہے۔ علمی ذوق رکھنے اور اقبال کی شاعری کا مطالعہ کرنے والے قارئین کے لئے یہ زبان چنداں مشکل نہیں ہے۔ ''فلسفۂ اخلاق'' اور اقبال سے وابستہ مخصوص اصطلاحات کے باوجود زبان واضح، غیر مبہم اور آسان فہم ہے۔ اور اردو میں علمی نثر کی روایت کو مستحکم کرتی ہے۔ ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

> ''نیابتِ الٰہی کی اس آخری منزل تک پہنچنا انسان کو 'انسان کامل' بنا دیتا ہے۔ 'انسان کامل' خودی کی ترقی کی آخری منزل ہے۔ جسے اقبال نے نیابت الٰہی کے نام سے موسوم کیا ہے۔ اقبال نے انسان کامل کی صفات اور خصوصیات مختلف اشعار میں پیش کی ہیں۔ وہ نطشے کے فوق البشر طرح صرف قوت کا مظہر، طاقت کا پجاری، جنگ کا دلدادہ نہیں ہے، بلکہ جلالی اور جمالی دونوں قسم کی صفات کا پیکر ہے۔ وہ بہترین 'انا' خدا سے سب سے زیادہ قریب، خلیفۃ اللہ اور بندۂ مولا صفات ہے جو نخلِ انسانیت کا آخری ثمر ہے۔''۹۴

☆☆☆☆☆

کتاب: ۲۰۸

قائداعظم لائبریری لاہور

پیرِ رومی و مریدِ ہندی

(مولانا روم اور علامہ اقبال کا تقابلی مطالعہ)

مرتب: محمد اکرام چغتائی

سنگِ میل پبلی کیشنز لاہور، پاکستان، س۔ن

کل ابواب: ۲۵ (پچیس)

کل صفحات: ۴۹۸ (498)

موضوع:

یہ کتاب محمد اکرام چغتائی نے مرتب کی۔ اس میں انہوں نے صرف ان مقالات کو شامل کیا ہے جو اقبال اور رومی کے متعلق اور تقابل میں لکھے گئے۔ اقبال مولانا روم کو اپنا روحانی مرشد مانتے تھے اور انہوں نے اپنی فکری روحانی ترقی کیلئے مولانا روم سے کسبِ فیض کیا۔ اسی لئے اردو میں رومی اور اقبال کے حوالے سے بہت کچھ لکھا گیا اور بڑے بڑے اکابرین نے اس موضوع پر خامہ فرسائی کی۔ یہ کتاب اس موضوع پر اعلیٰ ترین مقالات کا مجموعہ ہے۔ اس کتاب میں چار مقالات ایسے ہیں جن میں اقبال اور رومی کے ساتھ ساتھ بالترتیب نطشے، ولیم جیمس، برگساں اور شنکر کو بھی موضوع بحث بنایا گیا ہے۔ اس میں کل چوبیس مقالات ہیں لیکن نمبر شمار پچیس (۲۵) کا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ فہرست کے نمبر شمار میں ۲ کے بعد ۳ کی بجائے ۴ ہے۔ یہ کتاب اس لئے اہمیت کی حامل ہے کہ اس میں ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم، ڈاکٹر عشرت حسن انور، ڈاکٹر سید عبداللہ، مرزا محمد منور اور عبدالماجد دریابادی جیسے مفکرین اور دیگر اسکالرز کے مقالات جات شامل ہیں۔

زبان:

اس کتاب کے مقالہ نگاران نہ صرف بلند فکر اور اعلیٰ فلسفیانہ ذوق رکھتے تھے بلکہ انہیں اردو کے زبان و بیان پر عبور بھی حاصل تھا۔ اس لئے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ باعتبار موضوع اور زبان و بیان یہ اردو کی بہترین مرتبہ فلسفیانہ کتب میں شمار ہوتی ہے۔

☆☆☆☆☆

کتاب: ۲۰۹

قائداعظم لائبریری لاہور

تشبیہاتِ رومی

مصنف: ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم

ادارۂ ثقافت اسلامیہ لاہور، پاکستان، طبع اول ۱۹۵۹ء، طبع دوم ۱۹۷۷ء

کل ابواب: ۷ (سات)

کل صفحات: ۴۱۱ (411)

موضوع:

ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم نے اس کتاب میں ''مثنوی روم'' میں مولانا روم کی تشبیہات وتماثیل کو واضح کر کے ان کے پس پردہ مفاہیم کو بیان کرنے کی کوشش ہے۔ بالالفاظ دیگر یہ کتاب ''مثنوی روم'' کی کسی حد تک شرح بھی ہے۔ اس کتاب کے فلیپ پر درج عبارت سے ایک مختصر اقتباس دیا جاتا ہے:

> ''تشبیہات رومی'' مرحوم کی آخری کتاب ہے۔ اس کتاب میں بسط وتفصیل کے ساتھ خلیفہ صاحب نے بتایا ہے کہ رومی سا نباض فطرت سبک اور عامۃ الورود تشبیہوں سے کام لے کر فلسفہ حیات اور کائنات روح کے اسرار وغوامض کس آسانی سے حل کر دیتا ہے۔''۹۵

یہ کتاب رومی کے فلسفہ حیات کو سمجھنے کیلئے ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔

زبان:

یہ کتاب چونکہ ایک توضیحی اور تشریحی کتاب ہے اس لئے اس کی زبان دیگر خالص فلسفیانہ کتب کی نسبت آسان اور سہل ہے لیکن اس میں ایک وقار وتمکنت بھی ہے جو اس موضوع کے شایانِ شان ہے۔ کچھ اصطلاحات کا ابلاغ مشکل ہے جنہیں خلیفہ صاحب نے فارسی سے بعینہٖ اردو میں منتقل کر دیا ہے۔ مثلاً

۱۔ حاسہ (ص ۷) ۲۔ اسفل (ص ۸) ۳۔ سماع راست (ص ۱۰) ۴۔ ذوق مدحت آفت نفس (ص ۶۲)

۵۔ مردود الطرفین (ص ۸۰) ۶۔ نحو محو (ص ۹۳)

ایسی کئی مثالیں کتاب میں موجود ہیں لیکن بحیثیت مجموعی کتاب کی زبان موضوع کے اعتبار بلند پایہ کسی حد تک رواں و براہِ راست بھی ہے۔ ایک مختصر اقتباس درج ذیل ہے:

> ''مولانا فرماتے ہیں کہ جس شخص کا دل شقاوت سے بے حس نہیں ہو گیا، جھوٹ سے اسے کبھی اطمینان نہیں حاصل ہو سکتا۔ تزکیہ نفس سے تو دل صدق اور کذب کو پرکھنے کی کسوٹی بن جاتا ہے۔''۹۶

☆☆☆☆☆

کتاب: ۲۱۰ | شعبہ اقبالیات لائبریری، اورینٹل کالج لاہور

غالب کا ذوقِ الٰہیات

مصنف: سید مشکور حسین یاد

نثار آرٹ پریس لاہور، پاکستان، طبع اول، ۱۹۹۹ء

کل ابواب: ۲۷ (ستائیس) | کل صفحات: ۱۸۶ (186)

موضوع:

الٰہیات ابتدا ہی سے فلسفے کا بنیادی موضوع رہا ہے۔عربی اور فارسی شعرا کے ساتھ ساتھ اردو شاعروں نے بھی اپنی شاعری میں اس موضوع پر طبع آزمائی کی۔غالب ان شعراء میں ایک نمایاں مقام رکھتے ہیں۔غالب کی شاعری کے الٰہیاتی عناصر کو مشکور حسین یاد نے اپنی اس کتاب میں نمایاں کیا ہے۔اس ضمن میں مصنف خود یہ لکھتے ہیں:

"۔۔۔الٰہیات سے یعنی اللہ اور اس کی ذات سے تو ہر انسان کا تعلق ہوتا ہے لیکن یہ تعلق کس قسم کا ہے اس سے ہر انسان کی انسانیت کا پتا چلتا ہے۔بس اسی پتا چلنے کو میں نے یہاں ذوقِ الٰہیات کا نام دیا ہے۔گویا غالب کے ذوقِ الٰہیات سے میری مراد یہ ہے کہ غالب بہ حیثیت شاعر حقیقتِ عظمٰی کے ساتھ کس طرح کا تعلق قائم رکھتا ہے اور کس طرح وہ اس تعلق کو روزمرہ کی زندگی میں استعمال کرتا ہے۔"۹۷

اس کتاب میں مصنف نے اپنے آپ کو غالب کے اردو کلام تک محدود رکھا ہے۔غالب کی تشریحات میں یہ ایک نمایاں حیثیت کی حامل تصنیف ہے جس سے غالب کے ذوقِ الٰہیات کو سمجھنے میں ایک سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔

زبان:

مشکور حسین یاد نے غالب کے مشکل اور پیچیدہ افکار کی بڑی آسان اور سہل زبان میں تشریح اور توضیح کی ہے۔غالب کی الٰہیاتی فکر کو رواں اور براہِ راست میں بیان کیا ہے۔اس لئے ہم بہ اعتبار زبان اسے دورِ جدید کی ایک اہم کتاب تصور کرتے ہیں۔ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

"۔۔۔گویا انسان کی تمنا امکانات سے بھی آگے نکل گئی ہے لیکن خود انسان کو سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ تمنا کا تو تمام تر تعلق امکانات سے ہے جب امکانات ہی اس کے یعنی تمنا کے ایک قدم کے نیچے آ کر ایک طرح سے ختم ہو گئے ہیں تو اب تمنا کے دوسرے قدم کے نیچے کیا ہے۔۔۔اس کا مطلب یہ ہوا کہ اب آدمی کی تمنا اپنے امکانات سے آگے نکل کر کہاں گئی ہے۔"۹۸

❀❀❀❀❀

باب چہارم

(د) مشرقی فلسفہ (ایرانی، ہندی، چینی) پر تنقیدی و توضیحی کتب

کتاب: ۲۱۱ — کتب خانہ، خانہ فرہنگ ایران لاہور

مُلّا صدرا کا قابل عمل فلسفہ

مصنف: مشکور حسین یاد

الرزاق پبلی کیشنز لاہور، پاکستان، ۱۹۹۸ء

کل ابواب: ۲۴ (چوبیس) — کل صفحات: ۱۲۸ (168)

موضوع:

یہ کتاب معروف مسلمان ایرانی فلسفی، متکلم اور مفکر مولانا صدرالدین شیرازی المعروف ملاصدرا کی فلسفیانہ فکر کا ایک تجزیہ پیش کرتی ہے۔اس کے چوبیس ابواب میں ملاصدرا کے نظریہ وجود، وحدت و کثرت، ماہیت، حرکت، زمان، فطرت الٰہیہ، علم النفس، علم، عقل، تجرید، معاد اور حیات بعد ممات پر بحث کی گئی ہے اور انہیں قابل فہم انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ملاصدرا کے فلسفیانہ افکار کو سمجھنے کے لئے یہ ایک بنیادی کتاب ہے۔

زبان:

اس کتاب کی خاص بات یہ ہے کہ مصنف نے ملاصدرا کے مشکل اور پیچیدہ فلسفیانہ افکار کا جائزہ بڑے دلنشین، واضح، آسان فہم اور براہِ راست پیرائے میں بیان کیا ہے۔تنقیدی وتوضیحی کتب میں زبان کے حوالے سے یہ بہت اہم کتاب ہے۔ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

> ”صدرا جب یہ کہتا ہے کہ وقت کوئی معروضی حقیقت نہیں ہے تو اس کا مطلب ہوتا ہے کہ وقت نہ کوئی آزادانہ وجود رکھتا ہے اور نہ کوئی فزیکل خوبی جیسے سیاہی یا سفیدی لیکن وقت ان معنی میں ایک حقیقت ہے کہ یہ حرکت کی پیمائش کرتا ہے لیکن وقت کی حقیقت اس سے کم یا زیادہ نہیں ہے جتنی کہ خود حرکت ہے اور اس کی پیمائش ہے۔“ 99

☆☆☆☆☆

کتاب: ۲۱۲ — کتب خانہ مجلس ترقی ادب لاہور

فلسفۂ ہند و یونان

مرتب: دین محمد شفیقی عہد پوری

مجلس ترقی لاہور، پاکستان، ۱۹۵۷ء، ۱۹۶۲ء، ۲۰۱۰ء

کل ابواب: ۱۸ (اٹھارہ) — کل صفحات: ۱۴۴ (144)

موضوع:

اس کتابِ مختصر میں مصنف نے دنیائے فلسفہ کے دو اہم مراکز ہندوستان اور یونان کے فلسفہ کے بنیادی خد و خال، خصائص اور پھر عہد بہ عہد ان کا تقابل کر کے کچھ نتائج اخذ کئے ہیں۔ یہ مختصر لیکن جامع کتاب یونان و ہند کے فلسفہ کی مختصر ترین تاریخ اور تقابل ہے۔ اس ضمن میں مصنف کا یہ مختصر بیان درج کیا جاتا ہے:

> ''یہ کتابچہ فلسفہ ہند و یونان کا ایک مجمل جائزہ ہے جسے فقط ایک مطالعے کی حیثیت حاصل ہے۔ اس کے اجزائے ترکیبی تنقید و تبصرہ کی بجائے ترجمہ و تلخیص کے ہیں۔ گویا یہ ہر دو مذکورہ ممالک کے فلسفیانہ افکار و آراء کا ایسا خلاصہ ہے جو فلسفے کے طالب علم کو بڑی بڑی ادق اور ضخیم کتب کے عرق ریزی سے بچائے گا۔۔۔
>
> ۔۔۔ اگر دونوں فلسفوں (فلسفۂ ہند، فلسفۂ یونان) کا بہ نظر غائر مطالعہ کیا جائے تو ان کے تدریجی ارتقاء سے واضح ہو جائے گا کہ فلسفہ نے ہر دو مذکورہ ممالک میں قریباً ایک ہی سی منازلِ فکر طے کی ہیں اور ان کی آخری منزل بھی ایک ہی ہے جس سے ہم یہ سمجھ لینے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ یہی آخری منزل ہے اور اس سے آگے عقل و فکر انسانی کی رسائی ناممکن ہے۔'' ۴۰۰

پہلے باب فلسفۂ یونان میں دونوں کا مختصراً تعارف ہے۔ اس کے بعد بارہویں باب تک ہندی فلسفے کے نمائندہ مکتبہ ہائے فکر مثلاً جین مت، بدھ مت، نیایہ، ویشیشکا، سانکھیا، یوگ، میماسہ، ویدانت، اچاریہ، راما نوج اور ہندوستان کے قدیم مذاہب کا بیان ہے یوں گیارہ ابواب میں ہندوی فلسفے کا بیان ہے۔ جبکہ تیرہویں سے اٹھارہویں باب تک قدیم فلسفہ یونان، سقراط، افلاطون، ارسطو، ارسطو کے بعد کا دور اور نوفلاطونیت (افلاطونیت جدیدہ) کے افکار کا بیان ہے۔ اس کتاب کی خاص بات یہ ہے کہ انتہائی مختصر مگر جامع انداز میں مصنف نے اتنے وسیع اور پھیلے ہوئے موضوع کو سمیٹ دیا ہے۔

زبان:

زبان کے حوالے سے اس کتاب کی سب سے اہم بات یہ ہے کہ یہ بالکل واضح، براہ راست، رواں اور شستہ زبان میں ہے۔ ایک عام قاری بھی اس کے مطالعے سے کسبِ فیض کر سکتا ہے۔ کہیں کہیں تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ ہم اردو کے بہترین انشائی ادب کا مطالعہ کر رہے ہیں۔ یہ بات درست ہے کہ فلسفہ بالکل ہی سلیس اور ادبی زبان میں نہیں لکھا جا سکتا لیکن یہ بھی سمجھ لینا کہ فلسفہ محض ادق اور ثقیل زبان میں بیان ہو سکتا ہے تو یہ بھی صحیح نہیں۔ یہ کتاب مؤخر الذکر بیان کی تردید کرتی ہے۔ ایک مختصر اقتباس درج کرتے ہیں:

> ''فلاسفہ میماسہ نے وید کی تقدیس اور الوہیت میں اتنا مبالغہ کیا ہے کہ مذکورہ دیوتا بھی ماند ہو کر رہ گئے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ جتنی مقدس اور اہم ان کی عبارات ہیں دیوتا بھی اتنی اہمیت نہیں رکھتے۔ وہ شعراء جنہوں نے وید کے نغمات لکھے اور انہیں گایا، وہ اس کے ناظم نہیں مروج ہیں کیونکہ انسان کا قول چاہے وہ کتنا ہی عقلمند کیوں نہ ہو نقص سے پاک نہیں ہوتا اور وید نقص سے پاک قدیمی اور ازلی و کامل ہیں اگر ان میں اشتباہ ہو تو یہ عقل کا اشتباہ و نقص ہوگا، نہ کہ وید کا۔'' ۴۰۱

کہیں کہیں کتابت کی غلطی مل جاتی ہے جو کسی بھی کتاب میں خارج از امکان نہیں ہوتی۔ مثلاً ا۔ ناپدید — ناپید (ص ۳۳)

☆☆☆☆☆

کتاب: ۲۱۳ شعبہ اقبالیات اورینٹل کالج لاہور

ہندوستانی فلسفہ

مصنف: موہن لال ماتھر
اشاعت قدیم: ترقی اردو بیورونئی دہلی، ہندوستان، ۱۹۸۰ء
اشاعت جدید: نگارشات لاہور، پاکستان، ۲۰۰۴ء

کل ابواب: ۱۲(بارہ) **کل صفحات:** ۳۰۲(302)

نوٹ: (جائزے کے لئے اشاعت جدید کو بنیاد بنایا گیا ہے)

موضوع:

یہ کتاب ہندوستانی فلسفے کی ایک مختصر تاریخ ہے جس میں قدیم ہندی فلسفے سے لے کر جدید ہندوستانی نظریات کا احاطہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ فلسفہ کو زمانہ قدیم ہی سے ہندوستان میں بنیادی حیثیت رہی ہے اور یہ مذہب ہی کا حصہ سمجھا جاتا رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہندی فلسفے کی تمام تر جڑیں مذہبی کتابوں میں ملتی ہیں۔ ہندوستان کے مختلف فلسفیانہ مکاتب فکر کو سمجھنے کیلئے یہ کتاب ایک کلید کی حیثیت رکھتی ہے۔ علاوہ ازیں مصنف کا تحریر کیا ہوا "مقدمہ" اپنی جگہ خود اہمیت کا حامل ہے جس میں انہوں بحیثیت مجموعی ہندی فلسفے کی بنیادی خصوصیات مختصراً بیان کی ہیں۔ کتاب کے بارہ ابواب میں مجموعی طور پر وید، اپنشد، گیتا، مادیت، جین مت، بدھ مت، نیائے وشیشک، سانکھیہ یوگ، میماسا اور ویدانت کے فلسفے پر روشنی ڈالی ہے اور طلبہ و قارئین کے لئے قابل فہم انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

زبان:

ہندی فلسفے سے متعلق اردو کتابوں کی زبان عربی، فارسی اور انگریزی فلسفے سے متعلق اردو کتابوں کی زبان سے قطعاً مختلف ہے کیونکہ اصطلاحات اور تراکیب مختلف ہیں۔ زیادہ تر سنسکرت تراکیب اور اصطلاحات بعینہٖ اردو کے ہجّے کے ساتھ استعمال کر دی جاتی ہیں۔ لیکن چونکہ سنسکرت اور ہندی سے براہِ راست معاشرتی اور لسانی روابط سے اتنی شناسائی ہوگئی ہے کہ وہ اجنبی اور گنجلک نہیں لگتیں۔ اس کتاب میں بھی کچھ اصطلاحات سے شناسائی ہو جائے تو اس کا مفہوم سمجھنے میں دشواری پیش نہیں آتی۔ اس کتاب کی زبان بھی رواں اور براہِ راست ہے گو کہ اس میں قدیم ہندی فلسفے کے متعلق مباحث ہیں لیکن اس کے باوجود عبارت گنجلک اور مبہم نہیں۔ یوں ہندی فلسفہ کے متعلق اردو کتابوں میں یہ ایک اہم کتاب ہے۔ زبان کے متعلق ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

> "۔۔۔یہ اصطلاحات ہیں "برہمہ" اور "آتما" ان اصطلاحات کو ایسے دوستون سمجھنا چاہیے کہ جن کے سہارے ہندی فلسفہ کی تقریباً عمارت کھڑی ہوئی ہے۔ ان کا ماخذ کچھ مبہم سا ہے۔ لفظ برہمہ (برہ) سے مشتق ہے جس کے معنے میں پاپایا یک نمودار ہونا۔ اول یہ دعا یا التجا کے معنی میں مستعمل تھا۔ دعا کے طور پر برہمہ سے مراد یہ ہے کہ جو اپنے آپ کو قابل سماعت قوت گویائی میں ظاہر ہے۔" ۱۰۲ء

☆☆☆☆☆

کتاب: ۲۱۴

قائداعظم لائبریری لاہور

قدیم ہندوستانی فلسفہ

مصنف: فریدالدین

آگہی پبلی کیشنز حیدرآباد سندھ، پاکستان، طبع اول، ۱۹۸۵ء

کل ابواب: ۴ (چار)

کل صفحات: ۹۸ (98)

موضوع:

یہ کتاب قدیم ہندی فلسفے کے تعارف پر مشتمل ایک مختصر کتاب جس میں مصنف فریدالدین نے طلبہ اور عام قارئین کو ابتدائی ہندی فلسفے سے متعارف کرانے کی کوشش کی ہے۔ وہ خود لکھتے ہیں:

''قدیم ہندوستانی فلسفہ ایک نہایت ہی وسیع موضوع ہے اور اس کتابچہ کو صرف اس کی ایک تمہید سمجھا جائے۔ میں نے اس کتابچے کے ذریعے ہندوؤں کے قدیم ترین فکری ذخیرے کو جو ویدوں، بھگوت گیتا اور چارواک سے اخذ کیا گیا ہے، قارئین کو متعارف کروانے کی مقدور بھر کوشش کی ہے۔''۴۰۳

زبان:

اس کتاب کا مقصد بھی چونکہ طلبہ اور عام قارئین کو ہندی فلسفے سے متعارف کروانا تھا اس لئے اس کی زبان بھی سادہ اور سلیس ہے۔ عام سی تعلیمی قابلیت اور علمی سمجھ بوجھ رکھنے والے قارئین اس کتاب سے بآسانی مستفید ہو سکتے ہیں اور یہی اس مختصر کتاب کی خوبی بھی ہے۔ ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

''اُپنیشد، سانکھیہ اور بدھ مت میں اس ودیا کی بڑی اہمیت ہے۔ علم اور حکمت و دانش کی یہ اہمیت و بڑائی قدیم ہندوستانی فلسفہ کا ایک امتیازی وصف اور جاندار پہلو ہے۔ یہ نکتہ ابدی صداقت کا حامل ہے کہ صحیح علم فرد کو اس کی نجات کا راستہ دکھاتا ہے اور لاعلمیت اس کو مصائب کے جنجال میں گرفتار کر دیتی ہے۔''۴۰۴

☆☆☆☆☆

کتاب: ۲۱۵

قائداعظم لائبریری لاہور

ہندی فلسفہ

مصنف: اعجاز احمد وڑائچ

الکتاب لاہور، پاکستان، ۱۹۸۲ء

کل ابواب: ۶ (چھ)

کل صفحات: ۸۰ (80)

موضوع:

جیسا کہ اس کتاب کے عنوان سے ظاہر ہے کہ اس کا موضوع ہندی فلسفے کا مختصر تعارف ہے ۔ یہ کتاب بھی طلبہ اور عام قارئین کے لئے ہندی فلسفے سے متعلق ایک تعارفی کتاب ہے ۔اس میں صرف ہندی فلسفے اوراس کے نمائندہ دبستانوں کے متعلق بتایا گیا ہے۔ یہ کتاب موضوع کے اعتبار سے اس لئے اہم تھی اور ہے کہ اس سے قبل فلسفہ ہند کے متعلق بہت کم مواد اردو میں ملتا ہے ۔کتاب کے چھ ابواب میں بدھا، نیایا، وشیشک، پوروا میما سا، راما نوج کے افکار کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

زبان:

یہ کتاب بھی چونکہ عام طلبہ اور قارئین کی ضرورت کو مدنظر رکھتے ہوئے تصنیف کی گئی اس لئے اس کی زبان صاف، سادہ اور براہِ راست ہے ۔ جہاں کہیں ہندی اصطلاحات ہیں وہاں پیچیدگی ہے لیکن اس کے علاوہ کوئی خاص مشکل نہیں ۔ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

> ''حسی ادراک کے متعلق ابتدائی بدھ مت کا عقیدہ تھا کہ جب حواس خمسہ کا ملاپ خارجی دنیا سے ہوتا ہے تو تحسسات پیدا ہوتے ہیں ۔اس سلسلے میں انہوں نے دو چیزوں میں فرق کیا ۔ایک علت اور دوسرے شرائط میں ۔''۱۰۵

❀❀❀❀❀

اجمالی جائزہ

چوتھے باب بعنوان ''فلسفیانہ موضوعات پر تنقیدی وتوضیحی اور درسی کتب'' چار حصوں پر مشتمل ہے اور قدرے طویل بھی ہے۔اس کی اہمیت اس لئے بھی زیادہ ہے کیونکہ اس میں اردو کے اہل قلم نے مشرق ومغرب کے فلسفیانہ افکار اور مفکرین کے نظریات کا تجزیہ خالصتاً اپنی سوچ اور فکر کے مطابق کیا ہے جس سے نہ صرف اہل اردو کے علمی وفکری شعور کا اندازہ ہوتا ہے بلکہ مغرب ومشرق کے فلسفیانہ افکار سے ان کی آگاہی اور گہری واقفیت کا پتہ بھی چلتا ہے۔میرے نزدیک فلسفیانہ موضوعات پر تنقیدی وتوضیحی کتب بھی اتنی ہی اہم ہیں جتنی کہ طبع زاد اور ترجمہ شدہ کتب ہیں۔کسی بھی فلسفہ پر تنقید لکھنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ فلسفیانہ فکر آپ کی زبان میں رچ بس گئی ہے ورنہ آپ کبھی بھی کسی فلسفیانہ فکر کا تجزیہ کرنے کے اہل نہیں ہو سکتے۔

اس باب کے حصہ(ا) میں فلسفۂ مغرب اور مغربی فلسفیوں کے افکار پر تنقیدی وتوضیحی کتب کا جائزہ شامل ہے۔اس حصے کے مطالعے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ فلسفۂ مغرب پر تنقیدی کتب کی روایت بہت پرانی ہے اور بہت مستحکم ہو چکی ہے۔ان توضیحی کتب کی سب سے بڑی اور اہم خدمت یہ ہے کہ انہوں نے قدیم یونانی فلسفیوں سے لے کر جدید مغربی فلسفیوں تک کے افکار کو ہمارے لئے قابل فہم انداز میں پیش کیا۔یقیناً یہ ایک بہت بڑا کارنامہ ہے۔اس کے علاوہ اردو میں فلسفہ کی جو تواریخ لکھی گئیں وہ بھی مغربی فکر کے ارتقاء کو سمجھنے کے لئے مدد ومعاون ہیں۔اس حوالے سے کچھ اہم کتابیں ضمیمے میں بھی درج کر دی گئی ہیں۔علاوہ ازیں مزید تحقیق سے زمانے کی گرد میں دبی ایسی بہت سی کتابیں منظر عام پر آ سکتی ہیں۔

حصہ (ب) میں فلسفۂ اسلام اور مسلمان فلسفیوں پر تنقیدی وتوضیحی کتب کا تعارف و جائزہ پیش کیا گیا ہے۔کچھ اہم کتابیں جگہ کی کمی کے باعث ضمیمے میں درج کرنا پڑیں۔مقالے کا یہ حصہ بھی بہت اہم ہے جس میں اردو اہل قلم نے اسلام کے اساسی عقائد کی عقلی توجیہ پیش کرنے کی کوشش کی اور اس کے ساتھ نامور عرب اور مسلمان مفکرین کے افکار کا تجزیہ کر کے ان کی تشریح کی جو اردو زبان کا بہت بڑا علمی سرمایہ ہے۔

حصہ(ج) میں اقبال، رومی اور غالب کی فلسفیانہ فکر پر جو کچھ لکھا گیا اس میں سے محض ''کچھ'' کا جائزہ وتعارف پیش کیا گیا ہے۔فکر اقبال پر سینکڑوں کتابیں لکھی جا چکی ہیں اور لکھی جا رہی ہیں لیکن وہ تمام خالص فلسفے کے ذیل میں نہیں آتیں۔ہم نے یہاں ان کتب کو ترجیح دی ہے جو خالص فلسفہ کے دائرے میں آتی ہیں۔کچھ کو ضمیمہ میں جگہ ملی ہے اور بہت سی ابھی کہیں دور گوشوں میں پڑی کسی آبلہ پا کی منتظر ہیں۔اقبال کا رومی سے فکری و روحانی تعلق بہت گہرا رہا ہے اور رومی اسلامی فلسفۂ عرفان میں بلند مقام حاصل رکھتے ہیں۔اس ضمن میں ان پر کتب میں سے بھی کچھ کی نمائندگی ہو گئی ہے۔غالب اپنی فکری جولانی اور جودتِ طبع کے باعث ہماری فکری تاریخ میں ایک اہم مقام رکھتے ہیں، ان کے فلسفۂ الٰہیات سے متعلق ایک بڑی اہم کتاب شامل کی گئی ہے۔

(د) میں مشرقی فلسفہ بشمول ایرانی وہندی پر تنقیدی وتوضیحی کتب شامل ہیں اس میں ایک چیز جس کا ذکر میں ''مقدمے'' میں بھی کر آیا ہوں لیکن یہاں دوبارہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ ''ملا صدرا کا قابل عمل فلسفہ'' مسلمان ایرانی فلسفی صدرالدین

شیرازی المعروف ملا صدرا کے فلسفہ پر کتاب ہے۔ اصولاً اسے فلسفۂ اسلام اور مسلمان مفکرین پر تنقیدی و توضیحی کتب میں شامل ہونا چاہیے تھا لیکن ایسا اس وجہ سے نہیں کیا گیا کیونکہ ان کی شہریت ''ایرانی'' ہے اور اس کتاب میں مصنف نے ان پر خالصتاً فلسفیانہ بحث کی ہے نہ کہ اسلامی تناظر میں۔ میرا خیال ہے کہ یہ قابل بحث مسئلہ ہے۔

بحیثیت مجموعی اس باب میں جن کتب کا جائزہ پیش کیا گیا وہ اردو کی علمی و فلسفیانہ وسعت کی آئینہ دار ہیں اور اس کی اعلیٰ علمی حیثیت پر ایک حجت بھی۔

❁❁❁❁❁

حواشی وحوالہ جات

۱۔ ندوی، عبدالباری، برکلے، (اعظم گڑھ: مطبع معارف، ۱۹۴۰ء) ص: ۱۲۵۔۱۲۶

۲۔ افتخار حسین آغا، فکر فرنگ، (حیدرآباد دکن: نفیس اکیڈیمی، طبع اول ۱۹۴۶ء) ص: ۲۷۔۲۸

۳۔ شریف، ایم۔ایم، جمالیات کے تین نظریے، (لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۳ء) ص: ۴۳

۴۔ قاضی عبدالقادر، ابتدائیہ، تعارفِ منطق جدید، (کراچی: شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ کراچی یونیورسٹی، ۱۹۶۵ء) ص: ۶۔۷

۵۔ قاضی عبدالقادر، تعارفِ منطق جدید، ص: ۵۱

۶۔ مجنوں گورکھ پوری، تاریخ جمالیات (فلسفۂ حسن پر مختصر تاریخی تبصرہ)، (کراچی: مکتبہ عزم و عمل، طبع اول، ۱۹۶۶ء) ص: ۵۲

۷۔ جلالپوری، علی عباس، پیش لفظ، روحِ عصر، (لاہور: تخلیقات، طبع سوم، ۱۹۹۹ء) ص: ۷۔۸

۸۔ جلالپوری، علی عباس، روحِ عصر، ص: ۱۹۰۔۱۹۱

۹۔ جلالپوری، علی عباس، روایاتِ فلسفہ، (جہلم: خرد افروز، طبع سوم، ۱۹۹۲ء) ص: ۱۴۳

۱۰۔ قاضی جاوید، دیباچہ، وجودیت، (لاہور: مکتبہ میری لائبریری، طبع اول، ۱۹۷۳ء) ص: ۱۰

۱۱۔ قاضی جاوید، وجودیت، ص: ۱۰۲۔۱۰۳

۱۲۔ قاضی قیصر الاسلام، فلسفے کے بنیادی مسائل، (کراچی: نیشنل بک فاؤنڈیشن، طبع اول ۱۹۷۶ء) ص: ۳۵۳

۱۳۔ سبطِ حسن، سید، موسیٰ سے مارکس تک، (راولپنڈی: نیشنل پبلشنگ ہاؤس، ۱۹۷۶ء) ص: ۸

۱۴۔ شمیم حنفی، جدیدیت کی فلسفیانہ اساس، (دہلی: مکتبہ جامعہ نئی دہلی لمیٹڈ، ۱۹۷۷ء) ص: ۲۴۷

۱۵۔ محمد اجمل، ڈاکٹر، پیش لفظ، جدیدیت یا مغربی گمراہیوں کی تاریخ کا خاکہ، از محمد حسن عسکری، (لاہور: نقوش پریس، ۱۹۷۹ء) ص: ۷

۱۶۔ محمد حسن عسکری، جدیدیت یا مغربی گمراہیوں کی تاریخ کا خاکہ، (لاہور: نقوش پریس، ۱۹۷۹ء) ص: ۲۳

۱۷۔ قادر، سی۔اے، حرفِ آغاز، اخلاقیات، (لاہور: مجلس ترقی ادب، طبع چہارم، ۱۹۸۰ء) ص: (ج۔د)

۱۸۔ قادر، سی۔اے، اخلاقیات، ص: ۱۵۴

۱۹۔ قادر، سی۔اے، دیباچہ، فلسفۂ جدید اور اس کے دبستان، (لاہور: مغربی پاکستان اردو اکیڈمی پاکستان، طبع اول ۱۹۸۱ء) ص: (ص۔س)

۲۰۔ قادر، سی۔اے، فلسفۂ جدید اور اس کے دبستان، ص: ۱۸۲

۲۱۔ سبطِ حسن، سید، تعارف، مارکس کا تصورِ بیگانگی، از صفدر میر، (کراچی: مکتبہ دانیال، ۱۹۸۵ء) ص: ۸۔۹۔۱۰

۲۲۔ صفدر میر، مارکس کا تصورِ بیگانگی، (کراچی: مکتبہ دانیال، ۱۹۸۵ء) ص: ۲۸

۲۳۔ فریدالدین، پیش لفظ، وجودیت (تعارف و تنقید) (لاہور: نگارشات، ۱۹۸۶ء) ص: (صفحہ درج نہیں۔ چوتھے صفحے پر)

۲۴۔ فریدالدین، وجودیت (تعارف و تنقید) ص: ۱۲

۲۵۔ تقی امینی محمد، مولانا، مقدمہ، لامذہبی دور کا تاریخی پس منظر، (کراچی: نفیس اکیڈمی، ۱۹۸۷ء) ص: ۱۳

۲۶۔ تقی امینی محمد، مولانا، لامذہبی دور کا تاریخی پس منظر، ص: ۶۱

۲۷۔ جلالپوری، علی عباس، تاریخ کا نیا موڑ، (لاہور: تخلیقات، طبع سوم ۲۰۰۲ء) ص: ۳۲

۲۸۔ عبدالخالق، ڈاکٹر، دیباچہ، برگساں کا فلسفہ، از ڈاکٹر نعیم احمد، (لاہور: ادارۂ تالیف و ترجمہ پنجاب یونیورسٹی، ۱۹۸۸ء) ص: ۴۔۵

۲۹۔ نعیم احمد، ڈاکٹر، برگساں کا فلسفہ، ص: ۴۳

۳۰۔ ثاقب رزمی، سائنسی فکر اور ہم عصر زندگی، (لاہور: نگارشات، ۱۹۸۸ء) ص: ۳۳

۳۱۔ ابصار احمد، ڈاکٹر، فلسفۂ اخلاق (چند مغربی مفکرین کے نظریات)، (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۹ء) ص: ۱۶۱

۳۲۔ جعفری، کرامت حسین، منطق استخراجیہ، (لاہور: ایم۔ آر، برادرز، ۱۹۸۹ء) ص: ۹۵

۳۳۔ جعفری، کرامت حسین، منطق استقرائیہ، (لاہور: ایم۔ آر، برادرز، ۱۹۸۹ء) ص: ۴۷

۳۴۔ قمر نقوی، تین عظیم فلسفی، (لاہور: مقبول اکیڈمی طبع اول، ۱۹۸۹ء) ص: ۷۷

۳۵۔ ناصر نصیر احمد، تاریخ جمالیات (جلد اول)، (لاہور: فیروز سنز، طبع اول، ۱۹۹۰ء) ص: ۲۲۴

۳۶۔ ایضاً، جلد دوم، ص ۲۹۸

۳۷۔ نعیم احمد، تاریخ فلسفۂ یونان، (لاہور: علمی کتاب خانہ، طبع پنجم ۱۹۹۰ء) ص: ۱۴۱

۳۸۔ ڈار، بشیر احمد، حکمائے قدیم کا فلسفۂ اخلاق، (لاہور: ادارۂ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۹۰ء) ص: ۱۷۱

۳۹۔ ناصر نصیر احمد، وجہ تالیف، سرگزشتِ فلسفہ (حصہ اول)، (لاہور: فیروز سنز، طبع اول ۱۹۹۱ء) ص: ۱۲

۴۰۔ ناصر نصیر احمد، سرگزشتِ فلسفہ (حصہ اول) ص: ۶۳۔۶۴

۴۱۔ ایضاً، حصہ دوم، ص: ۲۵۷

۴۲۔ منصور الحمید، ابتدائیہ، سقراط، (لاہور: دارالتذکیر، ۱۹۹۴ء) ص: ۹

۴۳۔ منصور الحمید، سقراط، ص: ۱۱۰

۴۴۔ وحید عشرت، ڈاکٹر، دیباچہ، فلسفے کے جدید نظریات، از قاضی قیصر الاسلام، (لاہور: اقبال اکادمی، طبع اول ۱۹۹۸ء) ص: ۸۔۹

۴۵۔ قیصر الاسلام، قاضی، فلسفے کے جدید نظریات، (لاہور: اقبال اکادمی، طبع اول، ۱۹۹۸ء)، ص: ۴۲۰

۴۶۔ خلیفہ عبدالحکیم، داستانِ دانش، (کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، ۲۰۰۰ء) ص: ۱۲۸

۴۷۔ عبدالخالق، ڈاکٹر، تعارف، تاریخ فلسفۂ مغرب (حصہ اول)، از قاضی قیصر الاسلام، (کراچی: نیشنل بک فاؤنڈیشن، طبع اول ۲۰۰۲ء) ص: (صفحات درج نہیں)

۴۸۔ قاضی قیصر الاسلام، تاریخ فلسفۂ مغرب (حصہ اول) ص: ۴۵

۴۹۔ ایضاً، حصہ دوم، ص: ۴۳۷

۵۰۔ یوسف شیدائی، مطالعۂ فلسفۂ یونان، (لاہور: عزیز پبلشرز، ۲۰۰۵ء)، ص: ۸۱

۵۱۔ دریابادی، عبدالماجد، مبادی فلسفہ، (لاہور: العصر پبلی کیشنز، ۲۰۰۷ء)، ص: ۱۱

۵۲۔ عبدالرؤف، ملک، مغرب کے عظیم فلسفی، (لاہور: پاکستان رائٹرز کوآپریٹو سوسائٹی طبع دوم، ۲۰۰۹ء)، ص: ۱۰۴

۵۳۔ ن۔م ندارد، فلسفۂ برگساں، (کتاب پر درج نہیں)، ص: ۴۹

۵۴۔ قادر، سی۔اے، دیباچہ، معاصر مغربی فلسفے کا تعارف، از قاضی جاوید، (لاہور: نگارشات، س۔ن)، ص: ۵۔۶

۵۵۔ قاضی جاوید، معاصر مغربی فلسفے کا تعارف، ص: ۹۲

۵۶۔ صدیقی، محمد مظہر الدین، اشتراکیت اور نظامِ اسلام، (لاہور: مکتبہ جماعتِ اسلامی طبع سوم، ۱۹۴۹ء)، ص: ۱۴۲

۵۷۔ ندوی، عبدالسلام، مولانا، حکمائے اسلام (حصہ اول)، (اعظم گڑھ: مطبع معارف، ۱۹۵۳ء)، ص: ۱۲۹

۵۸۔ ایضاً، حصہ دوم، ص: ۲۰۲

۵۹۔ فروغ علوی کاکوروی، مقدمہ، مسلم فلاسفہ، از مفتی انتظام اللہ شہابی، (کراچی: جناح لٹریری اکیڈمی، ۱۹۶۲ء)، ص: ۵

۶۰۔ شہابی، انتظام اللہ، مفتی، مسلم فلاسفہ، ص: ۵۷

۶۱۔ شریف، ایم۔ایم (میاں محمد شریف)، مسلمانوں کے افکار (ان کی ابتدا و حاصلات)، (لاہور: مجلس ترقی ادب، طبع اول، ۱۹۶۳ء)، ص: ۴۱

۶۲۔ یہ اقتباس کتاب کے فلیپ پر درج تحریر سے لیا گیا ہے۔

۶۳۔ ندوی، حنیف، مولانا، افکارِ غزالی، (لاہور: ادارۂ ثقافت اسلامیہ، طبع سوم، ۱۹۸۱ء)، ص: ۴۰۲

۶۴۔ چاولہ، خان محمد، اسلام اور فلسفہ، (لاہور: علمی کتاب خانہ، ۱۹۶۹ء)، ص: ۳۲۵

۶۵۔ ناصر نصیر احمد، دیباچہ، ابن رشد کا فلسفۂ جمالیات اور کتاب الشعر، از مجیب الرحمٰن، (لاہور: مطبع فلسفۂ و ادبِ شرقیہ، ۱۹۷۵ء)، ص: ۴

۶۶۔ مجیب الرحمٰن، ابن رشد کا فلسفۂ جمالیات اور کتاب الشعر، ص: ۱۰۵

۶۷۔ محمد امین، اشاراتِ فلسفہ (مسلم فلسفے کی تاریخ کا مطالعہ)، (ملتان: کاروانِ ادب، طبع اول، ۱۹۷۸ء)، ص: ۴۷۔۴۸

۶۸۔ یہ اقتباس کتاب کے فلیپ پر درج تحریر سے لیا گیا ہے۔

۶۹۔ ندوی، حنیف، مولانا، افکار ابن خلدون، (لاہور: ادارۂ ثقافت اسلامیہ، طبع پنجم، ۱۹۸۴ء)، ص: ۱۸۱

۷۰۔ غلام صادق، خواجہ، تعارف، مسلم فلسفہ، از ڈاکٹر عبدالخالق + یوسف شیدائی، (لاہور: عزیز پبلشرز، طبع دوم، ۱۹۸۴ء)، ص: ۱۴

۷۱۔ عبدالخالق، ڈاکٹر + یوسف شیدائی، مسلم فلسفہ، ص: ۱۷۱

۷۲۔ یہ اقتباس کتاب کے فلیپ پر درج تحریر سے لیا گیا ہے۔

۷۳۔ قاضی جاوید، برصغیر میں مسلم فکر کا ارتقاء، (لاہور: نگارشات، ۱۹۸۶ء)، ص: ۱۳

۷۴۔ قاضی جاوید، افکارِ شاہ ولی اللہ، (لاہور: نگارشات، ۱۹۸۶ء)، ص: ۱۲۳

۷۵۔ محمد کاظم، مسلم فکر و فلسفہ عہد بہ عہد، (لاہور: مشعل، ۲۰۰۲ء)، ص: ۱۶۲

۷۶۔ ندوی، حنیف، مولانا، حرفِ چند، عقلیاتِ ابنِ تیمیہ، (لاہور: ادارۂ ثقافت اسلامیہ، س۔ن)، ص: (ک)

۷۷۔ ندوی، حنیف، مولانا، عقلیاتِ ابنِ تیمیہ، ص: ۸۷

۷۸۔ غلام مرتضیٰ ملک، تعارف، شاہ ولی اللہ کا فلسفۂ مابعد الطبیعات، حقیقت کائنات، خدا اور انسان، (لاہور: زیب تعلیمی ٹرسٹ، س۔ن)، ص: ۷۔۸

۷۹۔ غلام مرتضیٰ ملک، شاہ ولی اللہ کا فلسفۂ مابعد الطبیعات، حقیقت کائنات، خدا اور انسان، ص: ۴۹

۸۰۔ ناصر نصیر احمد، ڈاکٹر، اقبال اور جمالیات، (کراچی: اقبال اکیڈمی طبع اول ۱۹۶۴ء)، ص: ۳۷۰

۸۱۔ قاضی جاوید، سرسید سے اقبال تک، (لاہور: بک ٹریڈرز، طبع اول، ۱۹۷۹ء)، ص: ۱۹۰

۸۲۔ محمد عثمان، پروفیسر، فکر اسلامی کی تشکیل نو (ایک مطالعہ)، (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۵ء)، ص: ۹۸

۸۳۔ ضیاء الحسن فاروقی، ابتدائیہ، فلسفۂ اقبال (خطبات کی روشنی میں)، از سید وحید الدین، (لاہور: نذیر سنز پبلشرز، ۱۹۸۹ء)، ص: ۸

۸۴۔ وحید الدین، سید، فلسفۂ اقبال (خطبات کی روشنی میں)، ص: ۵۶

۸۵۔ وحید عشرت، ڈاکٹر، علامہ اقبال اور خلیفہ عبدالحکیم کے تصوراتِ عمرانی (جلد اول)، (لاہور: بزمِ اقبال، ۱۹۸۹ء)، ص: ۱۲۵

۸۶۔ نعیم احمد، ڈاکٹر، اقبال کا تصور بقائے دوام، (لاہور: اقبال اکادمی، ۱۹۸۹ء)، ص: ۶۔۷

۸۷۔ عطیہ، سید، تعارف، اقبال — مسلم فکر کا ارتقاء، (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۴ء)، ص: ۷۔۸۔۹

۸۸۔ عطیہ، سید، اقبال — مسلم فکر کا ارتقاء، ص: ۲۴

۸۹۔ کمالی، عبدالحمید، اقبال اور اساسی اسلامی وجدان، مرتب، ڈاکٹر وحید عشرت، (لاہور: بزمِ اقبال، طبع اول، ۱۹۹۷ء)، ص: ۲۴۷

۹۰۔ جلالپوری، علی عباس، پیش لفظ، اقبال کا علم کلام، (لاہور: تخلیقات، ۱۹۹۹ء)، ص: ۱۱

۹۱۔ جلالپوری، علی عباس، اقبال کا علم کلام، ص: ۱۱۷

۹۲۔ رضی الدین، ڈاکٹر، اقبال کا تصور زمان و مکان، (لاہور: مجلس ترقی ادب، طبع دوم ۲۰۰۲ء)، ص: ۸۶

۹۳۔ خلیفہ عبدالحکیم، ڈاکٹر، فکرِ اقبال، (لاہور: بزمِ اقبال، طبع ہشتم، ۲۰۰۵ء)، ص: ۳۷۴

۹۴۔ سعید احمد رفیق، اقبال کا نظریۂ اخلاق، (لاہور: ادارۂ ثقافت اسلامیہ، ۲۰۰۹ء)، ص: ۵۱

۹۵۔ یہ مختصر اقتباس کتاب کے فلیپ پر درج تحریر سے لیا گیا ہے۔

۹۶۔ خلیفہ عبدالحکیم، ڈاکٹر، تشبیہاتِ رومی، (لاہور: ثقافت اسلامیہ، ۱۹۷۷ء)، ص: ۴۲۷

۹۷۔ یاد، مشکور حسین، دیباچہ، غالب کا ذوق الٰہیات، (لاہور: ثار آرٹ پریس طبع اول، ۱۹۹۹ء)، ص: ۷

۹۸۔ یاد، مشکور حسین، غالب کا ذوق الٰہیات، ص: ۱۴۳

۹۹۔ یاد، مشکور حسین، ملاصدرا کا قابل عمل فلسفہ، (لاہور: الرزاق پبلی کیشنز، ۱۹۹۸ء)، ص: ۱۰۴

۱۰۰۔ شفیقی عہد پوری، دین محمد، حرفِ اول، فلسفہ ہند و یونان، (لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۵۷ء)، ص: (الف)

۱۰۱۔ شفیقی عہد پوری، دین محمد، فلسفہ ہند و یونان، ص: ۶۳

۱۰۲۔ ماتھر، موہن لال، ہندوستانی فلسفہ، (لاہور: نگارشات، ۲۰۰۴ء)، ص: ۳۴

۱۰۳۔ فریدالدین، پیش لفظ، قدیم ہندوستانی فلسفہ، (حیدرآباد: آگہی پبلشرز، طبع اول، ۱۹۸۵ء)، ص: ۵

۱۰۴۔ فریدالدین، قدیم ہندوستانی فلسفہ، ص: ۲۸

۱۰۵۔ اعجاز احمد وڑائچ، ہندی فلسفہ، (لاہور: الکتاب، ۱۹۸۲ء)، ص: ۱۴

❁❁❁❁❁

باب پنجم

فلسفیانہ موضوعات پر طبع زاد اُردو کتب

باب پنجم

(ا) خدا، قرآن اور اسلامی تصورات پر خالص عقلی دلائل پر مبنی کتب (اسلامی علم الکلام)

کتاب: ۲۱۶

قائد اعظم لائبریری لاہور

العقل والنقل

مصنف: علامہ شبیر احمد عثمانی

ادارۂ اسلامیات، لاہور، پاکستان، س۔ن

نوٹ: مصنف نے کتاب کے خاتمہ پر ۲۲ ربیع الثانی ۱۳۳۳ھ (۱۹۱۵ء) تاریخ درج کی ہے۔

کل ابواب: اس میں ابواب نہیں بلکہ ۳۶ (چھتیس) عنوانات کے تحت بحث کی گئی ہے۔

کل صفحات: ۹۶(96)

موضوع:

یہ جدید اسلامی علم کلام سے متعلق ایک مختصر کتاب ہے جسے عظیم مسلمان اسکالر مولانا شبیر احمد عثمانی نے تحریر کیا ہے۔اس کتاب میں فاضل مصنف نے عقل کی رو سے مذہب کی توجیہہ اور عقل و مذہب کے باہمی تعلق کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔

کتاب کے ابتدائی صفحے پر کتاب کے عنوان کے نیچے یہ مختصر عبارت درج ہے:

> ''عقل سلیم اور نقل صحیح میں اختلاف ممکن نہیں! اور کبھی عقل کی سلامتی یا نقل کی صحت میں قصور ہونے کی وجہ سے اختلاف نظر آئے تو فیصلہ کا صحیح طریقہ۔''!

یعنی اس میں عقل اور مذہب کے درمیان تضاد کی صورت میں اختیار کیا جانے والا طریقہ بتایا گیا ہے۔علاوہ ازیں اس معروف اسلامی متکلمین اور متشککین کے خیالات اور نظریات کو بھی بیان کیا گیا ہے۔بحیثیت مجموعی یہ دورِ حاضر کے لادینی نظریات کے مقابلے مذہب کی عقلی توجیہہ ہے۔

زبان:

یہ کتاب اردو میں اسلامی فلسفہ کی ابتدائی طبع زاد کتب میں سے ایک ہے۔لیکن اس کی زبان حیران کن طور پر براہِ راست اور عام فہم ہے۔عام سطح کا علمی ذوق رکھنے والے قارئین بھی بلا دقت اس کا مطالعہ کر کے اس کے مفاہیم کو بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔زبان اور موضوع دونوں حوالوں سے یہ اردو کے فلسفیانہ ذخیرے کی اہم ترین کتابوں میں سے ایک ہے۔زبان کے حوالے سے ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

> ''کیا ہماری آنکھوں نے ان تمام چیزوں کو دیکھ لیا ہے جن کو وہ دیکھ سکتی ہیں یا ہمارے کانوں نے ان تمام آوازوں کو سن لیا ہے جن کو وہ سن سکتے ہیں یا ہمارے ہاتھوں نے ان تمام چیزوں کو چھو لیا ہے جن کو وہ چھو سکتے ہیں یا ہماری زبان نے ان تمام الفاظ کو ادا کر دیا ہے جن کو ہم ادا کر سکتے ہیں پھر جب ہمارے ان حواس اور ان قوتوں نے اپنے مقدورات پر پورا پورا احاطہ

نہیں کیا تو کیا وجہ ہے کہ ہماری عقلی قوت کو اپنی ساری معلومات پر کامل تصرف اور قبضہ ہو جائے ۔''[۲]

☆☆☆☆☆

کتاب: ۲۱۷ | قائد اعظم لائبریری لاہور

الدین القیم

مصنف: مناظر احسن گیلانی

اشاعت قدیم: ۱۔ دارالطبع جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن، ہندوستان، س۔ن

۲۔ مکتبہ الفرقان بریلی ہندوستان، س۔ن

اشاعت جدید: نفیس اکیڈمی کراچی، پاکستان طبع چہارم، ۱۹۶۸ء

کل ابواب: ۱۰۳ (ایک سو تین) | **کل صفحات:** ۲۵۲ (252)

نوٹ: (جائزے کے لئے اشاعت جدید کو بنیاد بنایا گیا ہے)

موضوع:

''الدین القیم'' اسلامی علم کلام کی کتاب ہے۔ جس کے مصنف معروف عالم، محقق اور متکلم مناظر احسن گیلانی ہیں۔ آپ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن میں دینیات اور علوم اسلامی کی تدریس کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ یہ کتاب اسی دور کے تدریسی نوٹس پر مشتمل ہے۔ جس میں کچھ اضافے کر کے کتابی شکل دی گئی۔ یہ جدید اسلامی علم الکلام کی چند بہترین کتابوں میں شمار کی جاسکتی ہے۔ اس حوالے سے مولانا عبدالماجد دریابادی کا کہنا ہے کہ:

> ''کتاب کا مسودہ مدت ہوئی پڑھا تھا۔ اس کی افادیت، اس کی دل آویزی، اس کی خوش تاثیری کا قائل اسی وقت ہو گیا تھا۔ دین کے اس زبردست خادم، وقت کے اس مشہور متکلم، موجودصدی کے اس ممتاز عالم کے قلم سے نکلی ہوئی کون سی چیز اس معیار اور اس پایہ کی نہیں ہوتی؟ ۔۔۔ مولانا کو اس کتاب پر مفصل نظر ثانی کا، مزید تشریح و توضیح کا اگر کہیں اور موقع مل گیا ہوتا، جب تو یہ کتاب خدا معلوم کیا سے کیا ہو جاتی۔ اب بھی جس صورت و ہیئت میں ہے انشاء اللہ بہتوں کے لئے شمع ہدایت کا کام دے گی اور خدا معلوم کتنے گرتے ہوؤں کو سنبھالے گی! ــــــ مسئلہ قومیت پر جو کچھ لکھا ہے وہ تازگی فکر و ندرت عنوان کے لحاظ سے اپنی مثال آپ ہے۔''[۳]

زبان:

جیسا کہ موضوع سے واضح ہے کہ یہ خالصتاً ایک علمی کتاب ہے اس لئے اس کی زبان کا کسی حد تک خشک، اصطلاحات سے بھرپور اور پیچیدہ ہونا ایک فطری امر ہے۔ اس کے باوجود مولانا موصوف نے اس کتاب میں جو اسلوب اختیار کیا ہے وہ ممکن

حد تک نہ صرف سادہ و فصیح ہے بلکہ اس میں روانی اور ادبی شگفتگی بھی ہے۔اس کی وجہ شاید یہ بھی ہوسکتی ہے کہ یہ کتاب ان نوٹس پر مشتمل ہے جو طلبہ کے لئے لکھے گئے۔بہر حال وجہ جو بھی ہو کتاب کا اسلوب اس قدر صاف اور رواں ہے کہ قاری کو کہیں الفاظ، تراکیب اور اصطلاحات کی وجہ سے رکاوٹ پیش نہیں آتی اور یہی زبان کے حوالے سے اس کتاب کی خاص بات ہے۔بحیثیت مجموعی یہ کتاب اسلامی فلسفیانہ کتب میں گرانقدر مقام رکھتی ہے۔زبان کے حوالے سے ایک اقتباس درج کیا جاتا ہے:

> ''وحدۃ الوجود کے ایک تو سیدھے سادہ معنی یہ ہیں کہ نظام ہستی کی بنیاد دو (۲) وجودوں مثلاً یزداں واہرمن یا خدا اور مادہ پر نہیں بلکہ صرف ایک خدا پر قائم ہے۔سب چیزیں اسی سے پیدا ہوتی ہیں اور اسی پر ختم ہوتی ہیں۔ظاہر ہے کہ وحدت الوجود کا اگر یہی مطلب ہے تو خدا کے ماننے والوں میں ایسا کون ہے جو اس کا انکار کرسکتا ہے۔''[۴]

☆☆☆☆☆

کتاب: ۲۱۸ | کتب خانہ مجلس ترقی ادب لاہور

حیاتِ مابعد

مصنف: سید ضامن حسین نقوی

اکیڈمی آف ایجوکیشنل ریسرچ کراچی، پاکستان، ۱۹۵۸ء

کل ابواب: ۶ (چھ) | **کل صفحات:** ۲۵۶ (256)

موضوع:

سید محمد ضامن نقوی کا شمار ان مفکرین میں ہوتا ہے جنہوں نے اپنے علمی خیالات، افکار اور نظریات کے اظہار سے اردو زبان کو وسعت دی۔اور چند گرانقدر تصانیف کا اضافہ کیا جن میں ''حیات مابعد'' بھی شامل ہے۔اس کتاب میں فاضل مصنف حیات بعد الممات پر فلسفیانہ و عقلی بحث کر کے حیات بعد از ممات کی عقلی توجیہہ پیش کی ہے۔حیات بعد از موت ایک پیچیدہ مسئلہ ہے اور ہمیشہ سے موضوع بحث رہا ہے۔یہ کتاب چھ ابواب پر مشتمل ہے ۱۔عالم و مافیہ ۲۔علم و ادراک ۳۔مذاہب و حیات مابعد ۴۔انسان و انسانیت ۵۔عقیدہ حیات بعد الممات کے خلاف چند قدیم و جدید اعتراضات ۶۔منصبِ نبوت و رسالت۔ان چھ ابواب میں مجموعی طور پر اعتراف توحید جز و فطرت، عالم، مظاہر نفس اور اس کی سات اقسام محرک و متحرک، حیات اور علم و ادراک، وجدان اور مدارج وجدان، عقیدہ تناسخ، روح اور مادہ، نیکی و بدی، انسانی ضمیر، جزا و سزا، قرآن پاک اور حیات مابعد تجدد امثال، ربوبیت، عدم و وجود، وجود کی قسمیں، آئن سٹائن کا نظریہ اضافیت، عناصر و ترکیب عناصر، علم افعال اعضا، حیات شخصی و بقائے شخصیت بعد مرگ، جرثومہ حیات، حیات مابعد دوسری مخلوق کے لئے کیوں نہیں، حیات مابعد کے اخلاقی پہلو، اور منصب نبوت و رسالت پر عقلی گفتگو اور بحث کی ہے۔مقصد اس کا یہ ہے کہ حیات مابعد کی عقلی توجیہہ پیش کی جائے۔اسے اہم اسلامی علم الکلام کی تصنیف قرار دے سکتے ہیں۔

زبان:

سید ضامن نقوی کا شمار ان علماء میں ہوتا ہے جنہوں نے خالص فکری اور فلسفیانہ مسائل کے بیان سے نہ صرف موضوع کے حوالے سے بلکہ لسانی اعتبار سے بھی اردو زبان کے دامن کو بہت وسعت دی۔ آپ نے بہت سے فکری مسائل کو اردو میں بیان کر کے اس دعوے کو بہت تقویت دی کہ اردو میں ہر قسم کے علمی و فلسفیانہ کو اپنے اندر سمونے کی بے پناہ صلاحیت موجود ہے۔ اس کتاب کی زبان بھی فصیح، خالص علمی لیکن رواں اور براہ راست ہے۔ زبان اور موضوع دونوں حوالوں سے ایک قابل ذکر بات یہ ہے کتاب میں رموز اوقاف حتیٰ کہ ''سکتہ'' اور ''وقفہ'' کا بھی خیال نہیں رکھا گیا۔ بلاشبہ اس کتاب کو طبع زاد علمی فلسفیانہ کتب کے ذخیرے کی اہم کتابوں میں شمار کیا جا سکتا ہے۔ اس کا اندازہ درج ذیل مختصر اقتباس سے ہو جائے گا:

> ''عقلاً کسی نظام کی غایت تخلیق معلوم کرنے کے لئے اس کے اجزا پر بھی ترتیب وار غور کرنا ضروری ہوتا ہے اور یہی فکر جس کا محرک وجدان ہوتا ہے ہم کو کثرت اعضاء و جوارح سے گزر کر ایک وحدت مرکزی کی طرف لے جاتی ہے اور بلا شبہ ماننا پڑتا ہے کہ تمام نظام حیات انسانی ایک وحدت مرکزی کا تابع ہے اور طبیعت وا نا نیت اس وحدت مرکزی یعنی نفس انسانی کے دو شعبہ عمل ہیں یعنی اعمال ارادی (نفسی) اور غیر ارادی (طبیعی) دونوں ہی کا مصدر مرکز نفس انسانی ہے۔''[۵]

☆☆☆☆☆

کتاب: ۲۱۹ — قائد اعظم لائبریری لاہور

مسئلہ جبر و قدر

مصنف: سید ابو اعلیٰ مودودی

اسلامی پبلی کیشنز لاہور، پاکستان طبع چہارم و پنجم، ۱۹۶۳ء، ۱۹۶۸ء

کل ابواب: ۸ (آٹھ) — **کل صفحات:** ۱۲۰ (120)

موضوع:

اس کتاب میں مولانا ابوالاعلیٰ مودودی نے مسئلہ جبر و قدر کو موضوع بحث بنا کر قرآن حکیم کی روشنی میں اس کی گتھیاں سلجھانے کی کوشش کی ہے۔ ہم یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ مولانا نے اس قدیم و تاریخی مسئلے کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کر کے اس کا کافی و شافی جواب دے کر اس کو ختم کر دیا لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ اس مسئلے کے ضمن میں مذہبی نقطہ نظر سے یہ کتاب ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ جیسا کہ مولانا نے ''مقدمے'' میں نشاندہی کی کہ یہ مقالہ غلام احمد پرویز کے ایک خط کے جواب میں لکھا گیا جس میں پرویز نے اس مسئلے پر مختلف قرآنی حوالے دے کر (جن میں بظاہر تناقض پایا جاتا ہے) مسئلہ جبر و قدر کی حقیقت دریافت کی تھی۔ یہ مقالہ جلد ہی کتابی صورت میں شائع ہو گیا اور اب تک اس کے کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں اس ضمن میں مولانا ''مقدمے'' میں لکھتے ہیں:

''اگر چہ یہ رسالہ ابتداءً اسی خط کے جواب میں لکھا گیا تھا اور اس کے لکھنے کا اصل مقصد اس تعارض کو رفع کرنا تھا جو قرآن مجید کی بعض آیات کے درمیان بظاہر نظر آتا ہے۔ لیکن اس کے ضمن میں جو مسائل زیر بحث آ گئے ہیں وہ مسئلہ جبر وقدر کی اس گتھی کو سلجھانے میں ان تمام لوگوں کو مدد دے سکتے ہیں جو فلسفہ، اخلاقیات، عمرانیات اور دوسرے شعبہ ہائے علم میں اس گتھی سے دوچار ہوتے ہیں۔ اسی فائدے کو ملحوظ رکھ کر اس رسالے کو اب کتابی شکل میں شائع کیا جا رہا ہے۔ آخر میں اپنے ایک اور مضمون کو بھی میں نے اس کے ساتھ ضمیمہ کے طور پر لگا دیا ہے جس سے اس مسئلے کی مزید توضیح ہوتی ہے۔''[۶]

اس مختصر کتاب میں مولانا نے مسئلہ جبر وقدر کے تاریخی پس منظر، آغاز، اور اس کے طبیعاتی، مابعد الطبیعاتی، اخلاقی، دینیاتی اور پھر اسلامی یعنی قرآن مجید کے حوالے سے بات کی ہے۔ یہ ایک مختصر کتاب ہے لیکن اپنے موضوع پر ایک جامع نقطۂ نظر پیش کرتی ہے۔

زبان:

مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کا شمار عصر حاضر کے ان علماء میں ہوتا ہے جنہوں نے قرآن، حدیث، سیرت اور دیگر اہم دینی معاملات کو آسان اور براہ راست اسلوب میں بیان کیا۔ مولانا نے خالصتاً مذہبی موضوعات پر لکھا گو کہ ان موضوعات کے تحت سماجیات، سیاسیات، اخلاقیات اور دیگر معاشرتی مسائل بھی زیر بحث آتے رہے لیکن آپ کا انداز تحریر بہت صاف، شستہ، براہ راست اور سہل رہا جس کی بناء پر قارئین کیلئے ان مسائل کی تفہیم میں کوئی دقت یا رکاوٹ پیش نہیں آتی۔ کتاب ہذا بھی اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہے حالانکہ یہ موضوع براہ راست فلسفہ، تصوف، اخلاقیات اور علم الکلام کا موضوع ہے لیکن یہاں بھی آپ کا انداز بیان صاف اور گنجلک اصطلاحات اور دور از کار تراکیب سے تہی ہے۔ اس ضمن میں ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

''۔۔۔ جب انسان غور وفکر کر کے ظواہر اشیاء کی تہ میں پوشیدہ حقائق کا پتہ چلانے کی کوشش کرتا ہے تو اس پر منکشف ہوتا ہے کہ ظاہر میں وہ اپنے آپ کو جتنا قادر ومختار سمجھتا ہے اتنا نہیں ہے اور سطحی نظر سے وہ اپنی مجبوری اور اپنے اضطرار کے لئے جو حدود مقرر کرتا ہے حقیقت میں وہ زیادہ پھیلی ہوئی ہیں۔''[۷]

☆☆☆☆☆

کتاب: ۲۲۰ | قائداعظم لائبریری لاہور

سرِّ حیات

(کائنات کی روحانی تشریح)

مصنف: محمد منیر

امتیازی پرنٹرز راولپنڈی، پاکستان، ۱۹۷۹ء

کل ابواب: ۱۳ (تیرہ)

کل صفحات: ۳۱۷ (317)

موضوع:

اس کتاب کا موضوع دراصل فلسفہ حیات ہے۔ جب حیات پر غور وفکر ہو تو کائنات نظر انداز نہیں ہو سکتی کیونکہ حیات و

کائنات لازم وملزوم ہیں۔مصنف محمد منیر نے اس کتاب میں حیات اور کائنات کی غیر مادی بالفاظ دیگر روحانی تشریح کی کوشش کی ہے۔یہ اردو زبان میں ایک اہم اور منفرد طبع زاد کوشش ہے جس سے نقطہ نظر کا اختلاف تو ہوسکتا ہے لیکن اس کی اہمیت اور حسن کاوش سے نہیں۔اس کتاب کے تیرہ ابواب میں مجموعی طور پر کائنات، حیات، شعورِ مطلق، وحدت میں حسن ومحبت کی تقسیم، زندگی کی اکائیوں، تخلیقی مراحل، مقصدِ تخلیق، خودشعوری، اخلاقیات اور عقل کی راہنمائی جیسے موضوعات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔اس کے موضوع کو مزید واضح کرنے کیلئے "پیش لفظ" سے مصنف کا اپنا اقتباس درج کیا جاتا ہے:

"اس کتاب کے لکھنے کے پیچھے جذبہ محرکہ یہی ہے کہ انسان کو اس کے روحانی جذبہ کے متعلق آگاہ کیا جائے۔اسے بتایا جائے کہ مادہ محض انسانی زندگی کے نقطۂ آغاز کے سوا کچھ نہیں۔۔۔

۔۔۔جیسا کہ میں نے اوپر کہا ہے کہ کائنات یعنی انسانی زندگی کی روحانی تشریح اس کتاب کا مقصد ہے۔میں سمجھتا ہوں کہ جب تک ہم جو کہ خالق کے عمل تخلیق کے ذریعہ مہیا کردہ راہنمائی کے امین ہیں، دنیا کے بیشتر انسانوں کو جو آج مادہ پرستی کے ہاتھوں گہرے اندھیروں میں سسکیاں بھر رہے ہیں ان کی ذہنی سطح کے مطابق انہیں اس راہنمائی سے آشنا کر کے باہر نہیں نکال لیتے ہم اس امانت کا حق ادا نہ کرنے کے مجرم ٹھہریں گے۔"[۸]

زبان:

موضوع کے ساتھ ساتھ زبان کے حوالے سے بھی یہ کتاب بہت اہمیت کی حامل ہے۔مشکل موضوع ہونے کے باوجود اس کی زبان چنداں مشکل نہیں۔کچھ مخصوص اصطلاحات کا استعمال ہے جن سے علمی قارئین عموماً شناسا اور واقف ہوتے ہی ہیں۔بحیثیت مجموعی اس کتاب کے متعلق ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس کی زبان رواں، براہ راست اور فصیح ہے۔موضوع اور زبان وبیان دونوں حوالوں سے یہ کتاب یہ ثابت کرتی ہے کہ اردو اس مقام اور سطح تک پہنچ چکی ہے یہ کہ دقیق فکری مسائل کو خوش اسلوبی سے اپنے دامن میں سمو سکتی ہے۔زبان کے حوالے سے اس کتاب سے ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

"کائنات ایک وحدت ہے اور ایک ہی مقصد کے تحت تخلیق پا رہی ہے لہٰذا ہم وحدت یا مقصد کو ٹکڑوں میں بانٹ کر اس کی حقیقت معلوم نہیں کرسکتے۔طبعی قوانین کیونکہ کائنات کا ہی حصہ ہیں اور کائنات کی تخلیق سے مراد انسان کی خودشعوری کی تکمیل ہے۔"[۹]

☆☆☆☆☆

کتاب: ۲۲۱

قائداعظم لائبریری لاہور

قرآن اور علم جدید

(یعنی احیائے حکمت دین)

مصنف: ڈاکٹر رفیع الدین

آل پاکستان اسلامک ایجوکیشن کانگریس لاہور، پاکستان، ۱۹۸۱ء

کل ابواب: ۲۲ (بائیس)

کل صفحات: ۵۹۴ (594) لیکن کچھ صفحات خالی بھی ہیں۔

موضوع:

محمد رفیع الدین کا شمار بیسویں صدی کے ان نمائندہ مسلم مفکرین میں ہوتا ہے جنہوں نے اسلام اور قرآن حکیم کی تعلیمات اور ان کی اصل روح کو دور جدید سے ہم آہنگ کر کے ان کے احیاء کی کوشش کی۔ احیائے دین کی اس کاوش میں وہ اقبال کے پیرو ہیں۔ کتاب ہذا میں انہوں نے اسی کام کو آگے بڑھانے کی کوشش کی جس کا آغاز اقبال نے اپنے ''خطبات'' سے کیا تھا۔ اس میں فاضل مصنف نے عہد جدید کے فلسفیانہ، نفسیاتی، سماجی اور سائنسی افکار و نظریات کے تناظر میں قرآن اور اسلامی تعلیمات کی حقانیت کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔ مقصد ان کا بھی یہی ہے کہ در حقیقت اسلام اور جدید سائنسی فکر میں کوئی بُعد، تفاوت اور تضاد نہیں۔ اس کتاب میں ڈارون کے نظریہ ارتقاء کا قرآن حکیم کے نظریہ ارتقا سے جواب، میکڈوگل کے نظریہ جبلت کا جواب قرآن کے نظریہ فطرت سے ہے۔ علاوہ ازیں فرائیڈ، ایڈلر، کارل مارکس اور مکیاولی کے نظریات پر تنقیدی بحث کر کے ان کی اصل صورت اجاگر کرنے کی کوشش کرتے ہوئے حکمت قرآن کو واضح کیا گیا ہے۔ احیائے دین کے ضمن میں جدید سائنس اور دیگر افکار کو دین سے ہم آہنگ کرنے کی زبردست کوشش ہے۔

زبان:

یہ ایک خالصتاً علمی کتاب ہے جس میں مختلف فکری نظریات اور فلسفیانہ خیالات بیان ہوئے ہیں اور اس کی زبان بھی علمی زبان کے معیار پر پورا اترتی ہے۔ مصنف اگرچہ بنیادی طور پر اردو زبان و ادب کے آدمی نہیں لیکن ان کو زبان و بیان پر وہ قدرت حاصل ہے کہ انہوں نے خالص علمی مباحث کو انتہائی خوبصورت پیرائے میں بیان کر دیا۔ جدید اسلامی فکر اور زبان دونوں حوالوں سے یہ ایک بہت اہم کتاب ہے۔ زبان کے حوالے سے ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

''بعض لوگوں کا خیال ہے کہ دلائل و براہین بیکار ہیں کیونکہ ان سے یقین پیدا نہیں ہوتا۔ لیکن دراصل یہ خیال غلط ہے اگر انسان دلیل سے گمراہ ہو سکتا ہے تو دلیل سے ہدایت پا بھی سکتا ہے اور یہاں صورت حال یہی ہے۔ لوگ حکمت مغرب کے دلائل ہی سے گمراہ ہوتے ہیں لہٰذا وہ دلائل ہی سے ہدایت پائیں گے۔''[1]

☆☆☆☆☆

کتاب: ۲۲۲

وجودِ باری تعالیٰ اور توحید

مصنف: ڈاکٹر ملک غلام مرتضیٰ ملک

مکتبہ قرآنیات لاہور، پاکستان، طبع دوم، ۱۹۸۶ء

کل ابواب: ۳۹ (انتالیس)

کل صفحات: ۳۷۹ (379)

موضوع:

اس کتاب کے عنوان ہی سے اس کے موضوع کی وضاحت ہو جاتی ہے یعنی اس میں فاضل مصنف نے نہ صرف رب تعالیٰ کے وجود کے حوالے سے عقلی مباحث چھیڑے بلکہ توحید کو بھی عقلی دلائل سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔اس ضمن میں وجود باری تعالیٰ کے حوالے سے علم کلام کے مباحث کے تحت بھی گفتگو کی گئی ہے، جس سے بہت سے خالص فلسفیانہ موضوعات بھی زیر بحث آئے۔اس ضمن میں "پیش لفظ" سے اس کتاب کے بارے میں مصنف کی کچھ اپنی باتیں نقل کی جاتی ہیں:

"وجود باری تعالیٰ اور توحید پر قرآنی دلائل کا استقصاء کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔آیاتِ انفس و آفاق کے ذریعے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ وجودِ خدا اور توحید انسانی فطرت کا تقاضا اور اس کے ضمیر اور عقل سلیم کی آواز ہے۔خدا کا تصور اور بندے کے ساتھ اس کے تعلق کی حقیقت بیان کی گئی ہے---

---کائنات خدا اور آخرت سے متعلق جدید سائنس کا نقطۂ نظر پیش کیا گیا ہے---

---کتاب میں معروف عقلی دلائل شامل کئے گئے ہیں مگر حتی الوسع سادگی اور اختصار کے ساتھ، فلسفہ اور علم الکلام کی مصطلحات کے بغیر بات کی گئی ہے---

---کتاب کا آخری حصہ توحید سے متعلق ہے۔توحید ربوبیت، توحید اسماء و صفات اور توحید الوہیت تینوں پر الگ الگ بحث کی گئی ہے---

---اس کتاب میں بہت سے غیر مسلم سائنسدانوں کی طویل عبارتیں نقل کی گئی ہیں---

---یہ کتاب میں نے دراصل ان نوجوانوں کے لئے لکھی ہے جو علوم جدیدہ کے چند گھونٹ پیتے ہی بہک اٹھتے ہیں، دین سے ناواقف ہیں، تیراکی نہیں جانتے---

اس کتاب میں جہاں ان ڈوبتے ہوؤں کو سہارا دینے کی کوشش کی گئی ہے وہاں قرآن و حدیث کی روشنی میں وجود خدا اور توحید پر دلائل و براہین کے ذریعے انہیں "تیراکی کا فن" سکھانے کی بھی کوشش کی گئی ہے تا کہ اپنے ساتھیوں کو بھی ڈوبنے سے بچا سکیں۔"[1]

زبان:

موضوع کے اعتبار سے تو یہ کتاب اہم ہے ہی لیکن زبان کے حوالے سے بھی یہ کچھ کم اہم نہیں۔اس کی وجہ یہ ہے کہ اتنے دقیق مسائل اور پیچیدہ خیالات اور گہرے افکار کو اتنی روانی اور شستگی سے کسی اور کتاب میں کم ہی بیان کیا گیا ہے۔اگر قاری کچھ بنیادی علمی و مذہبی اصطلاحات سے واقف ہو تو اس کے لئے اس کے مفاہیم کو سمجھنا مشکل نہیں۔مختصر یہ کہ کتاب کی زبان رواں، براہِ راست اور شستہ ہے۔ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

"انسان ان دیکھی چیزوں کا تصور صرف دیکھی ہوئی چیزوں کی تشبیہ سے پیدا کرتا ہے اور اس طرح اسے اُن دیکھی چیزوں کا ایک تصور ذہن میں آ جاتا ہے۔بندہ و خدا کے درمیان محبت کے رشتے کی بھی یہی کیفیت ہے۔"[2]

☆☆☆☆☆

کتاب: ۲۲۳

وجودیت، کرداریت اور اسلام

مصنف: نوید شبلی

نشید شبلی پبلی کیشنز، فیصل آباد، پاکستان، ۱۹۸۸ء

کل ابواب: اس میں ابواب کی تقسیم نہیں بلکہ ۵۷ مختلف عنوانات کے تحت بحث کی گئی ہے۔

کل صفحات: ۱۴۰ (140)

موضوع:

درحقیقت اس کتاب کا موضوع ''نفسیات'' کے ذیل میں آتا ہے بلکہ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ یہ نفسیات ہی کی کتاب ہے۔ لیکن ہم نے اسے فلسفہ کی کتب میں اس لئے جگہ دی ہے کیونکہ اس کے کچھ مباحث خالصتاً فلسفیانہ ہیں۔ مثلاً وجودیت، زماں، مکاں، وجود، دنیائے تفکر، دنیائے حقیقت وغیرہ۔ اس کتاب کے موضوع اور مقصد کو سمجھنے کیلئے دیباچے سے یہ مختصر اقتباس نقل کرنا بہتر سمجھتا ہوں:

> ''یہ کتاب چار حصوں پر مشتمل ہے، پہلے حصہ میں نفسیاتی امراض اور ان کے اسباب وعلل کا بڑے سیدھے سادھے اور پر اثر پیرائے میں جائزہ لیا گیا ہے۔ جبکہ آگے دو حصوں میں بڑی جامعیت اور وضاحت کے ساتھ وجودیت اور کرداریت کے مکاتب فکر کے بنیادی فلسفوں، نقطہ ہائے نظر، اسلوب، تحقیق اور طریقہ ہائے کار علاج نفسی کا جائزہ لے کر پاکستان میں ان کے اطلاق کے امکانات کا خوبصورت جائزہ لیا گیا ہے۔''[۴۱۲]

زبان:

یہ خالص فلسفے کی نہیں نفسیات کی کتاب ہے جس میں کچھ مباحث فلسفے کے ذیل میں آتے ہیں جن کی نشاندہی ہم ''موضوع'' کے تحت کر چکے ہیں۔ لیکن یہ خالصتاً علمی کتاب ہے اور مصنف نے اردو میں یہ کتاب لکھ کر اس بات کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ ہماری زبان اردو میں اتنی وسعت ہے کہ کسی بھی نوع کے علمی مسائل کو بیان کرنے کی کماحقہ صلاحیت رکھتی ہے اور وہ اپنی اس کوشش میں کسی حد تک کامیاب بھی رہے ہیں۔ کتاب کی خاص بات یہ ہے کہ مصنف نے ہر مشکل اصطلاح کا انگریزی مترادف بریکٹ میں لکھ دیا ہے اس کا فائدہ یہ ہے کہ اردو میں اصطلاح سمجھ نہ آئے تو انگریزی سے ابلاغ ہو جاتا ہے یوں قاری کیلئے ابلاغ کا مسئلہ نہیں رہتا۔ کتاب کی زبان براہ راست اور رواں ہے اور کہیں کہیں اس میں ادبیت بھی ہے۔ ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

> ''انسان کے روحانی وجود کو سمجھنے کے لئے معالج کو مریض کے خوابوں سے بھی پالا پڑتا ہے تاکہ وہ مریض کی ہستی برائے دیگرے کا صحیح ادراک کر سکے کیونکہ بقول باس خواب فرد کے ان اسلوب حیات (Modes of Life) کے عکاس ہوتے

ہیں جس کا وہ جاگتے میں مظاہرہ نہیں کرتا۔''[۱۴]

☆☆☆☆☆

کتاب: ۲۲۴

لمز لائبریری (خالد اسحٰق کولیکشن) لاہور

تصوف اور سریت

(تصوف کی اساس، نوعیت، خصوصیات اور تاریخ کا تحقیقی جائزہ)

مصنف: پروفیسر لطیف اللہ

ادارۂ ثقافت اسلامیہ لاہور، پاکستان، ۱۹۹۰ء

کل ابواب: ۴ (چار)

کل صفحات: ۲۷۴ (274)

موضوع:

یہ کتاب بنیادی طور پر فلسفہ اسلامی تصوف اور غیر اسلامی تصوف (سریت) جسے باطنیت بھی کہتے ہیں کا ایک موازنہ ہے جس میں انہوں نے اسلامی تصوف سے وابستہ کچھ غلط فہمیوں کو دور کرنے کی کوشش کی ہے۔ انہوں نے سریت کے قدیم ماخذوں یونان و ہند سے لے کر عہد جدید تک کے تصورات کا احاطہ کر کے ان کا موازنہ اسلامی تصورات تصوف سے کیا ہے۔ اس ضمن میں مصنف کا اپنا قول قابل غور ہے:

> ''زیر نظر تالیف ''سریت اور تصوف — تقابلی مطالعہ'' (تصوف اور سریت) کے بارے میں عرض ہے کہ احقر نے اپنی استعداد کی حد تک قرآن و سنت سے استناد کرتے ہوئے تصوف سے متعلق مغالطوں، غلط فہمیوں اور دراندازیوں کو دور کرنے کی کوشش کی ہے اور اس نظریے کو رد کیا ہے کہ تصوف کسی نوع کی سریت ہے جو خارج سے مسلمانوں کے روحانی رویے میں داخل ہوئی۔''[۱۵]

زبان:

اس کتاب میں فلسفہ تصوف اور اسلامی تصوف کے بنیادی مباحث کو رواں اور براہ راست اردو میں بیان کرنے کی کوشش کی ہے لیکن اس کے باوجود عبارت کہیں بھی مشکل اور پیچیدہ، غیر مبہم اور دور از فہم نہیں۔ یوں موضوع و زبان دونوں حوالوں سے اردو کے علمی و فلسفیانہ ذخیرہ کتب میں نمایاں مقام کی حامل کتاب ہے۔ زبان کے حوالے سے ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

> ''صوفیہ کے طرز حیات اور طور زندگی سے متعلق جو حقائق و شواہد پیش کئے گئے ہیں، ان سے ثابت ہوتا ہے کہ صوفیہ نے تاریخ کے ہر دور میں ایک مسلمان کی زندگی کے تمام محاسن اخلاق کی ترجمانی اور عکاسی کی ہے۔ تصوف اور صوفیہ سے اختلاف رکھنے والے حیات و کائنات کے اس حکیمانہ نکتہ پر غور نہیں کرتے کہ کائنات کی ہر شے جس میں انسان بھی شامل ہے، اپنی فطری صلاحیت اور جبلی شاکلہ کی حدود ہی میں وظیفہ حیات ادا کرتی ہے۔''[۱۶]

☆☆☆☆☆

کتاب: ۲۲۵

قائد اعظم لائبریری لاہور

تصوف اور تصوراتِ صوفیہ

مصنف: پروفیسر ڈاکٹر ظہیر احمد صدیقی

مجلس تحقیق و تالیف و فارسی، جی۔سی یونیورسٹی لاہور، پاکستان، ۲۰۰۸ء

کل ابواب: ۱۶ (سولہ)

کل صفحات: ۵۷۸ (578)

موضوع:

معروف دانشور اور فارسی شناسی ڈاکٹر ظہیر احمد صدیقی کی تصنیف ''تصوف اور تصوراتِ صوفیہ'' تصوف کی مبادیات، اس کے تاریخی پس منظر اور صوفیوں کے افکار کو جاننے اور سمجھنے کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ اگر چہ ہم نے فلسفیانہ کتب کے جائزے میں ''تصوف'' سے متعلق کتب کو اس تحقیقی مقالے کا حصہ نہیں بنایا لیکن چونکہ تصوف سے متعلق کچھ بنیادی مباحث ایسے ہیں جو ابتدا ہی سے فلسفہ کا موضوع رہے ہیں مثلاً تصورِ خدا، عقل، وجدان، مادہ اور روح وغیرہ۔ اسی لئے تصوف کی جن کتب میں یہ خالص فلسفیانہ مباحث موجود ہیں ہم نے ان کو اس تحقیقی مقالے میں جگہ دینے کی کوشش کی ہے۔ پہلے باب تصوف اور مبادی میں تصوف کے مفہوم اور اس کے تاریخی پس منظر اور صوفیا کے مختلف امور، سالک، صوفی، فقیر، عارف، ملامتی، قلندر، مجذوب اور اس کے ساتھ ساتھ صوفیہ کی اہم صفات بیان کی گئی ہیں۔ دوسرے باب ''تصورِ خدا اور صوفیہ'' میں دنیا کے دیگر تمام مذاہب کے تصورِ خدا اور فلسفہ کے مختلف مکاتبِ فکر کے تصورِ خدا اور چند نمایاں مفکرین کے خدا سے متعلق افکار کو بیان کر کے خدا کے عالمگیر تصور کو اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی۔ تیسرے باب ''تصورِ ابلیس اور صوفیہ'' ابلیس اور شیطان کے مختلف تصورات پر روشنی ڈالی گئی اور اہم صوفیہ کے ابلیس کے متعلق افکار کو واضح کیا گیا۔ بقیہ تمام ابواب میں صوفیہ کی تربیت، مقام، مراتب اور ان کے مختلف مکتبہ ہائے فکر کا بیان ہے مثلاً صوفیہ کا تصورِ انسان اور مرشد، لباس وخرقہ، ریاضت ومجاہدہ، احوال ومقامات، علم الیقین، عین حق الیقین، تصورِ فنا و بقا، تصورِ سفر، تصورات علم وحکمت اور عقل وعشق (مختلف) قابل ذکر صوفیہ کا مختصر احوال وتعلیمات، صوفیہ کی تاویلات و اصطلاحات، صوفیہ کے خواب اور کشف وکرامات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ موضوع کے حوالے سے یہ ایک گراں قدر تصنیف ہے۔

زبان:

اس کتاب کی زبان خالص عالمی زبان ہے۔ یہ کتاب خالص فلسفیانہ، اخلاقیاتی، مابعد الطبیعاتی اور متصوفانہ افکار کو شگفتہ اور آسان بیان کر کے اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ اردو زبان ہر قسم کے علمی موضوع کو اپنے اندر سمونے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

> ''فنا و بقا کا ایک تصور موت وحیات کے حوالے سے بھی ہے۔ ہر انسان کے دل میں یہ خواہش موجود ہوتی ہے کہ وہ غیر فانی ہو جائے یعنی اسے موت نہ آئے اور وہ حیات ابدی کو حاصل کر لے لیکن ایسا ہونا اس مادی دنیا میں ممکن نہیں۔ البتہ تصوف

حیات ابدی کے حاصل کرنے کے امکانات پیش کرتا ہے۔اسی پس منظر کے ساتھ تصوف میں بقا باللہ کا تصور موجود ہے۔''۱۷

☆☆☆☆☆

کتاب: ۲۲۶ | قائد اعظم لائبریری لاہور

فلسفے کے بنیادی مسائل

(قرآن حکیم کی روشنی میں)

مصنف: امین احسن اصلاحی

مؤلف: محبوب سبحانی

فاران فاؤنڈیشن / مکتبہ جدید لاہور، پاکستان، ۱۹۹۱ء

کل ابواب: ۶ (چھ) | **کل صفحات:** ۲۴۶ (246)

موضوع:

جیسا کہ کتاب کے عنوان سے ظاہر ہے کہ اس میں فلسفے کے مسائل اور موضوعات دنیائے فلسفہ کے نمائندہ فلسفیوں کے نظریات کو قرآن پاک کے تناظر اور روشنی میں بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔یہ براہ راست مولانا کی تحریر نہیں بلکہ ان کے ان خطبات کو تحریری شکل دی گئی ہے جو انہوں نے فلسفے اور قرآن کے متعلق مختلف اوقات میں دیئے۔ان لیکچرز کو خالد مسعود اور محبوب سبحانی نے تحریری شکل دی ہے۔تقریر کو تحریری شکل دینا بہت مشکل ہوتا ہے لیکن ان حضرات نے یہ کام بااحسن وخوبی انجام دیا اس لئے ان کا نام درج نہ کرنا زیادتی ہوگی۔اس کتاب میں جن فلاسفہ اور ان کے نظریات کا ذکر ہے اس کے لئے دو انگریزی کتب سے استفادہ کیا گیا ہے۔

1. The Basic Teachings of Great Philosophers by S.E Frost

2. The Story of Philosophy by Will Durant

اس ضمن میں خالد مسعود صاحب کا یہ بیان قابل غور ہے:

> ''مولانا نے ''ادارۂ تدبر قرآن وحدیث'' لاہور کے رفقاء کے سامنے وقتاً فوقتاً متعدد لیکچر دیئے جن میں انہوں نے فلاسفہ کی آراء کو پیش کر کے ان پر تنقید کی، ان کی کمزوریوں کو اجاگر کیا اور آخر میں قرآن حکیم کی حکمت کو واضح کر کے یہ دکھایا کہ قرآن کا بتایا ہوا حل کتنا محکم ہے۔۔۔
>
> ۔۔۔اس کتاب کی یہ حیثیت نہیں ہے کہ یہ تمام وکمال مولانا کے قلم سے نکلی ہے بلکہ یہ ان کی فکر کی ترجمان ہے اور اس ترجمانی کا کام ادارہ کے رفیق جناب محبوب سبحانی اور راقم نے کیا ہے۔''۱۸

زبان:

مولانا امین احسن اصلاحی اسلامی موضوعات پر بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں۔ اگرچہ یہ ان کے خطبات کی تدوین ہے۔ ان کی براہ راست تحریر نہیں لیکن ان کا انداز بیان تحریر ہو یا تقریر سادہ اور صاف ہوتا تھا۔ یہ کتاب فلسفہ کے موضوع پر ہے کو کہ اس میں فلسفہ اور اس کے بنیادی مسائل کو قرآن اور اسلامی تعلیمات کے تناظر میں دیکھا گیا ہے لیکن پھر بھی اس کی زبان دیگر فلسفیانہ کتب کی نسبت براہ راست، رواں اور شگفتہ ہے اور قاری کیلئے مفہوم سمجھنا چنداں مشکل نہیں۔ ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

> ''۔۔۔خدا کو قوت محرکہ یا قوانین فطرت مان لینے سے اس کائنات کی تو جیہہ بھی نہیں ہوتی۔ آپ ایک کار کو دیکھیں اور یہ دعویٰ کریں کہ میں اس کے راز کو پا گیا ہوں کہ یہ پٹرول سے چلتی ہے تو یہ دعویٰ کار کی اصل حقیقت کا عشر عشیر بھی نہیں۔''۹۱

☆☆☆☆☆

کتاب: ۲۲۷ | لمز لائبریری (خالد اسحٰق کولیکشن) لاہور

اسلام میں حرکت وارتقاء کا تصور

(اور اس کے عمرانی، نفسیاتی اور فکری نتائج)

مصنف: الطاف جاوید

کلاسیک لاہور، پاکستان، باراول،۱۹۹۲ء

کل ابواب: ۵ (پانچ)

کل صفحات: ۳۶۰ (360)

موضوع:

موضوع کے اعتبار سے یہ ایک منفرد اور بہت اہم کتاب ہے۔ اس میں فلسفہ حرکت وارتقاء، جسے ہم فلسفہ تغیر بھی کہہ سکتے ہیں، کی عہد یونان سے لے کر اقبال تک نہ صرف تاریخ بیان کی گئی ہے بلکہ اسلام میں حرکت وارتقاء کے تصور اور مفہوم اور اس کے معاشرے پر نفسیاتی وفکری اثرات ونتائج کا جائزہ بھی لیا گیا ہے۔ حرکت وارتقاء اس کائنات کا ایک اہم اصول ہے اور اسلام چونکہ دین فطرت ہے اس لئے یہ ایک متحرک، جاوداں اور پیہم رواں زندگی کا درس دیتا اور ساکت وجامد اور غیر متحرک زندگی کی نفی کرتا ہے۔ اسلام کے تصور حرکت وارتقاء کو اجاگر کرنے کے لئے انہوں حرکت وارتقاء اور فلسفہ تغیر کی تقریباً ساری تاریخ کا مربوط خاکہ پیش کردیا ہے یوں کتاب کی اہمیت دوچند ہوگئی ہے۔ مصنف کا اس کتاب کو تحریر کرنے کا مقصد بھی یہی ہے کہ مسلمانوں کی جامد ذہنیت، ماضی پرستی اور مطالعہ تسخیر فطرت سے فرار اور ترقی پسندانہ نظریات سے منہ موڑنے کی عادت پر کاری ضرب لگائی جائے کیونکہ ان کے نزدیک یہی وہ باتیں ہیں جن کی وجہ سے مسلمان علم وتحقیق اور ترقی کے سفر میں دیگر اقوام عالم سے بہت پیچھے رہ گئے ہیں۔

زبان:

موضوع کے ساتھ ساتھ اس کتاب کی زبان بھی بہت اہم ہے کیونکہ اس میں مصنف نے خالصتاً فلسفیانہ، علمی اور فکری موضوع کو بہت فصیح و بلیغ انداز میں بیان کیا ہے۔ کہیں کہیں جگہ غیر مانوس اور مشکل تراکیب اور اصطلاحات کے علاوہ بحیثیت مجموعی کتاب کی زبان براہ راست اور رواں ہونے کے ساتھ ادبی شگفتگی سے مالامال ہے۔ اس کتاب کو موضوع اور زبان دونوں حوالوں سے اس بات کے ثبوت کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے کہ اردو ہر قسم کے فلسفیانہ و فکری موضوعات کو خوش اسلوبی کے ساتھ بیان کرنے کی صلاحیت حاصل کر چکی ہے۔ ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

> ''حرکت، تغیر اور ارتقاء کے تصور کو تسلیم کرنے کا مسئلہ انسان کے لئے موت و حیات کے مترادف ہے۔ حرکت کے انکار کا معنی جمود و سکون کا اقرار اور نشوونما، آگے بڑھنے اور ترقی کی طرف قدم بڑھانے سے انکار ہے۔ پرانی اقدار، فرسودہ معاشرتی اداروں اور از کار رفتہ اور کرم خوردہ افکار و نظریات کی جگہ نئی اقدار، نئے معاشرتی اداروں اور نئے تازہ افکار و نظریات کو جگہ دینے اور مستحکم کرنے کی تاریخی ضرورت سے صرف نظر کرنا ہے۔''[۴۰]

☆☆☆☆☆

کتاب: ۲۲۸

قائداعظم لائبریری لاہور

فلسفۂ بیگانگی اور قرآن

مصنف: الطاف جاوید

نگارشات لاہور، پاکستان، ۱۹۹۳ء

کل ابواب: ۹ (نو)

کل صفحات: ۲۷۶ (276)

موضوع:

اس کتاب کو موضوع کے حوالے سے ہم اسے ''جدید اسلامی علم الکلام'' کی کتاب قرار دے سکتے ہیں۔ جس میں جدید مارکسی فلسفہ کے چند بنیادی تصورات خصوصاً فلسفۂ بیگانگی (Alienation) پر قرآن کے تناظر میں بحث ہے نیز قرآن اور اسلامی تعلیمات کے حوالے سے مارکسی فلسفیانہ نظریات کی کمی و کجی کی نشاندہی اور مذہب خصوصاً اسلام اور قرآن کی حقانیت کو ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ مصنف کارل مارکس کے اشتراکی فلسفے اور پیداوار، سرمایہ، نجی ملکیت کے سرمایہ داری نظام کی معاشرہ اور انسانی نفسیات پر اس کے اثرات کے تجزیے کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں لیکن چونکہ مندرجہ بالا نظریات محض مادیت اور دہریت پر مبنی ہیں اور وہ روحانیت، الہامی راہنمائی اور ہدایت جو صرف مذہب کی دین ہے اس سے تہی ہے اس بناء پر وہ تمام خوشنما عمارت بغیر بنیاد کے ہے اور اسی لئے ناپائیدار بھی۔ کارل مارکس مذہب کی وجدانی رہنمائی کو رَدّ کرتا ہے۔ اس ضمن میں ہم مصنف کا ایک مختصر اقتباس درج کرتے ہیں:

"۔۔۔حقیقی یا اوریجنل مذہب اور مارکسزم کے درمیان معاشی، سیاسی اور عمرانی تصورات مشترک ہیں۔ دونوں میں اختلاف اگر ہے تو صرف فلسفۂ مادیت کو نظریاتی اساس بنانے میں ہے یہ بات بدلائل ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ عالمگیر سوشلسٹ معاشرہ کا قیام کائنات اور انسانی فطرت کی تعبیر پر ناممکن ہے۔ اس لئے حقیقت مطلقہ کے ایسے تصور کی ضرورت ہے جس میں حیات، شعور اور تخلیقی ارادہ کے علاوہ خود شعوری کی صلاحیت بھی موجود ہونا کہ اس کا ہر فعل یا تخلیق مقصدیت کا حامل ہو اور وہ اپنی ماہیت میں ست (حق) چت (فکر) محض آنند (سکون) کی بجائے فعلیت مطلقہ (Absolute Action) کی حامل ہو اور اس طرح تخلیق اور مسلسل ارتقاء کا عمل جاری رہے اور یہ وہ پہلو ہے جس پر نزول قرآن سے پہلے مقدس گیتا نے زور دیا ہے۔"[۲۱]

زبان:

"الطاف جاوید" نے اس کتاب میں مارکس کے فلسفیانہ نظریات کا تقابل قرآن حکیم کے تقابل سے کرتے ہوئے اعلیٰ پائے کی علمی، فصیح اور براہ راست زبان استعمال کی ہے۔ کہیں بھی مفہوم کے ابلاغ میں رکاوٹ پیش نہیں آتی۔ عام سا علمی ذوق رکھنے والا قاری بھی بڑی سہولت اور آسانی سے اس سے استفادہ کرسکتا ہے۔ ایک مختصراً اقتباس درج کیا جاتا ہے:

"مغرب کے سیکولر اور اشتراکی معاشرہ میں عام فرد جب کام سے فارغ ہوتا ہے تو فلسفہ مادیت اسے چونکہ زندگی کے کسی اعلیٰ مقصد سے متعارف نہیں کرواتا اس لئے وہ عام طور پر ادنیٰ حیوانی تقاضوں کی گرفت میں آخر شراب نوشی، جنسی تلذذ، نفس پرستی، کام چوری، فیشن پرستی اور جسم کی تزئین و آرائش وغیرہ کا مرتکب ہوجاتا ہے۔"[۲۲]

☆☆☆☆☆

کتاب: ۲۲۹ — قائداعظم لائبریری لاہور

علم الکلام اور الکلام

(حصہ اول۔ حصہ دوم)

مصنف: علامہ شبلی نعمانی

دوست ایسوسی ایٹس اردو بازار لاہور، پاکستان، ۱۹۹۹ء

کل ابواب: ۲ (دو) حصوں پر مشتمل ہے۔ — **کل صفحات:** ۴۴۵ (445)

نوٹ: (یہ دو حصے پہلے "علم الکلام" اور "الکلام" کے عنوانات سے الگ الگ کتابی صورت میں شائع ہوتے رہے اب انہیں یکجا کردیا گیا ہے)

موضوع:

اس کتاب کا موضوع اس کے عنوان سے واضح ہوجاتا ہے۔ کتاب کا پہلا حصہ "علم الکلام" اسلامی علم الکلام کی تاریخ ہے جس میں علامہ شبلی نے علم الکلام کے مختلف دبستانوں اور مکاتب فکر کا جائزہ لیا ہے۔ جبکہ دوسرے حصے میں شبلی نے نئے دور اور

اس کے تقاضوں کے مطابق ایک نئے علم کلام کو مرتب کرنے کی کاوش کی ہے۔اس ضمن میں علامہ شبلی خود لکھتے ہیں:

''ہر طرف سے صدائیں آرہی ہیں کہ پھر ایک نئے علم کلام کی ضرورت ہے۔اس کی ضرورت کو سب نے تسلیم کر لیا ہے۔ لیکن اصول کی نسبت اختلاف ہے۔جدید تعلیم یافتہ گروہ کہتا ہے کہ نیا علم کلام بالکل نئے اصول پر قائم کرنا ہوگا۔کیونکہ پہلے زمانہ میں جس قسم کے اعتراضات اسلام پر کئے جاتے تھے آج ان کی نوعیت بالکل بدل گئی ہے۔۔۔لیکن ہمارے نزدیک یہ خیال صحیح نہیں۔قدیم علم کلام کا جو حصہ آج بیکار ہے پہلے بھی ناکافی تھا اور جو حصہ اس وقت بکار آمد تھا آج بھی ہے اور ہمیشہ رہے گا۔۔۔میرا ارادہ تھا کہ علم کلام کو قدیم اصول اور موجودہ مذاق کے موافق مرتب کیا جائے لیکن میں نے اس کے لئے ضروری سمجھا کہ پہلے علم کلام کی مفصل تاریخ لکھی جائے۔۔۔جو علم کلام مرتب کرنا مقصود ہے اس کا طرز بیان گو کچھ ہی ہو، لیکن یہ ضرور ہے کہ بزرگان سلف کے مقرر کردہ اصول کا سر رشتہ کہیں ہاتھ سے نہ جانے پائے اور اس کے لئے یہ بتانا ضروری ہے کہ ہر عہد میں آئمہ اسلام نے کیا اصول اختیار کئے؟ اور ان میں جو تغیرات ہوئے اور ہوتے رہے وہ کس قسم اور کس نوعیت کے تھے۔۔۔علم کلام کی تاریخ لکھنے سے ایک تو اسلامی لٹریچر کی ایک بڑی کمی پوری ہوتی ہے دوسری طرف یہ تصنیف جو درحقیقت علم کلام کی تاریخ ہے تاریخ کے دائرہ میں آجاتی ہے۔''۲۳

زبان:

علامہ شبلی نعمانی کا شمار اردو نثر کے عناصر خمسہ اور صاحب طرز اسلوب انشاء پردازوں میں ہوتا ہے۔اس لئے زبان و بیان کے حوالے سے ان کا تجزیہ کرنا تحصیل حاصل ہوگا۔تاہم یہ کہنا اہم ہے کہ شبلی نے اردو زبان میں جن موضوعات کو سمویا ان کے نمونے اردو زبان میں پہلے موجود نہ تھے اور تھے بھی تو بہت کم۔اسی لئے شبلی ان موضوعات کیلئے ایک نیا پیرایہ اظہار ایجاد کرنا پڑا جس نے نہ صرف اردو زبان کے اسلوب (اردو کے زبان وبیان) کو نئی جہت دی بلکہ آگے آنے والوں کے لئے اس میدان میں ایک راستہ وضع کیا۔اس کتاب میں علم کلام جیسے مشکل اور ادق موضوع پر طبع آزمائی کرتے ہوئے بھی اندازِ بیان شستہ، صاف اور رواں ہے۔کہیں کہیں عربی و فارسی اصطلاحات ہیں لیکن وہ بھی اتنی گنجلک اور دوراز کار نہیں کہ مفہوم کے ابلاغ کی راہ میں رکاوٹ بنیں۔ایک مختصر اقتباس جائزے کے لئے پیش کیا جاتا ہے:

''علم کلام درحقیقت اس کا نام ہے کہ مذہب اسلام کی نسبت یہ ثابت کیا جائے کہ وہ منزل من اللہ ہے، مذہب دو چیزوں سے مرکب ہے۔عقائد و احکام۔شاہ صاحب کے زمانے تک جس قدر تصانیف لکھی جا چکی تھیں صرف پہلے حصے کے متعلق تھیں، دوسرے حصہ کو کسی نے مس نہیں کیا تھا، شاہ صاحب پہلے شخص ہیں جنہوں نے اس موضوع پر کتاب لکھی۔خود دیباچہ میں لکھتے ہیں کہ جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کا معجزہ عطا ہوا تھا جس کا جواب عرب و عجم سے نہ ہوسکا اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو شریعت عطا ہوئی تھی وہ بھی معجزہ تھی۔کیونکہ ایسی شریعت کا وضع کرنا جو ہر طرح پر ہر لحاظ سے کامل ہو طاقت انسانی سے باہر ہے، اس لئے جس طرح قرآن مجید کے معجزہ ہونے پر بہت سی کتابیں لکھی گئیں۔ضرور ہے کہ اس معجزہ کے متعلق بھی مستقل تصنیف لکھی جائے۔''۲۴

☆☆☆☆☆

کتاب: ۲۳۰

لمز لائبریری (خالد اسحٰق کولیکشن) لاہور

علم الکلام

(توحید ورسالت، قیامت، قضا وقدر، آسمانی کتب اوراصول دین پر جامع کتاب)

مصنف: مولانا محمد ادریس کاندھلوی

اشاعت قدیم: مکتبہ عثمانیہ بیت الحمد جامعہ اشرفیہ لاہور، پاکستان، س۔ن

اشاعت جدید: احباب زم زم پبلشرز کراچی، پاکستان، ۲۰۰۳ء

کل ابواب: اس میں ابواب کی ترتیب نہیں عنوانات قائم کئے گئے ہیں۔ان ۲۴ (چوبیس) بنیادی اور آگے ان کے ذیلی عنوانات ہیں۔

کل صفحات: ۴۵۵ (455)

نوٹ: (جائزے کے لئے اشاعت جدید کوموضوع بنایا گیا ہے)

موضوع:

مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ کی یہ کتاب اسلامی علم الکلام پر ایک جامع اوراہم کتاب ہے جس میں انہوں نے اسلام، اسلامی تعلیمات،عقائد کے ساتھ ساتھ عقل اور مادہ پرست فلسفیوں کےاس کائنات کے متعلق عقلی اور مادی نظریات کا بھرپور جواب دینے کی کوشش کی ہےاوروہ اس میں بہت حدتک کامیاب بھی رہے ہیں۔لیکن کسی بھی تصنیف میں بہتری کی گنجائش ہمیشہ موجود رہتی ہے۔لیکن یہ کتاب نہ صرف غیر مسلموں کے بہت سے اعتراضات کا جواب دیتی ہے بلکہ متشکک مسلمانوں کے ذہنوں میں پیدا ہونے والے شکوک وشبہات کو بھی دور کرتی ہے۔ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اسلامی علم الکلام کے حوالے سے یہ ایک گراں قدر تصنیف ہے جواس ضمن میں بہت سے پہلوؤں کا احاطہ کرتی ہے۔اس میں اسلام کی حقانیت کو ثابت کرنے کے لئے مجموعی طور پر اسلامی کی بنیادی خصوصیات، اثبات وجود باری تعالٰی کے حق دلائل، روح اور مادہ پر مباحث، مادیت پرستوں اوراہل اسلام کا موازنہ، صفاتِ باری تعالٰی،تصور خیر وشر (اللہ) ذات باری تعالٰی کے تناظر میں، مسئلہ تقدیر سے متعلق مباحث، قدم اور بقاء، تخلیق وتکوین، تسبیحات وتقدیسات، صفات متشابہات، شریعت، وحی، نبوت، عالم آخرت ودار آخرت، جنت وجہنم کا بقائے دوام، ابطال تناسخ، مسئلہ نجات، ابطال کفار اور دیدار خداوندی کو عقل وبراہین کی بنیاد پر ثابت کیا گیا ہے۔عصر حاضر میں جدید مغربی تعلیم اورنظریات کی فراوانی اوراثرات کے تحت اپنے مذہب کے متعلق جو تشکیکی رجحانات پیدا ہو چکے ہیں ان سے نمٹنے اور ان کا معقول عقلی جواب دینے کیلئے یہ ایک بہت اہمیت کی حامل کتاب ہے۔اس کتاب کی ایک اوراہم بات یہ بھی ہے کہ اس میں ہندی فلسفیانہ افکار کا حوالہ بھی ملتا ہے۔

زبان:

اس کتاب کی زبان کے حوالے سے دو چیزیں ذہن میں رکھنی ضروری ہیں ایک تو یہ کہ یہ خالصتاً اسلامی علم الکلام کی کتاب ہے اس لئے عربی اصطلاحات، تراکیب اور حوالوں کا ہونا ناگزیر ہے۔ دوسری یہ کہ مصنف خود اردو زبان و ادب سے نہیں بلکہ علوم اسلامیہ سے تعلق رکھتے ہیں اسی لئے ان کا میدان بھی عربی ہے۔ مندرجہ بالا دو وجوہات کی بناء پر ہی کتاب میں عربی اصطلاحات، تراکیب اور الفاظ زیادہ ہیں۔ اسی لئے اس میں مفہوم کا ابلاغ بھی اتنا آسان نہیں۔ بحیثیت مجموعی ہم زبان کے حوالے سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس کی زبان پر عربی رنگ بھی غالب ہے لیکن اس کی زبان خالصتاً علمی اور فصیح ہے۔ کہیں کہیں ہندی افکار بھی زیر بحث آئے ہیں جس کی وجہ سے ہندی اصطلاحات استعمال ہوئی ہیں جن کی وجہ سے زبان تھوڑی سی مشکل نظر آتی ہے۔ بحیثیت مجموعی خالص اسلامی فلسفیانہ مسائل کے اظہار کے حوالے سے یہ بہت اہم کتاب ہے۔ ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

> ''بندوں میں حیات بھی ہے۔ علم قدرت بھی ہے۔ ارادہ و اختیار بھی ہے۔ سمع و بصر اور کلام بھی ہے اور یہ ساری باتیں باتفاق خوبی و کمال کی سمجھی جاتی ہیں۔ یہ کمالات اگر خالق میں نہ تھے تو مخلوق میں کہاں سے آئے۔ نیز اگر خداوند کریم ان صفاتِ کمالات کے ساتھ موصوف نہ ہو تو مخلوق کا خالق سے اور ممکن کا واجب سے افضل ہونا لازم آتا ہے، اس لئے کہ مخلوق میں حیات، علم، قدرت، سمع، بصر سب موجود ہے۔ اب اگر خدا ان صفات سے عاری ہو تو یقیناً مخلوق کو خالق سے افضل کہنا پڑے گا کیونکہ زندہ کا مردہ سے اور عالم کا غیر عالم سے اور قادر کا غیر قادر سے افضل ہونا بالکل ظاہر ہے۔''[۲۵]

☆☆☆☆☆

کتاب: ۲۳۱ | قائداعظم لائبریری لاہور

تصوراتِ قرآن

مصنف: ابوالکلام آزاد

مرتب: ڈاکٹر سید عبداللطیف

اشاعت جدید: مکتبہ جمال لاہور، پاکستان، ۲۰۰۶ء

کل ابواب: ۶ (چھ) | **کل صفحات:** ۱۴۳ (143)

موضوع:

یہ کتاب مولانا ابوالکلام آزاد کی کوئی باقاعدہ تصنیف نہیں۔ بلکہ ڈاکٹر سید عبداللطیف نے مولانا کی مختلف تصانیف، رسائل اور مقالات، مثلاً ترجمان القرآن (تفسیر) اور الہلال والبلاغ وغیرہ سے قرآنی آیات کی تفاسیر و تشریحات مجتمع کر کے کتابی صورت کی شکل دے کر اس کا عنوان ''تصوراتِ قرآن'' رکھ دیا ہے۔ بالفاظ دیگر قرآن پاک کی ان آیات کو موضوع وار

ترتیب دے کر کتاب مرتب کی گئی ہے۔ مولانا آزاد کا شمار بیسویں صدی میں برصغیر کے نامور مسلمان مفکرین میں ہوتا ہے۔ آپ ایک مختلف الجہات اور جامع العلوم شخصیت تھے۔ آپ کی ادبی، علمی، سیاسی، مذہبی اور سماجی خدمات تاریخ میں ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی۔ آپ نے قرآن کریم پر غور وفکر اور تدبر سے اس کے حقیقی اور آفاقی معانی تلاش کر کے انہیں اپنے خاص اسلوب میں لوگوں تک پہنچایا اور صدیوں سے جامد ذہنوں کو فکر کی تازگی عطا کرنے کی کوشش کی۔ مولانا نے قران حکیم سے بے حد دقیق تصورات کو موضوع بحث بنا کر فکر اسلامی کی تجدید کی کوشش کی ہے۔ قرانی فکر کی جدید زاویوں اور نئی جہتوں میں تشکیل پر مبنی ایک اہم فکری و علمی کتاب ہے اور یہ قرآن کی جدید علمی و فلسفیانہ فکر کے ضمن میں نمائندہ اہمیت کی حامل بھی ہے۔

زبان:

چونکہ یہ مرتبہ اور مؤلفہ کتاب ہے اس لئے اس کی زبان مولانا آزاد کی براہِ راست اپنی نہیں اس لئے کہ ان کے افکار کی تلخیص کی گئی ہے۔ جہاں عبارت طویل اور تفصیلی ہے وہاں آزاد کے منفرد طرزِ نگارش کی جھلک بھی دکھائی دیتی ہے۔ زبان کے حوالے سے ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

> ''مولانا آزاد لکھتے ہیں کہ کائنات ہستی کا یہ حسن اور یہ ارتقاء زیادہ مدت تک قائم ہی نہیں رہ سکتا تھا اگر اس میں خوبی کی بقا اور خرابی کے ازالے کی قوت سرگرم نہ رہتی۔ فطرت ہمیشہ فساد و نقص کو محو کرتی رہتی ہے اور جن چیزوں میں باقی رہنے کی خوبی ہوتی ہے انہیں باقی رکھتی ہے۔ عام اصطلاح میں اسے بقائے انفع سے تعبیر کیا جاتا ہے۔'' [۷۶]

☆☆☆☆☆

کتاب: ۲۳۲ —

مذہب اور باطنی تعلیم

مصنف: مرزا محمد سعید دہلوی

اردو مرکز لاہور، پاکستان، س۔ن

کل ابواب: ۹ (نو) — **کل صفحات:** ۳۶۷ (367)

موضوع:

یہ کتاب اردو زبان میں بلاشبہ ایک علمی شاہکار کی حیثیت رکھتی ہے۔ جہاں تک اس کے موضوع کا تعلق ہے تو یہ بنیادی طور پر اسلام کے ذیلی اور چھوٹے چھوٹے فرقوں کی باطنی تعلیمات کی تاریخ ہے۔ خصوصاً شیعہ مذہب کے ذیلی روحانی فرقوں اور مکاتب فکر کو وہ ماضی کے پردہ اخفا سے نکال کر تحقیق کی روشنی میں لے آئے ہیں۔ ان میں کچھ ایسے مکاتب فکر کا بھی ذکر ملتا ہے جن کا حوالہ بہت کم دوسری جگہوں پر موجود ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے قدیم ترین مذاہب کے تصورِ روحانیت کو بھی واضح کرنے کی کوشش کی۔ مرزا صاحب کا کہنا ہے کہ تاریخِ عالم کی مثال ایک وسیع باغ کی سی ہے جس میں بہت سی بڑی اور چھوٹی

خوشنما و دلفریب روشیں اور راستے ہیں اکثر لوگ بڑے راستوں کی سیر کر کے لطف اندوز ہو کر چلے جاتے ہیں لیکن کچھ بڑی روشوں اور راستوں کی بجائے اور چھوٹی پگڈنڈیوں اور راستوں کو ترجیح دیتے ہیں۔ اس کتاب میں انہوں نے تاریخ اسلام کی ان چھوٹی چھوٹی روشوں کو موضوع بحث بنا کر ان کی تاریخی اہمیت کو اجاگر کیا ہے۔ اس میں مرکز بحث شیعیت کی ابتدا، اسباب، اس کی ذیلی شاخوں، ان کے عقائد، ان پر ایرانی و یونانی فلسفہ کے اثرات اور دورِ حاضر میں ان کی جدید صورت اور عقائد ہیں۔ یہ محض اسلام کی باطنی علوم کی تاریخ نہیں بلکہ دنیا کی قدیم مذہبی فکر اس کے ارتقاء اور تقابل کی ایک اہم ترین دستاویز ہے۔ علاوہ ازیں اس کا مقدمہ (جو مصنف کا تحریر کردہ ہے) بذات خود ایک علمی شاہکار ہے اور ایک مکمل تصنیف کی حیثیت رکھتا ہے۔

زبان:

جتنی بڑی یہ علمی کتاب ہے اس کی زبان بھی اتنی فصیح و بلیغ، رواں، شستہ اور براہ راست ہے۔ مرزا صاحب کا شمار ہندوستان کے ان چند ابتدائی اصحاب میں ہوتا ہے جو مشرقی علوم، اردو زبان اور انگریزی زبان و بیان اور مغربی علوم کے ماہر تھے۔ آپ اردو کے ابتدائی ناول نگاروں میں بھی شمار ہوتے ہیں۔ چند بنیادی مذہبی اور متصوفانہ اصلاحات سے واقفیت ہو تو قاری بغیر ذہنی مشقت کے اس مطالعہ سے بخوبی استفادہ کر سکتا ہے۔ مختصراً ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ موضوع اور زبان دونوں حوالوں سے یہ اردو کی طبع زاد علمی کتب میں منفرد اور اعلیٰ مقام کی حامل کتاب ہے۔ زبان کے حوالے سے ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

> ''نو افلاطونی فلسفہ اغلاق و اختلاق کا ایک گھنا جنگل ہے جس میں راہ راست کی تلاش نہایت دشوار ہو جاتی ہے۔ لیکن یہ مختصر اور سطحی تبصرہ اس امر کے اعتراف کے لئے کافی ہے کہ اس کے بے شمار اجزا باطنی اور متصوفہ تعلیمات میں مخلوط ہو گئے ہیں۔ مثلاً متصوفہ اور باطنیہ اسلام دونوں خلق کائنات کو لمعات کے استعارہ میں ملبوس کرتے ہیں۔ اسمٰعیلیہ خدا اور انسان کے درمیان پانچ لمعات کا وجود تسلیم کرتے تھے یعنی عقل کل، نفس کل، مادہ قدیم، زمان ازلی و مکان ازلی۔ مادہ، مکان و زمان کو ازلی و قدیم ماننے کی ضرورت ان کو اس لئے پیش آئی کہ اسمٰعیلیہ وحدت وجود کے قائل نہ تھے۔''[۷۶]

☆☆☆☆☆

کتاب: ۲۲۳

خدا اور تصورِ خدا

(تاریخ مذہب کی روشنی میں)

مصنف: علامہ نیاز فتح پوری

آواز اشاعت گھر لاہور، پاکستان، س۔ن

کل ابواب: ۲۴ (چوبیس)

کل صفحات: ۲۷۲ (272)

موضوع:

اس کتاب میں فاضل مصنف نے مختلف مذاہب میں خدا کے تصور کو بیان کیا ہے۔ گویا یہ تصور خدا کی تاریخ ہے۔ اس ضمن میں کچھ ایسی اقوام کا بھی ذکر ہے جو انتہائی گم نام ہیں۔ کتاب کے موضوع کے حوالے سے میں مصنف کا اپنا قول درج کرنا ہی بہتر سمجھتا ہوں:

''عہد قدیم سے عہد حاضر تک انسان نے کس کس طرح خدا کا تصور کیا اس راہ میں اس نے کتنی ٹھوکریں کھائیں اور کس طرح آہستہ آہستہ وہ کائنات پر چھا گیا۔ یہ داستان بہت منتشر وطویل ہے لیکن ہے بے انتہا دلچسپ اور انہیں منتشر اجزا کو اس خاص نمبر میں یکجا کیا گیا ہے۔۔۔
میں نہیں سمجھتا کہ اس موضوع پر کسی ایشیائی زبان میں اتنی جامع وموجز کتاب اس سے قبل شائع ہوئی ہو۔۔۔
۔۔۔اس کا تعلق نہ الٰہیات سے ہے نہ فقہ وحدیث سے اور نہ عقائد اسلام سے بلکہ صرف تاریخ ہے جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ خدا کا تصور مختلف اقوام وملل میں کیوں کر اور کس طرح قائم ہوا۔''۴۸

زبان:

اس کتاب کی زبان عام فہم، رواں اور براہِ راست ہے۔ کہیں بھی کوئی پیچیدگی یا ابلاغ کا مسئلہ پیدا نہیں ہوتا۔ قاری اگر سطحی علم اور مناسب سمجھ بوجھ بھی رکھتا ہو تو اس کتاب کے مفاہیم کو سمجھنا اس کے لئے چنداں مشکل نہیں۔ اس کتاب کی زبان کو دیکھ کر بھی ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اردو زبان میں اب اتنی وسعت آچکی ہے کہ وہ مشکل مضامین کو بھی بآسانی ادا کرسکتی ہے۔

''۔۔۔جین لوگ بھی ہندوؤں کی طرح آواگون اور مکتی میں اعتقاد رکھتے ہیں۔ لیکن مکتی کے بارے میں ان کا عقیدہ ہندوؤں سے مختلف ہے۔ ان کے نزدیک جب کوئی روح گناہ کرتی ہے تو وہ بھاری ہو کر نیچے کی طرف ڈوبنے لگتی ہے حتیٰ کہ وہ اس قدر وزنی ہوسکتی ہے کہ ساتویں دوزخ میں جا کر قرار لے۔''۴۹

❁❁❁❁❁

باب پنجم

(ب) فلسفہ، فلسفیانہ موضوعات اور دیگر خالص فکری موضوعات پر مبنی کتب

کتاب: ۲۴۴ | کتب خانہ مجلس ترقی ادب لاہور

مراۃ الخیال

مؤلف: مرزا سلطان احمد

مطبع بمبئی (ممبئی) ہندوستان، ۱۸۸۲ء

کل ابواب: ۵ (پانچ) | **کل صفحات:** ۶۴ (64)

موضوع:

یہ "علم النفس" سے متعلق کتاب ہے، اسے جدید فلسفیانہ اصطلاح میں "Philosophy of Mind" یعنی "فلسفہ نفس" بھی کہا جاتا ہے جس کی جڑیں فلسفہ کی قدیم شاخ اور انسانی ذہن و شخصیت کے متعلق موجودہ علم نفسیات سے جا ملتی ہیں لیکن یہ اس سے قدرے الگ ایک علم ہے۔ اس میں انسان کی ذہنی صلاحیتوں، ذاتی جذبوں اور داخلی قوتوں پر بحث کر کے انہیں اجاگر کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اس میں قوت متخیلہ، قوت حافظہ، قوت متفکرہ وغیرہ بنیادی حیثیت کے حامل موضوعات ہیں۔ اس کتاب میں پانچ ابواب ہیں جن میں مجموعی طور پر قوت متخیلہ کی تعریف، فوائد، اہمیت، اقسام، طریق حدوث خیالات، تسلسل خیالات، قوت متخیلہ پر اثر انداز ہونے والے عوامل، متخیلہ اور متخیلہ کو درست اور مزید بہتر کرنے کیلئے تدابیر کا بیان ہے۔ یہ کتاب ۱۸۸۲ء میں اس وقت تالیف ہوئی جب اردو کو شاعری اور داستانوی زبان ہی سمجھا جاتا تھا۔ اس کتاب کی اشاعت سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ اردو میں علمی و فلسفیانہ نثر کی روایت اور ان موضوعات پر کتب کی اشاعت کی روایت بہت قدیم ہے اور اتنی نئی نہیں جتنی کہ سمجھی جاتی ہے۔ نیز اردو زبان میں ابتدا ہی سے اعلیٰ علمی و فلسفیانہ بیان کی صلاحیت موجود تھی۔

زبان:

یہ کتاب اس دور میں لکھی گئی جب اردو میں علمی و فلسفیانہ اسلوب نثر کے نمونے موجود نہ تھے۔ علمی و فلسفیانہ اصطلاحات تو دور کی بات ابھی تو اردو نثر ہی ابتدائی ارتقائی مراحل طے کر رہی تھی۔ ایسے میں اتنے دقیق موضوع پر کتاب بہت بڑا کارنامہ ہے۔ اس وقت معدودے چند مسلمان تھے جو انگریزی سے اس قدر واقفیت رکھتے کہ اتنے دقیق علمی موضوع کو سمجھ کر اردو میں منتقل کر سکتے۔ زبان چونکہ ارتقائی مراحل میں تھی اس لئے کچھ حروف الفاظ آج یا تو متروک ہو چکے ہیں یا ان کی املا اور ہجے تبدیل ہو گئے ہیں۔ مثلاً

ن ــــ ں (نہیں۔ ہیں۔ میں وغیرہ) اس ــــ اوس (اوس کو وغیرہ) ان ــــ اون (اونہوں) ھ ــــ ہ (ٹہیک۔ آنکہوں وغیرہ)

رکھ ــــ رکہہ تھا ــــ تہا پڑہ پڑہ کر ــــ پڑھ پڑھ کر

اس کے علاوہ کچھ الفاظ کو جوڑ کر لکھا جاتا تھا مثلاً دل میں ــــ دلمیں وغیرہ

ان مندرجہ بالا مسائل کے علاوہ زبان رواں اور براہ راست ہے۔ کچھ عربی اصطلاحات اور قدیم تراکیب کے علاوہ زبان اتنی مشکل اور پیچیدہ نہیں۔ اس کو اس طرح دیکھتے ہیں کہ جیسے اس دور کی شاعری آج کل کے عام اردو قارئین کے ذرا ناموس اور مشکل ہے۔ اسی طرح یہ کتاب آج کے قارئین کے لئے ذرا مشکل ہو۔ اس میں زبان کے کچھ مسائل ہیں جو زبانوں کے ارتقاء میں ناگزیر ہوتے ہیں۔ اگر اس دور میں کتاب کی تدوین نو موجودمعیار کے مطابق کی جائے تو اس کی زبان بالکل صاف ہو جائے گی۔ زبان کے حوالے سے ایک مختصر اقتباس درج کرتے ہیں:

> ''جب حواس خمسہ کے ذریعہ اور وساطت سے قوت خیالیہ صور محسوسہ کو خیالی خزانہ مین جمع کر لیتی ہے تو اونمیں سے بتدریج ایک ایک خیال عقل کے آگے پیش کرتی جاتی ہے اور خیالات منظورہ شدہ عدالت عقلیہ کو محافظ خیالات یعنی قوت حافظہ کے سپرد کر دیتی ہے۔''[۳۰۷]

☆☆☆☆☆

کتاب: ۲۲۵ | کتب خانہ مجلس ترقی ادب لاہور

مبادی الحکمۃ

مصنف: مولوی (ڈپٹی) نذیر احمد

مطبع مجتبائی دہلی، ہندوستان، ۱۸۹۱ء

کل ابواب: اس میں ابواب نہیں بلکہ عنوان کے تحت بحث کی گئی ہے اور فہرست کے مطابق تقریباً ۱۶۵ عنوانات قائم کئے گئے ہیں۔

کل صفحات: ۱۳۲ (132)

موضوع:

ابتدائی علم منطق کے متعلق یہ مختصر کتاب بعنوان ''مبادی الحکمۃ'' اردو نثر کے عناصر خمسہ میں سے ایک مولوی نذیر کی تصنیف ہے۔ یہ کتاب انیسویں صدی میں اس دور میں لکھی گئی جب اردو زبان خالص علمی موضوعات کے حوالے سے تہی دامن تھی۔ اگر چہ اس میں علمی موضوعات کے بیان کا آغاز ہو چکا تھا، جن میں تراجم کی تعداد زیادہ تھی لیکن صورتحال بدستور حوصلہ افزانہ تھی۔ ایسے میں مولوی نذیر احمد نے طلبہ کو علم منطق کی مبادیات سے روشناس کرانے کے لئے اس دور کے مطابق سادہ و سہل انداز میں یہ کتاب لکھی۔ اس کتاب کی اہمیت، افادیت اور مقبولیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس پر اس دور کی انگریز حکومت کی طرف سے فاضل مصنف کو پانچ سو روپے نقد انعام سے نوازا گیا۔ اس میں فاضل مصنف نے جن سوالات پر روشنی ڈالی ہے ان میں تصدیق، اجزائے تصدیق، منطق کا مفہوم اور اس کا موضوع، حجت، اقسام دلالت، کلی اور جزئی، عموم و خصوص، ماہیت، نوع، جنس، قضیہ، اجزائے قضیہ، موضوع، محمول، موجبہ، سالبہ، حملیہ، شرطیہ، متصلہ اور اس کی اقسام، منفصلہ، حقیقیہ، معدولہ، کلیہ، جزئیہ، طبعیہ،

تناقض، عکس اوراس سے متعلقہ مباحث، قیاس اوراس سے متعلقہ مباحث، انسان کی قوت بیانیہ اورقوت فہم، استدلال اوراس سے متعلق مباحث، مشاہدات اورمتعلقہ مباحث، انسان کی سریع الاعتقادی، اورتازگی پسندی، تعمیم، تعلیم اورانسان، حواس انسانی اوران کی یکسانی، علم تاریخ کی بنیاداورانسان کی رائے پرصحبت اورتربیت کے اثر وغیرہ اہم ہیں۔یہ وہ علمی و منطقی معاملات ہیں جن کا تصور آج بھی بہت سے طالب علموں اورقارئین کے ذہنوں پرواضح نہیں۔حالانکہ ان کے متعلق جوابات ہماری زبان اردو میں بہت پہلے دے دیئے گئے لیکن مقام افسوس یہ ہے کہ عام قارئین تو کجا اچھے بھلے پڑھے لوگ بھی ایسی کتب سے نا آشنا ہیں۔

زبان:

مولوی نذیر احمد اردوزبان وادب کے معماروں میں سے ہیں۔اس لئے یہ خالص علمی کتاب ہونے کے باوجوداس میں ایک روانی، شگفتگی اورادبیت ہے گو کہ اس میں بہت سی نامانوس اوردوراز کار اصطلاحات اورمشکل الفاظ وتراکیب کا استعمال بھی ہے۔کتاب چونکہ بہت پرانی ہے اس لئے کچھ حروف، الفاظ کا املا اوران کے ہجے اورانہیں لکھنے کا انداز ارتقائی مراحل سے گزر کر تبدیل ہو چکا ہے اس لئے آج کے قارئین کے لئے کچھ نامانوس ہے۔مثلاً

''ں''۔۔۔ کی جگہ۔۔۔''ن'' ''ے''۔۔۔ کی جگہ۔۔۔''ی'' ''ھ''۔۔۔ کی جگہ۔۔۔''ہ''

اس کے علاوہ تذکیروتانیث کے کچھ معاملات مثلاً: ا۔کے معلومات۔۔۔۔۔ کی معلومات

قدیم استعمال	جدیداستعمال	ص	قدیم استعمال	جدیداستعمال	ص
ا۔مین	میں	۲	۶۔ایکہی	ایک ہی	۲۹
۲۔سردیکو	سردی کو	۳	۷۔بہی	بھی	۳۳
۳۔ہون	ہوں	۴	۸۔اُنمیں	اُن میں	۴۰
۴۔باتو نکے	باتوں کے	۵	۹۔اوسکو	اُس کو	۸۰
۵۔بتاین	بتائیں	۲۸			

بحیثیت مجموعی زبان فصیح، قریب الفہم اور براہ راست ہے۔ایک مختصراقتباس درج کرتے ہیں:

''جب انسان کا ذہن تصورات کا ذخیرہ جمع کر لیتا ہے تو اوسمیں تصرف شروع کرتا ہے مثلاً سفید کا تصور اوسکو حاصل ہو گیا اور پھر اس نے ایک بگلا دیکھا تو اوس کو وہ کیفیت یاد آتی ہے جو سفید چیزوں کو دیکھنے سے اوسکے ذہن پر طاری ہوئی تھی اوراب بگلے کو دیکھ کر جو کیفیت تازہ طاری ہوئی ہے وہ پاتا ہے کہ یہ کیفیت تازہ اوس کیفیت سابقہ کے مماثل ہے تو یہ کہتا ہے کہ بگلا بھی سفید ہے تو یہ تصدیق ہوئی۔یون ذہن تصورات سے تصدیقات کی طرف ترقی کرتا ہے اورتصدیقات کا ذخیرہ جمع کر کے وہ قیاس بناتا اور نتیجے نکلتا ہے۔''[۱۴]

☆☆☆☆☆

کتاب: ۲۳۶ | کتب خانہ مجلس ترقی ادب لاہور

مکارم الاخلاق

مؤلف: مولوی ذکاء اللہ

مرتب: احمد رضا

اشاعت قدیم: مطبع مرتضوی دہلی، ہندوستان طبع اول ۱۸۹۱ء۔ شمس المطابع دہلی، ہندوستان، طبع دوم ۱۸۹۳ء

اشاعت جدید: مجلس ترقی ادب لاہور، پاکستان، ۱۹۶۷ء

کل ابواب: ۱۲ (بارہ) | **کل صفحات:** ۵۴۴ (544)

موضوع:

یہ کتاب طبع زاد نہیں بلکہ ایک تالیف ہے جس میں مؤلف مولوی ذکاء اللہ نے ''فلسفۂ اخلاقیات'' سے متعلق مختلف کتابوں سے مواد اخذ کیا جس کا ذکر انہوں نے پہلی اشاعت (۱۸۹۱ء) کے دیباچے میں بھی کیا۔ اس کتاب کے مواد کے لئے مؤلف نے انگریزی، عربی، فارسی، ہندی، سنسکرت اور اردو کی کئی کتابوں کو کھنگالا۔ موضوع اور ابواب کی تفصیل کے بعد مولوی صاحب کی پہلی اشاعت کے دیباچے سے ان کا اپنا ایک قول نقل کرتے ہیں جو مرتب 'احمد رضا' نے اپنے 'مقدمہ' میں شامل کیا ہے:

> ''نہایت مستند و معتبر اعلیٰ درجے کی علم اخلاق کی بیس عربی فارسی کتابوں سے انتخاب کر کے ۲۳۶ مضامین اخلاق گیارہ بابوں میں لکھے ہیں اور ایک باب میں دس مضامین متفرق لکھے ہیں۔
>
> باب اول سے خدا کی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ اور اس کا فضل و کرم جو انسانوں پر ہے، معلوم ہوتا ہے۔ باب دوم سے تہذیب اخلاق کے اصول۔ باب سوم سے علم و عمل و عقل کی کیفیت، باب چہارم سے کہنے سننے کا حال۔ باب پنجم سے عشق و محبت۔ باب ششم سے گناہ و توبہ کا حال باب ہفتم سے محبت دنیا کی کیفیات۔ باب ہشتم سے معاملات دنیا کے حالات۔ باب نہم سے رذائل و فضائل اخلاق۔ باب دہم سے وقت، عمر موت کا حال۔ باب یازدہم سے حکایات۔''[۲۴]

''اخلاقیات'' ابتداء ہی سے فلسفے کا اہم موضوع رہا ہے۔ ''مکارم الاخلاق'' اس موضوع پر اردو میں اولین طبع زاد کتب میں سے ایک ہے۔

زبان:

اس کتاب میں مولوی ذکاء اللہ نے اخلاقی مسائل بڑی سادہ، صاف اور رواں زبان میں کہے ہیں۔ اس میں روانی کے ساتھ ساتھ ادبی شگفتگی بھی ہے۔ بحیثیت مجموعی اسلوب اور موضوع دونوں حوالوں سے اردو کی اہم ابتدائی کتب میں سے ایک

ہے۔زبان کے حوالے سے ایک مختلف اقتباس درج کرتے ہیں:

"تو نے عقل سے بہت دور اپنا خیمہ لگایا ہے اور جہالت کے پاس گر پڑا ہے، جس نے تیرے منہ پر مہر لگادی ہے۔تو اس راہ پر چلا نہیں جس میں آدمیوں کو چلنا چاہیے بلکہ جنگل میں گمراہ ہو رہا ہے۔علم کی مدد سے تجھے فراغ نہیں ہے، شب تاریک میں تیرے پاس چراغ نہیں ہے۔جس کی راہ میں چراغ نہ ہو وہ چاہ میں گرتا ہے اور پھر راہ بھی وہ ہو جس میں سو چاہ ہوں اور تو ان سے بے خبر ہو تو تیرا چلنا اس میں ایسا ہے جیسا کہ چھلنی میں چیونٹی کا چلنا۔" ۳۴۳

☆☆☆☆☆

کتاب: ۲۲۷ کتب خانہ مجلس ترقی ادب لاہور

محاسن الاخلاق

مصنف: شمس العلماء مولوی ذکاء اللہ

مرتبہ: احمد رضا

اشاعت قدیم: مطبع چشمۂ فیض دہلی، ہندوستان، ۱۸۹۱ء

اشاعت جدید: مجلس ترقی ادب لاہور، پاکستان، ۱۹۷۵ء

کل ابواب: یہ مقالات کا مجموعہ ہے جو دو حصوں پر مشتمل ہے جن میں مجموعی طور پر (۲۷۶) مقالات شامل ہیں۔

کل صفحات: ۹۶۰ (960)

موضوع:

یہ کتاب علمی و فلسفیانہ موضوعات پر ابتدائی ترین کاوشوں میں سے ایک ہے۔مولوی ذکاء اللہ علی گڑھ تحریک کے اہم رکن اور سرسید کے اہم رفقاء میں سے ایک تھے۔تحریک علی گڑھ مسلمانِ پاک وہند کی قومی سیاسی اور فکری تاریخ کے ساتھ ساتھ اردو زبان وادب کے ارتقاء میں بھی ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔"اخلاقیات" کا دائرہ کار بہت وسیع ہے اور یہ مقالات بھی تقریباً زندگی کے ہر پہلو کا احاطہ کرتے ہیں۔یہ کتاب داخلی طور پر دو حصوں پر مشتمل ہے۔پہلے حصے میں ایک سو چورانوے (۱۹۴) اور دوسرے حصے میں بیاسی (۸۲) مقالات شامل ہیں، یوں یہ کتاب مجموعی طور پر دو سو چھہتر (۲۷۶) مقالات پر مشتمل ہے۔ان مقالات کے نمایاں موضوعات وجود باری تعالیٰ، غم، کذب، فن تقریر وخطابت، غیب دانی، خوف، عادات، رسم ورواج، خرق، عبادات، ضبط نفس، اخلاقی تعلیم، عیش وعشرت، حالتوں میں تغیر، نیک کاموں کا صلہ، عقل حیوانوں اور انسانوں میں وجہ امتیاز، کونشنس (وجدانِ قلبی)، خودکشی، قول وفعل، مذہب، انتقام، غصے اور دیوانگی میں فرق، قسمت ونصیب، خوبصورتی وبدصورتی، زمانہ اور انقلاب، تعریف، نمود ونمائش، زبان، سخاوت ورحم، کامل وکمال، علم، عقلی قوت، قدیم وجدید، آزاد خیال، عورتوں کی

قابلیت، جذباتِ نفسانی یا نفس عمارہ، پابندیٔ وقت، تنہا نشینی، راز داری، مذہب اور خوشی، طمع، عادت و مشق، تعصب، شکر گزاری، خوشامد، صحبت، ہجو و مذمت، قیافہ و بشرہ، تلون مزاجی، نیک طینتی، ذہانت، عالم خیال کی قوت، نکتہ چینی، گناہ، توبہ، غلامی، ماضی و مستقبل کے خیالات وغیرہ ہیں۔

زبان:

زیر جائزہ کتاب کا دورِ تصنیف انیسویں صدی کا دوسرا نصف ہے جب اردو نثر ابتدائی مراحل طے کر رہی تھی۔ اب اس تناظر میں جب ہم اس کتاب کی زبان کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں یہ خوشگوار احساس ہوتا ہے کہ جیسے اردو نثر زبان بہت سے ارتقائی مراحل پہلے ہی طے کر آئی ہے۔ علیگڑھ تحریک کی بنیادی خصوصیات میں ایک خصوصیت سلاست اور سادگی ہے۔ یہ اسلوب شعوری طور پر اختیار کیا گیا کیونکہ مقصد عوام الناس سے خطاب تھا جس کے لئے اسلوب کا سادہ، سہل اور آسان فہم ہونا ضروری تھا۔ اس میں علمی و فلسفیانہ موضوعات بڑی فصاحت، روانی اور سلاست کے ساتھ ادا ہوتے جاتے ہیں۔ اردو نثر کے ارتقاء میں یہ کتاب بنیادی اہمیت کی حامل ہے۔

> ''ایک مردم شناسی ہے، دوسری معاملہ فہمی۔ بعض آدمی مردم شناس ہوتے ہیں مگر معاملہ فہم ایسے نہیں ہوتے کہ معاملے کی اصل تہہ پر ان کی طبیعت پہنچ جائے۔ وہ زیادہ کتابوں سے آدمیوں کا مطالعہ کیا کرتے ہیں۔ ایسے آدمی سازشوں کے لئے بہ نسبت کونسل کے زیادہ مناسب ہوتے ہیں۔ وہ لوگ جو اپنی روش کے عادی ہیں، اس پر خوب چالیں چلتے ہیں مگر اس سے ذرا پھیر کر ان کو نیا راستہ بتادو تو پھر وہ ایسے کھوتے جاتے ہیں کہ ان کو اپنے مقصد تک رسائی نہیں ہوسکتی۔''[۲۴۴]

☆☆☆☆☆

کتاب: ۲۳۸

کتب خانہ مجلس ترقی ادب لاہور

فلسفہ الٰہیات

مصنف: مولانا محمد حسین آزاد

مرتب: آغا محمد طاہر

درمطبع گیلانی لاہور، ۱۹۲۶ء

کل ابواب: ۶ (چھ)

کل صفحات: ۹۶ (96)

موضوع:

یہ کتاب اردو زبان وادب کے نابغہ روزگار اور صاحب طرز انشاء پرداز مولانا محمد حسین آزاد کی زمانہ خود فراموشی کی تحریروں سے ایک انتخاب ہے جنہیں ''فلسفہ الٰہیات'' کے عنوان سے کتابی صورت میں مرتب کیا گیا ہے۔ مولانا محمد حسین آزاد عقلی علوم کے ساتھ ساتھ مختلف مذاہب اور اقوام کے باطنی اور روحانی علوم پر بھی گہری نظر رکھتے تھے۔ جیسا کہ میں نے اوپر بھی

ذکر کیا کہ یہ عالم دیوانگی میں لکھی ہوئی تحریریں ہیں اس لئے ان میں بظاہر فکری و منطقی ربط کا فقدان نظر آئے گا لیکن معنوی اعتبار سے اپنے اندر حکمت و معرفت کا ایک خزینہ لئے ہوئے ہیں۔انہوں نے یہ تحریریں ایک خاص نفسیاتی کیفیت میں لکھی ہیں۔انداز تحریر یوں ہے جیسے کوئی غیبی قوت ان سے یہ لکھوا رہی ہے جسے وہ ایشور، سری مہاراج کہہ کر پکارتے ہیں اور اس سے ہمکلام ہوتے ہیں۔گویا یہ عالم وجدان میں لکھی تحریروں کا انتخاب ہے۔فکری اعتبار سے ان افکار کا ماخذ سنسکرت میں موجود قدیم ہندی فلسفیانہ افکار ہیں لیکن کہیں کہیں اسلام کے روحانی عناصر بھی جھلکتے ہیں اور عربی اصطلاحات بھی دکھائی پڑتی ہیں۔علاوہ ازیں سنسکرت اور عربی اصطلاحات کا تقابل و موازنہ بھی ہے۔مثلاً ہیولی، کیپوا اور صورۃ۔علمی اعتبار سے سب اہم بات یہ ہے کہ اس میں عربی فارسی، یونانی اصطلاحات کا سنسکرت سے تقابل کر کے ان کے مفہوم و معانی کو واضح کیا گیا ہے۔مثلاً ا۔بسنوا کا ۔۔۔ صورۃ جسمیہ ۲۔ہیاوتا ۔۔۔ زمان ۳۔دیاوتا ۔۔۔ مکان ۴۔گیا ۔۔۔ جمال ۵۔وِپا ۔۔۔ ارادہ ۶۔ہہا ۔۔۔ دل قلب وغیرہ۔

پہلا باب مادہ، روح، جسم اور حرکت کے متعلق ہندی، عربی و یونانی افکار پر مبنی ہے۔دوسرا باب علت و معلول سے متعلق ہے۔تیسرے باب میں عقل انسانی، داخلی صفات اور اس کی اقسام بیان کی گئی ہیں۔چوتھے باب میں ان چیزوں کا ذکر ہے جو انسان کے لئے داخلی نہیں خارجی حیثیت رکھتی ہیں نفس ناطقہ، علم، قسمت، عبادت، اثبات و نفی، ذات پر بحث ہے۔پانچویں باب میں ان چیزوں کا ذکر ہے جو مادی جسم کا حصہ نہیں لیکن جسم سے مل کر زندگی کو مکمل کرتی ہیں مثلاً روح وغیرہ۔چھٹے باب میں فلسفہ الٰہیات کے حوالے سے بنیادی باتیں ہیں جبکہ ساتویں اور آخری باب میں حواس خمسہ سے متعلق امور پر بحث ہے۔ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ بنیادی طور پر ہندی، عربی اور فارسی اصطلاحات کا ماخذ ہے جن کا مفہوم بہت واضح ہے۔

زبان:

جیسا کہ ہمیں علم ہے یہ کتاب بنیادی طور پر آزاد کے عالم وجدان میں لکھی گئی تحریروں کا مجموعہ ہے اس لئے ہمیں اس اسلوب میں وہ منطقی وحدت اور شگفتگی کی جھلک نظر نہیں آئے گی جو ان کی دیگر کتب کا خاصہ ہے۔اس میں طویل عبارتوں کی بجائے سنسکرت اور عربی و فارسی اصطلاحات مفاہیم بیان کئے گئے ہیں جو اپنے اندر علم و حکمت اور دانش و عرفان کا ایک خزانہ لئے ہوئے ہیں۔اس کتاب کی ایک اہمیت یہ بھی ہے کہ اس میں سنسکرت کی وقیع، نادر اور نایاب اصطلاحات کو اردو کے قالب میں ڈھالا گیا۔ زبان کے حوالے سے ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

> ''مُیاپا۔جب ہم کہتے ہیں۔ہم ہیں! تم سمجھتے ہو ایشور۔جب ہم کہتے ہیں ہم ہیں! تم کیونکر سمجھتے ہم کیا ہیں؟ اے میرے ہم یہی سمجھیں کہ آپ ہیں۔ہاں۔یہ ہے مگر تم کو مقام پر خیال چاہیے۔ہم سے اوپر مقام ہے وہ ہیں سری نارائن! اور اس سے اوپر مقام ہے۔وہ ہیں نراکار! ان مدارج کو عرب نے صرف الوجود سے اوپر ایک رتبہ ہے وہ لیا اور وہ ہیا مل ہے۔ہم نے اسے کہا تھا فیاپا تم اسے ہیا لک کہو۔وہ اسے یونانی سمجھے اور لفظ کو گم کر دیا۔ہم اسے سیار الوجود کہتے ہیں۔سیار اس رتبے کو کہتے ہیں جو ایک سے اوپر ہو۔اسے ہم نے عرب میں احد کہا۔''۳۵

☆☆☆☆☆

کتاب: ۲۳۹

کتب خانہ مجلس ترقی ادب لاہور

الاستدلال

مصنف: پروفیسر مرزا سجاد بیگ

محبوب المطابع برقی پریس دہلی، ہندوستان، طبع سوم، ۱۹۳۲ء

کل ابواب: یہ کتاب دوحصوں پر مشتمل ہے۔ ''استخراج'' اور ''استقرا'' آ گے ان کی ذیلی فصلیں ہیں۔

کل صفحات: ۲۸۸(288)

موضوع:

''الاستدلال''، علم منطق اور فلسفہ کے موضوع پر ابتدائی طبع زاد کتابوں میں سے ایک ہے۔ اس میں فلسفہ کے دقیق مسائل اور منطق کے پیچیدہ اصول بڑے سہل انداز میں بیان کئے گئے ہیں۔ ''الاستدلال ذہن کی اس صلاحیت کو کہتے ہیں جو مختلف اشیاء، واقعات اور افکار پر غور کر کے ان کے خواص طبعی اور ان کے باہمی تعلقات معلوم کر کے ان سے نتائج اخذ کرتی ہے اور غلط و صحیح میں امتیاز کرتی ہے۔ یہی طریقہ کار فلسفہ میں علم منطق کہلاتا ہے۔ اس طرح ہم یہ کہہ سکتے ہیں اس کتاب کا موضوع بنیادی طور پر منطق ہے۔ یہ کتاب دوحصوں پر مشتمل ہے۔ یہ دونوں حصے منطق کی دو بنیادی شاخوں پر مبنی ہیں یعنی ''استخراج'' اور ''استقرا''۔ پہلے حصے میں فاضل مصنف نے ادراک، فکر، تصور، استدلال بدیہی، تصدیق، علم، منطق، تسمیہ اور قیاس کی بہت مختصر لیکن جامع اور سہل انداز میں تعریف کر دی ہے جس سے ان کا مفہوم واضح ہو جاتا ہے۔ اس حصے میں علم منطق کی ضرورت و اہمیت، اس کا زبان سے تعلق، منطق کے حصوں، کیفیت وکمیت، دلالت افرادی و دلالت وصفی، قضیہ، اصطفاف، اصول اولیہ، علوم متعارفہ پر روشنی ڈال کر نہ صرف طالب علموں بلکہ اہل علم کیلئے بھی ان پیچیدہ مسائل کو واضح کر دیا ہے۔ اسی طرح دوسرے حصے ''استقرا'' میں علم منطق کی اس بنیادی شاخ کی تعریف، تشریح کے علاوہ قانون علت و معلول، مشاہدہ، طریق تحقیق، طریق تفارق وتفاوق، طریق تبادل، طریق بقایا، استدلال ظنی یا قیاس مفروضی، استقرا و استخراج کا تقابل، مغالطہ اور اس کی اقسام کو بیان کیا گیا ہے۔

زبان:

یہ کتاب ایک انتہائی پیچیدہ علمی و فلسفیانہ موضوع پر اس وقت لکھی گئی جب اردو زبان میں اس طرح کے نمونے یا تو موجود نہ تھے یا پھر بہت کم تھے۔ ایسی صورتحال میں اتنی مشکل موضوع اس پر قدر رواں اور ممکن حد تک سہل زبان میں کتاب لکھنا بہت بڑا کارنامہ ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اس میں دقیق اور دور از کار اصطلاحات ہیں، جو موضوع کی مناسبت سے ناگزیر تھیں، لیکن مصنف نے ان کو ایسے انداز سے استعمال کیا ہے کہ داخلی طور پر ہی ان کا مفہوم واضح ہو جاتا ہے اور قاری کو ان کی تفہیم کے لئے خارجی ذرائع استعمال کرنے کی ضرورت بہت کم پڑتی ہے۔ یہ فلسفیانہ موضوعات پر ابتدائی ترین کتب میں سے ایک ہے۔

ایک مختصر اقتباس درج کرتے ہیں:

"حواس علم حاصل کرنے کا ایک محدود ذریعہ ہیں۔ حیوانات بھی دیکھتے، سونگھتے اور چکھتے ہیں لیکن ان کا علم بہ مقابلہ انسان کے علم کے بہت کم ہوتا ہے۔ قدرت نے انسان کو علم حاصل کرنے کی ایک اور اعلیٰ قوت بھی عطا فرمائی ہے۔ جس کو فکر کہتے ہیں۔"[٢٤]

☆☆☆☆☆

کتاب: ٢٤٠ | کتب خانہ مجلس ترقی ادب لاہور

فلسفۂ جمال

مصنف: ریاض الحسن (ایم۔اے)

ہندوستانی اکیڈمی الہ آباد، ہندوستان، ١٩٣٥ء

کل ابواب: ٦ (چھ) | **کل صفحات:** ٨٦ (86)

موضوع:

یہ فلسفۂ جمال/جمالیات اور اس کے مختلف پہلوؤں پر ایک مختصر کتاب ہے۔ اس کو ہم ایک طویل مقالہ بھی کہہ سکتے ہیں جو چھ حصوں، فلسفہ جمال، حسن اور آرٹ، ہم آہنگی و وحدت، حسین اور بدصورت کا تعلق، صاحب فن کی بزرگی و عظمت اور آرٹ اخلاق پر مشتمل ہے۔ فلسفیانہ موضوعات پر یہ ابتدائی طبع زاد کتب میں سے ایک ہے۔ اس میں مصنف نے جمال، آرٹ، آرٹ اور اخلاق کے تعلق پر جو مباحث چھیڑے ہیں وہ بنیادی اہمیت کے حامل ہیں۔ علاوہ ازیں اس میں فن کار کی عظمت کا معیار بھی بیان کیا گیا ہے۔

زبان:

جیسا کہ میں نے پہلے بھی ذکر کیا کہ یہ کتاب بھی فلسفیانہ وعلمی موضوع پر ابتدائی طبع زاد کتب میں سے ہے۔ اس کتاب سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ اردو زبان میں بہت پہلے سے یہ صلاحیت موجود تھی کہ وہ علمی مسائل ومباحث کو بیان کر سکتی ہے۔ یہ زیر جائزہ کتاب کا ١٩٣٥ء کا نسخہ ہے۔ اس میں الفاظ کے ہجے کے ساتھ ساتھ کتابت کے بھی کچھ مسائل ہیں۔ مثلاً اُس دور کے کچھ الفاظ کے ہجے اس طرح تھے:

آرٹ — آرت (ص ١٨) اینٹوں — ایٹنوں (ص ١٦) پہنچا — پہونچا (ص ١٨) چاہتی — چاہتِی (ص ٢٣)

اس کی کتابت ٹائپ رائٹر پر ہوئی ہے۔ جس کی وجہ سے ت اور ٹ، د اور ڈ، ر اور ڑ کا فرق واضح نہیں ہو پاتا اس لئے ایسے حروف پر علامات لگا کر ان کی اصل شکل کو واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ جہاں تک کتاب کے اسلوب کا تعلق ہے تو وہ آسان فہم اور براہ راست ہے اور دقیق اصطلاحات کا استعمال بھی کم ہے نیز زبان میں ادبی رنگ بھی ہے، یوں زبان اور

موضوع دونوں حوالوں سے یہ ایک نادر کتاب ہے۔زبان کے حوالے سے ایک مختصر اقتباس درج کرتے ہیں:

''۔۔۔مجموعی طور پر دنیا میں اگر کسی چیز پر نظر ڈالی تو وہ کبھی بدصورت نظر نہ آئے گی۔لیکن اگر کسی جزو کو کل سے علیحدہ کر کے دیکھا جائے تو اس میں بدصورتی کا امکان ہے۔پھر ایک جزو دوسرے جزو سے موازنہ و مقابلہ کے وقت بہتر اور حسین تر نظر آ سکتا ہے۔یعنی ایک جزو دوسرے سے نسبتاً نامکمل اور بے ترتیب اور اس لئے بدصورت ہو سکتا ہے۔لیکن اس بدصورتی کا دارومدار طرزِ نظر پر ہے۔''۳۷؎

☆☆☆☆☆

کتاب: ۲۴۱ | لمز لائبریری (خالد اسحٰق کولیکشن) لاہور

فلسفۂ امن

مصنف: احمد حسن نقوی

مسعود پبلشنگ ہاؤس حیدر آباد دکن، ہندوستان، ۱۹۴۷ء

کل ابواب: ۱۶ (سولہ)

کل صفحات: ۲۰۵ (205)

موضوع:

اس کتاب کا موضوع بہت منفرد ہے۔اس میں مصنف نے امن کے موضوع پر فلسفیانہ گفتگو کی ہے۔مولانا عبدالقدوس ہاشمی اس کتاب کے ''مقدمہ'' بعنوان ''امن کی بنیاد'' (جو خود اپنی جگہ بہت اہمیت کا حامل ہے) میں کتاب کے موضوع کی مزید تشریح کرتے ہیں:

''زیرِ نظر کتاب، جس کے مصنف جواں سال و جواں بخت مولوی احمد حسن نقوی صاحب ہیں، تمام تر امن اور بدامنی کے اسباب و محرکات کی فلسفیانہ تشریح ہے اور معقولات کی تمام بحثوں کی طرح یقیناً فکر و نظر کی گنجائش بھی رکھتی ہے۔لیکن بہر حال اپنے موضوع پر اردو زبان کی پہلی کتاب ہے اور ہمارے علمی خزانے میں قابلِ تعریف اضافہ ہے۔آپ اس کے مطالعہ سے امن، امن کی بنیاد، ایمان اور امن کا تعلق، بدامنی کے اسباب اور اس کے دفعیہ کی تدابیر سے بڑی حد تک واقفیت حاصل کر سکیں گے۔''۳۸؎

زبان:

اردو زبان مین موضوع نیا ہونے اور تقریباً ساٹھ (۶۰) برس پہلے لکھی جانے کے باوجود اس کتاب کی زبان فصیح، صاف، براہ راست اور رواں ہے۔ہر قسم کا ذوق رکھنے والے قارئین اس کے مطالعے سے استفادہ کر سکتے ہیں۔اہم بات یہ ہے کہ ساٹھ برس قبل بھی اردو زبان میں اس قدر صلاحیت تھی کہ وہ اتنے منفرد اور فلسفیانہ موضوع کو اس قدر خوبصورتی و کمال سے اپنے اندر سمو سکتی ہے۔اس ضمن میں ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

''قدرت کے کاروبار میں خیر و شر کی یکجائی لازوال اور اٹل ہے جس کو ہم ہر زمانہ اور ہر جگہ دیکھتے ہیں۔یہ انسان و حیوان،

نباتات ومعدنیات میں ہر جگہ نظر آئے گی، انسان کے جسم ہی میں نہیں بلکہ ذہن و روح مین بھی ان کی رفاقت و کشمکش کو تم دیکھ لو۔ خیر کو تم ایک ہنر سمجھ لو تو شر ایک عیب کی حیثیت سے اس کا ساتھ دار ضرور ہوتا ہے۔''۹ع

☆☆☆☆☆

کتاب: ۲۴۲

کتب خانہ مجلس ترقی ادب لاہور

فلسفہ نفس

(حقیقت نفس کی ایک جدید تشریح)

مصنف: ضامن نقوی

ہندوستانی اکیڈمی، الہ آباد، ہندوستان، ۱۹۴۷ء

کل ابواب: ۴(چار)

کل صفحات: ۱۰۷(107)

موضوع:

یہ کتاب علم النفس یعنی فلسفہ نفس (Philosophy of Mind) سے متعلق ہے لیکن یہ اسلامی فکر کے تناظر میں لکھی گئی نہ کہ مغربی۔ اگر چہ موضوع بحث مغربی افکار ہیں لیکن ان کا جائزہ اسلامی و مشرقی فکر کے تناظر میں لیا گیا ہے۔ فلسفہ نفس کو ہم فلسفہ نفسیات کہہ سکتے ہیں لیکن یہ محض علم نفسیات نہیں بلکہ اس میں نفسیات کے فلسفیانہ پہلوؤں کا جائزہ بھی لیا جاتا ہے۔ جس میں دماغ، ذہن، خواہش، ارادہ اسی طرح کے دیگر مباحث زیر غور آگے ہیں۔ نفس (Psyche) روح کو کہتے ہیں جبکہ (Ology) انگریزی سابقہ (Prifix) ہے جو علم کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے یوں اس کا لفظی مطلب ہوا روح کے متعلق علم۔ اور یہ ابتدا ہی سے فلسفہ کے اہم موضوعات میں سے ایک رہا ہے۔

مقدمے کے علاوہ یہ کتاب چار ابواب پر مشتمل ہے۔ ہر باب کئی ذیلی فصلوں پر مشتمل ہے۔ پہلے باب ''نفس و ماہیت نفس'' میں نفس کا مفہوم اور اس کی تشریح و توضیح، نفس کی ماہیت اور اس کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ دوسرے باب ''قویٰ اور افعالِ نفس'' میں نفس کے افعال اور قویٰ کے ضمن میں حیات، موت، حرکت، شعور، ارادہ، افعال کی نوعیت (ارادی و غیر ارادی)، انانیت، تفکر و تعقل، نظام ذہنیت، حواس، احساس، قوتِ حافظہ، قوتِ واہمہ، علم و ادراک، تعرف اور تعریف اشیاء، زبان، تصورات، حدودِ علم، حرارتِ ظاہری و مخفی، حرکت قلبی، عمل تنفس، دوران خون پر بحث کی گئی ہے۔ تیسرے باب ''متعلقات نفس'' میں اخلاق، ماہیت و مبادیات اخلاقیات، جذبات، اغراض، اختلاف عمل اور دیگر اخلاقی پہلو زیر بحث آئے ہیں۔ چوتھے اور آخری باب ''ارتقائے نفس'' میں صورت و جامت کے اولین تعین، ادراک بلاواسطہ، حیاتِ مابعد، انسان اور کائنات، غایت و نہایت، خودی، من عرف نفسہ فقد عرف ربہ، خدا اور تصور خدا پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ یہ آخری باب خالصتاً عقلی تناظر میں لکھا گیا ہے اور جدید اسلامی علم الکلام کے ذیل میں آتا ہے۔ طبع زاد فلسفیانہ موضوعات پر یہ ایک نادر کتاب ہے جو اس بات پر دلالت کرتی

ہے کہ اردو زبان میں علمی و موضوعات کے بیان کے لئے ابتدا ہی میں صلاحیت موجود تھی۔

زبان:

ضامن نقوی کا شمار ان معدودے چند اکابرین میں ہوتا ہے جنھوں نے اردو زبان کو علمی زبان بنانے کے لئے انفرادی سطح پر بہت اہم کام کیا۔انہوں نے ایسے علمی موضوعات پر کتابیں تصنیف کیں جن پر اس وقت اردو میں شاید ہی کوئی مستند تصانیف موجود ہیں۔اس کتاب کی زبان فصیح، آسان فہم، رواں، براہ راست اور ادبیت سے بھرپور ہے۔ناگزیر علمی اور فلسفیانہ اصطلاحات کے علاوہ دقیق اور مشکل اصطلاحات کا بے جا اور غیر ضروری استعمال بہت کم ہے۔بحیثیت مجموعی موضوع اور زبان دونوں حوالوں سے اردو کے فلسفیانہ ذخیرہ کتب کی اہم ترین کتابوں میں سے ایک ہے۔ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

> ''کسی شے کے نفس ذات سے مراد بھی وہ مرکزیت ہے جس کے ساتھ اس شے کا تمام نظام قویٰ وافعال وابستہ ہوتا ہے، ذات کے معنی کسی شے کی اصل وحقیقت کے ہیں اور کسی شے کی اصل وحقیقت وہی ہو سکتی ہے جو اس شے کے نظام میں مرکزی حیثیت رکھتی ہو۔تمام حرکات ترتیب و تنظیم وحصولِ غایت کی ابتدا اسی سے ہوتی ہے اور تمام سلسلۂ اعمال اسی پر منتہی ہوا ہے۔اس طرح ذات شے اور محرک مرکزی،ایک ہی حقیقت کے دو نام ہیں۔''[۳۵]

☆☆☆☆☆

کتاب: ۴۴۳ — لمز لائبریری (خالد اسحٰق کولیکشن) لاہور

فلسفہ کیا ہے؟

مصنف: ڈاکٹر میر ولی الدین

ندوۃ المصنفین اردو بازار دہلی، ہندوستان، ۱۹۵۱ء

کل ابواب: ۴ (چار) — **کل صفحات:** ۸۳ (83)

موضوع:

جیسا کہ اس کتاب کے عنوان ''فلسفہ کیا ہے'' سے ظاہر ہے کہ اس میں فلسفے کا مفہوم اور اس کے بنیادی موضوعات پر بحث کی گئی ہے۔لیکن اس کی خاص بات یہ ہے کہ اس میں فلسفہ کو قرآن پاک اور اسلامی تعلیمات کے تناظر میں دیکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔علاوہ ازیں اس میں فلسفہ وشعر، فلسفہ وسائنس، فلسفہ و مذہب کے ساتھ ساتھ دیگر فلسفیانہ مباحث پر مختصر لیکن تسلی بخش روشنی ڈالی گئی ہے۔ایک کمی یہ محسوس کی جاتی ہے وہ یہ کہ ڈاکٹر صاحب نے کتاب کی ابتداء میں اس کے متعلق کوئی دیباچہ یا مقدمہ نہیں لکھا جس وجہ سے کتاب کے متعلق مصنف کا اپنا نقطۂ نظر سامنے نہیں آیا اور ایک تشنگی سی رہ جاتی ہے۔اس کتاب کو اردو کی طبع زاد فلسفیانہ کتب میں ایک نمایاں مقام حاصل ہے۔

زبان:

ڈاکٹر میر ولی الدین کا شماران احباب میں ہوتا ہے جو اردو کی فلسفیانہ نثر کی روایت میں نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔ انگریزی وعربی سے فلسفیانہ تراجم ہوں یا طبع زادفلسفیانہ تحریریں، میر ولی الدین کی خدمات گرانقدر ہیں۔فلسفہ اوراسلام کے تناظر میں یہ ایک طبع زاد کتاب ہے۔اس دور کی فلسفے کی دیگر کتب کی نسبت اس کی زبان سادہ، براہ راست اور دقیق اوراصطلاحات سے قدرے مبرّا ہے۔طبع زادفلسفیانہ کتب میں یہ ایک اہم اورنمایاں کتاب ہے۔اس حوالے سے ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

> ''اگر فلسفہ ایک لازمی اور ناگزیر شے نہ ہوتا تو غریب فلسفی کی حیثیت مضحکہ انگیز ہوتی۔لیکن ہم بتا چکے ہیں کہ بقول ارسطو ہم ''فلسفیانہ غور وفکر کرنا چاہیں یا نہ کرنا چاہیں لیکن کرنا تو ضرور پڑتا ہے۔''انسان کو خواہی نخواہی فلسفہ کی ضرورت پڑتی ہے۔عملی زندگی کے لئے اس کی ضرورت ہوتی ہے۔''[۸۲]

☆☆☆☆☆

کتاب: ۲۴۴ — نور لائبریری (خالد اسحٰق کولیکشن) لاہور

روح اور فلسفہ

مصنف: سیّد محمد تقی

اردو اکیڈمی سندھ کراچی، پاکستان، طبع اول ۱۹۶۲ء

کل ابواب: ۴۲ (بیالیس) روزنامہ ''جنگ'' میں لکھے گئے روح کے متعلق سلسلہ وار مضامین کا مجموعہ یا کتابی شکل ہے۔

کل صفحات: ۵۰۸ (508)

موضوع:

یہ کتاب ''روح'' سے متعلق ''روزنامہ جنگ'' میں لکھے گئے مضامین کا مجموعہ ہے۔''روزنامہ جنگ'' میں اس سلسلے کا عنوان ''روح کیا ہے'' تھا لیکن کتابی صورت دیتے ہوئے اس کا عنوان ''روح اور فلسفہ'' رکھ دیا گیا۔ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ کتاب ''فلسفہ روح'' سے متعلق ہے۔اس میں ''روح'' کے متعلق عقلی مباحث چھیڑ کر اسے عقلی وسائنسی تناظر میں دیکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔علاوہ ازیں اس میں نفسیاتی موضوعات بھی زیر بحث آ گئے ہیں جیسے شعور، جنسی خواہش، انا اور محبت وغیرہ۔اس میں مجموعی طور پر ۴۱ (اکتالیس) مقالے شامل ہیں۔''تتمہ'' کے تحت سید انوار علی اور آفتاب احمد کے اسی موضوع سے متعلق مقالات کا سلسلہ ہے جس میں روح اور کمیت کے متعلق دونوں نے اپنا اپنا نقطہ نظر پیش کر کے اس موضوع پر بحث کو آگے بڑھایا ہے۔اس بحث نے کتاب کی اہمیت کو اور بڑھا دیا ہے۔اس ضمن میں مصنف کا اپنا بیان اہمیت کا حامل ہے:

> ''یہ کہنا بلا شبہ صحیح ہے کہ ایک مسلسل کتاب میں بحث کا جو مستقیم انداز ہوتا ہے وہ اس کتاب میں نظر نہ آئے گا۔تاہم یہ کہنا صحیح

نہیں ہے کہ بحث کا تسلسل باقی نہیں رہا ہے۔ اصل موضوع کا تسلسل شروع سے آخر تک باقی ہے البتہ اتنا ہے کہ ہر مضمون اپنی جگہ ایک مستقل نوعیت کا حامل ہے جو ایک خوبی بھی ہے اور خرابی بھی۔ ''روح کیا ہے'' کے عنوان پر جتنے متنوع انداز میں اس کتاب کے اندر بحث کی گئی ہے مجھے نہیں معلوم عالمی ادب کے کسی اور شہ پارے میں موضوع کے اتنے مختلف پہلوؤں کو اتنے ان گنت انداز میں زیر بحث لایا گیا ہو۔''۲۴

زبان:

اس کتاب کے مضامین چونکہ ایک قومی اخبار کیلئے لکھے گئے اور اس میں شائع ہوئے۔ ان کا براہ راست مخاطب عام قاری تھا اس لئے اس کی زبان کا سادہ اور عام فہم ہونا ضروری تھا لیکن موضوع عام زبان کی بجائے علمی زبان کا متقاضی تھا۔ مصنف اس صورتحال سے بخوبی عہدہ براہ ہوئے اور انہوں نے موضوع کے مطابق علمی طرز نگارش کو اپنایا لیکن اسے اتنا دقیق اور پیچیدہ نہیں ہونے دیا کہ قارئین کے لئے نا قابل فہم یا مشکل ہو جائے۔ علمی و فلسفیانہ طبع زاد کتب میں یہ ایک اہم کتاب ہے۔ ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

''ابن رشد اور ان کے ساتھیوں کا خیال یہ ہے کہ عقل انسانوں میں مشترک حیثیت رکھتی ہے۔ شعور میں ایک چیز ایسی ہے جو سارے انسانوں میں قدر مشترک کی حیثیت رکھتی ہے اور اس لئے یہ کہنا کہ ہر انسان کی عقل دوسرے سے مختلف ہے صحیح نہیں ہے۔''۳۴

☆☆☆☆☆

کتاب: ۴۴۵

لمز لائبریری (خالد اسحٰق کولیکشن) لاہور

منطق، فلسفہ اور سائنس

مصنف: سیّد محمد تقی

ادارۂ ذہن جدید کراچی، پاکستان، طبع اول، ۱۹۷۰ء

کل ابواب: ۳۷ (سینتیس) مقالات

کل صفحات: ۳۵۸ (358)

موضوع:

یہ کتاب کسی ایک موضوع پر نہیں یعنی اس میں موضوعاتی وحدت نہیں بلکہ یہ مختلف موضوعات پر علمی، فکری اور فلسفیانہ موضوعات کا مجموعہ ہے۔ ہر مضمون اپنی جگہ پر ایک اکائی ہے۔ یہ مضامین مختلف اوقات میں لکھے جاتے اور سیمینارز، کانفرنسز میں پڑھے جاتے رہے ہیں۔ اس سلسلے میں بہتر یہی ہے کہ مصنف کا اپنا بیان نقل کیا جائے:

''کتاب کا نام ''منطق، فلسفہ اور سائنس'' بظاہر پہلے مقالے کے عنوان سے لے کر رکھا گیا ہے۔ اس لئے کہ پہلے مقالے کا عنوان یہی ہے۔ لیکن مندرجات کتاب کی نوعیت بھی اسی قسم کے نام کا تقاضا کرتی تھی۔ اس لئے کہ جو مباحث اس کتاب میں چھیڑے گئے ہیں وہ منطق، سائنس اور فلسفہ تینوں سے تعلق رکھتے ہیں اور اس لئے نام کا یہ انتخاب دراصل ان مباحث

کی نسبت سے کیا گیا ہے جو کتاب میں زیر بحث آئے ہیں اور جو منطق سے بھی تعلق رکھتے ہیں فلسفے سے بھی اور سائنس سے بھی۔اس لئے یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ سائنس، فلسفہ اور منطق تینوں میں سے ہر ایک سے تعلق رکھنے والے ان مباحث میں دلچسپی کا مواد پائیں گے۔''۴۴

امید ہے کہ مصنف کے مندرجہ بالا بیان کے مطالعے سے کتاب میں شامل مقالات جات اور ان کے مجموعی تاثر کو سمجھنے میں آسانی ہوگی۔

زبان:

سید محمد تقی کا شمار ان مفکرین میں ہوتا ہے جنہوں نے اپنی فکر سے اردو کے طبع زاد علمی سرمائے میں گرانقدر اضافہ کیا۔اردو فلسفیانہ نثر کی روایت میں ان کا ایک نمایاں مقام ہے۔اس کتاب میں بھی ان کا اسلوب واضح ،قطعی اور چند ناگزیر اصطلاحات کے علاوہ صاف اور رواں ہے۔اس کتاب میں اگر چہ موضوعاتی وحدت نہیں لیکن مصنف کا طرز نگارش وحدت کا حامل ہے۔سید محمد تقی کے اسلوب کی خاص بات یہ ہے کہ وہ کچھ لفظوں کا استعمال مروجہ اصولوں سے ہٹ کر کرتے ہیں۔مثلاً

پہنوچے — پہنچے (ص ۹۱) میئے — میں نے (ص ۱۴) مین — میں (ص ۷)

زبان کے حوالے سے ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

''کمیونزم کی کامیابی کا ایک اہم سبب یہ بھی ہے کہ وہ ایک ایسا نظریہ ہے جو انسان کے تمام سوالات کا ایک ہی جواب دینے کی کوشش کرتا ہے۔سائنسی نقطہ نظر سے بھی ایک نظریے کی کامیابی اور سچائی کی نمایاں کسوٹی یہ ہے کہ وہ کتنے مظاہر قدرت کی تشریح کر سکتا ہے۔''۴۵

☆☆☆☆☆

کتاب: ۴۲۶ قائد اعظم لائبریری لاہور

تاریخ اور کائنات

(میرا نظریہ)

مصنف: سید محمد تقی

ادارۂ ذہن جدید کراچی، پاکستان، ۱۹۷۴ء

کل ابواب: ۱۸۳ (ایک سو تیراسی) **کل صفحات:** ۸۲۰ (820)

موضوع:

اس کتاب کے موضوع کے حوالے سے میں صرف اور صرف مصنف کے اپنے خیالات جو ماقبلیہ (مقدمہ) سے لئے گئے ہیں، درج کرنے پر اکتفا کروں گا تا کہ موضوع کے ضمن میں مصنف اور قارئین کے درمیان میری رائے حائل نہ ہو سکے۔

''یہ کتاب جو آپ کے سامنے ہے مصنف کے چالیس سالہ مطالعے اور فکر کا نچوڑ ہے۔لیکن کسی کتاب کے چالیس سالہ

مطالعے اور فکر کا نچوڑ ہوتا کوئی ایسی اہم بات نہیں ہے اگر اس فکر کے نتیجے میں کوئی واضح اور متعین تصور تاریخ، حیات اور کائنات کے بارے میں ابھر کر سامنے نہ آ سکے۔ اگر فکر کے نتیجے میں کوئی فکری نظام یا تشریح سامنے آ سکے تو البتہ بات بنتی ہے۔ زیر نظر کتاب میں یہی مرحلہ سر کیا گیا ہے اور تاریخ و کائنات کے بارے میں ایک جامع نظام پیش کرنے میں کامیابی حاصل کی گئی ہے۔۔۔

۔۔۔تاریخ اور کائنات ــــ میرا نظریہ فکر انسانی کی تمام تاریخ میں وہ پہلی کتاب ہے جس میں تاریخ اور کائنات کی صرف عقلی تشریح کی گئی ہے اور جدید سائنس وطبیعات کے جو طے شدہ اور قابل قبول نظریے ہیں ان کے فلسفیانہ مضمرات کو زیر بحث لا کر وجود یا۔ جو کچھ کہ ہے کی عقلی وفکری توضیح کی گئی ہے۔''۶ے

میری علمی اہلیت اتنی ہے کہ کتاب کے متعلق مصنف کے مندرجہ بالا دعوے کو پرکھ کر اپنی رائے دے سکوں۔ بہر حال یہ حقیقت بھی واضح ہے کہ تاریخ و کائنات پر فلسفیانہ نقطہ نظر سے یہ ایک منفرد اور اعلیٰ پائے کی کتاب ہے کم از کم اردو میں اس کی مثال پیش کرنا مشکل ہے۔

زبان:

موضوع کے ساتھ ساتھ زبان کے حوالے سے بھی کتاب ہذا بہت اہم ہے۔ یہ ایک طبع زاد کتاب ہے جس کی ضخامت ۸۲۰ صفحات ہے۔ یہ اردو میں کسی بھی علمی وفلسفیانہ موضوع پر ضخیم ترین طبع زاد کتاب ہے۔ زبان کے حوالے سے اس کی اہم بات یہ ہے کہ اس میں مصنف نے نئی اصطلاحات متعارف کرائیں جو نہ ترجمہ شدہ ہیں اور نہ ہی عربی فارسی کے مترادفات بلکہ خود سے وضع کی گئی ہیں۔ انگریزی اصطلاحات کے متعلق بھی مصنف کا اپنا ایک نقطہ نظر ہے۔ اس سب کو سمجھنے کیلئے میں مصنف ہی کی بات نقل کرنا بہتر سمجھتا ہوں:

''میں عام طور پر سہل زبان لکھنے کی سعی کرتا ہوں اور اس لئے اس کتاب کا انداز بیان بھی ایک تعلیم یافتہ قاری کے لئے مشکل نہ ہونا چاہیے۔ یہاں زبان کے سلسلے میں ایک خاص پہلو کی طرف بھی توجہ مبذول کرانی ضروری ہے۔ اردو دوسری کئی زبانوں کے مقابل زیادہ آوازوں پر مشتمل ہے۔ اس لئے میرے خیال میں بعض غیر ملکی الفاظ کو معرب کر کے اردو میں استعمال کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اب اِگو (Ego) کا لفظ ہے اسے ایغو کہنے کے بجائے بہ آسانی ''اِیگو'' کہا جا سکتا ہے۔۔۔

۔۔۔اس ضمن میں اصطلاحات کا ذکر آ جائے تو مناسب ہوگا۔ اصطلاحات کے باب میں ماضی کے علمی ورثے کو سامنے رکھتے ہوئے میں نے ان جدید اصطلاحات کا جو قدماء کے حلقے میں رائج تھیں جوں کا توں استعمال کیا ہے۔ البتہ بعض اصطلاحات جو پہلے صحت کے ساتھ استعمال نہ ہوئی تھیں اب ذرا بدل کر اس انداز میں استعمال کی ہیں کہ ان سے ادائے مفہوم میں آسانی پیدا ہو گئی ہے۔''۷ے

زبان کے حوالے سے ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

''یہ تصور کے بدلے لوگ تاریخ کا رخ موڑ دیتے ہیں۔ مآل کار اس اساس پر قائم ہے کہ بڑا ذہن یا کوئی بھی ذہن ایک خود مختار فعال اکائی کی حیثیت رکھتا ہے۔ بالفاظ دیگر انسانی ذہن اپنے عمل میں خود مختار ہے۔ وہ دوسرے اسباب وموثرات کا

مجعول نہیں ہے۔جبر واختیار کا مسئلہ ذہین انسانوں کے سامنے شروع سے رہا ہے۔فلسفے میں عقلی بنیادوں پر اور علم کلام میں مذہبی بنیادوں پر یہ سوال سخت بحثوں کا موضوع بنا رہا ہے۔دراصل پورا کا پورا سوال کائنات کے مشینی تصور یا نظریہ تعلیل سے پیدا ہوتا ہے۔"۸؎

☆☆☆☆☆

کتاب: ۲۴۷ | لمز لائبریری (خالد اسحٰق کولیکشن) لاہور

حقیقت حسن

مصنف: سعید احمد رفیق

قلات پبلشرز کوئٹہ، پاکستان، باراول ۱۹۷۹ء

کل ابواب: ۱۵ (پندرہ) | **کل صفحات:** ۱۹۱ (191)

موضوع:

اس مختصر تصنیف میں فلسفہ حسن اور جمالیات کے نمایاں پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔باعتبار موضوع یہ اردو میں معدودے چند کتابوں میں سے ہے اور جس دور میں یہ تصنیف ہوئی اس وقت تو ڈاکٹر نصیر احمد ناصر کی چند کتب کے علاوہ کوئی نمایاں تصنیف اس پر موجود نہیں تھی۔اس میں مصنف نے خود کو صرف حسن سے متعلق مباحث تک محدود رکھا ہے مثلاً حسن کا مفہوم، ماہیت، نوعیت، جمالیاتی تجربہ، جمالیاتی حظ، ذوق جمال، جلال، قبح وغیرہ۔موضوع کے حوالے سے یہ ایک بہت اہم کتاب ہے۔

زبان:

فلسفہ حسن کے متعلق اپنے افکار کو مصنف رفیق احمد سعید نے خوبصورت اور دلکش اسلوب میں بیان کیا ہے۔موضوع اگرچہ مشکل ہے لیکن مصنف نے اسے بہت حد قابل فہم اور براہ راست و رواں زبان میں بیان کیا ہے۔کہیں کہیں اصطلاحات ذرا مشکل ہیں لیکن عام علمی سطح رکھنے والے قارئین بھی اس سے بآسانی استفادہ کر سکتے ہیں۔زبان کے حوالے سے ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

"انگریزی میں لفظ Beauty وسیع اور محدود دو مفاہیم میں استعمال ہوتا ہے۔وسیع مفہوم میں اس میں جمال اور جلال دونوں شامل ہیں۔اس کے برخلاف محدود معنی میں یہ صرف جمال کے لئے مستعمل ہے۔عربی اور اردو میں ان دونوں مفاہیم کے دو الگ الگ حدود موجود ہیں حسن اور جمال۔حسن وسیع تر قدر ہے اور جمال نسبتاً محدود۔لفظ حسن میں جمال و جلال دونوں شامل ہیں۔"۹؎

☆☆☆☆☆

کتاب: ۲۴۸

کتب خانہ مجلس ترقی ادب لاہور

سرسید کے فلسفیانہ مضامین

(مقالاتِ سرسید۔جلد سوم)

مصنف: سرسید احمد خان

مرتب: مولانا محمد اسمٰعیل پانی پتی

مجلس ترقی ادب لاہور، پاکستان، ۱۹۸۴ء

کل ابواب: ۱۷(سترہ)

کل صفحات: ۳۱۸(318)

موضوع:

یہ کتاب سرسید احمد خان کے فلسفیانہ موضوعات پر ان مضامین کا مجموعہ ہے جو مختلف اوقات میں رسالہ ''تہذیب الاخلاق'' میں شائع ہوتے رہے۔ یہ مضامین کسی خاص فلسفیانہ موضوع پر نہیں بلکہ ان میں کانشنس (ضمیر) فطرت، فطرت اور اسلام، ہستی باری وصفاتِ باری تعالیٰ، روح اور مادہ، نقل وعقل، علت ومعلول، فطرت اور خدا، دلیل وبرہان وغیرہ پر سرسید نے اپنے ذاتی خیال کا اظہار کیا ہے۔ پہلے چار مضامین سرسید کے ہیں۔ اس کے بعد مختصراً آٹھ مضامین امام غزالی کے مختلف تصورات کی توضیح یا ان کی کتابوں سے ماخوذ ہیں اور اس کے مصنف اس کتاب کے مرتب مولانا اسمٰعیل پانی پتی خود ہیں۔ ان مضامین کو شامل کرنے کا مقصد سرسید کے مذہبی نظریات پر امام غزالی کے اثرات کو واضح کرنا تھا۔ لیکن کتاب کے درمیان میں کوئی اور چیز شامل کرنا بالکل غیر منطقی عمل ہے۔ اس سے قاری کو الجھاؤ پیدا ہوتا ہے، خاص طور پر جب اس کا ذکر دیباچے میں بھی نہ کیا جائے۔ سرسید احمد خان مسلمانان برصغیر کے مصلح اور قومی رہنما تھے۔ آپ کے افکار اور نظریات نے ہندوستان کے مسلمانوں کو وسیع پیمانہ پر متاثر کیا جس کے اثرات آج بھی نمایاں ہیں۔ سرسید احمد خان جدید مغربی علوم وفنون اور تہذیب وثقافت کے مثبت سے پہلوؤں سے متاثر تھے۔ آپ کے فلسفیانہ افکار، جن کا اظہار آپ نے کتاب ہذا میں شامل مقالات میں کیا ہے، مغربی اثرات سے خالی نہیں حالانکہ کچھ مضامین وجود باری تعالیٰ کے اثبات سے متعلق ہیں لیکن انداز فکر مغربی ہے۔ تمام تر احترام کے ساتھ یہ رائے دینی پڑتی ہے کہ جدید مغربی فکر وفلسفہ سے سرسید کی حقیقی اور گہری شناسائی بہت کم تھی۔ خصوصاً فلسفۂ فطرت سے جس کا اظہار وہ بار بار اپنی تحریروں میں کرتے ہیں۔ سرسید کے پاس اتنا وقت بھی نہیں تھا کہ وہ جدید مغربی فلسفہ وفکر کی گہرائی میں جا کر اس سے آگاہی حاصل کرتے۔ بہر حال ان فلسفیانہ مقالات میں ہمیں مغرب سے متاثر ایک ایسا متکلم نظر آتا ہے جو خالص عقل کی بنیاد پر خدا اور مذہب کے متعلق اپنے افکار پیش کرتا ہے۔ فکری اعتبار سے ان مقالات کی اہمیت کتنی ہے اس کا اندازہ مجھے نہیں لیکن میں اتنا ضرور جانتا ہوں کہ اردو زبان میں فلسفیانہ اور علمی وفکری موضوعات کے بیان کے آغاز کا سہرا بھی دیگر بہت سی چیزوں کی طرح سرسید کے سر ہے۔

زبان:

اکثر کہا جاتا ہے کہ سرسید کا اولین اور براہ راست مقصد اردو زبان کی ترویج اور ترقی نہیں تھا بلکہ انہوں نے اپنے مقاصد کے اظہار اور ان کی تکمیل کے لئے اردو زبان کو ذریعہ اظہار بنایا۔ مقصد جو بھی ہو اس سے قطع نظر سرسید نے اردو زبان میں سماجی، اخلاقی، علمی اور فلسفیانہ موضوعات کے اظہار کی راہیں ہموار کیں اور اس کے لئے ایک ایسا سادہ اسلوب ایجاد کیا جو آگے چل کر بہت سے لوگوں کیلئے نمونہ اور مثال بنا اور اردو زبان کو علمی زبان بنانے کا ذریعہ بھی۔ زیر جائزہ کتاب میں بھی سرسید نے مقالات میں آسان پیرائے میں اپنے افکار کا اظہار کیا ہے۔ سرسید کے اسلوب سے وابستہ خصوصیات اس میں ہمیں دکھائی دیں گی۔ مثلاً انگریزی الفاظ اردو تلفظ میں، طویل جملے، کہیں کہیں مکالماتی انداز لیکن یہ سب صاف اور سادہ انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ یہ مضامین انیسویں صدی کے دوسرے نصف میں تحریر کئے گئے اور اس سے پتہ چلتا ہے اردو زبان میں ابتدا ہی سے علمی زبان بننے کی صلاحیت موجود تھی۔ ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

> ''اس کو جانے دو، علم اور خیال کیا چیز ہے، محض ایک انکشاف ہے جس کا نہ عرض ہے نہ طول، نہ عمق اور نہ اس میں ثقل اور کچھ شک نہیں کہ دنیا میں موجود ہے اور ہم جانتے ہیں کہ دنیا میں موجود ہے اور ہم جانتے ہیں فلاں شخص کو فلاں چیز کا علم ہے۔ عشق کیا چیز ہے؟ معشوق سامنے ہو یا اوجھل میں، ایک شہر میں ہو یا دوسرے شہر میں، بلکہ زندہ بھی نہ ہو، مگر عشق موجود ہے اور ہم جانتے ہیں کہ فلاں شخص کو فلاں شخص سے عشق ہے جس کے لئے نہ طول کہہ سکتے ہیں نہ عرض، نہ عمق نہ ثقل پس کیونکر کہا جا سکتا ہے کہ جو چیز مادی نہیں وہ دنیا میں موجود نہیں اور جب غیر مادی چیزوں کا دنیا میں موجود ہونا تسلیم کیا جاوے تو کیا وجہ ہے کہ روح کو بھی جسے ہم غیر مادی کہتے ہیں، دنیا میں موجود ہونا نہ مانا جاوے۔''۵۰

☆☆☆☆☆

کتاب: ۲۴۹ | کتب خانہ مجلس ترقی ادب لاہور

فلسفہ کیا ہے؟

مرتب: ڈاکٹر وحید عشرت

سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، طبع اول، ۱۹۸۷ء

کل ابواب: ۳۰ (تیس) | **کل صفحات:** ۷۳۴ (734)

موضوع:

یہ مختلف مفکرین کے مقالات پر مشتمل مرتبہ کتاب ہے جیسا کہ عنوان سے واضح ہے کہ کتاب کا موضوع 'فلسفہ' ہے یعنی فلسفہ کی تعریف، مفہوم، بنیادی مباحث، تاریخ، اہمیت، اس کے مختلف پہلو، فلسفہ کے نمائندہ دبستان، ہندو فلسفہ اور اسلامی فلسفہ وغیرہ پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ تیس مقالوں پر مبنی اس کتاب میں مشرق و مغرب کے نامور مفکرین کے 'فلسفہ' پر لکھے گئے مقالے شامل ہیں۔

زبان:

یہ مختلف مصنفین کے لکھے ہوئے مقالات کا مجموعہ ہے۔ اس میں بہت سے مقالات ایسے ہیں جن کے اصل ماخذ (کتاب) جہاں سے یہ لئے گئے ان کا جائزہ لے چکے ہیں۔ بحیثیت مجموعی ان کی زبان علمی زبان کے معیار پر پورا اترتی ہے۔

☆☆☆☆☆

کتاب: ۲۵۰ — نور لائبریری (خالد اسحٰق کولیکشن) لاہور

مآل ومشیّت

مصنف: ظفر حسین خان

اشاعت جدید: نیشنل بک فاؤنڈیشن لاہور، پاکستان، ۱۹۸۹ء

کل ابواب: ۴ (چار) — **کل صفحات:** ۱۰۹ (109)

موضوع:

یہ کتاب فلسفہ کی اہم شاخ ''مابعد الطبیعیات اور الٰہیات'' پر ایک اہم طبع زاد کتاب ہے جس میں مصنف نے مابعد الطبیعیات کے اہم موضوعات زمان ومکاں، جبر واختیار، ارادہ وخواہش وغیرہ کو واضح کرنے کے لئے اپنا نقطہ نظر پیش کیا ہے۔ ''مآل ومشیّت'' کی اصطلاح دو عربی الفاظ مآل اور مشیّت پر مبنی ہے۔ یہ کتاب بھی بنیادی طور پر دو حصوں 'مآل' اور 'مشیّت' پر ہی مشتمل ہے۔ مآل کا لفظی مطلب غایت (Steleology)، مقصد وغیرہ ہے جبکہ مذہبی اصطلاح میں اس کا مطلب انجام یا آخرت ہے لیکن اس فلسفیانہ اصطلاح کا مفہوم یہ ہے کہ ان امور پر غور وفکر اور تجزیہ کرنا کہ کیا یہ کائنات بامعنی ہے، اس کا کوئی مقصد بھی یا نہیں اور کیا اس کے پس پردہ کوئی قوت مصروف عمل ہے یا نہیں۔ ''مشیّت'' کی اصطلاح بھی مذہبی اصطلاح ہے جس کا لفظی ارادہ نیت ہے، لیکن مذہب میں مطلب اللہ کی مرضی ورضا ہے، جو ہم روزمرہ زندگی میں بھی استعمال کرتے ہیں۔ فلسفیانہ اصطلاح میں اس کا مطلب جبر واختیار کے مباحث کا تجزیہ کرنا ہے۔ یہ مابعد الطبیعات والٰہیات سے متعلق ہے جس میں علت ومعلول، جبر واختیار اور ارادہ وخواہش سے متعلق شامل بحث ہے۔ اس موضوع پر یہ معدودے چند طبع زاد کتب میں سے ہے۔

زبان:

فلسفیانہ موضوع پر اس کتاب کی زبان خالص علمی ہے جو فصیح، براہِ راست اور قطعی ہے لیکن اس کے باوجود یہ اتنی آسان فہم نہیں۔ اس میں بعض مقامات پر اختصار کی وجہ سے بھی مفہوم کا ابلاغ مشکل ہو جاتا ہے لیکن اس کا تعلق مصنف کے اسلوب اور پیرائیہ اظہار سے ہے۔ یہ زبان عام قارئین کے لئے تو ظاہر ہے مشکل اور دقیق ہے لیکن علمی وفلسفیانہ ذوق رکھنے والے قارئین کیلئے قابل فہم ہے۔ ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

''تاریخ فلسفہ شاہد ہے کہ ہر عہد میں سائنس کے انکشافات کا نقطۂ آخر مابعد الطبیعیاتی فکر کا نقطۂ آغاز ہوتا ہے۔اس اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے سوال یہ ہے کہ موجودہ سائنسی تحقیقات کا وہ کون سا اخیر نقطہ ہے جہاں سے ہمیں آئندہ مابعد الطبیعیات کا خط کھینچنا ہے جو سائنس کی تمام تحقیقات کے لئے جو مشاہدہ پر مبنی ہیں، عقلی بنیاد کا کام دے سکتا ہے۔''[۵۱]

☆☆☆☆☆

کتاب: ۴۵۱ — قائداعظم لائبریری لاہور

زمان ومکان

مرتب: ڈاکٹر وحید عشرت

سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، پاکستان، ۱۹۹۰ء

کل ابواب: ۲۹ (انتیس) — **کل صفحات:** ۸۴۲ (842)

موضوع:

اس کتاب میں ڈاکٹر وحید عشرت نے فلسفہ کے ایک اہم موضوع یا بحث ''زمان ومکان'' (Time and Space) سے متعلق مفکرین کے فکر انگیز مقالات کو یکجا کر دیا ہے۔یوں یہ کتاب اس اہم فلسفیانہ موضوع کو سمجھنے کے لئے ایک کلید کی حیثیت رکھتی ہے۔علاوہ ازیں کتاب کے ''دیباچہ'' از ڈاکٹر عبدالخالق اور ''تعارف'' از مرتب ڈاکٹر وحید عشرت میں ان دونوں اصحاب نے ''زمان ومکان'' کو انتہائی عام فہم انداز میں سمجھانے کی کوشش بھی کی ہے۔یہ کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے۔حصہ اول ''مباحث زماں'' چودہ (۱۴) مقالات جبکہ حصہ دوم ''علامہ اقبال کا تصور زمان ومکان'' پندرہ (۱۵) فکر انگیز مقالات پر مشتمل ہے۔

زبان:

جس طرح مرتبہ کتب میں تمام مقالات یکساں علمی سطح کے نہیں ہوتے اسی طرح ان کی زبان بھی ایک سی نہیں ہوتی کیونکہ وہ مختلف فکر اور اسلوب رکھنے والے مفکرین کے لکھے ہوئے ہوتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ اس قسم کی کتب میں وحدت اسلوب ناپید ہوتا ہے۔لیکن بحیثیت مجموعی ہم ایک جائزہ لے سکتے ہیں۔اس کتاب کے مقالاجات کی زبان بھی بحیثیت مجموعی اتنی دقیق اور پیچیدہ نہیں۔اگر قاری ''تصور زمان ومکان'' اور فلسفہ کی کچھ بنیادی اصطلاحات سے مانوس ہو تو اس کتاب میں شامل دو تین مقالوں کے علاوہ ایسی زبان نہیں کہ وہ ناقابل فہم ہو۔

☆☆☆☆☆

کتاب: ۴۵۲ — قائداعظم لائبریری لاہور

فلسفہ حسن

مصنف: ڈاکٹر نصیر احمد ناصر

فیروز سنز لاہور، پاکستان طبع اول، ۱۹۹۰ء

کل ابواب: ۱۸ (اٹھارہ) | **کل صفحات:** ۲۸۱ (281)

موضوع:

اس کتاب کا موضوع فلسفے کی ایک اہم شاخ جمالیات اور اس کی روح حسن کے متعلق ہے۔ڈاکٹر نصیر احمد ناصر ''جمالیات'' کے موضوع پر بہت سی طبع زاد کتب کے خالق ہیں۔ناصر صاحب کا جمالیات پر کام قرآن پاک اور اسلام کے تناظر میں ہے۔حسن کے متعلق مباحث زمانہ قدیم سے چلے آرہے ہیں اور اس کی کوئی حتمی تعریف نہیں ہوسکی۔اس کتاب میں ڈاکٹر صاحب نے حسن کے مختلف نظریات کو یکجا کر کے اپنا ایک نقطۂ نظر پیش کیا جو فلسفہ جمالیات وحسن میں اہم پیش رفت ہے۔دوسری اشاعت کے پیش لفظ بعنوان ''عرض مکرر'' میں ڈاکٹر نصیر احمد ناصر خود لکھتے ہیں:

> ''رب علیم وحکیم کی رحمت بے حساب کا جتنا بھی شکر کروں کم ہے کہ اس نے مجھ سے جمالیات پر یہ کتاب لکھوائی، جسے اہل نقد ونظر نے پسند کیا اور سراہا ہے اور یہ کہہ کر میری حوصلہ افزائی کی ہے کہ ''فلسفہ حسن کلاسیکی نوعیت کی طبع زاد، منفرد اور عالمی معیار کی بلند پایہ کتاب ہے، نیز یہ جمالیات، نفسیات اور ثقافت سے متعلق فکر انگیز افکار ونظریات اور اصطلاحات وحقائق کا مخزن ہے، اس بناء پر یہ بات بلاخوف تردید کہی جاسکتی ہے کہ اس سے جمالیات کی ثروت میں بے بہا اضافہ ہوا ہے۔''۵۲

میرے خیال میں مندرجہ بالا اقتباس سے اس کا موضوع بخوبی واضح ہو جاتا ہے۔

زبان:

اس کتاب کی زبان اپنے عنوان اور موضوع کی طرح حسن وخوبی کا مرقع ہے۔اگرچہ موضوع خالصتاً فلسفیانہ ہے اور اس کی حدیں کسی حد تک نفسیات سے بھی جاملتی ہیں لیکن اس کے باوجود زبان خشک اور سنگلاخ نہیں۔اصطلاحات اور گنجلک تراکیب کے علاوہ زبان شستہ، مرصع اور حسن سے مالا مال ہے۔یہ کتاب اس بات کا ثبوت بھی ہے کہ اردو میں خالص علمی موضوعات کو بحسن وخوبی ادا کرنے کی صلاحیت پیدا ہو چکی ہے۔ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

> ''مشاہدہ بالحق'' کی اصطلاح کا مطلب یہ ہے کہ مشاہدہ ارادی وشعوری اور بامقصد وحکیمانہ ہو۔بالفاظ دیگر اس میں حسن نیت ومقصدیت، ارادہ وشعور، حکمت وغایت اور خلوص وصدق ہو؛ اور یہ تب ممکن ہے جب حسی، قلبی، نفسی نظام اپنی اصل یا فطری حالت میں ہو اور وہ ٹھیک کام بھی کر رہا ہو۔''۵۳

☆☆☆☆☆

کتاب: ۲۵۳ | قائداعظم لائبریری لاہور

سرسید اور حالی کا نظریہ فطرت

مصنف: ڈاکٹر ظفر حسن

ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور، پاکستان طبع اول، ۱۹۹۰ء

کل ابواب: ۷ (سات) | **کل صفحات:** ۳۷۶ (376)

موضوع:

اس کتاب میں مصنف نے سرسید احمد خاں اور الطاف حسین حالی کے تصورِ فطرت یا فلسفہ فطرت کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔سرسید احمد خاں ہماری فکری تاریخ میں ایک اہم مقام رکھتے ہیں جنہوں نے ۱۸۵۷ء کی ناکام جنگ آزادی کے بعد مسلمانان ہند کی سیاسی، سماجی اور مذہبی و فکری رہنمائی کا بیڑا اٹھایا۔اس ضمن میں ان کی فکری کاوشیں قابل قدر ہیں۔ان سے اختلاف کی گنجائش ہے لیکن ان کی اہمیت اور مسلمانان برصغیر اور اسلامی فکر پر ان کے اثرات سے انکار ممکن نہیں۔اپنی فکری نشو ونما میں انہوں نے مغرب سے خوب کسب فیض کیا اس کے لئے وہ مطعون بھی ٹھہرائے گئے۔فطرت سے متعلق بھی ان کے نظریات بہت حد تک مغربی فلسفہ فطرت سے ماخوذ ہیں۔پھر یہی افکار آپ کے رفقاء پر اثر انداز ہوئے اور ان کی فکر کو وضع کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔یہ کتاب اس حوالے سے بھی اہم ہے کہ اس میں مصنف نے سرسید اور حالی کے نظریہ فطرت کو بیان کرتے ہوئے قدیم ہندی، یونانی، رومی، چینی اور اسلامی نظریہ ہائے فطرت کو بھی واضح کیا ہے۔علاوہ ازیں جدید مغربی فلسفہ فطرت پر بھی روشنی ہے۔پہلے باب میں انہوں نے بحیثیت مجموعی برصغیر پر مغرب کے فکری اثرات کو جامع انداز میں بیان کیا ہے۔یوں موضوع کے اعتبار سے یہ ایک منفرد اور فلسفہ فطرت کو سمجھنے کے لئے بنیادی کتاب ہے۔کتاب کے موضوع کو مزید واضح کرنے کے لئے کتاب کے دیباچے سے ایک مختصر اقتباس نقل کرتے ہیں:

> ''۔۔۔انہوں نے پہلے تو ہندوستان پر مغرب کے تمدنی اثرات کا ایک پس منظر مرتب کیا ہے جس میں تحریکوں، اداروں، اشخاص اور افکار کے حوالے سے ۱۸۵۷ء تک کی تاریخ کا عمومی جائزہ نظر کے سامنے آجاتا ہے۔۱۸۵۷ء کے بعد کے سیاسی اور اقتصادی حالات کو مسئلہ زیر بحث سے مربوط کرتے ہوئے مصنف نے سرسید اور حالی کے حیات و افکار کو قدرے تفصیل سے بیان کیا ہے اس کے بعد وہ اپنے کلیدی سوال کی جانب متوجہ ہوئے ہیں کہ آخر سرسید (اور از روئے اتباع حالی) نے فطرت کا مغربی تصور کیوں اختیار کیا۔اس سوال کے جواب کی تلاش انہیں دیگر ادیان اور گزرے زمانوں کے تصوراتِ فطرت تک لے گئی۔۔۔
>
> ۔۔۔اتنے وسیع تناظر میں جب سرسید اور حالی کا تصورِ فطرت بیان ہوتا ہے تو اس کی رہی سہی ہوا بھی اکھڑ جاتی ہے۔۔۔
>
> ۔۔۔اس کتاب سے یہ بات واضح طور پر قاری کے سامنے آجاتی ہے کہ ان دونوں بزرگوں کی نیت خواہ کتنی ہی نیک رہی ہو مگر ان کے افکار کسی ٹھوس علمی بنیاد سے محروم تھے انہیں خود پتہ نہ تھا کہ جن تصورات کو وہ اٹل حقائق سمجھ رہے تھے۔ان کی حیثیت ان کے زمانے کی مغربی تہذیب کے متروکہ ردی مواد سے زیادہ نہ تھی۔''[۵۴]

زبان:

یہ بنیادی طور پر فلسفہ کی کتاب ہے اس کی زبان رواں اور براہ راست ہے۔اس میں مشکل مباحث کو بھی روانی اور فصاحت کے ساتھ ادا کیا گیا ہے۔کتاب میں مشکل اور دقیق اصطلاحات کا غیر ضروری اور زیادہ استعمال نہیں ہے کہ مفہوم کو سمجھنے کے لئے قاری کو دقت پیش آئے اور اسے بار بار رکنا پڑے۔بحیثیت مجموعی کتاب کی زبان علمی، فصیح، قریب الفہم اور براہ راست

ہے ۔ایک مختصر اقتباس درج کرتے ہیں:

> ''علمی دنیا کا یہ بھی ایک عجیب اتفاق ہے کہ جب نیوٹن کے نظریوں پر مبنی طبیعات انیسویں صدی میں اپنے عروج پر پہنچ رہی تھی، عین اسی زمانے میں پے در پے چند ایسے تجربے اور مشاہدے ہوئے کہ خود اس علم کی بنیادیں ہل گئیں اور علم طبیعیات میں ایک ہمہ گیر انقلاب رونما ہوا، مادہ اور توانائی، ذرہ اور موج، جوہر اور عنصر، زمان و مکاں اور علت و معلول کے بنیادی تصور ہی سرے سے بدل گئے اور خود قوانین قدرت کا بھی ایک نیا مفہوم لیا جانے لگا۔'' ۵۵

☆☆☆☆☆

کتاب: ۲۵۴ — قائد اعظم لائبریری لاہور

علم انسانیات (ایک مختصر تعارف)

مصنفہ: مجیدہ صابرہ

اردو سائنس بورڈ لاہور، پاکستان، ۱۹۹۰ء

کل ابواب: ۱۶ (سولہ) — **کل صفحات:** ۱۷۰ (170)

موضوع:

یہ کتاب فلسفے کی ایک اہم شاخ علم انسانیات (Anthropology) سے متعلق ہے اور اسی نسبت سے اس کتاب کا نام بھی ''علم انسانیات'' ہے۔ یہ بنیادی طور پر طالب علموں کو ''علم انسانیات'' کے مضمون سے متعارف کروانے کیلئے لکھی گئی ہے۔ علم انسانیات اب محض فلسفے کی ایک شاخ نہیں بلکہ بذات خود ایک وسیع مضمون کی حیثیت اختیار کر چکا ہے جس کی اب اپنی کئی ذیلی شاخیں ہیں۔ جن کے متعلق ہم ابتدائی باب میں بات کر چکے ہیں۔ علم الانسانیات سے واقفیت اور آگاہی حاصل کرنے کے لئے یہ ایک اہم کتاب ہے۔

زبان:

علم انسانیات اردو زبان مین ایک نیا موضوع ہے اس لئے اس کی اصطلاحات بھی نئی اور نامانوس ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بنیادی طور پر نصابی کتاب ہونے کے باوجود اس کی زبان خشک، پیچیدہ اور ناموس اصطلاحات سے بھرپور ہے۔ چونکہ یہ خالصتاً علمی کتاب ہے اس لئے ایسا ہونا ایک فطری بات ہے۔ ایسا شاید اس لئے بھی ہے کہ مصنفہ کا تعلق ''علم انسانیات'' سے ہے اردو ادب سے نہیں لیکن انہوں اردو زبان میں یہ کتاب لکھ کر اردو کی علمی کتب میں گرانقدر اضافہ کیا ہے۔ نمونے کے طور پر ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

> ''جس طرح نسلی اختلافات کو سمجھنے کے لئے لفظ نسل (Race) کے حیاتیاتی اور معاشرتی معنوں کو خلط ملط کر دیا جاتا ہے اسی طرح اکثر کم علم افراد سمجھتے ہیں کہ جو گروہ دوسری زبانیں بولتے ہیں یا دوسری ثقافتوں کے حامل ہیں وہ ان سے خود حیاتیاتی طور پر مختلف ہیں۔'' ۵۶

☆☆☆☆☆

کتاب: ۴۵۵

قائد اعظم لائبریری لاہور

قوموں کی شکست وزوال کے اسباب کا مطالعہ

مصنف: ڈاکٹر آغا افتخار حسین

مجلس ترقی ادب لاہور، پاکستان، طبع اول ۱۹۷۹ء طبع دوم ۱۹۹۲ء

کل ابواب: ۱۹ (انیس) کل صفحات: ۳۰۲ (302)

نوٹ: (جائزے کے لئے دوسری اشاعت کو بنیاد بنایا گیا ہے)

موضوع:

یہ کتاب فلسفۂ تاریخ پر بہترین کتابوں میں سے ایک ہے جو قوموں کے عروج وزوال کے درپردہ کارفرما چند مخصوص عوامل، اسباب اور محرکات پر روشنی ڈالتی ہے۔ اس کے کل چار حصے ہیں۔ پہلے حصے ''تاریخ سے تین جھلکیاں'' میں سلطنت روما کے زوال، سقوطِ بغداد اور سلطنتِ مغلیہ کے انحطاط پر سرسری نظر ڈال کر مختصراً ان کی وجوہات بیان کی گئی ہے۔ کتاب کے دوسرے حصے ''مسلمانوں کی فکری تاریخ پر ایک طائرانہ نظر'' میں مسلمانوں کے عقائد اور علوم کی تاریخ پر سرسری نظر ڈالی گئی ہے۔ تیسرے حصے ''چند مفکرین'' میں اخوان الصفاء، امام غزالی، ابن خلدون اور کانٹ کے نظریات پر بحث کی گئی ہے۔ چوتھا اور آخری حصہ ''قوموں کی شکست وزوال کے اسباب کا فکری جائزہ'' میں چھ ابواب شامل ہیں جن میں مجموعی طور پر چند عظیم فلاسفہ کے فلسفہ ہائے تاریخ پر بحث کی گئی ہے۔ کچھ اصطلاحات کی وضاحت ہے، زوال کے فکری اسباب کا بیان ہے اور آخر میں کچھ آفاقی اصول بیان کئے گئے ہیں جن کو اقوام اپنا کر اگر ان پر عمل کریں تو زوال وشکست سے محفوظ رہ سکتی ہیں۔ موضوع کے اعتبار سے یہ ایک بہت اہم علمی وفکری کتاب ہے جو فلسفیانہ موضوعات پر طبع زاد اردو کتب میں ایک اہم مقام رکھتی ہے۔

زبان:

فلسفۂ تاریخ جیسے خشک موضوع پر یہ شگفتہ اسلوب میں لکھی گئی ایک کتاب ہے جس کی زبان اگر چہ علمی اور قطعی ہے لیکن بالکل ہی سپاٹ اور گنجلک نہیں کہ قاری تھوڑی ہی دیر میں ذہنی تھکن کا شکار ہو جائے۔ بعض مقامات پر کچھ مشکل اصطلاحات ہیں جو موضوع کے حوالے سے ناگزیر تھیں اور ایسے موضوعات میں ہوتی ہیں، ان کے علاوہ زبان میں مشکل الفاظ، تراکیب اور اصطلاحات کے بے جا استعمال سے گریز کیا گیا ہے۔ بحیثیت مجموعی موضوع اور زبان وبیان کے حوالے سے یہ طبع زاد اردو کتب میں ایک بلند مرتبہ کی حامل کتاب ہے، ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

''ابن سینا یہاں سوال اٹھاتا ہے کہ ''وقت'' جسے بنیاد بنا کر کائنات کے قدیم یا حادث ہونے کا سوال اٹھایا جاتا ہے، دراصل

انسان ہی کے انداز فکر کا ایک پہلو ہے۔ ''وقت'' کوئی علیحدہ شے نہیں۔ ''وقت'' صرف انسان کے سوچنے کا طریقہ ہے۔ انسان کی عقل ''وقت'' کے حدود میں سوچتی ہے۔ زمان و مکان انسانی عقل کے سانچے ہی تو ہیں۔ خالق کائنات کے لئے زمان و مکان کی حدود کوئی چیز نہیں۔ اس لئے تخلیق کائنات کے ضمن میں قدیم اور حادث ہونے کا مسئلہ پیدا نہیں ہوتا۔''۵۷

☆☆☆☆☆

کتاب: ۴۵۶ | قائداعظم لائبریری لاہور

تاریخ اور فلسفۂ تاریخ

مصنف: ڈاکٹر مبارک علی

فکشن ہاؤس لاہور، پاکستان، طبع اول ۱۹۹۳ء، طبع دوم ۱۹۹۳ء

کل ابواب: ۳ (تین) | **کل صفحات:** ۲۶۱ (261)

نوٹ: (جائزے کے لئے دوسری اشاعت کو بنیاد بنایا گیا ہے)

موضوع:

کتاب کے عنوان ''تاریخ اور فلسفۂ تاریخ'' سے ہی معلوم ہو جاتا ہے کہ اس میں معروف پاکستانی ماہر علم تاریخ ڈاکٹر مبارک علی نے فلسفۂ تاریخ پر روشنی ڈالتے ہوئے تاریخ کی اہمیت، نوعیت اور تاریخ کے متعلق مختلف فلاسفہ کے نظریات کو بیان کر کے اس کی اہمیت کو اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہ کتاب تین ابواب ۱۔ تاریخ کیا ہے؟ ۲۔ تاریخ اور فلسفۂ تاریخ ۳۔ تاریخ کے نظریات پر مشتمل ہے۔ ہر باب کئی ذیلی ابواب میں منقسم ہے۔ یہ کتاب خاص طور پر طلبہ اور عام قارئین کے لئے لکھی گئی جس کا مقصد انہیں تاریخ کی اہمیت اور اس کے مختلف پہلوؤں سے روشناس کرانا تھا۔ تاریخ واقعات گزشتہ کا تحریری ریکارڈ کا مجموعہ نہیں ہوتی بلکہ یہ قوموں اور افراد کے لئے مشعل راہ بھی بنتی ہے اگر اس کا صحیح تجزیہ کر کے اس سے نتائج اخذ کئے جائیں تو۔ اس کتاب کی ایک اہم بات یہ بھی ہے کہ اس میں مصنف نے ابن خلدون، ویچو، کانٹ، ہرڈر، ہیگل، مارکس، بورک ہارڈٹ، وینی لوسکی، اسپنگلر، کولنگ ووڈ، رینائر، ای۔ ایچ ڈانس، کروچے، ٹائن بی، ول ڈیورانٹ، رسل اور سوروئے کن کے تاریخ کے متعلق نظریات کو بیان کیا ہے۔

زبان:

ڈاکٹر مبارک علی کا طرز تحریر بہت سادہ، صاف اور براہ راست ہے۔ وہ اپنے موضوع کو عام فہم انداز میں بیان کرتے ہیں تاکہ طلبہ اور قارئین سہولت اور آسانی سے اس سے استفادہ کر سکیں۔ اس کتاب میں مشرقی و مغربی نظریات تاریخ کو بہت سادہ اور عام فہم میں بیان کر کے اس بات کا ثبوت دیا گیا ہے کہ دقیق اور مشکل افکار کو کس طرح سہل اور شگفتہ انداز میں بیان کر کے طلبہ اور عام قارئین کے لئے قابل فہم بنایا جاسکتا ہے۔ ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

''نیٹشے نے کہا ہے کہ جب قومیں ایک دوسرے سے ملتی ہیں تو عظیم ثقافت پیدا ہوتی ہے، اگر کوئی قوم دنیا سے کٹ کر علیحدہ رہنا چاہے، اگر وہ اپنی روایات اور قدروں کو خالص رکھنے کی کوشش کرے تو ان کا حشر اہل سپارٹا جیسا ہوتا ہے جو بالکل الگ تھلگ رہے اور کوئی عظیم ثقافت یا تمدن پیدا نہیں کر سکے۔ لیکن جو قومیں دوسری قوموں سے ملتی ہیں وہ کسی احساس برتری میں مبتلا نہیں ہوتیں، اپنی روایات کو عظیم اور آفاقی نہیں سمجھتیں بلکہ دوسری اقوام کی تہذیب و تمدن کو فراخدلی کے ساتھ قبول کرتی ہیں۔ ایسی قومیں ہمیشہ تخلیقی اور توانائی سے بھرپور ثقافت کو جنم دیتی ہیں۔ عظیم ثقافت پیدا کرنے کے لئے ذہن میں کشادگی اور محبت ہونی چاہیے، تنگ نظری اور نفرت کے جذبات کبھی بھی کسی وسیع ثقافت کو پیدا کرنے سے قاصر ہوتے ہیں۔''۵۸

☆☆☆☆☆

کتاب: ۲۵۷

قائد اعظم لائبریری لاہور

پاکستان میں فلسفیانہ رجحانات

مصنف: قاضی جاوید

سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، پاکستان، ۱۹۹۳ء

کل ابواب: ۱۲ (بارہ)

کل صفحات: ۲۶۴ (264)

موضوع:

یہ کتاب پاکستان میں فکری روایت کو سمجھنے کیلئے ایک بنیادی حیثیت رکھتی ہے اور بہت کم مفکرین نے اس موضوع پر بحث کی ہے۔ کتاب کی ابتدا میں مصنف یا ادارے کی طرف سے کوئی پیش لفظ یا مقدمہ یا دیباچہ نہیں جس سے کتاب کے متعلق مصنف کا اپنا نقطہ نظر سامنے آسکے۔ بہر حال یہ کتاب ۱۹۴۷ء قیام پاکستان سے لے کر ۱۹۷۱ء سقوطِ ڈھاکہ تک کے دور کے فکری رجحانات کا احاطہ کرتی ہے۔ پہلے باب میں مصنف نے پاکستان کے قومی مسائل کا جائزہ فکری تناظر میں لیا ہے۔ دوسرا باب پاکستان میں اشتراکی رجحانات کے متعلق ہے۔ تیسرے اور چوتھے باب میں بالترتیب فلسفہ وجودیت پاکستان کے دانشوروں پر اثرات کے متعلق ہے۔ پانچویں اور چھٹے باب میں منطقی ایجابیت کے اثرات اور فلسفہ تاریخ کا پاکستانی فکر کے تناظر میں جائزہ لیا ہے۔ ساتواں باب جمالیات اور آٹھواں مسئلہ علیت کے متعلق ہے۔ آخری تین باب انہوں نے ایم ایم شریف، خلیفہ عبدالحکیم اور ڈاکٹر گوبند چندر دیو کے لئے مختص کر کے ان کی فکر کا جائزہ لیا ہے۔ بحیثیت مجموعی یہ کتاب پاکستان میں فلسفیانہ فکر کی روایت اور اس کے ارتقاء کو جاننے اور سمجھنے کیلئے کلیدی حیثیت کی حامل ہے۔

زبان:

قاضی جاوید نے دوسری کتب کی طرح اس میں بھی ممکن حد تک آسان فہم زبان استعمال کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس میں روانی، کسی حد تک سلاست اور شگفتگی بھی موجود ہے۔

''حسن بجائے خود ایک تحریک ہے۔ کوئی شے اس لئے خوبصورت ہوتی ہے کہ وہ ہمارے لئے اہمیت کی حامل ہوتی ہے۔ بقول جعفری حسن کی معروضیت اس کی اہمیت پر مبنی ہے۔ جمالیات یا حسن کے علم کا کام اس کی اہمیت کا تجزیہ ہونا چاہیے۔''۵۹

☆☆☆☆☆

کتاب: ۲۵۸

فلسفہ سائنس اور کائنات

مصنف: ڈاکٹر محمود علی سڈنی

نگارشات لاہور، پاکستان، ۱۹۹۵ء

کل ابواب: ۱۹ (انیس)

کل صفحات: ۲۹۶ (296)

موضوع:

یہ کتاب ڈاکٹر محمود علی سڈنی کے سائنس اور کائنات پر فلسفیانہ مقالات اور مضامین کا مجموعہ ہے جو مختلف اوقات میں لکھے گئے۔ ان مقالات کا بنیادی موضوع فلسفہ، سائنس اور کائنات سے متعلق علمی مباحث ہیں۔ اس میں سائنس اور سائنسی فکر اور اس کے طریقہ کار پر علمی انداز میں روشنی ڈالی گئی ہے۔ علاوہ ازیں فلسفہ اور سائنس کے درمیان تعلق کو واضح کرنے کی کوشش بھی کی گئی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ فلسفہ وقت، فلسفہ زندگی، فلسفہ کی ماہیت، فلسفہ و معجزہ اور فلسفہ اور قدیم معتقدات کے حوالے سے بھی مقالات شامل ہیں ان میں سے کچھ موضوعات ایسے ہیں جن پر اردو میں بہت کم لکھا گیا ہے۔

زبان:

اس کتاب میں مصنف نے جدید سائنسی افکار، فلسفہ وقت اور دیگر علمی موضوعات کو بہت صاف اور براہ راست زبان میں بیان کیا ہے۔ اس کے علاوہ اکثر مقامات پر اس میں ادبیت بھی ہے۔ اتنے پیچیدہ علمی موضوعات کو اسقدر قابل فہم زبان میں بیان کرنا مصنف کا بڑا کمال ہے۔ موضوع اور زبان دونوں حوالوں سے یہ کتاب اردو کے فلسفیانہ و علمی ذخیرے میں ایک اہم مقام رکھتی ہے۔ زبان کے حوالے سے ایک مختصر اقتباس درج کرتے ہیں:

> ”یہ واقعہ کہ کائنات اپنی ابتدا میں کوئی شکل یا جسم نہیں رکھتی تھی آغاز کے بنیادی سوال کو آسان کر دیتا ہے۔ اس کا ماننا اور سمجھنا آسان ہے کہ کائنات بغیر کسی شکل یا جسم کے بالکل سادگی سے محض عدم سے ظاہر ہوئی ہے بہ نسبت اس تصور کے کہ کائنات آغاز ہی سے انتہائی پیچیدہ مظاہر کے ساتھ بنی بنائی ظہور میں آ گئی۔“ ۱۰

☆☆☆☆☆

کتاب: ۲۵۹

علم کی حقیقت

مصنف: علامہ عبدالعزیز عرفی

گیلانی پبلشرز کراچی، پاکستان، ۱۹۹۶ء

کل ابواب: اس میں ابواب کی تقسیم نہیں۔فہرست میں کل ۲۰ (بیس) عنوانات میں سے ۱۵ (پندرہ) موضوع سے متعلق ہیں۔گویا ہم کہہ سکتے ہیں کہاس کے کل ابواب ۱۵ (پندرہ) ہیں۔

کل صفحات: ۱۴۲ (142)

موضوع:

اس کتاب میں فاضل مصنف نے علم کا حقیقی مفہوم، اس کی اقسام، اس کے مختلف ماخذ و ذرائع اور اس کے عالم انسانیت پر اثرات پر مختصر اُبحث کی گئی ہے۔اسے ہم "فلسفہ علم" سے متعلق ایک مختصر تصنیف بھی قرار دے سکتے ہیں۔اس میں مصنف نے قرآن حکیم کو اساس بنا کر علم کے متعلق اپنے افکار ونظریات کو بھی بیان کیا ہے۔

زبان:

اس کتاب کے مصنف عبدالعزیز کا اردو زبان و ادب سے نہیں بلکہ قانون اور وکالت سے ہے۔اس کے باوجود انہوں نے ایک مشکل اور پیچیدہ موضوع کو قابل فہم علمی، صاف اور براہ راست زبان میں پیش کر کے اردو کی طبع زاد علمی وفلسفیانہ کتب کے ذخیرے میں قابل قدر اضافہ کیا ہے۔اس ضمن میں ان کی کتاب سے ایک مختصر اً اقتباس درج کیا جاتا ہے:

> "جوہن لوک (John Locke) نے انسانی ذہن کو ایک صاف پلیٹ سے تشبیہ دیتے ہوئے کہا ہے کہ بیرونی تاثرات سے تخیل پروان چڑھتا ہے۔اس اصول کے تحت ہی کیا اس بات کو قرین قیاس نہیں کہا جا سکتا کہ مذکورہ آیت قرآنی کے ترجمے یا اس سے حاصل کئے گئے مفہوم نے سائنسدانوں اور محققین کے اذہان میں تسخیر کائنات (Space Conquest) کے تخیل کو پروان چڑھایا ہو۔اقطار السمٰوت کا ترجمہ "Space Layers" اس کے حقیقی مفہوم سے قریب تر معلوم ہوتا ہے۔اسی طرح الا بسلطٰن کا مفہوم اس توانائی اور طاقت کی طرف اشارہ کرتا ہوا معلوم ہوتا ہے جو عصر حاضر میں انسان تسخیر کائنات کے لئے بعنوان راکٹ استعمال کر رہا ہے۔"[۶۱]

☆☆☆☆☆

کتاب: ۲۶۰

عام فکری مغالطے

مصنف: علی عباس جلالپوری

تخلیقات لاہور، پاکستان، طبع پنجم، ۱۹۹۹ء

کل ابواب: ۱۴ (چودہ)

کل صفحات: ۲۶۸ (268)

موضوع:

اس کتاب کا موضوع بہت دلچسپ اور فکر آمیز ہے۔اس میں علی عباس جلالپوری صاحب نے ان فکری رجحانات کی تصحیح کرنے کی کوشش کی ہے جو عرصہ دراز سے غلط طور پر بیان کئے جاتے رہے ہیں۔اس کی مثال ان الفاظ سے دی جا سکتی ہے جو غلط تلفظ کے بولے جاتے ہیں اور 'غلط العام' ہو جاتے ہیں۔

زبان:

علی عباس جلالپوری اردو میں فلسفیانہ موضوعات پر لکھنے والے ان معدودے چند مشاہیر میں سے ہیں جنھوں نے افکارِ تازہ سے فکرِ جامد کو متحرک کیا اور نئے طرز نگارش سے اردو اسالیب نثر کو بھی وسعت دی۔ یہ کتاب بھی اسی صف میں شامل ہے۔ اس کی زبان شگفتہ، رواں اور براہِ راست ہے۔لیکن کہیں کہیں اصطلاحات اور مشکل تراکیب کی وجہ سے مشکل ہے جو علمی کتب کیلئے ایک ناگزیر عنصر ہے۔اس کی عبارت نہ تو بہت زیادہ گنجلک ہے اور نہ ہی ادق۔ یہ علمی وفلسفیانہ موضوعات کی طبع زاد کتب میں ایک اہم مقام رکھتی ہے۔زبان کے حوالے سے ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

> ''قدیم سرّیت پسند، باطنیہ اور اشراقیین یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ انسان کے بطون میں کوئی ایسی پراسرار قوت موجود ہے جو عقل وشعور سے بے نیاز ہے اور حقائق کا براہِ راست مشاہدہ کر سکتی ہے۔''[۶۲]

☆☆☆☆☆

کتاب: ۲۶۱ | قائداعظم لائبریری لاہور

خردنامہ جلالپوری

مصنف: علی عباس جلالپوری

تخلیقات لاہور، پاکستان، ۲۰۰۰ء

کل ابواب: اس میں فہرست ابواب نہیں کیونکہ یہ بنیادی طور پر ایک فلسفیانہ لغت ہے۔

کل صفحات: ۲۵۶ (256)

موضوع:

یہ مختصر علمی وفلسفیانہ لغت ہے۔جس میں قدیم علمی، فلسفیانہ، نفسیاتی اور ادبی اصطلاحات کے وسیع تر معانی اور جدید مفہوم بیان کیا گیا ہے۔اس سلسلے میں ''پیش لفظ'' سے مصنف کا یہ اقتباس درج کیا جاتا ہے:

> ''سائنس کے فروغ کے ساتھ اہل علم نے محسوس کیا کہ علوم جدیدہ کی روشنی میں ضروری ہے کہ انسانی معاشرے کی از سرِ نو تشکیل کی جائے اور تحقیقی علوم کی زیادہ سے زیادہ اشاعت کی جائے۔اس مقصد کے لئے دیدرو اور اس کے ساتھیوں نے ایک جامع قاموس العلوم مرتب کی قدرتاً اہل کلیسا نے اس کے خلاف زبردست محاذ قائم کیا لیکن اس کی اشاعت نہ روک

سکے۔اہل فکر نے محسوس کیا کہ رومانویت، باطنیت، اور رام نہاد روحانیت و مذہبی جنون سے ہٹ کر سائنسی علوم کی روشنی میں معاشرہ انسانی کو مدون کیا جا سکتا ہے۔۔۔راقم نے Bayle کی طرح علمی و تحقیقی نقطہ نظر سے اس لغات کی تدوین کی ہے۔ اس کتاب کا ایک مقصد یہ ہے کہ پڑھے لکھے لوگوں کے ذہن و دماغ کو روشن کیا جائے اور انہیں تنگ دلی اور تنگ نظری سے نجات دلا کر ایسی معلومات پہنچائی جائیں جن سے قاری کی نگاہ میں وسعت اور ذہن و قلب میں کشادگی پیدا ہو اور وہ انفرادی و اجتماعی مسائل کا جدید سائنس اور جدید فلسفے کی روشنی میں سامنا کر سکیں۔''۶۳

زبان:

مندرجہ بالا بیان سے آپ کو اس کتاب کی غرض و غایت کا تو پتہ چل گیا ہوگا۔یہ درحقیقت علم و معرفت کا ایک خزینہ ہے جس کو نہایت قابل فہم زبان میں بیان کیا گیا ہے۔مطالب و معانی اور زبان و بیان کے حوالے سے ایک اصطلاح کا مفہوم (اقتباس) درج کیا جاتا ہے:

''آسمان آس: چکی؛ مان: مانند یعنی چکی کی مانند پھرنے والا۔قدیم زمانے کے ہیئت دانوں کے خیال میں آسمان چکر کھاتے ہیں اور انسان کے طالع پر اثر انداز ہوتے ہیں۔گردشِ فلک اور چرخِ چنبری کی تراکیب اسی سے یادگار ہیں۔ آسمان آریا اقوام کا سب سے بڑا دیوتا تھا۔رگ وید دیا وہ (بعد کا وارونہ) آسمان دیوتا تھا۔دیا وہ کا معنی ہے دکھائی دینے والا آسمان۔وارونہ یونانیوں کا اورے نس بن گیا۔بعد میں عیسائی خدا کو آسمانی باپ کہنے لگے۔مغل اپنے آسمان دیوتا کو تنگری کہتے تھے جس کا معنی ہے ''نیلا آسمان''۔ان کے خیال میں تنگری روحوں کا مسکن ہے۔''۶۴

☆☆☆☆☆

کتاب: ۲۶۲

نور لائبریری (خالد اسحٰق کولیکشن) لاہور

کائنات اور انسان

مصنف: علی عباس جلالپوری

تخلیقات لاہور، پاکستان، طبع سوم ۲۰۰۰ء

کل ابواب: ۵ (پانچ)

کل صفحات: ۲۲۸ (228)

موضوع:

انسان نے اس کائنات میں اپنے سفر کا آغاز غاروں، جنگلوں اور بیابانوں سے کیا لیکن آج وہ تہذیب و تمدن کی اوج کو چھو رہا ہے۔ستاروں پر کمندیں ڈال رہا ہے۔علی عباس جلالپوری نے اس کتاب میں انسان کے اسی فکری اور معاشرتی ارتقاء کی داستان بیان کی ہے اس میں انسان کے مذہبی اعتقادات اور فکری میلانات کا ذکر بھی ہے۔اس کتاب کا ''پیش لفظ'' اور کتاب کا عنوان ''کائنات اور انسان'' انہوں نے ایک مشہور رسالے ''لائف'' کی ایک تصویر سے متاثر ہو کر رکھا۔

زبان:

علی عباس جلالپوری کی دیگر تصانیف کی طرح اس کتاب کی زبان بھی اگر چہ علمی و فصیح ہے لیکن شگفتگی اور روانی سے بھرپور ہے۔زبان قطعی ہے لیکن سپاٹ نہیں اور قاری ایک تسلسل کے ساتھ اپنا مطالعہ جاری رکھتا ہے کیونکہ استعاراتی اسلوب کے باوجود مفہوم کی تفہیم میں کوئی رکاوٹ محسوس نہیں کرتا۔ایک مختصر اقتباس درج کرتے ہیں:

> ''قدیم پتھر کے زمانے کے انسان نے جب اپنے آپ پر قیاس کر کے مظاہر فطرت سے روح اور حیات منسوب کی تو قدرتاً انہیں اپنے ہی جیسے جذبات، تخیلات، ارمان، امیدیں، آرزوئیں، خواہشیں اور دلچسپیاں بھی سونپ دیں۔چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ اقوام عالم کے دیوتا ہماری ہی طرح سوچتے ہیں اور ہماری ہی طرح محسوس کرتے ہیں، پیار کرتے ہیں، جوشِ غضب سے بھڑک اٹھتے ہیں، ایک دوسرے سے حسد کرتے ہیں، روتے ہیں، ہنستے ہیں، لطف و کرم سے پسیج جاتے ہیں، انتقام لینے پر تُل جاتے ہیں، بگڑ بیٹھتے ہیں، مان جاتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ فروعی اختلافات کے باوجود دنیا بھر کی قوموں کی دیو مالائی کہانیوں میں معنوی اشتراک پایا جاتا ہے۔''[۹۵]

☆☆☆☆☆

کتاب: ۲۶۳ | نمل یونیورسٹی (خالد اسحٰق کولیکشن) لاہور

روح

مؤلف: یاسر جواد

نگارشات لاہور، پاکستان، ۲۰۰۰ء

کل ابواب: ۲۳ (تیئس) | **کل صفحات:** ۲۷۱ (271)

موضوع:

اس کتاب میں انسان کے قدیم ترین موضوع فکر و بحث ''روح'' کی اجمالی لیکن جامع تاریخ بیان کی گئی ہے۔اس کے سرورق پر کتاب کے عنوان کے ساتھ یہ درج ہے: ''مذاہب عالم اور تہذیبوں کی روشنی میں روح کی تاریخ اور فلسفہ''

''روح'' ہمیشہ سے انسانی غور و فکر کا اہم مرکز رہا ہے اور فلسفہ کے بنیادی مباحث کا اہم نقطہ بھی۔اس کتاب میں کم از کم مذہبی و تہذیبی طور پر ''روح'' کے مختلف تصورات کو سمونے کی ایک کوشش کی گئی ہے۔اس کتاب کے متعلق بنیادی مسئلہ یہ ہے کہ یہ واضح نہیں کہ کتاب ترجمہ ہے یا طبع زاد۔سرورق پر مترجم ''یاسر جواد'' درج ہے جبکہ اندرونی صفحات پر ''تالیف'' ''یاسر جواد'' لکھا ہے۔علاوہ ازیں مؤلف یا مترجم کی طرف سے کوئی پیش لفظ، دیباچہ یا تمہید بھی نہیں کہ آیا یہ ترجمہ ہے یا طبع زاد۔اگر ترجمہ ہے تو اصل تصنیف کونسی ہے اور اس کا مصنف کون ہے؟ اس میں اسلام، یہودیت، عیسائیت، بدھ مت، جین مت، سکھ مت، زرتشت مت اور مصر و بابل کے روح کے متعلق نظریات کو بیان کیا گیا ہے۔بہرحال ''روح'' سے متعلق مختلف مذاہب اور اقوام کے

تصورات کو سمجھنے کیلئے یہ بنیادی اہمیت کی حامل کتاب ہے۔

زبان:

زبان کے حوالے سے بھی یہ بہت اہم کتاب ہے۔اس میں مشکل اور پیچیدہ موضوع کو صاف اور براہ راست زبان میں بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔اس کتاب کی زبان سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ مشکل علمی وفکری مسائل کو عام علمی سطح رکھنے والے قارئین کیلئے کس طرح قابل فہم اور ممکن حد تک سادہ زبان میں بیان کیا جاسکتا ہے۔یہ حقیقت اپنی جگہ موجود ہے کہ علمی و فکری مسائل کیلئے بعض زبان کا سپاٹ، خشک اور کسی حد تک مشکل ہونا ناگزیر ہوتا ہے لیکن اس کو شعوری پر دقیق اصلاحات، تراکیب اور الفاظ سے مشکل تر بنا دینا بھی کوئی بہتر عمل نہیں۔نمونے کے طور پر اس کتاب سے ایک اقتباس درج کرتے ہیں:

> ''تناسخ کے سلسلے میں متعدد تعبیریں پیش کی گئیں ہیں لیکن سب ہی مکاتب فکر اس امر پر متفق ہیں کہ روح عریانی کی حالت میں منتقل نہیں ہوتی بلکہ اس کے ساتھ ایک خول یا مادے کے بہت سے لطیف خول ہوتے ہیں۔ان خولوں کی حالت کا دارومدار سابق اچھائیوں یا برائیوں پر ہوتا ہے اور نئے جنم کا تعین ان غلافوں کی فطرت سے ہوتا ہے جن میں روح ملفوف ہوتی ہے۔''[۹۲]

☆☆☆☆☆

کتاب: ۲۶۴ | قائداعظم لائبریری لاہور

علم الانسان (خزائن العرفان)

مصنفہ: روبینہ نازلی

پورب اکادمی اسلام آباد، پاکستان، ۲۰۱۰ء

کل ابواب: ۱۲ (بارہ) | **کل صفحات:** ۳۶۶ (366)

موضوع:

یہ کتاب فلسفہ کی ایک اہم شاخ ''علم الانسانیات'' (Anthropology) سے متعلق ہے۔اس میں انسان، اس کی ہستی، روح، نفس، مادہ، نور، اعمال، عقائد، جسم و روح کا سائنسی تجزیہ وغیرہ پر بحث کی گئی ہے۔اس میں کوئی شبہ نہیں کہ یہ اپنے موضوع کے اعتبار سے اردو کی اہم طبع زاد اور منفرد کتابوں میں سے ایک ہے۔اس ضمن میں کتاب ہذا کے ''پیش لفظ'' سے مصنفہ کا یہ بیان نقل کیا جاتا ہے:

> ''اس کتاب کا موضوع ہے انسان۔اس کتاب میں پہلی مرتبہ انسان کا تذکرہ اس کی روح کے حوالے سے سائنسی انداز میں کیا گیا ہے۔یہ سترہ (۱۷) سالہ تحقیق پر مبنی سائنسی، فلسفیانہ اور تحقیقی کام ہے۔نئے نظریات پر مشتمل یہ کتاب موضوع انسان پر سائنسدانوں، فلسفیوں اور صوفیوں کے لئے رہنما کتاب ہے۔اس لئے کہ انسانی موضوع کے وہ تمام تر مسائل، الجھنیں، مشکلات، سوالات جن میں صدیوں سے سائنسدان فلسفی اور صوفیا الجھے رہے ان کا حل ڈھونڈتے رہے انہیں سلجھا نہ سکے۔
> اس کتاب میں میں نے ان تمام الجھنوں کو سلجھا کر صدیوں کے حل طلب سوالات کے جوابات دیئے ہیں۔۔۔''

یہ کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے:

۱۔ پہلے حصے میں انسان پر ہوئے تمام تر ادوار کے کاموں کو اکٹھا کر کے ان کا سائنسی، تاریخی، مذہبی حوالوں سے تنقیدی جائزہ لیا گیا ہے، تجزیہ و موازنہ کیا ہے، غلطیوں کی نشاندہی کی ہے، نتائج قائم کیے ہیں۔

۲۔ دوسرے حصے میں نئے نظریات پیش کرتے ہوئے انسان سے متعلق ماضی کی تمام الجھنوں کو سلجھا کر ماضی کے تمام ابہامات کو دور کرتے ہوئے انسان کے ہر انفرادی موضوع مثلاً روح، نفس، جسم، دماغ، شعور لاشعور، تخلیق، ارتقاء، آواگون وغیرہ کی نئی تعریف پیش کی ہے اور پہلی مرتبہ مجموعی انسان کی تعریف اور تعارف پیش کیا ہے۔'' ۶۷

اس بات سے قطع نظر کہ مصنفہ نے جو دعویٰ ''پیش لفظ'' میں کیا ہے اس پر یہ کتاب پورا اترتی ہے یا نہیں لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ اردو زبان میں یہ اپنی نوعیت کی منفرد کتاب ہے۔

زبان:

جہاں تک اس کی زبان کا تعلق ہے تو وہ نہایت معیاری، قطعی اور ابہام سے پاک ہے اور اپنے مفاہیم و معانی کا ابلاغ احسن طریقے سے کرتی ہے۔ اس کتاب میں جو اصطلاحات ہیں وہ مانوس ہیں اور اردو کی علمی فلسفیانہ روایت میں عرصے سے مستعمل ہیں جس بنا پر قاری کو کوئی خاص دشواری پیش نہیں آنی چاہیے۔ موضوع اور زبان دونوں حوالوں سے یہ اردو زبان کے لئے سرمایہ افتخار ہے۔ ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

''روح کوئی ٹھوس شے نہیں روح جسم میں ایسے ہی ہے جیسے بجلی پورے گھر میں تاروں کے ذریعے دوڑ رہی ہے۔ ہر شے بجلی سے متحرک و روشن ہے۔ ایسے ہی روح بجلی کی طرح جسم کے ہر خلیے ہر یونٹ میں دوڑ رہی ہے۔ ہر خلیے ہر عضو کو متحرک، منظم، مربوط اور زندہ رکھے ہوئے ہے۔'' ۶۸

☆☆☆☆☆

کتاب: ۲۶۵ | قائداعظم لائبریری لاہور

آرزوئے حسن

مصنف: ڈاکٹر نصیر احمد ناصر

فیروز سنز لاہور، پاکستان س۔ن

کل ابواب: ۱۹ (انیس) | **کل صفحات:** ۵۰۴ (504)

موضوع:

اس کتاب کے موضوع کو سمجھنے کیلئے ہمیں پہلے یہ دیکھنا ہوگا کہ حسن کا مفہوم ڈاکٹر نصیر احمد ناصر کے نزدیک کیا ہے۔ ''حرف اول و آخر'' میں لکھتے ہیں:

''اسلام کیا ہے؟ اس کا ایک لفظ میں جواب دینا ہو تو وہ ہے، آرزوئے حسن۔ حسن سے مراد حسن صوری و معنوی بھی ہے اور حسن الٰہی بھی اور اللہ حقیقی چونکہ حسن محض ہے، لہٰذا اسے ''الحسن'' سے تعبیر کرنا بے جا نہ ہوگا۔۔۔'' ۶۹

فاضل مصنف کے مندرجہ بالا بیان سے یہ بات واضح ہوگئی کہ حسن یا حسن حقیقی سے مراد ''اللہ'' ہے جسے وہ ''الحسن'' بھی قرار دیتے ہیں اور اس ''الحسن'' تک پہنچنے یا اس کا قرب حاصل کرنے کا ذریعہ اسلام ہے جسے وہ ''آرزوئے حسن'' کہتے ہیں۔اور اسلام وہ دین ہے جو کہ ایک مکمل ضابطہ حیات پیش کرتا ہے اور جس پر عمل پیرا ہو کر ''الحسن'' تک رسائی ممکن ہے۔گویا یہ کتاب فلسفہ اسلام کی آئینہ دار ہے جس میں اسلام کے مختلف پہلوؤں کو جمالیاتی تناظر میں دیکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔کتاب کے فلیپ پر درج تحریر سے ایک مختصر اقتباس درج کرتے ہیں:

> ''آرزوئے حسن'' فلسفہ حیات پر ایسی منفرد طبع زاد کتاب ہے جو مدتوں بعد منصۂ شہود پر آئی ہے اور حسن و زندگی کی آرزو رکھنے والوں کی مراد بَر لانے کیلئے ہمیشہ زندہ رہتی ہے۔۔۔ڈاکٹر نصیر احمد ناصر نے اپنا فلسفہ آرزو ایسے حسین و دلچسپ اور بلیغ و حکیمانہ انداز میں بیان کیا ہے کہ دین وایماں، حسن و نور، محنت و تقدیر، حیات و ممات، حسی، قلبی، نفسی قوتوں، باطنی و معاشرتی انقلاب، جمالیاتی ارتقاء، مشاہدات و واردات، قرب و رضوان الٰہی اور دیگر متعدد اہم موضوعات کے حقائق و معارف اور اسرار و رموز اہل نظر قاری پر اس طرح منکشف ہو جاتے ہیں کہ اس کے غواص فکر کا دامن گوہر ہائے معانی سے معمور ہو جاتا ہے۔۔۔ڈاکٹر ناصر کے نزدیک آرزوئے حسن ہی اصل دین و حیات ہے اور اس کے نشو و ارتقاء پر ہی انسان کے جمالیاتی ارتقاء کا انحصار ہے۔''۰ ۷

زبان:

ڈاکٹر نصیر احمد ناصر کی دیگر تصانیف کی طرح یہ کتاب بھی انتہائی دلنشین، فصیح و بلیغ اور اسلوب میں ہے۔فلسفہ حسن و جمالیات ان کا موضوع ہے اور یہی حسن و جمال ان کی تحریروں میں بھی نمایاں ہے۔اس پر کمال یہ ہے کہ لفظی حسن و جمال معنوی خوبصورتی پر غالب نہیں آتا اور مفہوم کی تفہیم میں قاری کو کوئی مشکل پیش نہیں آتی۔ان کی خوبی یہ بھی ہے کہ یہ نئی تراکیب و اصطلاحات بھی وضع کرتے ہیں جو لفظی و معنوی دونوں طرح کی خوبصورتی کی حامل ہیں مثلاً

''زنداں ہوائے نفس'' (ص ۱۲۹)　　''جذبۂ عزم احسان و حسنہ'' (ص ۱۳۶)　　''حریف نفسی'' (ص ۱۹۸)

اس کتاب کی زبان کے حوالے سے ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

> ''یہ تو تم جانتے ہو کہ ہر متنفس چیز میں زندہ رہنے کی آرزو ہے، اس لئے کہ اسے زندگی بے حد پیاری ہے۔میں کہتا ہوں کہ رب حی و قیوم کی ہر چیز زندہ ہے اور اسے زندہ رہنے کی آرزو ہے۔جانتے ہو اس کی علتِ غائی کیا ہے؟ اس کا ایک لفظ میں جواب دینا ہو تو وہ ہے ''آرزوئے حسن''۔''۱ ۷

☆☆☆☆☆

کتاب: ۲۶۶　　　　قائد اعظم لائبریری لاہور

فلسفہ (اصول و مبادی کی روشنی میں)

مصنف: ابوالکلام آزاد
مؤلف و مرتب: محمد وارث کامل
مطبوعات چٹان لاہور، پاکستان س۔ن

کل ابواب: اس میں ابواب نہیں صرف ایک ہی طویل مقالے کی صورت میں کتاب ہے۔ | **کل صفحات:** ۱۱۲ (112)

موضوع:

یہ کتاب دراصل مولانا ابوالکلام آزاد کی تجویز اور ہندوستانی مفکر اور سابقہ بھارتی صدر ڈاکٹر رادھا کرشن کی ہدایت پر لکھی گئی تصنیف ''مشرق ومغرب کے فلسفے کی تاریخ'' کا دیباچہ ہے۔ یہ کتاب انگریزی زبان میں لکھی اور مرتب کی گئی۔ اس لئے اس کا دیباچہ بھی انگریزی زبان میں ہے۔ اس دیباچے کا ترجمہ محمد وارث کامل نے کیا۔ لیکن ترجمے کے علاوہ فاضل مترجم نے مولانا آزاد کے فلسفیانہ نظریات کو ان کو دیگر تصانیف مثلاً ''ترجمان القرآن جلد اول'' اور ''غبار خاطر'' سے لے کر اس ترجمے کے ساتھ اس طرح ملا دیا ہے کہ گویا اس میں ایک نامیاتی وحدت آ گئی ہے اور کہیں کوئی جھول محسوس نہیں ہوتا۔ اب یہ فلسفے کے بنیادی مفہوم، تصورات اور اس کے بنیادی مباحث کو سمجھنے کے لئے یہ ایک مختصر لیکن جامع کتاب کی حیثیت رکھتی ہے۔ لیکن ایک تشنگی یہ ہے کہ مرتب و مترجم کو ''پیش لفظ'' یا ''حواشی'' میں واضح کرنا چاہیے تھا کہ کتاب کا کونسا حصہ کہاں سے یا کس تصنیف سے لیا گیا ہے۔ لیکن مؤلف نے نہ تو کوئی پیش لفظ لکھا ہے نہ کہیں حواشی دیئے ہیں۔ فلسفے کے تعارف کے ساتھ ساتھ انہوں نے اس کتاب کا مختصر تعارف بھی پیش کیا ہے جس کا یہ دیباچہ ہے۔ علاوہ ازیں انہوں فلسفے کی کچھ مشہور تواریخ کا ذکر بھی کیا ہے۔ ہم نے اسے انگریزی تراجم میں شامل نہیں کیا کیونکہ اس میں ترجمے کے علاوہ بھی کچھ تصورات شامل ہیں۔

زبان:

مولانا آزاد اردو کے صاحب طرز ادیب تصور کئے جاتے ہیں لیکن چونکہ یہ تحریر انگریزی میں تھی جسے محمد وارث کامل نے اردو میں ترجمہ کیا اس لئے اس میں مولانا اپنے اردو اسلوب کی جھلک دکھائی نہیں دیتی۔ تاہم مترجم نے اس تحریر کو انتہائی شستہ، رواں اور براہ راست زبان میں ترجمہ کیا ہے۔ وہ کہیں بھی مفہوم کو ثقیل عبارت تلے دبنے نہیں دیتے۔ ایک مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے:

> ''مسئلہ وحدۃ الوجود خدا کی ہستی و صفات کا جو تصور پیدا کرتا ہے۔ اس کی نوعیت کچھ عجیب طرح کی واقع ہوئی ہے۔ ایک طرف تو وہ ہر وجود کو خدا قرار دیتا ہے کیونکہ وجود حقیقی کے علاوہ اور کوئی وجود موجود ہی نہیں۔ دوسری طرف خدا کے لئے کوئی محدود اور مقید تخیل بھی قائم نہیں کرتا۔ بہر حال جو کچھ بھی ہو تو یہ تصور اپنی نوعیت میں اس درجہ فلسفیانہ قسم کا تھا کہ کسی عہد اور ملک میں بھی عامۃ الناس کا عقیدہ نہ بن سکا۔''[۲۷]

❁❁❁❁❁

اجمالی جائزہ

پانچواں باب ''طبع زاد موضوعات پر اردو کتب'' دو حصوں پر مشتمل ہے۔ جیسا کہ آپ نے مطالعہ کیا کہ حصہ (ا) میں قرآن، خدا اور دیگر اسلامی عقائد پر طبع زاد کتب کا جائزہ پیش کیا گیا۔ یہاں میں ایک وضاحت کرنا چاہوں گا کہ طبع زاد اور تنقیدی وتوضیحی کتب میں فرق یہ رکھا گیا ہے کہ تنقیدی وتوضیحی کتب میں متعین اور مروجہ افکار پر تنقید اور بحث کی گئی ہے جبکہ طبع زاد کتب میں خدا، قرآن اور دیگر موضوعات پر عقلی تناظر میں اپنا ذاتی نقطۂ نظر بیان کیا گیا ہے۔

اسی طرح حصہ (ب) میں فلسفیانہ موضوعات پر جن کتابوں کا جائزہ لیا گیا ہے وہ ان فلسفیانہ موضوعات پر مصنفین کی ذاتی آراء، خیالات اور افکار پر مبنی کتب ہیں۔ تنقیدی اور طبع زاد کتب میں حد فاصل بہت موہوم اور حساس ہے اس لئے ان میں تبدیلی کا امکان اور گنجائش بہر حال موجود ہے۔ ایک کتاب ''سر سید اور حالی کا نظریہ فطرت'' کو تنقیدی وتوضیحی کی بجائے طبع زاد کتب میں شامل کرنا بظاہر غلطی لگتی ہے اور یہ کتاب کسی حد تک تنقیدی وتوضیحی کے ذیل میں ہی آتی ہے لیکن چونکہ اس کتاب میں سر سید اور حالی کے نظریۂ فطرت پر بحث کرتے ہوئے نظریۂ فطرت کی نہ صرف تاریخ بیان کی گئی ہے بلکہ مصنف نے اپنا ذاتی نقطۂ نظر پیش کر کے کتاب کی اہمیت کو دوچند کر دیا، اسی بناء پر طبع زاد کتب کے ذیل میں جگہ دی گئی ہے۔ اس پر مزید بحث ہو سکتی ہے۔

بحیثیت مجموعی اس باب کی کتابوں کے جائزے سے اردو زبان کی فلسفیانہ وسعت اور اہل اردو کی فکری بالیدگی، فلسفیانہ شعور، بلند خیالی اور دور بینی وفکر ونظر کی گہرائی کا اندازہ ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ کتنے متنوع فکری موضوعات پر ہمارے اہل علم خامہ فرسائی کرتے رہے ہیں لیکن افسوس ہے کہ ہم ان کے اس علمی ورثے سے ناواقف رہتے ہوئے اپنی زبان کی تنگ دامنی پر کفِ افسوس ملتے رہے۔ بہر حال یہ اس سمت تحقیق کی ابھی ابتداء ہے ابھی بہت سے تاریک گوشوں کو منور کرنا باقی ہے اور انشاء اللہ اس سمت اب تحقیق کا سفر جاری رہے گا۔

❁❁❁❁❁

حواشی وحوالہ جات

۱۔ یہ اقتباس کتاب کے سرورق پر عنوان کے نیچے درج ہے۔

۲۔ عثمانی، شبیر احمد، العقل والنقل، (لاہور: ادارۂ اسلامیات، س۔ن)، ص: ۳۳

۳۔ دریابادی، عبدالماجد، دو لفظ، الدین القیم، از مناظر احسن گیلانی، (کراچی: نفیس اکیڈمی طبع چہارم، ۱۹۶۸ء)، ص: ۱۰

۴۔ گیلانی، مناظر احسن، الدین القیم، ص: ۱۰۶

۵۔ نقوی، ضامن حسین، حیاتِ مابعد، (کراچی: اکیڈمی آف ایجوکیشنل ریسرچ، ۱۹۵۸ء)، ص: ۲۴

۶۔ مودودی، ابوالاعلیٰ، مقدمہ، مسئلہ جبر وقدر، (لاہور: اسلامی پبلی کیشنز، طبع پنجم، ۱۹۶۸ء)، ص: ۱۶

۷۔ مودودی، ابوالاعلیٰ، مسئلہ جبر وقدر، ص: ۱۹

۸۔ محمد منیر، پیش لفظ، سرِّ حیات (کائنات کی روحانی تشریح)، (راولپنڈی، امتیازی پرنٹرز، ۱۹۷۹ء)، ص: ۱۴۔۱۵۔۱۶

۹۔ محمد منیر، سرِّ حیات (کائنات کی روحانی تشریح)، ص: ۱۲۹

۱۰۔ رفیع الدین، ڈاکٹر، قرآن اور علم جدید (یعنی احیائے حکمت دین)، (لاہور: آل پاکستان اسلامک ایجوکیشن کانگریس، ۱۹۸۱ء)، ص: ۷۹

۱۱۔ غلام مرتضیٰ ملک، ڈاکٹر، پیش لفظ طبع ثانی، وجودِ باری تعالیٰ اور توحید، (لاہور: مکتبہ قرآنیات، طبع دوم، ۱۹۸۶ء)، ص: ۱۸۔۱۹۔۲۰۔۲۱

۱۲۔ غلام مرتضیٰ، ملک، ڈاکٹر، وجودِ باری تعالیٰ اور توحید، ص: ۱۵۶

۱۳۔ رضوی، اظہر علی، دیباچہ، وجودیت، کرداریت اور اسلام، از نوید شبلی، (فیصل آباد: نشید شبلی پبلی کیشنز، ۱۹۸۸ء)، ص: ۱۵

۱۴۔ نوید شبلی، وجودیت، کرداریت اور اسلام، ص: ۶۴

۱۵۔ لطیف اللہ، پروفیسر، پیش لفظ، تصوف اور سرّیت، (تصوف کی اساس، نوعیت، خصوصیات اور تاریخ کا تحقیقی جائزہ)، (لاہور: ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، ۱۹۹۰ء)، ص: ۷

۱۶۔ لطیف اللہ پروفیسر، تصوف اور سرّیت (تصوف کی اساس، نوعیت، خصوصیات اور تاریخ کا تحقیقی جائزہ)، ص: ۱۷۲

۱۷۔ ظہیر احمد صدیقی، ڈاکٹر، تصوف اور تصوراتِ صوفیہ، (لاہور: مجلس تحقیق وتالیفِ فارسی جی۔سی یونیورسٹی، ۲۰۰۸ء)، ص: ۳۸۷

۱۸۔ خالد مسعود، پیش لفظ، فلسفے کے بنیادی مسائل (قرآن حکیم کی روشنی میں)، از امین احسن اصلاحی، (لاہور: فاران فاؤنڈیشن، ۱۹۹۱ء)، ص: ۱۶

۱۹۔ اصلاحی، امین احسن، فلسفے کے بنیادی مسائل (قرآن حکیم کی روشنی میں)، ص: ۴۰

۲۰۔ الطاف جاوید، اسلام میں حرکت وارتقاء کا تصور (اور اس کے عمرانی، نفسیاتی اور فکری نتائج)، (لاہور: کلاسیک، طبع اول، ۱۹۹۲ء)، ص: ۲۵

۲۱۔ الطاف جاوید، پیش لفظ، فلسفۂ بیگانگی اور قرآن، (لاہور: نگارشات، ۱۹۹۳ء)، ص: ۱۸۔۱۹

۲۲۔ الطاف جاوید، فلسفۂ بیگانگی اور قرآن، ص: ۱۸۶

۲۳۔ شبلی نعمانی، علامہ، علم کلام کی تاریخ میں قدما نے جو کتابیں لکھیں، علم الکلام اور الکلام، (لاہور: دوست ایسوسی ایٹس، ۱۹۹۹ء)، ص: ۱۷۔۱۸

۲۴۔ شبلی نعمانی، علم الکلام اور الکلام، ص: ۱۰۴

۲۵۔ کاندھلوی، محمد ادریس، مولانا، علم الکلام (توحید و رسالت، قیامت، قضا و قدر آسمانی کتب اور اصولِ دین پر جامع کتاب)، (کراچی: احباب زم زم پبلشرز، ۲۰۰۳ء)، ص: ۴۳

۲۶۔ آزاد، ابوالکلام، تصوراتِ قرآن، (لاہور: مکتبہ جمال، ۲۰۰۶ء)، ص: ۱۷

۲۷۔ مرزا محمد سعید، پروفیسر، مذہب اور باطنی تعلیم /مذہب اور باطنیت، (لاہور: اردو مرکز، س۔ن)، ص: ۱۳۲

۲۸۔ نیاز فتح پوری، علامہ، ملاحظات، خدا اور تصورِ خدا، (لاہور: آواز اشاعت گھر، س۔ن)، ص: ۵۔۶

۲۹۔ نیاز فتح پوری، علامہ، خدا اور تصورِ خدا، ص: ۱۴۲

۳۰۔ سلطان احمد، مرزا، مرأۃ الخیال، (بمبئی: مطبع بمبئی، ۱۸۸۲ء)، ص: ۲۰

۳۱۔ نذیر احمد، مولوی، مبادی الحکمہ، (دہلی: مطبع مجتبائی، ۱۸۹۱ء)، ص: ۱۱۱

۳۲۔ احمد رضا، مقدمہ، مکارمُ الاخلاق، از مولوی ذکاء اللہ، (لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۷ء)، ص: ۴۲

۳۳۔ ذکاء اللہ، مولوی، مکارمُ الاخلاق، (لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۷ء)، ص: ۱۸۴

۳۴۔ ذکاء اللہ، مولوی، محاسن الاخلاق، (لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۷۵ء)، ص: ۴۱۷

۳۵۔ آزاد، محمد حسین، فلسفۂ الٰہیات، مرتب، آغا محمد طاہر، (لاہور: در مطبع گیلانی، ۱۹۲۶ء)، ص: ۵۴

۳۶۔ مرزا سجاد بیگ، پروفیسر، الاستدلال، (دہلی: محبوب المطابع، ۱۹۳۲ء)، ص: ۱۸

۳۷۔ ریاض الحسن، ایم۔اے، فلسفۂ جمال، (الٰہ آباد: ہندوستانی اکیڈمی، ۱۹۳۵ء)، ص: ۵۳

۳۸۔ عبدالقدوس، مولانا، امن کی بنیاد، فلسفۂ امن، از احمد حسن نقوی، (حیدرآباد دکن: مسعود پبلشنگ، ۱۹۴۷ء)، ص: ۱۸

۳۹۔ نقوی، احمد حسن، فلسفۂ امن، ص: ۱۳۶

۴۰۔ نقوی، ضامن، فلسفۂ نفس (حقیقت نفس کی تشریح)، (الٰہ آباد: ہندوستانی اکیڈمی، ۱۹۴۷ء)، ص: ۲۰

۴۱۔ میر ولی الدین، ڈاکٹر، فلسفہ کیا ہے؟، (دہلی: ندوۃ المصنفین اردو بازار، ۱۹۵۱ء)، ص: ۴۷

۴۲۔ محمد تقی، سید، نام کی تبدیلی کیوں؟، روح اور فلسفہ، (کراچی: سندھ اکیڈمی، طبع اول ۱۹۶۲ء)، ص: ۱۳۔۱۴

۴۳۔ محمد تقی، سید، روح اور فلسفہ، (کراچی: سندھ اکیڈمی، طبع اول ۱۹۶۲ء)، ص: ۱۵۳

۴۴۔ محمد تقی، سید، ابتدائیہ، منطق، فلسفہ اور سائنس، (کراچی: ادارۂ ذہن جدید، طبع اول، ۱۹۷۰ء)، ص: ۱۳

۴۵۔ محمد تقی، سید، منطق، فلسفہ اور سائنس، ص: ۳۰۲

۴۶۔ محمد تقی، سید، ماقبلیہ، تاریخ اور کائنات (میرا نظریہ)، (کراچی: ادارۂ ذہن جدید، ۱۹۷۴ء)، ص: ۱۲

۴۷۔ ایضاً، ص: ۱۶

۴۸۔ محمد تقی، سید، تاریخ اور کائنات (میرا نظریہ)، ص: ۶۴۔۶۵

۴۹۔ سعید احمد رفیق، حقیقت حسن، (کوئٹہ: قلات پبلشرز، طبع اول ۱۹۷۹ء)، ص: ۲۸

۵۰۔ سر سید احمد خان، سرسید کے فلسفیانہ مضامین (مقالاتِ سر سید۔ جلد سوم)، مرتب، مولانا محمد اسمٰعیل پانی پتی، (لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۸۴ء)، ص: ۲۳۳

۵۱۔ ظفر حسین خان، مآل و مشیت، (لاہور: نیشنل بک فاؤنڈیشن، ۱۹۸۹ء)، ص: ۵۶

۵۲۔ ناصر نصیر احمد، عرض مکرر، فلسفۂ حسن، (لاہور: فیروز سنز، طبع اول، ۱۹۹۰ء)، ص: ۵

۵۳۔ ناصر نصیر احمد، فلسفۂ حسن، ص: ۱۰۷

۵۴۔ سہیل عمر، محمد، دیباچہ، سرسید اور حالی کا نظریہ فطرت، از ڈاکٹر ظفر حسن، (لاہور: ادارۂ ثقافت اسلامیہ، طبع اول، ۱۹۹۰ء)، ص: ۹۔۱۰

۵۵۔ ظفر حسن، ڈاکٹر، سرسید اور حالی کا نظریہ فطرت، ص: ۲۱۸۔۲۱۹

۵۶۔ مجیدہ صابرہ، علم انسانیات (ایک مختصر تعارف)، (لاہور: اردو سائنس بورڈ، ۱۹۹۰ء)، ص: ۴۵

۵۷۔ افتخار حسین، آغا، ڈاکٹر، قوموں کی شکست و زوال کے اسباب کا مطالعہ، (لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۹۲ء)، ص: ۷۸۔۷۹

۵۸۔ مبارک علی، ڈاکٹر، تاریخ اور فلسفۂ تاریخ، (لاہور: فکشن ہاؤس، طبع دوم ۱۹۹۳ء)، ص: ۵۱

۵۹۔ قاضی جاوید، پاکستان میں فلسفیانہ رجحانات، (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۳ء)، ص: ۱۸۰

۶۰۔ محمود علی سڈنی، ڈاکٹر، فلسفہ، سائنس اور کائنات، (لاہور: نگارشات، ۱۹۹۵ء)، ص: ۷۹۔۸۰

۶۱۔ عبدالعزیز عُرفی، علم کی حقیقت، (کراچی: گیلانی پبلشرز، ۱۹۹۶ء)، ص: ۴۸

۶۲۔ جلالپوری، علی عباس، عام فکری مغالطے، (لاہور: تخلیقات، طبع پنجم، ۱۹۹۹ء)، ص: ۹۴

۶۳۔ جلالپوری، علی عباس، پیش لفظ، خرد نامہ جلالپوری، (لاہور: تخلیقات، ۲۰۰۰ء)، ص: ۱۱۔۱۲

۶۴۔ جلالپوری، علی عباس، خرد نامہ جلالپوری، ص: ۳۷

۶۵۔ جلالپوری، علی عباس، کائنات اور انسان، (لاہور: تخلیقات، طبع سوم، ۲۰۰۰ء)، ص: ۸۳

۶۶۔ یاسر جواد، روح، (لاہور: نگارشات، ۲۰۰۰ء)، ص: ۶۹۔۷۰

۶۷۔ روبینہ نازلی، پیش لفظ، علم الانسان (خزائن العرفان)، (اسلام آباد: پورب اکادمی، ۲۰۱۰ء)، ص: ۱۷

۶۸۔ روبینہ نازلی، علم الانسان (خزائن العرفان)، ص: ۲۷۷

۶۹۔ ناصر نصیر احمد، حرف اول و آخر، آرزوئے حسن، (لاہور: فیروز سنز، س۔ن)، ص: ۱۳

۷۰۔ یہ اقتباس کتاب کے فلیپ پر درج تحریر سے لیا گیا ہے۔

۷۱۔ ناصر نصیر احمد، آرزوئے حسن، ص: ۲۰۱

۷۲۔ آزاد، ابوالکلام، فلسفہ (اصول و مبادی کی روشنی میں)، مؤلف و مترجم محمد وارث کامل، (لاہور: مطبوعات چٹان، س۔ن)، ص: ۵

❁❁❁❁❁

ماحصل
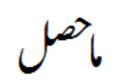
جیسا کہ میں نے ''مقدمہ'' میں بھی ذکر کیا کہ اس موضوع پر میرا کام کرنے کا مقصد اردو زبان کے احیاء کی کاوشوں میں اپنا حصہ شامل کرنا ہے۔ کسی بھی زبان کے فروغ اور ترقی کے لئے ضروری ہے کہ اس زبان کے بولنے والے اس میں موجود اپنے علمی سرمائے سے واقف ہوں۔ بدقسمتی سے عام لوگوں کے ساتھ ساتھ بہت سے اہل علم بھی اپنی زبان کے عظیم علمی سرمائے سے ناواقف اور بے خبر ہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ اس علمی سرمائے کو کھوج کر منظر عام پر لایا جائے۔ اس مقصد کے تحت جب میں نے کھوج شروع کی تو مجھے اردو زبان کی علمی و فلسفیانہ جڑیں ماضی میں بہت دور تک پھیلی ہوئی ملیں اور مجھے یہ خوشگوار حیرت ہوئی کہ اردو کا دامن متنوع فلسفیانہ موضوعات سے بھی مالا مال ہے۔

اردو میں علمی مسائل کے بیان کا آغاز سترہویں صدی سے ہی شروع ہو گیا تھا جس کا سہرا غیر ملکی عیسائی مشنریوں کے سَر ہے۔ ان عیسائی مشنریوں نے عبرانی، ولندیزی اور انگریزی زبانوں سے بائبل اور عیسائی مذہب کے دیگر مقدس متون کو اس عہد کی بڑی رواں اور براہ راست اردو میں ترجمہ کیا۔ اس کا ایک ثبوت Old Testament In Urdu کے عنوان سے بائبل کے پہلے حصے ''عہدنامۂ عتیق'' کا عبرانی زبان سے اردو میں ترجمہ ہے جو ۱۷۴۶ء میں شائع ہوا۔[۱] اس کا ایک نسخہ پنجاب بائبل سوسائٹی انارکلی لاہور میں حوالے کے ساتھ آج بھی موجود ہے۔ اس ضمن میں ابھی تحقیق کے دائرے کو مزید پیچھے لے کر جانے کی ضرورت ہے۔ بہرحال فلسفیانہ موضوعات پر کتب کے حوالے سے ہماری تحقیق کا دائرہ ۱۸۱۰ء سے ۲۰۱۰ء تک محیط ہے۔ اگر اس دوسو سالہ عہد پر نظر دوڑائیں تو ہمیں فلسفیانہ موضوعات پر بے شمار کتابیں ملتی ہیں جو اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ اردو زبان میں ابتداء ہی سے ایک علمی زبان بننے کی صلاحیت ہے۔ ۱۸۱۰ء میں فورٹ ولیم کالج کے تحت عربی فلسفہ وحکمت کی ایک معروف اور اہم کتاب ''اخوان الصفا'' کا اُردو ترجمہ شائع ہوا۔ اس کا جائزہ ہم عربی سے ترجمہ شدہ کُتب کے باب میں لے چکے ہیں۔ اس کی زبان کے تجزیے سے پتہ چلتا ہے کہ ایک اعلیٰ فلسفیانہ موضوع پر مبنی کتاب کو کس قدر براہ راست اور رواں اردو زبان میں منتقل کیا گیا ہے۔

انیسویں صدی کے وسط سے مغربی فلسفیانہ فکر باقاعدہ طور پر اردو میں بیان ہونے لگی جس کا سہرا دیگر کئی چیزوں کی طرح سرسید احمد خان اور ان رفقا کے سَر ہے۔ سرسید، حالی، مولوی ذکاءاللہ، نواب محسن الملک، وقارالملک اور دیگر اکابرین نے اردو زبان کو سماجی، سیاسی، اخلاقی اور فلسفیانہ موضوعات کے ساتھ ساتھ نئے پیرایہ اظہار اور اسالیب کے حوالے سے بہت وسعت دی۔ اس ضمن میں ''تہذیب الاخلاق'' میں چھپنے والے مضامین اس حقیقت کے آئینہ دار ہیں۔ سرسید کے اس دور کے فلسفیانہ مضامین پر مشتمل کتاب ''سرسید کے فلسفیانہ مضامین'' کے عنوان سے شائع ہو چکی ہے جس کا جائزہ ہم ''طبع زاد'' فلسفیانہ کُتب کے ذیل میں لے آئے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ فلسفۂ فطرت پر نواب محسن الملک کی کتاب ''نیچر ولا آف نیچر''[۲] بھی اسی دور میں منظر عام پر آئی۔ علاوہ ازیں ''فلسفۂ اخلاق'' پر مولوی ذکاءاللہ کی دو کتب ''مکارم الاخلاق'' اور ''محاسن الاخلاق'' بھی اسی عہد کی یادگار ہیں۔

دوسری طرف پنجاب میں ''انجمن پنجاب'' کے تحت پنجاب یونیورسٹی میں فلسفہ کے طلبہ کیلئے انگریزی سے منطق، فلسفۂ اخلاق اور فلسفہ کی دیگر شاخوں سے متعلق انگریزی سے کتب کے اردو میں آسان فہم تراجم شائع کئے گئے۔ اس کے علاوہ ان موضوعات پر طبع زاد کتب بھی تصنیف کرائی گئیں جن میں علم منطق پر ''مبادی الحکمۃ''، علم نفسیات یا فلسفۂ نفس پر ''مرأۃ الخیال'' (Mental Philosophy) وغیرہ، اسی طرح فلسفۂ اخلاقیات پر بھی کتب لکھوائی گئیں۔ مولوی نذیر احمد کی ''مبادی الحکمۃ'' کو حکومت کی طرف سے پانچ سو روپیہ انعام بھی دیا گیا۔ مولوی عبدالحق نے قاموس الکتب میں اس کے ایک ناقص الطرفین نسخے کی موجودگی کا ذکر کیا ہے جو کتب خانہ انجمن ترقی اردو کراچی میں موجود ہے۔ اس کا ایک صحیح الطرفین مکمل نسخہ کتب خانہ مجلس ترقی ادب لاہور میں موجود ہے جس کا تعارف، جائزہ اور مکمل حوالہ ہم طبع زاد فلسفیانہ کتب کے جائزے میں پیش کر آئے ہیں۔ مختصراً یہ کہ انیسویں صدی کے اختتام تک اردو میں فلسفیانہ نثر کی روایت مستحکم بنیادوں پر استوار ہو چکی تھی۔ اس ضمن میں تقریباً تمام نمائندہ کتب کا حوالہ یا تو ''تعارف وجائزے'' میں آ چکا ہے یا پھر ''ضمیمے'' میں، اس لئے ان کا یہاں ذکر تحصیل حاصل ہوگا۔

بیسویں صدی کے آغاز میں مولوی عبدالحق اور ان کے رفقاء نے اردو کو علمی زبان بنانے کے لئے عملی جدوجہد کو ایک تحریک کی صورت دی۔ انجمن ترقی اردو ہند کو فعال بنایا گیا اور حیدرآباد دکن ان سرگرمیوں کا مرکز ٹھہرا۔ اس ضمن میں اہم ترین کاوش بیسویں صدی کی پہلی دہائی میں ولیم جان ڈریپر (William John Dreaper) کی شہرۂ آفاق کتاب ''Conflict Between Science and Religion'' کا ''معرکۂ سائنس و مذہب'' کے عنوان سے اردو ترجمہ تھا۔ اس کے ساتھ ڈاکٹر سید عابد حسین، مولوی احسان احمد، عبدالباری ندوی، میر ولی الدین، عبدالماجد دریابادی، سید ذاکر حسین اور دیگر اکابرین نے مغربی زبانوں سے تراجم کے سلسلے میں گرانقدر خدمات انجام دیں۔ ۱۹۱۷ء میں حیدرآباد دکن میں ''جامعہ عثمانیہ'' کا قیام عمل میں آیا جس میں ذریعہ تعلیم ''اردو'' زبان قرار پایا۔ اس مقصد کے تحت دنیا کی تمام جدید اور بڑی زبانوں سے اعلیٰ علمی کتب کو اردو میں ترجمہ کرنے کے لئے ''دارالترجمہ عثمانیہ'' کی بنیاد رکھی گئی۔ اس میں ہندوستان بھر سے اہل علم کو اکٹھا کر کے انہیں بھاری معاوضے پر مترجم مقرر کیا گیا اور یوں اردو میں اعلیٰ علمی اور جدید موضوعات پر گرانقدر سرمایہ جمع ہو گیا۔ اردو کو علمی زبان بنانے کی جتنی منظم کاوش یہاں ہوئی وہ برصغیر پاک و ہند کے کسی اور خطے میں نہیں ہوئی۔ اردو زبان میں فلسفیانہ کتب کی روایت کی ابتداء اور اس کو مستحکم کرنے کے لئے فورٹ ولیم کالج، دہلی کالج، علیگڑھ تحریک، سائنٹفک سوسائٹی، انجمن پنجاب، انجمن ترقی اردو ہند، نفیس اکیڈمی حیدرآباد دکن (بعد ازاں کراچی، پاکستان)، دارالمصنفین اعظم گڑھ، مطبع منشی نول کشور لکھنؤ جیسے اداروں کے ساتھ ساتھ کچھ شخصیات نے انفرادی طور پر بھی اہم کردار ادا کیا۔ ۱۹۴۷ء میں تقسیم ہندوستان تک اردو زبان میں فلسفہ کے تمام بنیادی موضوعات مثلاً مابعدالطبیعیات، الٰہیات، اخلاقیات، جمالیات، منطق، منطق استقرائیہ، منطق استخراجیہ، فلسفۂ نفس، علم الکلام، علمیات، نتائجیت، فلسفۂ تاریخ، جدلیات، مادیت وغیرہ پر کتب منصۂ شہود پر آ چکی تھیں۔ جہاں تک تراجم کا تعلق ہے تو اردو میں سقراط، افلاطون، ارسطو، کانٹ، ڈیکارٹ، برکلے، برگساں، نٹشے، گوئٹے، برٹرینڈ رسل، ولیم جیمس، جان ڈیوی، ول ڈیورانٹ اور دیگر یونانی و مغربی فلاسفہ کی اہم فلسفیانہ تصانیف اردو میں منتقل ہو چکی تھیں۔ یہی صورتحال عربی، فارسی اور سنسکرت کی بھی ہے کہ ان

زبانوں کا قابل ذکر فلسفیانہ سرمایہ بھی اردو کے قالب میں منتقل کیا جا چکا تھا یا کیا جا رہا تھا۔علاوہ ازیں مغربی و مشرقی فلاسفہ اور ان کے نظریات پر تنقیدی و توضیحی کتب کی روایت بھی بہت پرانی ہے۔اس کے ساتھ ساتھ اہم بات یہ ہے کہ اردو میں فلسفیانہ موضوعات پر طبع زاد کتب کی روایت کی جڑیں بھی انیسویں صدی کے وسط تک پھیلی ہوئی ہیں ۔ان باتوں کی تصدیق مقالے میں کتب کے ''تعارف و جائزہ'' اور ''ضمیمہ'' سے ہو جاتی ہے۔تقسیم ہند کے بعد پاکستان اور ہندوستان میں یہ سلسلہ جاری رہا۔تقسیم کے بعد بابائے اردو مولوی عبدالحق پاکستان تشریف لے آئے اور انجمن ترقی اردو پاکستان کا صدر دفتر کراچی میں قائم کر کے پھر اسی تندہی سے اردو کی ترویج و ترقی میں مشغول ہو گئے۔حکومت پاکستان نے بھی اردو زبان کے فروغ،علوم اسلامیہ کے احیاء اور جدید علوم اس میں منتقل کرنے اور اسے سرکاری زبان بنانے کے حوالے سے وقتاً فوقتاً کئی ادارے قائم کئے مثلاً مجلس ترقی ادب لاہور، ادارۂ ثقافت اسلامیہ لاہور، اکادمی ادبیات پاکستان، مغربی پاکستان اردو اکیڈمی، (انجمن ترقی) مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد، نیشنل بک فاؤنڈیشن اسلام آباد، اردو سائنس بورڈ وغیرہ۔سرکاری اداروں کے علاوہ کئی نجی اداروں نے بھی اپنی تئیں بہت کام کیا۔

قیام پاکستان کے بعد بھی یہ فلسفیانہ روایت جاری رہی اور مختلف افراد خاموشی سے اس کی آبیاری میں اپنا خون جگر صرف کرتے رہے۔ایک طالب علم کی حیثیت سے میرے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوا کہ اردو میں فلسفیانہ نثر کی اتنی قدیم روایت اور اتنا وسیع سرمایہ ہونے کے باوجود یہ فلسفیانہ زبان کی حیثیت سے اپنا آپ تسلیم کیوں نہ کروا سکی؟اس کی کئی وجوہات ہیں جن پر بحث ایک الگ مقالے کی متقاضی ہے لیکن ایک آدھ بات کی وضاحت یہاں ضروری ہے۔

اردو زبان کو علمی و فلسفیانہ زبان بنانے کے لئے اجتماعی اور انفرادی دونوں طرح سے بہت کوششیں ہوئیں جن کی ابتداء انیسویں صدی کے وسط سے ہی ہو گئی تھی لیکن ایک ہی جائزے سے یہ بات بھی سامنے آ جاتی ہے کہ ان تمام کاوشوں، خواہ وہ انفرادی ہوں یا اجتماعی، شمالی ہند میں ہوں یا جنوبی ہند میں یا پھر قیام پاکستان کے بعد حکومت پاکستان کے ماتحت ہوں، ان میں باہمی رابطے کا فقدان واضح طور پر دکھائی دیتا ہے۔رابطے کے اسی فقدان کی بناء پر آج تک نہ تو اصطلاحات کا مسئلہ حل ہو سکا اور نہ ہی مغربی فلاسفہ کے اسماء کے ہجے کے حوالے سے کوئی مشترکہ لائحہ عمل اپنایا جا سکا۔صرف ایک مثال دے کر آگے چلیں گے۔ مغربی فلسفی Spynoza کے نام کے اردو میں مختلف ہجے ملاحظہ کیجئے:

اسپائی نوزا — اسپنوزا — سپائی نوزا

تقسیم ہند سے پہلے تو رابطے کا یہ فقدان سمجھ میں آتا ہے لیکن قیام پاکستان کے بعد ایک مرکز کے تحت ان مسائل کو حل کیوں نہیں کیا گیا؟ اگر قیام پاکستان کے فوراً بعد ایک مرکزی بورڈ بنا کر یہ تمام مسائل متفقہ طور پر حل کر لئے جاتے اور پھر اس کا اطلاق ہر قومی اور نجی ادارے پر ہوتا تو آج اردو کی نہ صرف علمی و فلسفیانہ بلکہ سرکاری حیثیت بھی مختلف ہوتی۔لیکن ہم آج تک ان معمولی مسائل سے ہی نہیں نکل سکے مثلاً یہ کہ EGO کو اردو میں ''ایغو'' لکھیں یا ''ا یگو'' اس کا ترجمہ ''خودی'' کریں یا ''انا''۔ہر ادارہ اور ہر مصنف اپنے اپنے اصول وضع کر کے انہی پر کاربند ہے۔اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قاری ان اصطلاحات اور بنیادی مسائل

میں اتنا الجھا کہ وہ ذہنی خلفشار کا شکار ہو کر یا تو انگریزی مطالعہ کی طرف راغب ہو گیا یا پھر اس نے علمی کتب کا مطالعہ ہی ترک کر دیا۔

آپ کو کتابوں کے ''تعارف'' میں زبان کے جائزے کے ضمن میں کچھ جملوں کی تکرار ملے گی۔مثلاً ''اصطلاحات کے علاوہ زبان صاف، براہ راست اور رواں ہے۔'' یہ جملہ رٹا رٹایا نہیں لکھا گیا بلکہ حقیقت پر مبنی ہے۔تقریباً ہر دوسری کتاب کی زبان صاف ہے اور مفہوم کا ابلاغ کرتی ہے لیکن جہاں اصطلاحات ہیں مفہوم عنقا ہو جاتا ہے۔اس کا مطلب یہ نہیں کہ اصطلاحات نہیں ہونی چاہئیں بلکہ مسئلہ یہ ہے کہ اصطلاحات میں اتنا تنوع نہیں ہونا چاہیے کہ ایک ہی موضوع کی تین کتابیں دیکھیں تو ان تینوں میں اس سے متعلقہ اصطلاحات مختلف ہوں۔قاری ایک موضوع کی اصطلاحات سمجھ کر دوسری کتاب کی جانب بڑھتا ہے تو اسی موضوع کی نئی اصطلاحات سے سامنا ہوتا ہے۔اصطلاح جتنی بھی مشکل ہو لیکن اگر وہ ایک متعین معنی کا ابلاغ کرتی ہو تو پھر کوئی مسئلہ پیش نہیں آتا۔

فلسفیانہ کتب کے جائزے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ انیسویں صدی کے آخر تک اردو زبان میں ہر قسم کے علمی و فلسفیانہ موضوعات کو بہ طریق احسن ادا کرنے کی صلاحیت پیدا ہو گئی تھی اور بیسویں صدی کی تیسری دہائی تک اس میں مشرق و مغرب کے نمایاں فلسفیانہ افکار بھی منتقل ہو گئے تھے گویا تکنیکی اعتبار سے یہ فلسفیانہ زبان کا درجہ حاصل کر چکی تھی۔ایسے میں اگر برصغیر پاک و ہند کا عالمی سطح کا کوئی بلند فکر مفکر اپنے فلسفیانہ افکار کا اظہار اس میں کر دیتا تو عالمی سطح پر بھی اس کی علمی اور فلسفیانہ حیثیت مسلم ہو جاتی۔اقبال اس عہد میں موجود تھے لیکن انہوں نے اپنے فلسفیانہ افکار کے اظہار کے لئے انگریزی کو ذریعہ اظہار بنایا۔اس کی بہت سی وجوہات ہوں گی لیکن میرا ذاتی خیال یہ ہے کہ اگر اقبال اردو کو اپنے ''خطبات'' کے لئے ذریعہ اظہار بناتے تو اردو کی فلسفیانہ حیثیت پر مہر تصدیق ثبت ہو جاتی اور آج اس کی علمی و فلسفیانہ حیثیت بہت مختلف ہوتی۔

آخر میں میرا خیال یہ ہے کہ اردو زبان میں وہ تمام خصوصیات اور بنیادی عناصر موجود ہیں جو کسی بھی اعلیٰ علمی اور فلسفیانہ زبان کے لئے ضروری ہوتے ہیں۔ضرورت اس امر کی ہے کہ اگر مرکزی سطح پر اصطلاحات، اسماء کے ہجے اور دیگر اہم امور پر ایک متفقہ اور مربوط لائحہ عمل طے کر کے پورے ملک میں اردو کے فروغ کے لئے سرگرم عمل تمام سرکاری اور غیر سرکاری اور اشاعتی اداروں میں نافذ کیا جائے اور کوئی ادارہ یا فرد اس دائرہ کار سے باہر نہ جا سکے تو اردو بہت جلد اپنی فلسفیانہ اور علمی حیثیت تسلیم کروا سکتی ہے۔اور جلد یا بدیر اسے کوئی ایسا مفکر بھی مل ہی جائے گا جو اپنے افکار سے اسے عالمی سطح پر روشناس کرا کے اس کی فلسفیانہ حیثیت تسلیم کرا لے گا۔

❁❁❁❁❁

حواشی و حوالہ جات

۱۔ کوثر، اے۔ ایچ، اُردو کی علمی ترقی میں سرسیّد اور اُن کے رُفقائے کار کا حصہ، (کراچی: لائبریری پروموشن بیورو، ۱۹۸۴ء)، ص:۲۱

اس تحقیقی مقالے کے پہلے باب میں فاضل مقالہ نگار نے سرسیّد تحریک سے قبل اُردو میں ہونے والے علمی کام کی تفصیل اور جائزہ پیش کیا ہے اور مذکورہ حوالہ اُسی سے لیا گیا ہے۔

۲۔ محسن الملک، نواب، نیچر و لاء آف نیچر، (لکھنؤ: مسلم بک ڈپو، س۔ن)

قاموس الکتب میں مولوی عبدالحق نے اس کا حوالہ درج کیا ہے کہ اس کا ایک نسخہ کتب خانہ جامعہ کراچی میں محفوظ ہے۔ میں نے بہت کوشش کی کہ لاہور میں اس کا کوئی نسخہ مل جائے لیکن کامیابی نہ ملی اس لئے اسے ضمیمے میں شامل کرنا پڑا۔

ضمیمہ

(ل) انگریزی سے فلسفیانہ تراجم

۱۔کوائف المنطق: مترجم، سکاٹ، ٹی۔جے (Scott, T.j)، لکھنؤ: امریکن مشن، ۱۸۷۹ء

موضوع: علم منطق کی مبادیات سے متعلق کتاب۔(کتب خانہ خاص انجمن ترقی اردو، کراچی)

۲۔رسالہ منہاج المنطق: از جے۔لینن (J. Lenin)، مترجم احمد رضا خان، لکھنؤ: مطبع نول کشور، ۱۸۸۱ء

موضوع: علم منطق پر ایک مختصر انگریزی کتاب کا اردو ترجمہ۔(لیاقت نیشنل لائبریری کراچی)

۳۔اصول منطق: مترجم، محمد میر سید، نام مطبع و شہر ندارد، ۱۸۸۴ء

موضوع: علم منطق کی مبادیات کو سمجھنے کے لئے اہم کتاب۔(لائبریری کا حوالہ نہیں مل سکا)

۴۔المنطق (The Logic): مترجم محمد علیم الدین، حیدرآباد دکن: ابو العلائی، ۱۸۹۸ء

موضوع: علم منطق کے مسائل کے حوالے سے ایک کتاب۔(کتب خانہ خاص انجمن ترقی اردو، کراچی)

۵۔مبادی علم انسانی (The Principles of Human Knowledge): برکلے (Barkeley)، مترجم، عبدالباری ندوی، اعظم گڑھ: مطبع معارف، ۱۹۲۴ء

موضوع: انسانی علم سے متعلق برکلے کی شہرہ آفاق کتاب کا ترجمہ۔(لمز لائبریری، خالد اسحٰق کولیکشن لاہور)

۶۔مکالمات برکلے (Barkeley's Dialogue): برکلے (Barkeley)، مترجم عبدالماجد دریابادی، اعظم گڑھ: مطبع معارف، ۱۹۲۶ء

موضوع: مذہب کی حمایت میں برکلے کے تین مکالمات کا اردو ترجمہ۔(لمز لائبریری، خالد اسحٰق کولیکشن لاہور)

۷۔منطق استقرائی (Inductive Logic): مترجم، پیرزادہ محمد حسین عارف، لاہور: انجمن پنجاب ۱۹۲۸ء

موضوع: علم منطق کی اہم شاخ منطق استقرائیہ پر ایک درسی کتاب۔(کتب خانہ مجلس ترقی ادب لاہور)

۸۔مکالماتِ جیمس (James's Dialogue): از ولیم جیمس (William James)، مترجم، سید وہاج الدین، حیدرآباد دکن: نظامتِ تعلیم، ۱۹۲۸ء

موضوع: مشہور امریکی فلسفی ولیم جیمس کے معروف مکالمات کا اُردو ترجمہ۔(قائداعظم لائبریری لاہور)

۹۔تاریخ فلسفۂ اسلام (History of Philosophy in Islam): مصنف، دی بوئر، ٹی۔جے (Deboer, T.J)، مترجم، مرزا محمد ہادی رسوا، حیدرآباد دکن: دارالطبع جامعہ عثمانیہ، ۱۹۲۹ء

موضوع: فلسفہ اسلام کی تاریخ پر انگریزی کتاب کا اردو ترجمہ۔(جی۔سی یونیورسٹی لائبریری لاہور)

۱۰۔کانٹ (Kant): لنڈ سے، مترجم، معتضد ولی الرحمٰن، الہ آباد: اے ڈی کتابستان، ۱۹۳۲ء

موضوع: عظیم جرمن فلسفی کانٹ کے تصورات کو سمجھنے کے لئے بنیادی کتاب۔ (کتب خانہ خاص انجمن ترقی اردو، کراچی)

۱۱۔افکارِ عصریہ: از آر کیس چارلس، مترجم نصیر احمد عثمانی، اعظم گڑھ: دار المصنفین، ۱۹۳۴ء

موضوع: اُس دور کے جدید مغربی فلسفیانہ افکار پر مبنی کتاب۔ (لائبریری کا حوالہ نہیں مل سکا)

۱۲۔فیدرس لائسس اور پروطاغورس (Pleadrus Lysis and Prota Goraus): افلاطون (Plato)، مترجم، مرزا محمد ہادی رسوا، حیدر آباد دکن: دار الطبع جامعہ عثمانیہ، ۱۹۳۴ء

موضوع: افلاطون کے ایک مشہور مکالمے کا اردو ترجمہ۔ (لائبریری کا حوالہ نہیں مل سکا)

۱۳۔علم الاخلاق (The Science of Ethics): سر سٹیفن لیزلی (Sir, Stephen Leslie)، مترجم مولوی احسان احمد، حیدر آباد دکن: دار الطبع جامعہ عثمانیہ، ۱۹۳۵ء

موضوع: فلسفۂ اخلاقیات سے متعلق افکار۔ (کتب خانہ مجلس ترقی ادب لاہور)

۱۴۔تاریخ اخلاقیات (A History of Ethics): ہنری سجوک (Henri Sidgwik)، مترجم، مولوی احسان احمد، حیدر آباد دکن: دار الطبع جامعہ عثمانیہ، ۱۹۳۵ء

موضوع: اخلاقیات کی تاریخ۔ (کتب خانہ مجلس ترقی ادب لاہور)

۱۵۔نظریہ خیر وشر کی پہلی کتاب (جلد دوم): ہسٹنگز راشڈال (Rashadall)، مترجم، خواجہ عبدالقدوس، حیدر آباد دکن: دار الطبع جامعہ عثمانیہ، ۱۹۳۸ء

موضوع: فلسفۂ اخلاقیات پر ایک کتاب۔ (لائبریری کا حوالہ نہیں مل سکا)

۱۶۔حکایات فلسفہ (The Story of Philosophy): ول ڈیورانٹ (Will Durant)، مترجم، مولوی احسان احمد، حیدر آباد دکن: دار الطبع جامعہ عثمانیہ، ۱۹۴۲ء

موضوع: فلسفہ کی تفصیلی تاریخ۔ اس کتاب کے موضوع کا عابد علی عابد کے ترجمے میں جائزہ لے آئے ہیں۔ (کتب خانہ مجلس ترقی ادب لاہور)

۱۷۔یقین وعمل: سیموئیل وائی کونٹ، مترجم، عبدالقدوس ہاشمی، حیدر آباد دکن: ادارۂ اشاعت اردو، ۱۹۴۳ء

موضوع: اخلاقیاتی دائرۂ کار پر ایک کتاب۔ (کتب خانہ عام انجمن ترقی اردو، کراچی)

۱۸۔بادشاہ (The Prince): از میکیاولی، مترجم، ڈاکٹر محمود حسین، دہلی: مکتبہ جامعہ، ۱۹۴۵ء

موضوع: مغرب کے مشہور سیاسی فلسفی میکیاولی کی فلسفۂ سیاست پر اہم تصنیف۔ (کتب خانہ عام انجمن ترقی اردو، کراچی)

۱۹۔ فکرِ سلیم کی تربیت (Clear Thinking): ہائی رچلس (Hy Ruchlis)، مترجم، غلام رسول مہر، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز (موسسہ مطبوعات فرینکلن)، ۱۹۶۵ء

موضوع: انسانی غور وفکر کی صلاحیت سے متعلق اہم کتاب۔ (قائداعظم لائبریری لاہور)

۲۰۔ آزادی (Freedom): اسٹورٹ جان مل، مترجم، سعید انصاری، نئی دہلی: ترقی اردو بورڈ، ۱۹۸۱ء

موضوع: تصورِ آزادی پر ایک اہم فکری کتاب۔ (کتب خانہ مجلس ترقی ادب لاہور)

۲۱۔ بھگوان، ایمان، انسان (انگریزی سے مختلف فلسفیانہ مضامین کا ترجمہ): مترجم، خالد سہیل، لاہور: طیب اقبال پرنٹرز رائل پارک، ۱۹۸۸ء

موضوع: رسل، ابراہیم میسو، ایرک فرام، ژاں پال سارتر+سیماں دی ژوار کے انگریز فلسفیانہ مقالات کا اُردو ترجمہ۔ (قائداعظم لائبریری لاہور)

۲۲۔ مضامین جمالیات: مؤلف ومترجم، فاخر حسین، لاہور: نگارشات، ۱۹۸۸ء

موضوع: جمالیات پر مختلف مفکرین کے انگریزی کے منتخب مقالات کا اردو ترجمہ۔ (قائداعظم لائبریری لاہور)

۲۳۔ وجودیت اور انسان دوستی: مترجم، قاضی جاوید، لاہور: بکس، ۱۹۹۰ء

موضوع: فلسفۂ وجودیت پر اہم کتاب۔ (لائبریری کا حوالہ نہیں مل سکا)

۲۴۔ رسل کے مضامین: برٹرینڈ رسل، مترجم، قاضی جاوید، مرتبہ نعیم احمد، لاہور: گورا پبلشرز، ۱۹۹۴ء

موضوع: رسل کے خالص فلسفیانہ فکر کے تراجم پر مبنی کتاب۔ (لمز لائبریری، خالد اسحٰق کولیکشن، لاہور)

۲۵۔ جدید دنیا میں روایتی اسلام: سید حسین نصر، مترجم، سجاد باقر رضوی، لاہور: ادارۂ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۹۶ء

موضوع: عصر حاضر میں اسلامی تعلیمات، نظریات اور افکار کے تجزیے سے اُن کے احیاء کی کوشش۔ (لمز لائبریری، خالد اسحٰق کولیکشن، لاہور)

۲۶۔ یونانی فلسفہ (Greek Philosophy): سٹیس، ڈبلیو۔ بی (Stace, W.B)، مترجم، جاوید نواز، لاہور: نگارشات، ۱۹۹۸ء

موضوع: فلسفہ یونان اور قدیم یونانی فلسفیوں کے افکار کا جائزہ۔ (جی۔ سی یونیورسٹی لائبریری لاہور)

۲۷۔ اسلام اور جدیدیت: از ڈاکٹر فضل کریم، مترجم محمد کاظم، لاہور: مشعل، ۱۹۹۸ء

موضوع: جدیدیت اور اسلام کے حوالے سے ڈاکٹر فضل کریم کی کتاب کا اردو ترجمہ۔ (قائداعظم لائبریری لاہور)

۲۸۔ رسل کی بنیادی تحریریں: از برٹرینڈ رسل (Bertrand Russell)، مترجم، ریاض احمد، لاہور: مشعل، ۱۹۹۹ء

موضوع: بیسویں صدی کے عظیم انگریز فلسفی کی چند اہم اور بنیادی تحریروں کا اردو ترجمہ۔ (لمز لائبریری، خالد اسحٰق کولیکشن، لاہور)

۲۹۔مہا بھارت: آر۔کے نرائن،مترجم،نعیم احسن،لاہور: نگارشات،۱۹۹۹ء

موضوع: عظیم ہندی رزمیہ کا اردو روپ۔(لمز لائبریری،خالد اسحٰق کولیکشن،لاہور)

۳۰۔آپ سوچتے کیوں نہیں؟: مرتب ومترجم،شہزاد احمد،لاہور:سنگ میل پبلی کیشنز،۲۰۰۱ء

موضوع: جدید سائنسی طرزِ فکر سے متعلق مغربی مفکرین کے مقالات کا اُردو ترجمہ۔(لمز لائبریری،خالد اسحٰق کولیکشن،لاہور)

۳۱۔نظریہ ارتقا۔۔۔ایک فریب: مصنف ہارون یحیٰی،مترجم تصدق حسین راجا،لاہور: ادارۂ اسلامیات،۲۰۰۲ء

موضوع: چارلس ڈارون کے نظریہ ارتقا کا قرآنی تصورِ حیات کے تناظر میں جواب۔(قائداعظم لائبریری لاہور)

۳۲۔منو دھرم شاستر: مصنف،منو،مترجم،ارشد علی راز،لاہور: نگارشات،۲۰۰۳ء

موضوع: ہندوؤں کے فلسفہ سیاست سے متعلق۔(لمز لائبریری،خالد اسحٰق کولیکشن،لاہور)

۳۳۔برٹرینڈ رسل کے تشکیکی مضامین: برٹرینڈ رسل (Bertrand Russell)،مترجم،حسین بن خامس،لاہور: فکشن ہاؤس،۲۰۰۷ء

موضوع: تشکیکی مضامین پر مبنی رسل کی خالص فلسفیانہ کتاب کا ترجمہ۔(لمز لائبریری،خالد اسحٰق کولیکشن،لاہور)

۳۴۔فکر جدید کے سانچے: ڈاؤنز رابرٹ بی،مترجم،مہر غلام رسول،لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز،س۔ن

موضوع: جدید مغربی فلسفیانہ افکار پر مبنی کتاب۔(قائداعظم لائبریری لاہور)

۳۵۔مارکسی فلسفہ: سٹالن جوزف،مترجم،سجاد ظہیر،لاہور: پیپلز پبلی کیشنز،س۔ن

موضوع: کارل مارکس کے فلسفہ کی تفہیم کے لئے اہم کتاب۔(قائداعظم لائبریری لاہور)

۳۶۔سرمایۂ افکار: مؤلف ومترجم،سعید اختر،لائل پور: طارق اکیڈمی،س۔ن

موضوع: اعلیٰ علمی وفکری مسائل پر کتاب۔(جی۔سی یونیورسٹی لائبریری لاہور)

۳۷۔فلسفۂ وجودیت: کرکیگارڈ۔ہائیڈگر،مترجم،ن۔م ندارد،کراچی: شعبۂ تصنیف وتالیف وترجمہ جامعہ کراچی،س۔ن

موضوع: وجودیت کے تصور کو واضح کرنے والی ایک اہم کتاب۔(لائبریری کا حوالہ نہیں مل سکا)

۳۸۔فلسفہ کے دائمی مسائل (بارکلے،کانٹ،نیٹشے): مصنف،ن۔م ندارد،مترجم،قاضی عبدالقادر،کراچی: شعبۂ تصنیف وتالیف وترجمہ جامعہ کراچی،س۔ن

موضوع: عظیم فلسفیوں کے بنیادی افکار کی تشریح۔(لائبریری کا حوالہ نہیں مل سکا)

۳۹۔مغرب کے سیاسی فلسفی: مرتبہ مارس کرینسٹن،مترجم،ظہیر الحسن جاوید،لاہور: فیروز سنز،س۔ن

موضوع: مغرب کے عظیم فلسفیوں کے سیاسی افکار کے جائزے اور تجزیہ پر مبنی مقالات کا مجموعہ۔اس میں افلاطون،ارسطو،اکوینس،میکاؤلی،ہابز،لاک،روسو،برک،ہیگل،مارکس اور جان اسٹورٹ کے سیاسی افکار سے متعلق مقالات شامل ہیں۔(قائداعظم لائبریری لاہور)

۴۰۔مذہب، تہذیب موت: فرائڈ، مترجم ومرتب، شہزاد احمد، لاہور: مکتبہ کارواں، س۔ن

موضوع: مشہور ماہر نفسیات کے فلسفیانہ افکار پر مبنی کتاب۔(کتب خانہ مجلس ترقی ادب لاہور)

۴۱۔بدھ مت (تاریخ، عقائد، فلسفہ): مصنف، رابرٹ، وین ڈی وئیر، مترجم، نام ندارد، لاہور: بک ہوم، س۔ن

موضوع: بدھ مت کی تاریخ، ارتقاء اور عقائد وافکار اور فلسفہ سے متعلق اہم تصنیف۔(لمز لائبریری، خالد اسحٰق کولیکشن، لاہور)

۴۲۔فلسفہ کے دائمی مسائل (The Persistent Problems of Philosophy): کالپینز، ایم۔ڈبلیو (Calpins, M.W)، مترجم، مولوی احسان احمد، (غیر شائع شدہ)

موضوع: فلسفہ کے اہم اور بنیادی موضوعات کی تفہیم وتوضیح۔

(ب) عربی، فارسی، ہندی وغیرہ سے فلسفیانہ تراجم

(عربی کتب)

۱۔حجۃ اللہ البالغۃ: شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، مترجم علامہ ابو محمد عبدالحق صاحب حقانی، کراچی: نور محمد اصح المطابع وکارخانہ تجارت کتب، ۱۳۰۲ھ (۱۸۸۵ء)

موضوع: شاہ ولی اللہ نے اس کتاب میں مسائل شرعیہ کو کھول کر بیان کیا اور ان کی وضاحت کی ہے۔اس کتاب کے اور بھی بہت سے تراجم ہو چکے ہیں جو تقریباً ہر لائبریری میں مل جاتے ہیں۔(قائد اعظم لائبریری لاہور)

۲۔الملل والنحل (اول۔دوم): ابو محمد علی بن احمد بن حزم اندلسی، مترجم، عبداللہ العمادی، حیدرآباد دکن: دارالطبع جامعہ عثمانیہ، ۱۹۲۸ء

موضوع: فلسفہ وحکمت پر اہم عربی کتاب کا اردو ترجمہ۔(کتب خانہ خاص انجمن ترقی اردو، کراچی)

۳۔ابن خلدون: ڈاکٹر طہٰ حسین، مترجم، مولانا عبدالسلام ندوی، لاہور: گلوب پبلشرز، ۱۹۴۰ء

موضوع: عظیم مسلمان مؤرخ، ماہر عمرانیات اور مفکر ابن خلدون کے سوانح اور کارناموں سے متعلق ڈاکٹر طہٰ حسین کے پی ایچ۔ڈی کے مقالے کا عربی سے اردو ترجمہ۔(لمز لائبریری، خالد اسحٰق کولیکشن، لاہور)

۴۔فلسفیوں کے خواب (احلام الفلاسفۃ، از سلامہ موسیٰ مصری): مترجم، عبدالوہاب ظہوری، حیدرآباد دکن: نفیس اکیڈمی، ۱۹۴۶ء

موضوع: معروف فلسفیوں کے افکار کے حوالے سے کتاب۔(کتب خانہ عام انجمن ترقی اردو، کراچی)

۵۔مباحث مشرقیہ (جلد دوم): امام رازی، مترجم، حکیم سید عبدالباقی، حیدرآباد دکن: دارالطبع جامعہ عثمانیہ، ۱۹۵۰ء

موضوع: امام رازی کے فکر وفلسفہ پر مبنی کتاب کا ترجمہ۔(کتب خانہ مجلس ترقی ادب لاہور)

۶۔کتاب الروح: علامہ حافظ ابن قیم، مترجم، مولانا راغب رحمانی، کراچی: نفیس اکیڈمی، ۱۹۶۵ء

موضوع: فلسفۂ روح سے متعلق ایک بہت اہم عربی کتاب کا اردو ترجمہ۔(لمز لائبریری، خالد اسحٰق کولیکشن، لاہور)

۷۔مسلمانوں کے عقائد وافکار (مقالات الاسلامین) (جلد اول، دوم): علامہ ابوالحسن اشعری، مترجم، مولانا محمد حنیف ندوی، لاہور: ادارۂ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۷۰ء

موضوع: مسلمانوں کے افکار وفلسفہ کی تاریخ دو جلدوں میں۔ (قائداعظم لائبریری لاہور)

۸۔تلاشِ حق: امام غزالی، مترجم، خالد حسن قادری، لاہور: محکمہ اوقاف پنجاب، ۱۹۷۱ء

موضوع: امام غزالی کی فکری آپ بیتی ''المنقذ من الضلال'' کا اردو ترجمہ (اس کے ایک ترجمے کا ہم جائزہ لے آئے ہیں)۔ (قائداعظم لائبریری لاہور)

۹۔اسلام اور جدید مادی افکار: سید محمد قطب، مترجم، سجاد احمد کاندھلوی، لاہور: اسلامک پبلی کیشنز، طبع اول ۱۹۷۷ء، طبع دوم ۱۹۸۱ء

موضوع: جدید مادی نظریات کے تناظر میں اسلام اور اس کی تعلیمات کی حقانیت ثابت کرنے کی ایک کاوش۔ (قائداعظم لائبریری لاہور)

۱۰۔فتوحات مکیہ (جلد اول): محی الدین ابن عربی، مترجم، صائم چشتی، فیصل آباد: علی برادران، ۱۹۸۶ء

فتوحات مکیہ (جلد دوم): محی الدین ابن عربی، مترجم، صائم چشتی، فیصل آباد: علی برادران، س۔ن

فتوحات مکیہ (جلد سوم): محی الدین ابن عربی، مترجم، صائم چشتی، فیصل آباد: علی برادران، ۱۹۹۱ء

فتوحات مکیہ، (جلد چہارم): محی الدین ابن عربی، مترجم، صائم چشتی، فیصل آباد: چشتی کتب خانہ، ۱۹۹۲ء

فتوحات مکیہ (جلد اول): محی الدین ابن عربی، مترجم، مولوی محمد فضل خان، لاہور: تصوف فاؤنڈیشن، ۱۹۹۹ء

موضوع: عظیم عرب مفکر محی الدین عربی کی تصوف اور روحانیت پر بے مثال کتاب کا اردو ترجمہ۔ (لمز لائبریری، خالد اسحٰق کولیکشن، لاہور)

۱۱۔مکاشفۃ القلوب: ابو حامد محمد بن محمد الغزالی، مترجم، مولانا محمد عطاء اللہ، لاہور: مکتبہ اسلامیات، ۱۹۸۶ء

موضوع: امام غزالی کی اسلام کی اخلاقی تعلیمات پر ایک جامع کتاب۔ (قائداعظم لائبریری لاہور)

۱۲۔عبقات: شاہ اسمٰعیل شہید، مترجم، علامہ سید مناظر احسن گیلانی، لاہور: مقبول اکیڈمی، ۱۹۸۸ء

موضوع: الٰہیات اور حیات وکائنات سے متعلق خالص علمی وفلسفیانہ کتاب۔ (لمز لائبریری، خالد اسحٰق کولیکشن، لاہور)

۱۳۔فلسفہ عروج وزوال اقوام: لیبان، مترجم، عبدالسلام ندوی، لاہور: تخلیقات، ۱۹۹۸ء

موضوع: قوموں کے عروج وزوال کے اسباب کا فلسفیانہ مطالعہ۔ (قائداعظم لائبریری لاہور)

۱۴۔فصوص الحکم: محی الدین ابن عربی، مترجم، محمد برکت اللہ لکھنوی، لاہور: تصوف فاؤنڈیشن، ۱۹۹۹ء

موضوع: قرآن حکیم میں مذکور انبیاء علیہ السلام کے حوالے سے حکمت الٰہیہ کا بیان، تصوف کے حوالے سے اہم کتاب ہے۔ (قائداعظم لائبریری لاہور)

۱۵۔فتوح الغیب: شیخ عبدالقادر جیلانی، مترجم، مولانا محمد ادریس، لاہور: دارالشعور، ۲۰۰۹ء

موضوع: اخلاقی مسائل اور تکمیل کردار وشخصیت کے حوالے سے شیخ عبدالقادر جیلانی کی تعلیمات کا خلاصہ۔ (قائداعظم لائبریری لاہور)

۱۶۔ہدایۃ الحکمۃ: اثیرالدین مفضل بن عمر الابہریؒ، مترجم، ابوسعید محمد مرتضیٰ، کراچی: سعید اینڈ کمپنی، س۔ن

موضوع: حکمت وفلسفہ کی مشہور کتاب ''میبذی'' کے متن کا آسان ترجمہ وتشریح۔ (لمز لائبریری، خالد اسحٰق کولیکشن، لاہور)

۱۷۔عزیز القلوب: امام غزالی، مترجم، شیخ عبدالہادی، لاہور: کتب خانہ اسلامیہ وتاجران کتب، س۔ن

موضوع: اسلام کی روحانی اور اخلاقی تعلیمات پر کتاب۔ (قائداعظم لائبریری لاہور)

۱۸۔تہافتہ الفلاسفہ: امام غزالی، مترجم، ڈاکٹر میر ولی الدین، آندھرا پردیش: انسٹی ٹیوٹ آف انڈ وِڈل ایسٹ کلچرل اسٹڈیز، س۔ن

موضوع: اس کتاب کے دیگر تراجم کا ہم جائزہ لے آئے ہیں۔ (کراچی یونیورسٹی لائبریری)

۱۹۔مقدمہ ابن خلدون: ابن خلدون، مترجم، حسن خان یوسفی، کراچی: ؟؟؟؟، س۔ن

موضوع: ابن خلدون کی معروف کتاب کا اردو ترجمہ۔ (قائداعظم لائبریری لاہور)

۲۰۔غزالی کا تصورِ اخلاق: مترجم، نورالحسن خان، لاہور: المکتبہ العلمیہ، س۔ن

موضوع: اسلام کی اخلاقی تعلیمات کے حوالے سے غزالی کی کتاب۔ (قائداعظم لائبریری لاہور)

۲۱۔اسفارِ اربعہ (جلد سوم): ملاصدرا، مترجم، مولانا ابواعلیٰ مودودی، غیر شائع شدہ

اسفارِ اربعہ (جلد چہارم): ملاصدرا، مترجم، میرک شاہ، غیر شائع شدہ

موضوع: اس کے حصہ اول کی پہلی دو جلدوں میں موضوع کا جائزہ ہم پیش کر آئے ہیں۔

(فارسی کتب)

۲۲۔کیمیائے سعادت: امام غزالی، مترجم، نائب نقوی، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، طبع اول ۱۹۵۹ء

کیمیائے سعادت: امام غزالی، مترجم، محمد سعیدالرحمٰن علوی، لاہور: مکتبۂ رحمانیہ، س۔ن

موضوع: تصوف اور فلسفۂ اخلاقیات (اسلامی) پر امام غزالی کی معروف فارسی کتاب کا اردو ترجمہ۔ (قائداعظم لائبریری لاہور)

۲۳۔اثباتِ وجودِ خدا: آیت اللہ حسین نوری، مترجم، اسد علی شجاعتی، کراچی: دارالثقافتہ الاسلامیہ، ۱۹۹۲ء

موضوع: وجودِ باری تعالیٰ کا اثبات فلسفیانہ وعقلی دلائل سے۔ (لمز لائبریری، خالد اسحٰق کولیکشن، لاہور)

۲۴۔کشف المحجوب: شیخ علی بن عثمان ہجویریؒ المعروف داتا گنج بخش، مترجم، سید محمد فاروق القادری، لاہور: تصوف فاؤنڈیشن، ۱۹۹۸ء

کشف المحجوب: شیخ علی بن عثمان ہجویریؒ المعروف داتا گنج بخش، مترجم، مولوی فیروزدین، لاہور: فیروزسنز، س۔ن

کشف المحجوب: شیخ علی بن عثمان ہجویریؒ المعروف داتا گنج بخش، مترجم، قاری حبیب احمد، لاہور: نشریات اسلام، س۔ن

موضوع: معروف صوفی بزرگ علی بن عثمان الھجویری کی تصوف اور فلسفہ اخلاقیات پر فارسی تصنیف کا اردو ترجمہ۔(لمز لائبریری، خالد اسحٰق کولیکشن، لاہور) (قائداعظم لائبریری لاہور)

۲۵۔اسلام اور کائنات: علامہ مطہری، نام مترجم ندارد، لاہور: ادارۂ منہاج الصالحین، ۲۰۰۰ء

موضوع: اسلام کے تصورِ کائنات پر ایک فارسی تصنیف کا اردو ترجمہ۔(قائداعظم لائبریری لاہور)

۲۶۔یوگ درشن: پتنجلی مہارشی، مترجم، پنڈت جگدیش چند، لاہور: راج پال اینڈ سنز، ۱۹۳۳ء

موضوع: ہندی فلسفہ و حکمت کے حوالے سے کتاب۔(کتب خانہ عام انجمن ترقی اردو، کراچی)

۲۷۔مہابھارت: مترجم، منشی دوارکا پرشاد، لاہور: لالہ رام دیتہ مل اینڈ سنز، ۱۹۳۳ء

موضوع: ہندی رزمیہ ''مہابھارت'' کا اردو ترجمہ۔(لائبریری کا حوالہ نہیں مل سکا)

۲۸۔برہچریہ: مترجم، لالہ رام ورما پرس، لاہور: بھاٹیہ اینڈ کمپنی، ۱۹۴۱ء

موضوع: برہچریہ فلسفہ کے مبادیات اور اہم پہلوؤں کو سمجھنے کے لئے اہم کتاب۔(کتب خانہ عام انجمن ترقی اردو، کراچی)

(ج) مغربی اور ہندی فلسفہ پر تنقیدی و توضیحی کتب

۱۔مسئلہ اختیار: مرلی دھر رائے، حیدرآباد دکن: مطبع گلزار، ۱۳۰۲ھ (۱۸۸۵ء)

موضوع: مسئلہ جبر و قدر پر ہندو نقطۂ نظر سے بحث۔(کتب خانہ عام انجمن ترقی اردو، کراچی)

۲۔رسالۂ فلسفہ: بہادر بابو، لکھنؤ: بشمبھر دیال پریس، ۱۹۰۱ء

موضوع: فلسفیانہ مسائل پر ایک اہم کتاب۔(لائبریری کا حوالہ نہیں مل سکا)

۳۔سائنس و کلام: محمد قیام الدین، عبدالباری، لکھنؤ: فرنگی محل، ۱۳۲۳ھ (۱۹۰۵/۰۶ء)

موضوع: سائنسی تصورات اور مذہب کے تقابل پر کتاب۔(کتب خانہ خاص انجمن ترقی اردو، کراچی)

۴۔منطق استخراجی و استقرائی: مؤلف، عبدالماجد، حیدرآباد دکن: دارالطبع جامعہ عثمانیہ، ۱۹۱۹ء

موضوع: فلسفہ منطق کی دو اہم شاخوں منطق استقرائیہ و استخراجیہ پر تنقیدی و توضیحی کتب۔(کتب خانہ مجلس ترقی ادب لاہور)

۵۔نیٹشے: مظفر الدین ندوی، اعظم گڑھ: دارالمصنفین، ۱۹۲۱ء

موضوع: عظیم جرمن شاعر نیٹشے کے سوانح و افکار سے متعلق اہم کتاب۔(کتب خانہ کراچی یونیورسٹی)

۶۔نظریہ اضافیت: منہاج الدین، امرتسر: غلام یٰسین شیخ روز بازار، ۱۹۲۵ء

موضوع: نظریہ اضافیت پر فلسفیانہ اور اسلامی نقطۂ نظر سے بحث۔(کتب خانہ عام انجمن ترقی اردو، کراچی)

۷۔مبادی فلسفہ: میر حسن الدین، حیدرآباد دکن: مکتبہ ابراہیمیہ، ۱۹۲۸ء

موضوع: فلسفہ کے بنیادی مباحث پر اہم کتاب۔(لیاقت نیشنل لائبریری کراچی)

۸۔فلسفۂ برگساں: میر حسن الدین، حیدرآباد دکن: مکتبہ ابراہیمیہ، ۱۹۲۸ء

موضوع: برگساں کے فلسفہ وفکر کو اجاگر کیا گیا ہے۔(لیاقت نیشنل لائبریری کراچی)

۹۔ابطال مادیت: میر ولی الدین، حیدرآباد دکن: شمس المطاع مشین پریس، ۱۳۵۴ھ(۱۹۳۵/۳۶ء)

موضوع: فلسفۂ مادیت کے حوالے سے تنقیدی کتاب۔(کتب خانہ خاص انجمن ترقی اردو، کراچی)

۱۰۔کشف حقیقت: شری شنکرا چاریہ، مترجم، پنڈت نرل چندرا، اوکاڑہ: سعید گیان پبلشنگ پریس، ۱۹۳۶ء

موضوع: ہندی فلسفۂ عرفان سے متعلق کتاب۔(کتب خانہ عام انجمن ترقی اردو، کراچی)

۱۱۔ہیگل کا فلسفہ: عزیز ہندی، لاہور: اقبال اکیڈمی، ۱۹۴۳ء

موضوع: عظیم مغربی فلسفی ہیگل کے دقیق افکار کی توضیح۔(کتب خانہ عام انجمن ترقی اردو، کراچی)

۱۲۔ہیگل، مارکس اور اسلامی نظام: مظہر الدین صدیقی، لاہور: دین محمدی پریس، ۱۹۴۳ء

موضوع: ہیگل اور مارکس کے فلسفیانہ افکار اور اسلامی تصورات کا تقابلی جائزہ۔(کتب خانہ خاص انجمن ترقی اردو، کراچی)

۱۳۔ہزار سال پہلے ہند، چین اور اسلامی ممالک کے تہذیبی وتمدنی مشاہدات: مناظر احسن گیلانی، دیوبند: انجمن ثمرۃ الترتیب، ۱۳۶۹ھ(۱۹۵۰ء)

موضوع: اسلامی ممالک اور ہندو چین کے قدیم تہذیبی اور تمدنی آثار کا تجزیہ۔(قائداعظم لائبریری لاہور)

۱۴۔برٹرینڈ رسل (زندگی اور افکار): قاضی جاوید، لاہور: نگارشات، ۱۹۸۶ء

موضوع: مشہور انگریزی فلسفی کی زندگی اور فلسفیانہ افکار کا جائزہ۔(لمز لائبریری، خالد اسحٰق کولیکشن، لاہور)

۱۵۔عطرِ فلسفہ: اسحٰق خان، میرٹھ: اعزاز پریس، ۱۹۸۶ء

موضوع: فلسفہ کے مباحث اور فلسفیانہ افکار۔(کتب خانہ خاص انجمن ترقی اردو، کراچی)

۱۶۔مشاہیر ادب یونانی (قدیم دور): مصنف محمد سلیم الرحمٰن، لاہور: قوسین، ۱۹۹۲ء

موضوع: قدیم یونانی فلسفیوں اور شاعروں کے حالات زندگی اور ادبی وفلسفیانہ کارناموں کا مختصر بیان۔(قائداعظم لائبریری لاہور)

۱۷۔ہندو صنمیات: ڈاکٹر مہر عبدالحق، ملتان: بیکن بکس، ۱۹۹۳ء

موضوع: ہندو دیومالا کے مطابق ہندو دیوتاؤں کی تفصیل، افکار اور تصاویر۔(لمز لائبریری، خالد اسحٰق کولیکشن، لاہور)

۱۸۔شذرات فلسفہ: جاوید اقبال ندیم، لاہور: وکٹری بک بنک، ۱۹۹۳ء

موضوع: مختلف فلسفیانہ مباحث۔(قائداعظم لائبریری لاہور)

۱۹۔اسلام اور اشتراکیت: مسعود عالم ندوی، لاہور: ادارۂ معارف اسلامی، ۱۹۹۳ء

موضوع: اسلام اور فلسفۂ اشتراکیت کا تقابلی مطالعہ۔(قائداعظم لائبریری لاہور)

۲۰۔ادب،فلسفہ اور وجودیت: شیما مجید،نعیم احسن (مرتبین)،لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز،۱۹۹۵ء

موضوع: فلسفۂ وجودیت اور ادب کے حوالے سے مختلف مقالات کا مجموعہ۔(قائداعظم لائبریری لاہور)

۲۱۔ارمغانِ وید (پران اور شاستر کی روشنی میں): عبدالرحمٰن صدیقی،لاہور: دارالتذکیر،۱۹۹۵ء

موضوع: ہندی فلسفہ وحکمت کے اہم ماخذ''وید'' کے افکار پر علمی وفکری بحث۔(لمز لائبریری،خالد اسحٰق کولیکشن،لاہور)

۲۲۔فلسفے کی ماہیت: ڈاکٹر نعیم احمد،لاہور: ادارۂ تالیف وترجمہ پنجاب یونیورسٹی،۱۹۹۷ء

موضوع: مختلف فلسفیانہ موضوعات پر مقالات اور مباحث۔(جی۔سی یونیورسٹی لائبریری لاہور)

۲۳۔گوتم بدھ (زندگی اور افکار): محمد حفیظ سید،لاہور: آزاد انٹر پرائزز،۱۹۹۸ء(اشاعت قدیم:۱۹۴۲ء)

موضوع: گوتم بدھ کے افکار وتعلیمات اور سوانح کا مختصر جائزہ۔(لمز لائبریری،خالد اسحٰق کولیکشن،لاہور)

۲۴۔جدیدیت اور مابعد جدیدیت (ایک ادبی وفلسفیانہ مخاطبہ): ضمیر علی بدایونی،کراچی: فضلی سنز،۱۹۹۹ء

موضوع: جدیدیت اور مابعد جدیدیت کے فلسفیانہ اور ادبی پہلوؤں پر فکری بحث۔(قائداعظم لائبریری لاہور)

۲۵۔فلسفیانہ مطالعے: عطیہ سید،لاہور: اردو اکیڈمی،۱۹۹۹ء

موضوع: مختلف فلسفیانہ موضوعات پر مقالات کا مجموعہ۔(لمز لائبریری،خالد اسحٰق کولیکشن،لاہور)

۲۶۔جبیرِ عقل وخرد (سقراط): محمد اسلم گورداسپوری،لاہور: دستاویزات مطبوعات،۱۹۹۹ء

موضوع: قدیم یونانی فلسفی''سقراط'' کے افکار کی تشریح وتوضیح پر مبنی کتاب۔(قائداعظم لائبریری لاہور)

۲۷۔فلسفیوں کا انسائیکلوپیڈیا: مؤلف ومترجم،یاسر جواد،لاہور: بک ہوم،۲۰۰۵ء

موضوع: قدیم وجدید اور شرقی ومغربی فلاسفہ سے متعلق ایک حوالہ جاتی کتاب۔(قائداعظم لائبریری لاہور)

۲۸۔مابعد جدیدیت: وہاب اشرفی،اسلام آباد: پورب اکادمی،۲۰۰۷ء

موضوع: مابعد جدیدیت کا فکری تجزیہ۔(قائداعظم لائبریری لاہور)

۲۹۔بھگوت گیتا (دیہاتی پستک بھنڈار): کشور داس+ کرشن داس،دہلی: چاوڑی بازار،س۔ن

موضوع: ہندی فلسفہ وحکمت کے اہم ماخذ بھگوت گیتا پر توضیحی کتاب۔(لائبریری کا حوالہ نہیں مل سکا)

۳۰۔فلسفہ کی تعلیم گزشتہ اور موجودہ: عبدالماجد دریابادی،لکھنؤ: الناظر بک ایجنسی،س۔ن

موضوع: مختلف فلسفیانہ افکار،موضوعات اور مکاتبِ فکر پر ایک معلوماتی کتاب۔(لائبریری کا حوالہ نہیں مل سکا)

۳۱۔بھگوان کیا ہیں؟: شری جیدیال جی،لاہور: نرائن داس سہگل اینڈ سنز،س۔ن

موضوع: ہندوؤں کے تصورِ بھگوان پر ایک کتاب۔(لائبریری کا حوالہ نہیں مل سکا)

۳۲۔زمان ومکان: وزیر حسن عابدی،لاہور: ادارہ شناسائی،س۔ن

موضوع: فلسفۂ مابعد الطبیعیات کے اہم موضوعات زمان ومکان پر اہم کتاب۔(قائداعظم لائبریری لاہور)

۳۳۔مصباح المنطق: فخر الدین جعفری، بنارس: سلیمانی کتب پریس، س۔ن

موضوع: علم منطق پر ابتدائی کتب میں سے ایک۔ (کتب خانہ اردو کالج کراچی)

۳۴۔مبادیات فلسفہ: مصنفین، ڈاکٹر عبدالخالق، پروفیسر یوسف شیدائی، لاہور: اظہار سنز، س۔ن

موضوع: فلسفہ کے بنیادی مباحث پر درسی کتاب۔ (جی۔سی یونیورسٹی لائبریری لاہور)

(د) فلسفہ اسلام اور مسلمان مفکرین سے متعلق تنقیدی و توضیحی کتب

۱۔الکلام: شبلی نعمانی، اعظم گڑھ: دارالمصنفین، ۱۳۴۱ھ، (۱۹۲۳ء)

موضوع: علم الکلام کے حوالے سے اس کتاب کا جائزہ لے چکے ہیں۔ (قائداعظم لائبریری لاہور)

۲۔شاہ ولی اللہ اور ان کا فلسفہ: مولانا عبید اللہ سندھی، لاہور: سندھ ساگر اکیڈمی، طبع ۱۹۴۴ء، طبع دوم ۱۹۴۹ء

موضوع: حضرت شاہ ولی اللہ کے فلسفہ و فکر کی تفہیم۔ (کتب خانہ خاص انجمن ترقی اردو، کراچی)

۳۔اقبال — نئی تشکیل: عزیز احمد، لاہور: گلوب پبلشرز، ۱۹۴۷ء

موضوع: فکر اقبال کی تفہیم کیلئے بہت اہم کتاب۔ (لمز لائبریری، خالد اسحٰق کولیکشن، لاہور)

۴۔فلسفۂ اسلام: آغا محمد سلطان، کراچی: ایجوکیشنل پریس، ۱۹۵۶ء

موضوع: فلسفۂ اسلام کے بنیادی خدوخال کو جاننے کیلئے اہم کتاب۔ (لائبریری کا حوالہ نہیں مل سکا)

۵۔قرآن کا قانون عروج و زوال: مولانا ابوالکلام آزاد، لاہور: اشاعت ادب، ۱۹۶۱ء

موضوع: فلسفہ تاریخ قرآن حکیم کے تناظر میں۔ (قائداعظم لائبریری لاہور)

۶۔اسلام اور فطرت: شاہ محمد جعفر پھلواری، لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۶۴ء

موضوع: اسلام کو دین فطرت ثابت کرنے کیلئے عقلی دلائل و براہین۔ (جی۔سی یونیورسٹی لائبریری لاہور)

۷۔علم کی اسلامی تشکیل (بیسویں صدی کے اہم فکری رجحان کا جائزہ): خورشید احمد ندیم، لاہور: رائل بک کمپنی، ۱۹۶۵ء

موضوع: اسلام کے تناظر میں نظریۂ علم کی نئی تشکیل۔

۸۔الانسان فی القرآن: نور الحسن شاہ، لاہور: المکتبہ السعیدیہ، ۱۹۶۸ء

موضوع: قرآن کے تناظر میں انسان کے مقام و مرتبہ پر فکری بحث۔ (لمز لائبریری، خالد اسحٰق کولیکشن، لاہور)

۹۔رمغان شاہ ولی اللہ (شاہ ولی اللہ کی تعلیمات و افکار): محمد سرور، لاہور: ادارۂ ثقافت اسلامیہ، طبع اول ۱۹۷۱ء

موضوع: حضرت شاہ ولی اللہ کی فکر کا جائزہ و توضیح۔ (قائداعظم لائبریری لاہور)

۱۰۔اساسیات اسلام: مولانا حنیف ندوی، لاہور: ادارۂ ثقافت اسلامیہ، طبع اول ۱۹۷۳ء

موضوع: اسلام کی روشنی میں فرد اور معاشرہ کے فکری اور تہذیبی مسائل کا تجزیہ اور حل۔ (قائداعظم لائبریری لاہور)

۱۱۔مجدد الف ثانی کا نظریہ توحید: برہان احمد فاروقی، لاہور: آئینہ ادب، ۱۹۷۴ء

موضوع: مجدد الف ثانی کے نظریہ توحید کا فکری جائزہ۔(قائداعظم لائبریری لاہور)

۱۲۔اخلاق اور فلسفۂ اخلاق: مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی، لاہور: خالد مقبول پبلشرز، ۱۹۷۶ء

موضوع: فلسفۂ اخلاقیات پر اہم اردو کتاب۔(لمز لائبریری، خالد اسحٰق کولیکشن، لاہور)

۱۳۔اسلام اور عقلیات: مولانا اشرف علی تھانوی، لاہور: ادارۂ تالیف اشرفیہ، ۱۹۷۷ء

موضوع: اسلامی علم الکلام پر بہترین کتابوں میں سے ایک۔(لمز لائبریری، خالد اسحٰق کولیکشن، لاہور)

۱۴۔حکمت رومی: خلیفہ عبدالحکیم، لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، طبع سوم ۱۹۸۱ء

موضوع: عظیم صوفی شاعر جلال الدین رومی کی فکر کا جائزہ۔(قائداعظم لائبریری لاہور)

۱۵۔محاسن اسلام: مولانا اشرف علی تھانوی، ملتان: ادارۂ تالیفات اشرفیہ ۱۴۰۲ھ (۱۹۸۲ء)

موضوع: فلسفہ اسلام اور جدید علم الکلام۔(قائداعظم لائبریری لاہور)

۱۶۔خدا ایک کیوں؟: عنایت اللہ وارثی، لاہور: پروگریسو بکس، ۱۹۸۴ء

موضوع: توحید کے عقلی اثبات کی اہم کاوش۔(جی۔سی یونیورسٹی لائبریری لاہور)

۱۷۔سوشلزم اور اسلام: وحید الدین خان، لاہور: المکتبہ الشرفیہ، ۱۹۸۵ء

موضوع: اسلام اور سوشلزم کا تقابل۔(قائداعظم لائبریری لاہور)

۱۸۔غالب اور اقبال کی متحرک جمالیات: یوسف حسین خان، لاہور: نگارشات، ۱۹۸۶ء

موضوع: غالب اور اقبال کی شاعری کے جمالیاتی عناصر کا جائزہ۔(قائداعظم لائبریری لاہور)

۱۹۔اسلام اور مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ: محمد مظہر الدین صدیقی، لاہور: ادارۂ ثقافت اسلامیہ طبع پنجم ۱۹۸۶ء

موضوع: اسلام کا قدیم مذاہب بشمول قدیم یونانی افکار سے تقابل۔(قائداعظم لائبریری لاہور)

۲۰۔کتاب الاخلاق: مولانا محمد بخش مسلم، لاہور: مکتبہ میری لائبریری، ۱۹۸۷ء

موضوع: اسلامی فلسفہ اخلاق پر ایک اہم کتاب۔(قائداعظم لائبریری لاہور)

۲۱۔تلخیص خطبات اقبال: خلیفہ عبدالحکیم، لاہور: بزم اقبال، ۱۹۸۸ء

موضوع: علامہ اقبال کے خطبات کی آسان فہم تلخیص۔(جی۔سی یونیورسٹی لائبریری لاہور)

۲۲۔اقبال — فکر اسلامی کی تشکیل جدید: مرتب، ڈاکٹر سید حسین محمد جعفری، کراچی: پاکستان سٹڈیز جامعہ کراچی، ۱۹۸۸ء

موضوع: خطبات اقبال کے حوالے سے فلسفہ اقبال پر معروف مفکرین کے لکھے ہوئے مقالات کا مجموعہ۔(قائداعظم لائبریری لاہور)

۲۳۔حجۃ الاسلام: اکبر شاہ خاں نجیب آبادی، لاہور: پروگیسو بکس، ۱۹۸۸ء

موضوع: اسلام کی حقانیت کو عقلی دلائل سے ثابت کرنے کی ایک کاوش۔(لمز لائبریری، خالد اسحٰق کولیکشن، لاہور)

۲۴۔مظاہر فطرت اور قرآن: عبدالودود سید، لاہور: خالد پبلشرز، ۱۹۸۸ء

موضوع: قرآن اور مظاہر فطرت کے حوالے سے مباحث۔(لمز لائبریری، خالد اسحٰق کولیکشن، لاہور)

۲۵۔فکر کے ہمراہ: آفتاب احمد شمسی، لاہور: مکتبہ البیان، ۱۹۸۹ء

موضوع: اعلیٰ علمی مسائل اور مباحث۔(قائداعظم لائبریری لاہور)

۲۶۔تلخیص تاریخ فلاسفۃ الاسلام: مخدوم اعظم پوری، لاہور: آزاد بک ڈپو، ۱۹۹۱ء

موضوع: عظیم مسلمان حکماء کے افکار کا مختصر ترین جائزہ۔(لمز لائبریری، خالد اسحٰق کولیکشن، لاہور)

۲۷۔امام رازی: مولانا عبدالسلام ندوی، اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن، ۱۹۹۳ء

موضوع: امام فخر الدین رازی کے فلسفہ، علم الکلام اور دیگر افکار کی تنقید و تجزیہ پر مشتمل کتاب۔(قائداعظم لائبریری لاہور)

۲۸۔الہامی فلسفۂ علم (عصر حاضر کے لئے ذہنی و فکری لائحہ عمل): عبدالعزیز عرفی، کراچی: گیلانی پبلشرز، ۱۹۹۳ء

موضوع: علم کے ایک ذریعے الہام اور اسلامی نظریہ علم پر بحث۔(لمز لائبریری، خالد اسحٰق کولیکشن، لاہور)

۲۹۔ابن مسکویہ کا فلسفۂ اخلاق اور اس کا امام غزالی اور دوانی پر اثر: جاوید اقبال ندیم، لاہور: وکٹری بک بنک، ۱۹۹۳ء

موضوع: ابن مسکویہ کے فلسفہ اخلاق اور دیگر مفکرین جلال الدین دوانی اور امام غزالی پر اس کے اثرات۔(جی۔سی یونیورسٹی لائبریری لاہور)

۳۰۔اسلامی نظریہ حیات: خورشید احمد، کراچی: شعبۂ تصنیف و تالیف و ترجمہ، ۱۹۹۳ء

موضوع: اسلام کی بنیادی تعلیمات کا فکری جائزہ۔(قائداعظم لائبریری لاہور)

۳۱۔قرآن اور کائنات: غلام حسن، لاہور: جنگ پبلشرز، ۱۹۹۳ء

موضوع: قرآن کے تناظر میں کائنات کی تشریح۔(قائداعظم لائبریری لاہور)

۳۲۔مذہب اور جدید چیلنج: وحید الدین خان، لاہور: دارالاصلاح، ۱۹۹۴ء

موضوع: عہد جدید کے تقاضوں کو دیکھتے ہوئے مذہب کی اہمیت۔(قائداعظم لائبریری لاہور)

۳۳۔کائنات اور اس کا انجام: فضل کریم، لاہور: جنگ پبلشرز، ۱۹۹۵ء

موضوع: کائنات کے انجام سے متعلق عقلی نقطۂ نظر سے بحث۔(قائداعظم لائبریری لاہور)

۳۴۔حکمت اقبال: محمد رفیع الدین، اسلام آباد: ادارۂ تحقیقات اسلامی، ۱۹۹۶ء

موضوع: کلام اقبال کی روشنی میں اقبال کے فلسفہ خودی کی مفصل تشریح۔(قائداعظم لائبریری لاہور)

۳۵۔فلسفۂ تاریخ فطرت: عزیز الرحیم دانش امدادی، حیدرآباد دکن: حاجی امداداللہ اکیڈمی، ۱۹۹۶ء

موضوع: فلسفۂ تاریخ و تمدن اور فلسفۂ فطرت کے تناظر میں انسانی فطرت و جبلت پر بحث۔(لمز لائبریری، خالد اسحٰق کولیکشن، لاہور)

۳۶۔ماورائے کائنات: محمد منیر، اسلام آباد: شاہکار پبلی کیشنز، ۱۹۹۶ء

موضوع: قرآن حکیم اور علم جدید کے سائنسی انکشافات کی روشنی میں کائنات کی روحانی تشریح۔(لمز لائبریری، خالد اسحٰق کولیکشن، لاہور)

۳۷۔فکر اسلامی: وحیدالدین، لاہور: دارالتذکیر، ۱۹۹۶ء

موضوع: اسلام کی اصل روح کو عقل کے تناظر میں اجاگر کرنے کی کوشش۔(قائداعظم لائبریری لاہور)

۳۸۔وحدت الوجود (ایک غیر اسلامی نظریہ): الطاف احمد اعظمی، لاہور: دوست ایسوسی ایٹس، ۱۹۹۷ء

موضوع: عقیدۂ وحدت الوجود پر ایک تنقیدی کتاب۔(لمز لائبریری، خالد اسحٰق کولیکشن، لاہور)

۳۹۔قرآن اور جدید سائنس: ڈاکٹر فضل کریم، لاہور: فیروزسنز، ۱۹۹۹ء

موضوع: جدید سائنسی اکتشافات اور فلسفیانہ نظریات کے تناظر میں قرآن حکیم اور اسلامی تعلیمات کی حقانیت کا اثبات۔ (قائداعظم لائبریری لاہور)

۴۰۔اقبال کا فن اور فلسفہ (اقبال کی شاعری اور فلسفہ پر ایک نظر): پروفیسر ضیاءالدین احمد، لاہور: بزم اقبال، ۲۰۰۱ء

موضوع: اقبال کی شاعری و فلسفہ پر تنقیدی بحث۔(لمز لائبریری، خالد اسحٰق کولیکشن، لاہور)

۴۱۔فلسفۂ اقبال: مرتبہ، بزم اقبال، لاہور: بزم اقبال، ۲۰۰۱ء

موضوع: فکر اقبال پر لکھے گئے نامور مفکرین کے مقالات کا مجموعہ۔(قائداعظم لائبریری لاہور)

۴۲۔فلسفۂ تصوف اسلامی (شیخ اکبر ابن عربی و جلال الدین رومی): موسیٰ خان جلال زئی، لاہور: خان بک کمپنی، ۲۰۰۱ء

موضوع: ابن عربی اور رومی کے فلسفۂ تصوف پر اہم کتاب۔(لمز لائبریری، خالد اسحٰق کولیکشن، لاہور)

۴۳۔جمالیات قرآن حکیم کی روشنی میں: نصیر احمد ناصر، لاہور: مجلس ترقی ادب، طبع دوم ۲۰۰۲ء

موضوع: فلسفہ کی اہم شاخ جمالیات کا قرآن حکیم کے تناظر میں ایک جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ بالفاظ دیگر قرآن کے جمالیاتی عناصر کا تجزیہ۔(قائداعظم لائبریری لاہور)

۴۴۔حیات و کائنات (اسلامی تناظر میں قدیم و جدید فلسفہ): ارشاد احمد، لاہور: دعا پبلی کیشنز، ۲۰۰۲ء

موضوع: قدیم و جدید فلسفیانہ نظریات کا اسلامی تصورات کے تناظر میں جائزہ۔(لمز لائبریری، خالد اسحٰق کولیکشن، لاہور)

۴۵۔مجموعہ پروفیسر احمد رفیق اختر (کشت زرِ بار، پس حجاب، بست و کشاد، اٹھتے ہیں حجاب آخر): پروفیسر احمد رفیق اختر، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۴ء

موضوع: اسلام کی حقانیت جدید عقلی و سائنسی نظریات کی روشنی میں۔(قائداعظم لائبریری لاہور)

۴۶۔اسلام کی روحانی قدریں: محمد حنیف رامے، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۵ء

موضوع: اسلام کی روحانی و فکری تعلیمات سے متعلق کتاب۔(لمز لائبریری، خالد اسحٰق کولیکشن، لاہور)

۴۷۔شیخ اکبر محی الدین ابن عربی: محمد شفیع بلوچ، لاہور: مکتبہ جمال، ۲۰۰۶ء

موضوع: مشہور عرب مفکر ابن عربی کے حالات وسوانح اور افکار کا جائزہ ۔(قائداعظم لائبریری لاہور)

۴۸۔جبر وقدر (مجموعہ مقالات): مرتب، ڈاکٹر وحید عشرت، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۷ء

موضوع: قدیم فکری مسئلے "جبر وقدر" پر مقالات پر مبنی مرتبہ کتاب ۔(شعبۂ اقبالیات لائبریری اورینٹل کالج لاہور)

۴۹۔خیر وشر (مجموعہ مقالات): ڈاکٹر وحید عشرت، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۷ء

موضوع: تصوراتِ خیر وشر پر فلسفیانہ مضامین کا مجموعہ ۔(شعبۂ اقبالیات لائبریری اورینٹل کالج لاہور)

۵۰۔فلسفۂ وحدت الوجود (مقالات): ڈاکٹر وحید عشرت، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۸ء

موضوع: وحدت الوجود کے تصورات کا فکری جائزہ ۔(شعبۂ اقبالیات لائبریری اورینٹل کالج لاہور)

۵۱۔اقبال فلسفیانہ تناظر میں: مرتب، ڈاکٹر وحید عشرت، لاہور: ادارہ مطبوعات سلیمانی، ۲۰۰۹ء

موضوع: فلسفہ وفکر اقبال پر توضیحی کتاب ۔(لمز لائبریری، خالد اسحٰق کولیکشن، لاہور)

۵۲۔الغزالی: علامہ شبلی نعمانی، لاہور: نیشنل بک ہاؤس، س۔ن

موضوع: امام غزالی کی حیات وسوانح اور افکار وخدمات کا جائزہ ۔(قائداعظم لائبریری لاہور)

۵۳۔من ویزداں: علامہ نیاز فتح پوری، لاہور: آواز اشاعت گھر، س۔ن

موضوع: مختلف فکری مسائل، اسلامی عقائد اور وجود باری کے اثبات سے متعلق مقالات کا مجموعہ ۔(قائداعظم لائبریری لاہور)

۵۴۔قرآن، سائنس اور ارتقاء: ڈاکٹر دلدار احمد علوی، لاہور: خالد بک ڈپو، س۔ن

موضوع: قرآن کے تناظر میں نظریہ ارتقاء کا جائزہ لے کر اس کو باطل ثابت کرنے کی ایک علمی، فکری اور عقلی کاوش ۔(قائداعظم لائبریری لاہور)

۵۵۔سورۃ العصر (قرآن حکیم اور جدید ترین نظریہ تاریخ): پروفیسر مشکور حسین یاد، لاہور: کلاسیک، س۔ن

موضوع: سورۃ العصر کے تناظر میں قرآن حکیم کا فلسفۂ تاریخ واضح کرنے کی کوشش ۔(لمز لائبریری، خالد اسحٰق کولیکشن، لاہور)

۵۶۔فلسفۂ ابن سینا: ظفر علی خان، لاہور: مسلم پرنٹنگ پریس، س۔ن

موضوع: مشہور مسلمان حکیم اور مفکر ابن سینا کے افکار کا تجزیہ ۔(کتب خانہ خاص انجمن ترقی اردو، کراچی)

۵۷۔فلسفۂ ابن عربی: عبداللہ العمادی، لاہور: نول کشور اسٹیم پریس، س۔ن

موضوع: محی الدین ابن عربی کے فکر وفلسفہ کو سمجھنے کیلئے ایک اہم کتاب ۔(کتب خانہ خاص انجمن ترقی اردو، کراچی)

۵۸۔اللہ کی عادت: غلام جیلانی، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، س۔ن

موضوع: اللہ کے حوالے سے عقلی وفکری مباحث پر مبنی کتاب ۔(لائبریری کا حوالہ نہیں مل سکا)

۵۹۔چند گھنٹے حکماء قدیم کی روح کے ساتھ: علامہ نیاز فتح پوری، لکھنؤ: نگار بک ایجنسی، س۔ن

موضوع: فلسفۂ مادیت کے حوالے سے قدیم حکماء کے نظریات ۔(قائداعظم لائبریری لاہور)

(ر) طبع زاد فلسفیانہ کتب

۱۔عمدۃ المعارف: نثار حسین، حیدر آباد دکن: مطبع ملک وملت، ۱۳۱۵ھ (۱۸۹۷ء

موضوع: الٰہیات اور علم کلام پر ابتدائی اردو کتب میں سے ایک۔ (کتب خانہ خاص انجمن ترقی اردو، کراچی)

۲۔زبدۃ الحکمۃ: عبدالحق خیر آبادی، دہلی: افضل المطابع، ۱۳۳۱ھ (۱۹۱۳ء)

موضوع: اسلامی فلسفہ وحکمت پر ابتدائی کتب میں سے ایک۔ (کتب خانہ خاص انجمن ترقی اردو، کراچی)

۳۔فلسفۂ جذبات: عبدالماجد دریابادی، لکھنؤ: مسلم پرنٹنگ پریس، ۱۹۱۴ء

موضوع: جذبات اور جذباتیت کے حوالے سے مفکرانہ وعلمی بحث۔ (کتب خانہ خاص انجمن ترقی اردو، کراچی)

۴۔فلسفۂ اجتماع: عبدالماجد دریابادی، لکھنؤ: انجمن ترقی اردو ہند، ۱۹۱۵ء

موضوع: تصورِ اجتماعیت اور مختلف حکماء کے افکار پر فکری بحث۔ (کتب خانہ خاص انجمن ترقی اردو، کراچی)

۵۔کاشف القلوب: سوم پرکاش، شہنشاہ برہمچاری، لاہور: ہندوستان پریس، ۱۹۲۱ء

موضوع: ہندی فلسفہ وحکمت سے متعلق۔ (کتب خانہ عام انجمن ترقی اردو، کراچی)

۶۔فلسفۃ الحق: محمد صدیق، حیدر آباد دکن: مطبع حمایت، ۱۹۲۴ء

موضوع: فلسفیانہ تناظر میں توحید و اسلام کے اثبات کی کاوش۔ (کتب خانہ خاص انجمن ترقی اردو، کراچی)

۷۔فلسفیانہ مضامین: عبدالماجد دریابادی، لکھنؤ: الناظر بک ایجنسی، ۱۹۲۵ء

موضوع: مختلف فلسفیانہ موضوعات پر مضامین کا مجموعہ۔ (کتب خانہ عام انجمن ترقی اردو، کراچی)

۸۔ارتقاء: مشتاق احمد، دہلی: انجمن ترقی اردو، ۱۹۳۱ء

موضوع: نظریۂ ارتقاء پر ابتدائی اردو کتب میں سے ایک۔ (کتب خانہ خاص انجمن ترقی اردو، کراچی)

۹۔آئینۂ حقیقت: لابھ سنگھ، لاہور: مفید عام پریس، ۱۹۳۹ء

موضوع: فلسفۂ مذہب پر ایک اہم کتاب۔ (کتب خانہ عام انجمن ترقی اردو، کراچی)

۱۰۔اضافیت: رضی الدین صدیقی، ہندوستان: انجمن ترقی اردو، ۱۹۴۰ء

موضوع: نظریۂ اضافیت پر اہم کتاب۔ (کتب خانہ عام انجمن ترقی اردو، کراچی)

۱۱۔انسان نے کیا سوچا؟ (حصہ اول): غلام احمد پرویز، کراچی: ادارہ طلوع اسلام، ۱۹۵۵ء

موضوع: انسانی عقل میں خدا سے متعلق پیدا ہونے والے سوالات۔ (جی۔سی یونیورسٹی لائبریری لاہور)

خدا نے کیا کہا؟ (حصہ دوم): غلام احمد پرویز، کراچی: ادارہ طلوع اسلام، ۱۹۵۵ء

موضوع: انسانی ذہن میں پیدا ہونے والے متشکک خیالات کا عقلی وفکری جواب۔ (جی۔سی یونیورسٹی لائبریری لاہور)

۱۲۔ فکر انسانی کی تشکیل جدید: مرتبین، مشیر الحق + ضیاء الحسن فاروقی، لاہور: مکتبہ رحمانیہ، ۱۹۵۷ء

موضوع: جدید فلسفیانہ افکار کے تجزیے پر مبنی کتاب۔ (لائبریری کا حوالہ نہیں مل سکا)

۱۳۔ مقالاتِ حکیم: خلیفہ عبدالحکیم، مرتبہ شاہد حسین رزاقی، لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۶۹ء

موضوع: علمی موضوعات پر خلیفہ عبدالحکیم کے مختلف مقالات کا مجموعہ۔ (کتب خانہ ادارۂ ثقافت اسلامیہ لاہور)

۱۴۔ ابلیس و آدم: غلام احمد پرویز، لاہور: ادارہ طلوع اسلام، ۱۹۷۴ء

موضوع: انسان و شیطان کے مابین تعلق و معاملات پر عقلی بحث۔ (جی۔سی یونیورسٹی لائبریری لاہور)

۱۵۔ فلسفۂ ثقافت اور تیسری دنیا: قاضی جاوید، لاہور: مکتبہ میری لائبریری، ۱۹۷۶ء

موضوع: قاضی جاوید کے مختلف فکری اور فلسفیانہ موضوعات پر مقالات کا مجموعہ۔ (قائد اعظم لائبریری لاہور)

۱۶۔ نظامِ ربوبیت: غلام احمد پرویز، لاہور: ادارہ طلوع اسلام، ۱۹۷۸۹ء

موضوع: اللہ کے نظام کائنات پر عقلی بحث۔ (جی۔سی یونیورسٹی لائبریری لاہور)

۱۷۔ محبت اور انقلاب: قاضی جاوید، لاہور: بک ٹریڈرز، ۱۹۸۰ء

موضوع: محبت اور انقلاب کے حوالے سے عقلی و فکری بحث۔ (لمز لائبریری، خالد اسحٰق کولیکشن، لاہور)

۱۸۔ تخلیق کائنات (قدیم عراقیوں کی نظر میں): ابن حنیف، لاہور: فکشن ہاؤس، ۱۹۹۷ء

موضوع: قدیم عراقی تہذیب کے لوگوں کے تصور کائنات پر اہم کتاب۔ (قائد اعظم لائبریری لاہور)

۱۹۔ مقالات جلالپوری: علی عباس جلالپوری، لاہور: تخلیقات، ۲۰۰۰ء

موضوع: مختلف فلسفیانہ اور علمی موضوعات پر علی عباس جلالپوری کے مقالات کا مجموعہ۔ (لمز لائبریری، خالد اسحٰق کولیکشن، لاہور)

۲۰۔ معین الحکمت: محمود حسن، حیدر آباد دکن: انتظامی پریس، س۔ن

موضوع: فلسفہ کے اہم مسائل اور اصطلاحات کے مفہوم و تشریح پر مبنی کتاب۔ (کتب خانہ عام انجمن ترقی اردو، کراچی)

۲۱۔ کیا روح جسم سے علیحدہ چیز ہے؟: مست رام، لاہور: بھائی دیا سنگھ اینڈ سنز، س۔ن

موضوع: روح سے متعلق فلسفیانہ مباحث۔ (کتب خانہ خاص انجمن ترقی اردو، کراچی)

۲۲۔ زندگی کیا ہے؟ (فلسفہ حیات و خود شناخت): مسرت لغار، راولپنڈی: لاریب پبلشرز، س۔ن

موضوع: فلسفۂ زندگی کے حوالے سے مباحث۔ (قائد اعظم لائبریری لاہور)

۲۳۔ الکلیات: مولانا سبحانی، گورکھ پور: مکتبہ رحمانیہ، س۔ن

موضوع: اسلامی علم کلام یعنی فلسفیانہ نقطۂ نظر سے دین کی حیثیت کا جائزہ۔ (کتب خانہ خاص انجمن ترقی اردو، کراچی)

۲۴۔ فلسفۂ زندگی: امیر خانم، لاہور: اشرف پریس، س۔ن

موضوع: زندگی کے متعلق عقلی و فلسفیانہ مباحث پر مبنی کتاب۔ (جی۔سی یونیورسٹی لائبریری لاہور)

۲۵۔مصباح المنطق: فخر الدین، بنارس: سلیمانی کتب پریس، س۔ن

موضوع: علم منطق پر ابتدائی طبع زاد کتب میں سے ایک۔ (کتب خانہ اُردو کالج کراچی)

۲۶۔الحدوث والقدم: محبّ احمد قادری، ہندوستان: نظامی پریس، س۔ن

موضوع: فلسفہ کے قدیم مسئلے حدوث وقدم پر بنیادی بحث۔ (کتب خانہ خاص انجمن ترقی اردو، کراچی)

۲۷۔نیچر والا آف نیچر: نواب محسن الملک، لکھنؤ: مسلم بک ڈپو، س۔ن

موضوع: فلسفۂ فطرت سے متعلق ابتدائی ترین کتب میں سے ایک۔ (کتب خانہ جامعہ کراچی، کراچی)

۲۸۔سلیم کے نام (اول۔دوم۔سوم): غلام احمد پرویز، لاہور: ادارۂ طلوع اسلام، س۔ن

موضوع: سلیم کے نام خطوط/مقالات میں عقلی وفکری مباحث۔ (جی۔سی یونیورسٹی لائبریری لاہور)

۲۹۔عقلیات معاصر: طالب جوہری، شہر؟؟: ادارہ؟؟، سن؟؟

موضوع: جدید فلسفیانہ افکار پر بحث۔ (اورینٹل کالج لائبریری لاہور)

❁❁❁❁❁

مآخذ ومصادر

کتابیات

آرتھر، اسٹینلے اڈنگٹن (Author Astenlay Adington)، غیب وشہود، مترجم، سید نذیر نیازی، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۲ء

آزاد، ابوالکلام، تصوراتِ قرآن، لاہور: مکتبہ جمال، ۲۰۰۶ء

آزاد، ابوالکلام، فلسفہ کیا ہے؟، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۰ء

آزاد، ابوالکلام، فلسفہ، لاہور: مطبوعات چٹان، ۱۹۶۳ء

آزاد، ابوالکلام، مولانا، قرآن کا قانون عروج وزوال، لاہور: اشاعت ادب، ۱۹۶۱ء

آزاد، محمد حسین، فلسفۂ الٰہیات، مرتب، آغا محمد طاہر، لاہور: در مطبع گیلانی، ۱۹۲۶ء

آس والڈ۔ کلپے (Oswald Kulpe)، مفتاح الفلسفہ، مترجم، محمد ہادی رسوا، حیدرآباد دکن: دارالطبع جامعہ عثمانیہ، ۱۹۲۹ء

آیت اللہ، حسین نوری، اثباتِ وجودِ خدا، مترجم، اسد علی شجاعتی، کراچی: دارالثقافتہ الاسلامیہ، ۱۹۹۲ء

ابصار احمد، ڈاکٹر، فلسفۂ اخلاق (چند مغربی مفکرین کے نظریات)، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۹ء

ابن باجہ، کتاب النفس، مترجم، ڈاکٹر محمد طفیل، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۰۵ء

ابن حنیف، تخلیق کائنات (قدیم عراقیوں کی نظر میں)، لاہور: فکشن ہاؤس، ۱۹۹۷ء

ابن خلدون، مقدمہ ابن خلدون، مترجم، حسن خان یوسفی، کراچی: ؟؟؟؟، س۔ن

ابن خلدون، مقدمۂ ابن خلدون، مترجم، حکیم احمد حسین الہ آبادی، لاہور: الفیصل ناشران وتاجران کتب، ۲۰۰۴ء

ابن طفیل، جیتا جاگتا (حیی بن یقظان)، مترجم، سید محمد یوسف، کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، س۔ن

ابن عربی، محی الدین، فصوص الحکم، مترجم، عبدالقدیر صدیقی، لاہور: نذیر سنز پبلشرز، س۔ن

ابن عربی، محیی الدین، فتوحات مکیہ، (جلد چہارم)، مترجم، صائم چشتی، فیصل آباد: چشتی کتب خانہ، ۱۹۹۲ء

ابن عربی، محیی الدین، روحانی اسفار اوران کے ثمرات، مترجم، ابرار احمد شاہی، راولپنڈی: ابن عربی فاؤنڈیشن، ۲۰۱۰ء

ابن عربی، محیی الدین، فتوحات مکیہ (جلد اول)، مترجم، صائم چشتی، فیصل آباد: علی برادران، ۱۹۸۶ء

ابن عربی، محیی الدین، فتوحات مکیہ (جلد دوم)، مترجم، صائم چشتی، فیصل آباد: علی برادران، س۔ن

ابن عربی، محیی الدین، فتوحات مکیہ (جلد سوم)، مترجم، صائم چشتی، فیصل آباد: علی برادران، ۱۹۹۱ء

ابن عربی، محیی الدین، فصوص الحکم، مترجم، محمد برکت اللہ لکھنوی، لاہور: تصوف فاؤنڈیشن، ۱۹۹۹ء

ابن عربی، محیی الدین، مملکت انسانی کی اصلاح میں خدائی تدبیریں، مترجم، ابرار احمد شاہی، راولپنڈی: ابن عربی فاؤنڈیشن، ۲۰۰۸ء

ابن قیم، حافظ، علامہ، کتاب الروح، مترجم، مولانا راغب رحمانی، کراچی: نفیس اکیڈمی، ۱۹۶۵ء

ابن مسکویہ، ابوعلی احمد، القول الاظہر، مترجم، حکیم محمد حسن فاروقی، علی گڑھ: مطبع مسلم یونیورسٹی، طبع سوم ۱۹۲۳ء

ابوسلمان ۔ ابوالحسن ۔ ابواحمد، اخوانُ الصفا، مترجم مولوی شیخ اکرام علی، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۶ء

ابوسلامہ، موسیٰ مصری، فلسفیوں کے خواب، مترجم، عبدالوہاب ظہوری، حیدرآباد دکن: نفیس اکیڈمی، ۱۹۴۶ء

ابومحمد علی بن احمد بن حزم اندلسی، الملل والنحل (اول ۔ دوم)، مترجم، عبداللہ العمادی، حیدرآباد دکن: دارالطبع جامعہ عثمانیہ، ۱۹۲۸ء

ارسطو (Aristotle)، اخلاقِ نقوماجس/اخلاقیاتِ ارسطو، مترجم محمد ہادی رسوا، کراچی: سٹی بک پوائنٹ، ۲۰۰۶ء

ارشاد احمد، حیات وکائنات (اسلامی تناظر میں قدیم وجدید فلسفہ)، لاہور: دعا پبلی کیشنز، ۲۰۰۲ء

اسٹورٹ، جان مل، آزادی، مترجم، سعید انصاری، نئی دہلی: ترقی اردو بورڈ، ۱۹۸۱ء

اسحٰق خان، عطرِ فلسفہ، میرٹھ: اعزاز پریس، ۱۹۸۶ء

اسلم، ایم، موت کے بعد، لاہور: مکتبہ نظامی، ۱۹۷۳ء

اسمٰعیل شہید، سید، عبقات، مترجم، علامہ سید مناظر احسن گیلانی، لاہور: مقبول اکیڈمی، ۱۹۸۸ء

اشرف علی تھانوی، معارفِ اشرفیہ (جلد دوم)، شرح فصوص الحکم، ملتان: ادارہ تالیف اشرفیہ، س ۔ ن

اشرف علی تھانوی، مولانا، اسلام اور عقلیات، لاہور: ادارۂ تالیف اشرفیہ، ۱۹۷۷ء

اشرف علی تھانوی، مولانا، محاسن اسلام، ملتان: ادارۂ تالیفات اشرفیہ، ۱۴۰۲ھ (۱۹۸۲ء)

اشعری، ابوالحسن، علامہ، مسلمانوں کے عقائد وافکار (مقالات الاسلامین) (جلد اول، دوم)، مترجم، مولانا محمد حنیف ندوی، لاہور: ادارۂ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۷۰ء

اعظم پوری، مخدوم، تلخیص تاریخ فلاسفۃ الاسلام، لاہور: آزاد بک ڈپو، ۱۹۹۱ء

افاناسیف، مارکسی فلسفہ، مترجم، انوار احسن صدیقی، کراچی: غضنفر اکیڈمی، س ۔ ن

افتخار حسین، آغا، فکر فرنگ، حیدرآباد دکن: نفیس اکیڈمی طبع اول ۱۹۴۶ء

افتخار حسین، آغا، قوموں کی شکست وزوال کے اسباب کا مطالعہ، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۹۲ء

افلاطون (Plato)، ریاست، مترجم، ڈاکٹر ذاکر حسین، لاہور: فکشن ہاؤس، ؟؟

افلاطون (Plato)، فیدرس لائسس اور پروطاغورس، مترجم، مرزا محمد ہادی رسوا، حیدرآباد دکن: دارالطبع جامعہ عثمانیہ، ۱۹۳۴ء

افلاطون (Plato)، مکالماتِ افلاطون (جلد اول)، مترجم، پروفیسر اے ۔ ڈی میکن، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۰۷ء

افلاطون (Plato)، مکالماتِ افلاطون (جلد پنجم)، مترجم، عارف حسین، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۰۷ء

افلاطون (Plato)، مکالماتِ افلاطون (جلد چہارم قوانین)، مترجم، عبدالحمید اعظمی، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۰۷ء

افلاطون (Plato)، مکالماتِ افلاطون (جلد دوم)، مترجم، عبدالحمید اعظمی، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۰۷ء

افلاطون (Plato)، مکالماتِ افلاطون (جلد سوم ۔ جمہوریہ)، مترجم، ڈاکٹر ذاکر حسین، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۰۷ء

افلاطون (Plato)، مکالماتِ افلاطون (جلد ششم)، مترجم، عارف حسین، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۰۹ء

افلاطون (Plato)، مکالماتِ افلاطون، مترجم، ڈاکٹر سید عابد حسین، لاہور: تخلیقات، ۲۰۰۰ء

افلاطون (Plato)، مکالماتِ افلاطون، مترجم، سید عابد حسین، لاہور: تخلیقات، ۲۰۰۰ء

اقبال، تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ، مترجم، سید نذیر نیازی، لاہور: بزمِ اقبال، طبع پنجم ۲۰۰۰ء

اقبال، فلسفۂ اقبال، مرتبہ، بزمِ اقبال، لاہور: بزم اقبال، ۲۰۰۱ء

اقبال، فلسفۂ عجم، مترجم، میر حسن الدین، کراچی: نفیس اکیڈمی، ۱۹۸۴ء

اقبال، محمد، علامہ، اسلامی فکر کی نئی تشکیل، مترجم، شہزاد احمد، لاہور: مکتبہ خلیل، ۲۰۰۵ء

اکبر شاہ خاں، نجیب آبادی، حجۃ الاسلام، لاہور: پروگیسو بکس، ۱۹۸۸ء

اکرام چغتائی، محمد، مرتب، پیر رومی و مرید ہندی، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۴ء

الابہریؒ، اثیر الدین مفضل بن عمر، ہدایۃ الحکمۃ، مترجم، ابوسعید محمد مرتضیٰ، کراچی: سعید اینڈ کمپنی، س۔ن

البیرونی، برہان الحق ابو الریحان محمد، کتاب الہند، مترجم، سید اصغر علی، لاہور: الفیصل طبع اول، ۱۹۹۴ء

الشعرانی، امام عبد الوہاب، اخلاقِ صالحین، مترجم، محمد لطیف ملک، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۷ء

الشیخ ندیم الجسر، فلسفہ سائنس اور قرآن، مترجم، خدا بخش کلیار، لاہور: الفیصل ناشران و تاجرانِ کتب، س۔ن

الطاف احمد اعظمی، وحدت الوجود (ایک غیر اسلامی نظریہ)، لاہور: دوست ایسوسی ایٹس، ۱۹۹۷ء

الطاف جاوید، اسلام میں حرکت و ارتقاء کا تصور (اور اس کے عمرانی، نفسیاتی اور فکری نتائج)، لاہور: کلاسیک طبع اول، ۱۹۹۲ء

الطاف جاوید، فلسفۂ بیگانگی اور قرآن، لاہور: نگارشات، ۱۹۹۳ء

الفریڈ ویبر (Alfred Webber)، تاریخ فلسفہ، مترجم، خلیفہ عبد الحکیم، حیدرآباد دکن: جامعہ عثمانیہ، ۱۹۳۸ء

القفطی، جمال الدین ابو الحسن علی بن یوسف، تاریخ الحکماء، مترجم، غلام جیلانی برق، دہلی: انجمن ترقی اردو ہند، ۱۹۴۵ء

امولیہ رنجن مہاپتر، فلسفۂ مذاہب، مترجم، یاسر جواد، لاہور: فکشن ہاؤس، ۱۹۹۸ء

امیر خانم، فلسفۂ زندگی، لاہور: اشرف پریس، س۔ن

امیر علی، سید، روح اسلام، مترجم، محمد ہادی حسین، لاہور: ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، طبع ششم ۱۹۸۸ء

امیر علی، سید، روح اسلام، مترجم، مولوی چراغ علی، لاہور: نذیر پبلشرز، س۔ن

امین احسن اصلاحی، فلسفے کے بنیادی مسائل قرآن کریم کی روشنی میں، لاہور: فاران فاؤنڈیشن، ۱۹۹۱ء

اولیری، ڈی (O'leary, De)، فلسفۂ اسلام، مترجم، مولوی احسان احمد، لاہور: بک ہوم، ۲۰۰۲ء

ایڈورڈ ہارٹ، پولکی (Edward Heart Pollackie)، تاریخ اخلاقِ یورپ (جلد اول۔ دوم)، مترجم، عبد الماجد بی۔اے، دہلی: انجمن ترقی اردو ہند، ۱۹۲۸ء

ایڈون، اے، برٹ (Bert,A.Adwin)، فلسفۂ مذہب، مترجم، بشیر احمد ڈار، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۴ء

ایوان، پی۔مک گریل (Ian, P. McGreal)،مشرق کے عظیم مفکر،مترجم،یاسر جواد،لاہور:تخلیقات، ۱۹۹۷ء
ایونگ،اے۔سی (Ewing,A.C)،فلسفہ کے بنیادی مسائل،مترجم،میر ولی الدین،دہلی:ترقی اردو بورڈ ہندوستان،۱۹۷۸ء
باقرالصدر،آیت اللہ سید محمد، آج کا انسان اور اجتماعی مشکلات،مترجم،ذیشان حیدر،ایران: سازمان تبلیغات اسلامی شعبۂ روابط بین الملل،۱۴۰۳ھ (۱۹۸۳ء)
بدایونی ضمیر علی،جدیدیت اور مابعد جدیدیت (ایک ادبی وفلسفیانہ مخاطبہ)،کراچی:فضلی سنز،۱۹۹۹ء
بدایونی ضمیر علی،وجودیت اور مابعد وجودیت،کراچی:اختر مطبوعات:۱۹۹۹ء
بدر شکیب،سرگزشت جامعہ عثمانیہ،کراچی:فاران سوسائٹی،۱۹۷۱ء
برق،غلام جیلانی،اللہ کی عادت،لاہور:شیخ غلام علی اینڈ سنز،س۔ن
برکلے (Barkeley)،مبادی علم انسانی، مترجم،عبدالباری ندوی،اعظم گڑھ:مطبع معارف،۱۹۲۴ء
برکلے (Barkeley)،مکالمات برکلے، مترجم عبدالماجد دریابادی،اعظم گڑھ:مطبع معارف،۱۹۲۶ء
برکلے (George Barclay)،مکالمات برکلے،مترجم مولانا عبدالماجد دریا آبادی،لاہور:آگہی پبلی کیشنز،۲۰۰۰ء
برگساں،ہنری (Bergson, Henri)،تخلیقی ارتقاء،مترجم،ڈاکٹر رحیم بخش+عبدالحمید اعظمی،اسلام آباد:مقتدرہ قومی زبان،۱۹۹۹ء
برگساں،ہنری (Bergson, Henry)،برگساں اور وجدانیت،مترجم،ڈاکٹر عبدالقادر،اسلام آباد:مقتدرہ قومی زبان،۲۰۰۹ء
برگساں،ہنری (Henry Bergson)،مقدمہ مابعد الطبیعات،مترجم،عبدالباری ندوی،حیدرآباد دکن:دارالطبع جامعہ عثمانیہ،۱۹۳۱ء
برہان احمد فاروقی،مجدد الف ثانی کا نظریۂ توحید، لاہور:آئینہ ادب،۱۹۷۴ء
بریفالٹ،رابرٹ (Rober Brefault)،تشکیل انسانیت،مترجم،مولانا عبدالمجید سالک،لاہور:مجلس ترقی ادب،۱۹۵۸ء
بشیر احمد،ڈار،حکمائے قدیم کا فلسفۂ اخلاق،لاہور:ادارۂ ثقافت اسلامیہ،۱۹۹۵ء
بلوچ،محمد شفیع،شیخ اکبر محی الدین ابن عربی،لاہور:مکتبہ جمال،۲۰۰۶ء
بہادر بابو،رسالۂ فلسفہ،لکھنؤ:بشمبھر دیال پریس،۱۹۰۱ء
پال ژانے+گبریل سیلے (Pual Janet+Gabriel Seailes)،تاریخ مسائل فلسفہ،مترجم،میر ولی الدین،کراچی:سٹی بک پوائنٹ،۲۰۰۸ء
پاولسن،ایف (Paulsen,F)،مقدمہ و مسائل فلسفہ،مترجم،مولوی احسان احمد،لاہور:سٹی بک پوائنٹ،۲۰۰۴ء
پروفیسر احمد رفیق اختر،مجموعہ پروفیسر احمد رفیق اختر (کشت زربار،پس حجاب،بست وکشاد،اٹھتے ہیں حجاب آخر)، لاہور:سنگ میل پبلی کیشنز،۲۰۰۴ء
پرویز،غلام احمد،ابلیس و آدم،لاہور:ادارہ طلوع اسلام،۱۹۷۳ء
پرویز،غلام احمد،انسان نے کیا سوچا؟ (حصہ اول)،کراچی:ادارہ طلوع اسلام،۱۹۵۵ء

پرویز، غلام احمد، خدا نے کیا کہا؟ (حصہ دوم)، کراچی: ادارہ طلوع اسلام، ۱۹۵۵ء

پرویز، غلام احمد، سلیم کے نام (اول۔دوم۔سوم)، لاہور: ادارۂ طلوع اسلام، س۔ن

پرویز، غلام احمد، نظامِ ربوبیت، لاہور: ادارہ طلوع اسلام، ۱۹۷۸۹ء

پلوٹارک (Plutarchus)، مشاہیر یونان و رومہ، مترجم، سید ہاشمی فرید آبادی، کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، ۱۹۹۴ء

پلیٹزر، جارج (George Puletzer)، فلسفہ اور معاشرہ، مترجم، جمیل عمر لاہور: ادارہ فکر مزدور، کسان، ۱۹۸۳ء

پنڈت ویاس، مہابھارت (ماکھن مالا)، مترجم، عبدالعزیز خالد، لاہور: مقبول اکیڈمی، ۱۹۸۵ء

پنڈت، جگدیش چند، مترجم، یوگ درشن، از پتنجلی مہارشی، لاہور: راج پال اینڈ سنز، ۱۹۳۳ء

پھلواری، شاہ محمد جعفر، اسلام اور فطرت، لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۶۴ء

تقی امینی محمد، مولانا، لادینی دور کا تاریخی پس منظر، لاہور: مکی دار الکتب، ۱۹۹۶ء

تقی محمد، سید، تاریخ اور کائنات میرا نظریہ، کراچی: ادارہ ذہن جدید، ۱۹۷۴ء

تقی محمد، سید، منطق، فلسفہ اور سائنس، کراچی: ادارہ ذہن جدید، ۱۹۷۰ء

جارج گیمو (George Gamow)، نظریہ اضافیت وقدریت، مترجم، محمد انیس عالم، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۶ء

جان بگنل، برے (John Bagnell Bury)، آزادیٔ فکر و خیال اور اس کی تاریخ، مترجم، سعید احمد رفیق، کراچی: قمر کتاب گھر، ۱۹۸۸ء

جان ڈیوی (John Dewey)، اخلاقی زندگی کا نظریہ، مترجم، میاں عبدالرشید، لاہور: مقبول اکیڈمی، ۱۹۶۴ء

جان ڈیوی + جیمس، ایچ ٹفٹس (John Dewey+James,H.Tufts)، اخلاقیات، مترجم، عبدالباری ندوی، حیدرآباد دکن: جامعہ عثمانیہ، ۱۹۳۲ء

جعفری، حسین محمد، سید، ڈاکٹر، مرتب، اقبال — فکر اسلامی کی تشکیل جدید، کراچی: پاکستان سٹڈیز جامعہ کراچی، ۱۹۸۸ء

جعفری، فخر الدین محمد حکیم، مصباح المنطق، بنارس: سلیمانی کتب پریس، س۔ن

جعفری، کرامت حسین، منطق استخراجیہ، لاہور: ایم۔آر، برادرز، ۱۹۸۹ء

جعفری، کرامت حسین، منطق استقرائیہ، لاہور: ایم۔آر، برادرز، ۱۹۸۹ء

جلال زئی، موسیٰ خان، فلسفۂ تصوف اسلامی (شیخ اکبر ابن عربی وجلال الدین رومی)، لاہور: خان بک کمپنی، ۲۰۰۱ء

جلالپوری، علی عباس، اقبال کا علم کلام، لاہور: تخلیقات، ۱۹۹۹ء

جلالپوری، علی عباس، تاریخ کا نیا موڑ، لاہور: تخلیقات طبع سوم، ۲۰۰۲ء

جلالپوری، علی عباس، خرد نامہ جلالپوری، لاہور: تخلیقات، ۲۰۰۰ء

جلالپوری، علی عباس، روح عصر، لاہور: تخلیقات، طبع سوم، ۱۹۹۹ء

جلالپوری،علی عباس، عام فکری مغالطے، لاہور:تخلیقات،طبع پنجم،۱۹۹۹ء

جلالپوری،علی عباس، کائنات اورانسان، لاہور:تخلیقات،طبع سوم،۲۰۰۰ء

جلالپوری،علی عباس، مقالات جلالپوری، لاہور:تخلیقات،۲۰۰۰ء

جلالپوری،علی عباس، روایاتِ فلسفہ،جہلم:خرد افروز،طبع سوم،۱۹۹۲ء

جوڈ،سی۔ای۔ایم(Joad, C.E.M)، افکارِ حاضرہ،مترجم،محمد وحید مرزا،لاہور:مجلس ترقی ادب،۱۹۶۶ء

جوڈ،سی۔ای۔ایم(Joad, C.E.M)،علم کے نئے افق،مترجم،سید قاسم محمود،لاہور: مکتبہ جدید،۱۹۵۷ء

جوزف، ایچ، ڈبلیو۔بی (Joseph, H.W.B)، مفتاحُ المنطق (حصہ اول) منطق استخراجیہ،مترجم،مرزا محمد ہادی رسوا، حیدرآباد دکن: دارالطبع جامعہ عثمانیہ،۱۹۲۳ء

جوزف، ایچ، ڈبلیو۔بی (Joseph, H.W.B)، مفتاحُ المنطق (حصہ دوم) منطق استقرائیہ،مترجم،مرزا محمد ہادی رسوا، حیدرآباد دکن: دارالطبع جامعہ عثمانیہ،۱۹۲۳ء

جوسٹین گارڈر(Jostien Gaarder)، سوفی کی دنیا،مترجم،شاہد حمید،لاہور:اردو سائنس بورڈ،۱۹۹۸ء

جیروم ایڈلر(Jerome Edler)،مرتب، افکارِ عالیہ،مترجم، ڈاکٹر خان رشید + قاضی قیصر الاسلام، کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان،۲۰۰۰ء

جیکسن،جی،جان(Jaxen, G.John)،انسان،خدا اور تہذیب،مترجم،یاسر جواد،لاہور: نگارشات،۲۰۰۸ء

جیلانی،عبدالقادر،شیخ،فتوح الغیب،مترجم،مولانا محمد ادریس،لاہور: دارالشعور،۲۰۰۹ء

جیمس، جارج،فریزر(James Jeorge Frazer)،شاخِ زریں (جلد اول، دوم)،مترجم،سید ذاکر اعجاز،لاہور:مجلس ترقی ادب،۱۹۶۵ء

چارلس،آر گبس،افکارِ عصریہ،مترجم،نصیر احمد عثمانی،اعظم گڑھ: دارالمصنفین،۱۹۳۴ء

چاولہ،خان محمد،اسلام اور فلسفہ،لاہور:علمی کتاب خانہ،۱۹۶۹ء

حسن الدین،میر،فلسفۂ برگساں،حیدرآباد دکن: مکتبہ ابراہیمیہ، ۱۹۲۸ء

حسن الدین،میر،مبادی فلسفہ،حیدرآباد دکن: مکتبہ ابراہیمیہ، ۱۹۲۸ء

حسین نصر،سید،تین مسلمان فیلسوف،مترجم، پروفیسر محمد منور،کراچی:نفیس اکیڈمی،۱۹۸۴ء

حسین نصر،سید،جدید دنیا میں روایتی اسلام، مترجم،سجاد باقر رضوی،لاہور:ادارۂ ثقافت اسلامیہ،۱۹۹۶ء

حسین آفندی،علامہ،سائنس اور اسلام،مترجم،مولانا سید محمد اسحٰق،لاہور:ادارۂ اسلامیات،۱۹۸۴ء

خالد سہیل،مترجم،بھگوان،ایمان،انسان (انگریزی سے مختلف فلسفیانہ مضامین کا ترجمہ)،لاہور:طیب اقبال پرنٹرز رائل پارک،۱۹۸۸ء

خلیفہ عبدالحکیم،اسلام کا نظریہ حیات،مترجم،قطب الدین،لاہور:ادارۂ ثقافت اسلامیہ،۱۹۸۳ء

خلیفہ عبدالحکیم، تشبیہاتِ رومی، لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۹۰ء

خلیفہ عبدالحکیم، تلخیص خطبات اقبال، لاہور: بزم اقبال، ۱۹۸۸ء

خلیفہ عبدالحکیم، حکمت رومی، لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، طبع سوم ۱۹۸۱ء

خلیفہ عبدالحکیم، ڈاکٹر، تشبیہاتِ رومی، لاہور: ثقافت اسلامیہ، ۱۹۷۷ء

خلیفہ عبدالحکیم، ڈاکٹر، داستانِ دانش، کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، ۲۰۰۰ء

خلیفہ عبدالحکیم، ڈاکٹر، فکرِ اقبال، لاہور: بزمِ اقبال، طبع ہشتم، ۲۰۰۵ء

خلیفہ عبدالحکیم، ڈاکٹر، مقالاتِ حکیم، مرتبہ شاہد حسین رزاقی۔ لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۶۹ء

خورشید احمد، اسلامی نظریۂ حیات، کراچی: شعبۂ تصنیف وتالیف وترجمہ، ۱۹۹۳ء

داس گپتا، ایس۔ این (Das Gupta, S.N)، تاریخ ہندی فلسفہ، مترجم، رائے شیوموہن لال ماتھر، حیدرآباد دکن: دارالطبع جامعہ عثمانیہ، ۱۹۴۵ء

دریابادی، عبدالماجد، مبادی فلسفہ، لاہور: العصر پبلی کیشنز، ۲۰۰۷ء

دریابادی، عبدالماجد، مولانا، فلسفہ کی تعلیم گزشتہ اور موجودہ، لکھنؤ: الناظر بک ایجنسی، س۔ ن

دریابادی، عبدالماجد، مولانا، فلسفۂ اجتماع، لکھنؤ: انجمن ترقی اردو ہند، ۱۹۱۵ء

دریابادی، عبدالماجد، مولانا، فلسفۂ جذبات، لکھنؤ: مسلم پرنٹنگ پریس، ۱۹۱۴ء

دریابادی، عبدالماجد، مولانا، فلسفیانہ مضامین، لکھنؤ: الناظر بک ایجنسی، ۱۹۲۵ء

دریابادی، عبدالماجد، مولانا، مبادی فلسفہ، اعظم گڑھ: دارالمصنفین، ۱۹۳۴ء

دوانی، جلال الدین، جامع الاخلاق، مترجم، مولوی امانت علی، لکھنؤ: مطبع نول کشور، اشاعت ہفتم، ۱۹۳۱ء

ڈار، بشیر احمد، حکمائے قدیم کا فلسفۂ اخلاق، لاہور: ادارۂ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۹۰ء

ڈاؤنز رابرٹ بی، فکر جدید کے سانچے، مترجم، مہر غلام رسول، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، س۔ ن

ڈریپر، جان ولیم (Dreaper, John William)، معرکۂ سائنس و مذہب، مترجم، مولانا ظفر علی خان، لاہور: لائف ممبر ایسوسی ایشن پنجاب پبلک لائبریری، طبع دوم ۱۹۹۲ء

ڈی بوئر، ٹی۔ جے (Deboer, T.J)، تاریخ فلسفۂ اسلام، مترجم، ڈاکٹر عابد حسین، لاہور: فکشن ہاؤس، ۲۰۰۰ء

ڈی بوئر، ٹی۔ جے (Deboer, T.J)، تاریخ فلسفۂ اسلام، مترجم، مرزا محمد ہادی رسوا، حیدرآباد دکن: دارالطبع جامعہ عثمانیہ، ۱۹۲۹ء

ڈیوی، جان، (Dewey, John)، فلسفے کی نئی تشکیل، مترجم، انتظار حسین، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۶۹ء

ذکاء اللہ، مولوی، محاسن الاخلاق، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۷۵ء

ذکاء اللہ، مولوی، مکارمُ الاخلاق، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۷ء

رابنسن، ڈی۔ایس (Robinson, D.S)، مقدمہ فلسفہ حاضرہ، مترجم، میر ولی الدین، کراچی: نفیس اکیڈمی، ۱۹۸۷ء
رازی فخر الدین محمد بن عمر، المباحث المشرقیہ (جلد اول۔حصہ اول)، مترجم، حکیم سید عبدالباقی، حیدرآباد دکن: دارالطبع جامعہ عثمانیہ، ۱۹۴۹ء
رازی فخر الدین، امام، مباحث مشرقیہ (جلد اول حصہ دوم)، مترجم، حکیم سید عبدالباقی، حیدرآباد دکن: دارالطبع جامعہ عثمانیہ، ۱۹۵۰ء
رافیل، ڈی۔ڈی (Rapheal, D.D)، فلسفۂ اخلاق، مترجم، راشد متین، اسلام آباد: قومی اکادمی برائے اعلیٰ تعلیم، یونیورسٹی گرانٹس کمیشن، س۔ن
رالف بارٹن پیری (Raplph Barton Perry)، آدمی کی انسانیت، مترجم، مولانا محمد بخش مسلم، لاہور: اردو بک سٹال، ۱۹۶۲ء
رامے، محمد حنیف، اسلام کی روحانی قدریں، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۵ء
رائے ، یشو، موہن لال ماتھر، قدیم ہندی فلسفہ، نئی دہلی: ترقی اردو بیورو، ۱۹۰۱ء
رزمی، ثاقب، سائنسی فکر اور ہم عصر زندگی، لاہور: نگارشات، ۱۹۸۸ء
رسل، برٹرینڈ (Bertrand Russell)، برٹرینڈ رسل کے تشکیکی مضامین، مترجم، حسین بن خامس، لاہور: فکشن ہاؤس، ۲۰۰۷ء
رسل، برٹرینڈ (Bertrand Russell)، رسل کی بنیادی تحریریں، مترجم، ریاض احمد، لاہور: مشعل، ۱۹۹۹ء
رسل، برٹرینڈ (Bertrand Russell)، رسل کے مضامین، مترجم، قاضی جاوید، مرتبہ نعیم احمد، لاہور: کوراپبلشرز، ۱۹۹۴ء
رسل، برٹرینڈ (Russel Bertrand)، ہسٹری آف ویسٹرفلاسفی (نشاۃ ثانیہ سے ڈیوڈ ہیوم تک)، مترجم، ذکی احمد، کراچی: انڈس پبلی کیشنز، ۱۹۹۹ء
رسل، برٹرینڈ (Russel, Bertrand)، خارجی دنیا کا علم، مترجم، خالد مسعود، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۹۸ء
رسل، برٹرینڈ (Russel, Bertrand)، فلسفۂ مغرب کی تاریخ، مترجم، پروفیسر بشیر احمد اسلام آباد: پورب اکادمی، ۲۰۰۶ء
رسل، برٹرینڈ (Russell, Bertrand)، برٹرینڈ رسل کے فکر انگیز مضامین، مترجم، جمشید اقبال، ملتان بیکن بکس، ۲۰۰۶ء
رسل، برٹرینڈ (Russell, Bertrand)، مسائل فلسفہ، مترجم، ڈاکٹر عبدالخالق، لاہور: کوراپبلشرز، ۱۹۹۵ء
رسل، برٹرینڈ (Russell, Bertrand)، مسائل فلسفہ، مترجم، مولوی معین الدین انصاری، حیدرآباد دکن: دارالطبع جامعہ عثمانیہ، ۱۹۲۵ء
رضی الدین، ڈاکٹر، اقبال کا تصور زمان و مکان، لاہور: مجلس ترقی ادب، طبع دوم ۲۰۰۲ء
رفیع الدین محمد، ڈاکٹر، قرآن اور علم جدید، لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۵۲ء
رفیع الدین محمد، ڈاکٹر، حکمت اقبال، اسلام آباد: ادارۂ تحقیقات اسلامی، ۱۹۹۶ء
روبینہ نازلی، علم الانسان (خزائن العرفان)، اسلام آباد: پورب اکادمی، ۲۰۱۰ء
روجرس، آر۔اے۔پی (Rojers, R.A.P)، تاریخ اخلاقیات، مترجم، مولوی احسان احمد، حیدرآباد دکن: جامعہ عثمانیہ، ۱۹۳۲ء
روسو (Rousseau)، معاہدۂ عمرانی، مترجم، محمود حسین، کراچی: شعبۂ تالیف و ترجمہ جامعہ کراچی، ۱۹۶۴ء

ریاض الحسن، ایم۔اے، فلسفۂ جمال، الہ آباد: ہندوستانی اکیڈمی، ۱۹۳۵ء

ریپو پارٹ (Rappo Port)، فلسفہ کی پہلی کتاب، مترجم، میر ولی الدین، حیدرآباد دکن: دارالطبع جامعہ عثمانیہ، ۱۹۲۸ء

ریناں، موسیو (Renan)، ابن رشد اور فلسفۂ ابن رشد، مترجم، مولوی معشوق حسین خان علیگ، لاہور: تخلیقات، ۱۹۹۳ء

رینی ڈیکارٹ (Rene Descartes)، تفکرات، مترجم، عبدالباری ندوی، حیدرآباد دکن: دارالطبع جامعہ عثمانیہ، ۱۹۳۲ء

رینی ڈیکارٹ (Rene Descartes)، طریق، مترجم، عبدالباری ندوی، حیدرآباد دکن: دارالطبع جامعہ عثمانیہ، ۱۹۳۲ء

رے، پی۔کے (Ray, P.K)، رسالۂ منطق استخراجی، مترجم، چوہدری علی گوہر، ایم۔اے، لاہور: مفید عام پریس، ۱۸۹۹ء

سالک، عبدالمجید، مولانا، چند اشارات تشکیل انسانیت، از رابرٹ بریفالٹ (Rober Brefault)، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۵۸ء

سبحانی، مولانا، الکلیات، گورکھ پور: مکتبہ رحمانیہ، س۔ن

سبطِ حسن، سید، موسیٰ سے مارکس تک، راولپنڈی: نیشنل پبلشنگ ہاؤس، ۱۹۷۶ء

سٹالن جوزف، مارکسی فلسفہ، مترجم، سجاد ظہیر، لاہور: پیپلز پبلی کیشنز، س۔ن

سٹیبنگ، ایل۔کے (Stabing,L.K)، جدید ابتدائی منطق، مترجم، ڈاکٹر سلطان علی شیدا، دہلی: ترقی اردو بورڈ ہندوستان، ۱۹۷۹ء

سٹیس، ڈبلیو۔بی (Stace, W.B)، یونانی فلسفہ، مترجم، جاوید نواز، لاہور: نگارشات، ۱۹۹۸ء

سڈنی محمود علی، ڈاکٹر، فلسفہ، سائنس اور کائنات، لاہور: نگارشات، ۱۹۹۵ء

سرسٹیفن لیزلی (Sir, Stephen Leslie)، علم الاخلاق، مترجم مولوی احسان احمد، حیدرآباد دکن: دارالطبع جامعہ عثمانیہ، ۱۹۳۵ء

سرسید احمد خان، سرسید کے فلسفیانہ مضامین (مقالات سرسید۔جلد سوم)، مرتب، مولانا محمد اسمٰعیل پانی پتی، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۸۴ء

سری نیواسا، اینگار، پی۔ٹی (Sirinivasa Engar, P.T)، اصولِ فلسفۂ ہنود، مترجم، مولوی احسان احمد، حیدرآباد دکن: دارالطبع جامعہ عثمانیہ، ۱۹۳۲ء

سعید احمد رفیق، اقبال کا نظریۂ اخلاق، لاہور: ادارۂ ثقافت اسلامیہ، ۲۰۰۹ء

سعید احمد رفیق، حقیقت حسن، کوئٹہ: قلات پبلشرز، طبع اول ۱۹۷۹ء

سعید احمد، رفیق، تاریخ جمالیات، کوئٹہ: قلات پبلشرز، ۱۹۷۲ء

سعید اختر، مؤلف و مترجم، سرمایۂ افکار، لائل پور: طارق اکیڈمی، س۔ن

سکاٹ، ٹی۔جے (Scott, T.j)، کوائف المنطق، مترجم، ن م ندارد، لکھنؤ: امریکن مشن، ۱۸۷۹ء

سلطان احمد، مرزا، مرآۃ الخیال، بمبئی: مطبع بمبئی، ۱۸۸۲ء

سوامی دیانند سرسوتی، رگ وید (ایک مطالعہ)، مترجم، نہال سنگھ، لاہور: فکشن ہاؤس، ۱۹۹۹ء

سوسین، کے لینگر (Susanne, K. Langer)، فلسفے کا نیا آہنگ، مترجم، بشیر احمد ڈار، لاہور: شیش محل کتاب گھر، ۱۹۶۱ء

سہروردی، شہاب الدین، الحکمۃ الاشراق، مترجم، مرزا محمد ہادی، کراچی: بک ٹائم، ۲۰۱۰ء

سیموئیل وائی کونٹ، یقین و عمل، مترجم، عبدالقدوس ہاشمی، حیدر آباد دکن: ادارۂ اشاعت اردو، ۱۹۴۳ء

سیوہاروی، مولانا حفظ الرحمٰن، اخلاق اور فلسفۂ اخلاق، لاہور: خالد مقبول پبلشرز، ۱۹۷۶ء

شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغہ، مترجم علامہ ابو محمد عبدالحق صاحب حقانی، کراچی: نور محمد اصح المطابع وکارخانہ تجارت کتب، ۱۳۰۲ھ (۱۸۸۵ء)

شاہ ولی اللہ، سطعات، مترجم، مولانا متین ہاشمی، لاہور: ادارۂ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۸۶ء

شاہ ولی اللہ، لمحات، مترجم، پیر محمد حسن، لاہور: ادارۂ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۶۶ء

شاہ ولی اللہ، مشاہدات ومعارف، مترجم، محمد سرور، لاہور: سندھ ساگر اکیڈیمی طبع دوم، ۱۹۶۷ء

شاہ ولی اللہ، مکتوب مدنی، مترجم، مولانا حنیف ندوی، لاہور: ادارۂ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۶۵ء

شبلی نعمانی، علامہ، الغزالی، لاہور: نیشنل بک ہاؤس، س۔ن

شبلی نعمانی، علامہ، الکلام، اعظم گڑھ: دارالمصنفین، ۱۳۴۱ء

شبلی نعمانی، علامہ، علم الکلام، اعظم گڑھ: دارالمصنفین، س۔ن

شری جیدیاں جی، گوبندکا، بھگوان کیا ہیں؟، لاہور: نرائن داس سہگل اینڈ سنز، س۔ن

شری شنکر اچاریہ، کشف حقیقت، مترجم، پنڈت نرمل چندرا، اوکاڑہ: سنید گیان پبلشنگ پریس، ۱۹۳۶ء

شریف، ایم۔ایم (میاں محمد شریف)، مسلمانوں کے افکار (ان کی ابتدا و حاصلات)، لاہور: مجلس ترقی ادب، طبع اول، ۱۹۶۳ء

شریف، ایم۔ایم، جمالیات کے تین نظریے، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۳ء

شری، پاورمودورسانولیکر جی، برہمچریہ، لاہور: راج پال اینڈ سنز، س۔ن

شفیقی عہد پوری، دین محمد، فلسفہ ہند و یونان، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۵۷ء

شمسی، آفتاب احمد، فکر کے ہمراہ، لاہور: مکتبہ البیان، ۱۹۸۹ء

شمیم حنفی، جدیدیت کی فلسفیانہ اساس، دہلی: مکتبہ جامعہ نئی دہلی لمیٹڈ، ۱۹۷۷ء

شہزاد احمد، مترجم ومرتب، مذہب، تہذیب موت، از فرائڈ، لاہور: مکتبہ کارواں، س۔ن

شہزاد احمد، مؤلف ومترجم، آپ سوچتے کیوں نہیں؟، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۱ء

شہنشاہ برہمچاری، کاشف القلوب، از سوم پرکاش، لاہور: ہندوستان پریس، ۱۹۲۱ء

شیرازی، صدرالدین (ملاصدرا)، اسفارِ اربعہ (جلد اول۔ حصہ اول)، مترجم، مناظر احسن گیلانی، حیدر آباد دکن: دارالطبع جامعہ عثمانیہ، ۱۹۴۱ء

شیما مجید + نعیم احسن (مرتبین)، ادب، فلسفہ اور وجودیت، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۵ء

صدیقی، رضی الدین، اضافیت، ہندوستان: انجمن ترقی اردو، ۱۹۴۰ء

صدیقی، ظہیر احمد، ڈاکٹر، تصوف اور تصوراتِ صوفیہ، لاہور: مجلس تحقیق وتالیف فارسی جی۔سی یونیورسٹی، ۲۰۰۸ء

صدیقی، عبدالرحمٰن، ارمغانِ وید (پران اور شاستر کی روشنی میں)، لاہور: دارالتذکیر، ۱۹۹۵ء

صدیقی، محمد مظہر الدین، اسلام اور مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ، لاہور: ادارۂ ثقافت اسلامیہ، طبع پنجم ۱۹۸۶ء

صدیقی، محمد مظہر الدین، اشتراکیت اور نظامِ اسلام، لاہور: مکتبہ جماعتِ اسلامی، طبع سوم، ۱۹۴۹ء

صدیقی، محمد مظہر الدین، ہیگل، مارکس اور اسلامی نظام، لاہور: دین محمدی پریس، ۱۹۴۳ء

صفدر میر، مارکس کا تصورِ بیگانگی، کراچی: مکتبہ دانیال، ۱۹۸۵ء

ضیاء الدین احمد، پروفیسر، اقبال کا فن اور فلسفہ (اقبال کی شاعری اور فلسفہ پر ایک نظر)، لاہور: بزم اقبال، ۲۰۰۱ء

ضیاء الدین، پروفیسر، دانائے راز، اقبال کی شاعری و فلسفہ پر ایک نظر، کراچی: غضنفر اکیڈمی، ۱۹۸۳ء

طٰہٰ حسین، ڈاکٹر، ابن خلدون، مترجم، مولانا عبدالسلام ندوی، لاہور: گلوب پبلشرز، ۱۹۴۰ء

ظفر حسن، ڈاکٹر، سر سید اور حالی کا نظریہ فطرت، لاہور: ادارۂ ثقافت اسلامیہ، طبع اول، ۱۹۹۰ء

ظفر حسین خان، مآل و مشیّت، لاہور: نیشنل بک فاؤنڈیشن، ۱۹۸۹ء

ظفر علی خان، مولانا، فلسفۂ ابن سینا، لاہور: مسلم پرنٹنگ پریس، س۔ن

عابدی، وزیر حسن، زمان و مکان، لاہور: ادارہ شناسائی، س۔ن

عبدالباری، محمد قیام الدین، سائنس و کلام، لکھنؤ: مطبع نامی فرنگی محل، ۱۳۲۳ھ (۱۹۰۵ء)

عبدالحق خیر آبادی، زبدۃ الحکمۃ، دہلی: افضل المطابع، ۱۳۳۱ھ (۱۹۱۳ء)

عبدالحق، مہر، ڈاکٹر، ہندو ضمیات، ملتان: بیکن بکس، ۱۹۹۳ء

عبدالحق، مہر، ہندو ضمیات، ملتان: بیکن بکس، ۱۹۹۳ء

عبدالخالق، ڈاکٹر + یوسف شیدائی، پروفیسر، مصنفین، مبادیات فلسفہ، لاہور: اظہار سنز، س۔ن

عبدالرؤف، ملک، مغرب کے عظیم فلسفی، لاہور: پاکستان رائٹرز کوآپریٹو سوسائٹی، طبع دوم، ۲۰۰۹ء

عبداللہ، العمادی، فلسفۂ ابن عربی، لاہور: نول کشور اسٹیم پریس، س۔ن

عبداللہ، سید، ڈاکٹر، آرٹ، حیدر آباد دکن: ادارہ اشاعت اردو، ۱۹۵۷ء

عبدالماجد، مؤلف، منطق استخراجی واستقرائی، حیدر آباد دکن: دارالطبع جامعہ عثمانیہ، ۱۹۱۹ء

عبدالوحید، مترجم، سیپارہ دانش، لاہور: مولوی فیروز دین اینڈ سنز، س۔ن

عبدالودود، سید، مظاہر فطرت اور قرآن، لاہور: خالد پبلشرز، ۱۹۸۸ء

عبیداللہ سندھی، مولانا، شاہ ولی اللہ اور ان کا فلسفہ، لاہور: سندھ ساگر اکیڈمی، طبع ۱۹۴۴ء، طبع دوم ۱۹۴۹ء

عثمانی، شبیر احمد، العقل والنقل، ہندوستان: دارالعلوم دیوبند، ۱۹۲۷ء

عرفی، عبدالعزیز، الہامی فلسفۂ علم (عصر حاضر کے لئے ذہنی و فکری لائحہ عمل)، کراچی: گیلانی پبلشرز، ۱۹۹۳ء

عرفی، عبدالعزیز، علم کی حقیقت، کراچی: گیلانی پبلشرز، ۱۹۹۶ء

عزیز احمد، اقبال نئی تشکیل، لاہور: گلوب پبلشرز، ۱۹۶۷ء

عزیز احمد، برصغیر میں اسلامی جدیدیت، مترجم، ڈاکٹر جمیل جالبی، لاہور: ادارۂ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۸۹ء

عزیز احمد، برصغیر میں اسلامی کلچر، مترجم، ڈاکٹر جمیل جالبی، لاہور: ادارۂ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۹۰ء

عزیز الرحیم، دانش امدادی، فلسفۂ تاریخ وفطرت، حیدر آباد دکن: حاجی امداد اللہ اکیڈمی، ۱۹۹۶ء

عزیز ہندی، مولانا، ہیگل کا فلسفہ، لاہور: اقبال اکیڈمی، ۱۹۴۳ء

عسکری، محمد حسن، جدیدیت یا مغربی گمراہیوں کی تاریخ کا خاکہ، لاہور: نقوش پریس، ۱۹۷۹ء

عشرت حسن انور، اقبال کی مابعد الطبیعات، لاہور: اقبال اکیڈمی، ۱۹۷۷ء

عطیہ، سید، اقبال — مسلم فکر کا ارتقاء، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۴ء

عطیہ، سید، فلسفیانہ مطالعے، لاہور: اردو اکیڈمی، ۱۹۹۹ء

علی شریعتی، تہذیب، جدیدیت اور ہم، مترجم، سعادت سعید، لاہور: اقبال + شریعتی فاؤنڈیشن، ۱۹۹۱ء

غزالی، ابو حامد بن محمد، غزالی کا تصور اخلاق، مترجم، نور الحسن خان، لاہور: المکتبہ العلمیہ، س۔ن

غزالی، ابو حامد بن محمد، اسلام کی اخلاقی تعلیمات، مترجم، رشید الوحیدی، لاہور: فیمس بکس، ۱۹۸۹ء

غزالی، ابو حامد بن محمد، تلاشِ حق، مترجم، خالد حسن قادری، لاہور: محکمہ اوقاف پنجاب، ۱۹۷۱ء

غزالی، ابوحامد بن محمد، تہافتہ الفلاسفہ، مترجم، ڈاکٹر میر ولی الدین، آندھرا پردیش: انسٹی ٹیوٹ آف انڈو مڈل ایسٹ کلچرل اسٹڈیز، س۔ن

غزالی، ابو حامد بن محمد، تہافتہ الفلاسفۃ، مترجم، ابو القاسم انصاری، لاہور: انجمن ترقی اردو، ۱۹۷۹ء

غزالی، ابو حامد بن محمد، تہافتہ الفلاسفۃ، مترجم، مولانا حنیف ندوی، لاہور: ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، طبع دوم ۱۹۸۷ء

غزالی، ابو حامد بن محمد، حقیقت روحِ انسانی، مترجم، مفتی شاہ دین صاحب، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۳ء

غزالی، ابو حامد بن محمد، رموزِ کائنات، مترجم، مولوی محمد علی لطفی، شہر؟: ادارہ؟، ۱۹۷۰ء

غزالی، ابو حامد بن محمد، روضۃ الطالبین وعمدۃ السالکین، مترجم، عبد الصمد صارم، لاہور: مکتبہ معین الادب، ۱۹۷۷ء

غزالی، ابو حامد بن محمد، سرگزشتِ غزالی، مترجم، مولانا حنیف ندوی، لاہور: ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، طبع دوم ۱۹۶۹ء

غزالی، ابو حامد بن محمد، عزیز القلوب، مترجم، شیخ عبد الہادی، لاہور: کتب خانہ اسلامیہ و تاجران کتب، س۔ن

غزالی، ابو حامد بن محمد، علم الکلام، مترجم، مولانا حنیف ندوی، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۶۷ء

غزالی، ابو حامد بن محمد، قدیم یونانی فلسفہ، مترجم، مولانا حنیف ندوی، لاہور: ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، ۱۹۵۹ء

غزالی، ابو حامد بن محمد، کیمیائے سعادت، مترجم، محمد سعید الرحمٰن علوی، لاہور: مکتبۂ رحمانیہ، س۔ن

غزالی، ابو حامد بن محمد، کیمیائے سعادت، مترجم، نائب نقوی، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، طبع اول ۱۹۵۹ء

غزالی، ابوحامد بن محمد، مذاق العارفین (جلد اول، دوم، سوم، چہارم)، مترجم، محمد احسن صدیقی نانوتوی، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، س۔ن

غزالی، ابو حامد بن محمد، مصباح السالکین جلد اول، مترجم، مولانا محمد صدیق ہزاروی، لاہور: پروگریسو بکس، س۔ن

غزالی، ابو حامد بن محمد، مکاشفۃ القلوب، مترجم، مولانا محمد عطاء اللہ، لاہور: مکتبہ اسلامیات، ۱۹۸۶ء

غلام حسن، حاجی، قرآن اور کائنات، لاہور: جنگ پبلشرز، ۱۹۹۳ء

غلام صادق، خواجہ، مرتبہ، فلسفۂ جدید کے خدوخال، لاہور: نگارشات، ۱۹۸۴ء

غلام مرتضیٰ ملک، ڈاکٹر، وجود باری تعالیٰ اور توحید، لاہور: مکتبہ قرآنیات طبع دوم، ۱۹۸۶ء

غلام مرتضیٰ، ملک، ڈاکٹر، شاہ ولی اللہ کا فلسفۂ مابعد الطبیعات، حقیقت کائنات، خدا اور انسان، لاہور: زیب تعلیمی ٹرسٹ، س۔ن

فاخر حسین، مؤلف و مترجم، مضامین جمالیات، لاہور: نگارشات، ۱۹۸۸ء

فالور+جیونز+ملز (Folwer+Jevons+Mills)، منطق استقرائیہ، مترجم، مولوی محمد حسین، لاہور: مطبع انجمن پنجاب، ۱۸۸۲ء

فتح پوری، نیاز، علامہ، چند گھنٹے حکمائے قدیم کی روح کے ساتھ، لکھنؤ: نگار بک ایجنسی، س۔ن

فتح پوری، نیاز، علامہ، خدا اور تصور خدا (تاریخ مذاہب کی روشنی میں)، لاہور: آواز اشاعت گھر، س۔ن

فتح پوری، نیاز، علامہ، من ویزداں (اول۔دوم)، لاہور: ڈان بکس، س۔ن

فخر الدین، مصباح المنطق، بنارس: سلیمانی کتب پریس، س۔ن

فراقی، تحسین، ڈاکٹر، عبدالماجد دریابادی، احوال و آثار، لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۹۳ء

فراہی، حمید الدین، حکمت قرآن، مترجم، خالد مسعود، لاہور: فاران فاؤنڈیشن طبع دوم، ۲۰۰۰ء

فرید الدین، قدیم ہندوستانی فلسفہ، حیدرآباد: آگہی پبلشرز، ۱۹۷۵ء

فرید الدین، وجودیت (تعارف وتنقید)، لاہور: نگارشات، ۱۹۸۶ء

فضل الرحمٰن، ڈاکٹر، اسلام اور جدیدیت، مترجم، محمد کاظم، لاہور: مشعل، ۱۹۹۸ء

فضل کریم، ڈاکٹر، پروفیسر، کائنات اور اس کا انجام، لاہور: جنگ پبلشرز، ۱۹۹۵ء

فضل کریم، ڈاکٹر، قرآن اور جدید سائنس، لاہور: فیروز سنز، ۱۹۹۹ء

قادر، سی۔اے، اخلاقیات، لاہور: مجلس ترقی ادب، طبع چہارم، ۱۹۸۰ء

قادر، سی۔اے، فلسفۂ جدید اور اس کے دبستان، لاہور: مغربی پاکستان اردو اکیڈمی پاکستان، طبع اول ۱۹۸۱ء

قاضی جاوید، افکار شاہ ولی اللہ، لاہور: نگارشات، ۱۹۸۶ء

قاضی جاوید، برٹرینڈ رسل (زندگی اور افکار)، لاہور: نگارشات، ۱۹۸۶ء

قاضی جاوید، برصغیر میں مسلم فکر کا ارتقاء، لاہور: نگارشات، ۱۹۸۶ء

قاضی جاوید، پاکستان میں فلسفیانہ رجحانات، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۳ء

قاضی جاوید، سرسید سے اقبال تک، لاہور: نگارشات، ۱۹۸۶ء

قاضی جاوید، شاہ ولی اللہ کے افکار، لاہور: نگارشات، ۱۹۸۶ء

قاضی جاوید، فلسفہ، ثقافت اور تیسری دنیا، لاہور: مکتبہ میری لائبریری، ۱۹۷۶ء

قاضی جاوید، مترجم، وجودیت اور انسان دوستی، لاہور: بکس، ۱۹۹۰ء

قاضی جاوید، محبت اور انقلاب، لاہور: بک ٹریڈرز، ۱۹۸۰ء

قاضی جاوید، معاصر مغربی فلسفے کا تعارف، لاہور: نگارشات، ۱۹۸۶ء

قاضی جاوید، وجودیت، لاہور: مکتبہ میری لائبریری، طبع اول، ۱۹۷۳ء

قاضی عبدالقادر، تعارفِ منطق جدید، کراچی: شعبہ تصنیف وتالیف وترجمہ کراچی یونیورسٹی، ۱۹۶۵ء

قاضی قیصر الاسلام، تاریخ فلسفۂ مغرب (حصہ اول۔دوم)، کراچی: نیشنل بک فاؤنڈیشن، ۲۰۰۲ء

قاضی قیصر الاسلام، فلسفے کے بنیادی مسائل، کراچی: نیشنل بک فاؤنڈیشن طبع اول ۱۹۷۶ء

قاضی قیصر الاسلام، فلسفے کے جدید نظریات، لاہور: اقبال اکادمی، ۱۹۹۸ء

قطب شہید، سید، اسلامی نظریہ کی خصوصیات اور اصول، مترجم، سید شبیر احمد، لاہور: اسلامک بک پبلشرز، ۱۹۸۱ء

قمر نقوی، تین عظیم فلسفی، لاہور: مقبول اکیڈمی، ۱۹۸۹ء

کارل پوپر (Carl Popper)، فلسفہ، سائنس، تہذیب، مترجم، ڈاکٹر ساجد علی، لاہور: مشعل، مکتبہ جدید، ۱۹۹۷ء

کارل مارکس + فریڈرک اینگلس (Carl Marx+fredrick engles)، کمیونسٹ پارٹی کا مینی فیسٹو، مترجم، ن۔م ندارد، ماسکو: دارالاشاعتِ ترقی، ۱۹۷۰ء

کانٹ (Kant)، تنقیدِ عقلِ محض، مترجم سید عابد حسین، کراچی: سٹی بک پوائنٹ، ۲۰۰۵ء

کاندھلوی، محمد ادریس، مولانا، علم الکلام (توحید و رسالت، قیامت، قضا وقدر آسمانی کتب اور اصولِ دین پر جامع کتاب)، کراچی: احباب زم زم پبلشرز، ۲۰۰۳ء

کحالة، عمر رضا، الفلسفة الاسلامية و ملحقاتها، دمشق: مطبع الحجاز، ۱۳۹۴/۱۹۷۳ء

کرائیٹن، جے۔(Creighton, J.)، منطق ابتدائی، مترجم، مولوی احسان احمد، حیدرآباد دکن: جامعہ عثمانیہ، ۱۹۴۳ء

کرشن کرپا مورتی، بھگود گیتا (اصلی صورت میں) جلد اول، مترجم، یشپال بھاٹیہ + رئیس امروہوی، کراچی: اکیڈمی، ۱۹۹۰

کرکیگارڈ۔ہائیڈگر، فلسفۂ وجودیت، مترجم، ن۔م ندارد، کراچی: شعبہ تصنیف وتالیف وترجمہ جامعہ کراچی، س۔ن

کشورداس + کرشن داس، بھگوت گیتا، دیہاتی پستک بھنڈار، دہلی: چاوڑی بازار، س۔ن

کلیمنٹ، سی۔جے، ویب (Clement, C.J. Webb)، تاریخ فلسفہ، مترجم، مولوی احسان احمد، حیدرآباد دکن: دارالطبع جامعہ عثمانیہ، ۱۹۲۹ء

کمالی، عبدالحمید، اقبال اور اساسی اسلامی وجدان، مرتب، ڈاکٹر وحید عشرت، لاہور: بزمِ اقبال طبع اول، ۱۹۹۷ء

کوثر، اے۔ایچ، اُردو کی علمی ترقی میں سرسیّد اور اُن کے رفقائے کار کا حصہ، کراچی: لائبریری پروموشن بیورو، ۱۹۸۴ء

کیرن آرم سٹرانگ (karen Armstrong)، خدا کی تاریخ، یہودیت، عیسائیت اور اسلام میں وحدانیت کا جائزہ، مترجم، یاسر جواد، لاہور: نگارشات، ۲۰۰۴ء

گالینا کیریلنکو+لیدیا کورشنووا (Galyna Kirilenko+Lydia Korshunova)، فلسفہ کیا ہے؟، مترجم، تقی حیدر، لاہور: فکشن ہاؤس، ۱۹۹۶ء

گرین، ٹی۔ایچ (Green, T.H)، مقدمہ اخلاقیات، مترجم، مولوی احسان احمد، حیدرآباد دکن: جامعہ عثمانیہ، ۱۹۴۷ء

کورداسپوری، محمد اسلم، پیمبرِ عقل و خرد (سقراط)، لاہور: دستاویزات مطبوعات، ۱۹۹۹ء

گولڈ زیہر (Goldziher)، قرونِ وسطیٰ کا اسلامی فلسفہ، مترجم، سید وحید الدین، حیدرآباد دکن: دارالطبع جامعہ عثمانیہ، ۱۹۴۴ء

گوئٹے (Goethe)، فاؤسٹ، مترجم، سید عابد حسین، لاہور: بک ہوم، ۲۰۰۴ء

گیلانی، مناظر احسن، الدین القیم، کراچی: نفیس اکیڈمی، طبع چہارم، ۱۹۶۸ء

گیلانی، مناظر احسن، ہزار سال پہلے ہند چین اور اسلامی ممالک کے تہذیبی و تمدنی مشاہدات، دیوبند: انجمن ثمرۃ الترتیب، ۱۳۶۹ھ (۱۹۵۰ء)

لابھ سنگھ، آئینہ حقیقت، لاہور: مفید عام پریس، ۱۹۳۹ء

لاہوری، ضیاء الدین، جوہرِ تقویم، لاہور: ادارۂ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۹۴ء

لطیف اللہ، پروفیسر، تصوف اور سریّت، لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۹۰ء

لنڈسے، کانٹ، مترجم، معتضد ولی الرحمٰن، الٰہ آباد: اے ڈی کتابستان، ۱۹۳۳ء

لیبان، فلسفۂ عروج و زوال اقوام، مترجم، عبدالسلام ندوی، لاہور: تخلیقات، ۱۹۹۸ء

لیکمو۔دو۔نوائے (Lecomte Du Nouy)، مقدر انسانی، مترجم، عبدالمجید قریشی، کراچی: اکیڈمی آف ایجوکیشنل ریسرچ، ۱۹۵۹ء

لیبن نن، جے (J. Lenin)، رسالۂ منہا المنطق، مترجم احمد رضا خان، لکھنؤ: مطبع نول کشور، ۱۸۸۱ء

ماتھر، موہن لال، ہندوستانی فلسفہ، لاہور: نگارشات، ۲۰۰۴ء

مارس کرینسٹن، مرتب، مغرب کے سیاسی فلسفی، مترجم، ظہیر الحسن جاوید، لاہور: فیروز سنز، س۔ن

مبارک علی، ڈاکٹر، تاریخ اور فلسفۂ تاریخ، لاہور: فکشن ہاؤس، طبع دوم ۱۹۹۳ء

مجنوں گورکھپوری، تاریخ جمالیات (فلسفۂ حسن پر مختصر تاریخی تبصرہ)، کراچی: مکتبۂ عزم و عمل، طبع اول، ۱۹۶۶ء

مجیب الاسلام، دارالترجمہ عثمانیہ کی علمی و ادبی خدمات، دہلی: اردو اکادمی، ۱۹۸۷ء

مجیب الرحمٰن، ابن رشد کا فلسفۂ جمالیات اور کتاب الشعر، لاہور: مطبع فلسفہ و ادب شرقیہ، ۱۹۷۵ء

مجیدہ صابرہ، علم انسانیات (ایک مختصر تعارف)، لاہور: اردو سائنس بورڈ، ۱۹۹۰ء

محبّ احمد قادری، الحدوث والقدم، ہندوستان: نظامی پریس، س۔ن

محبّ عارفی، تجسس کا سفر نامہ، کراچی: ورلڈ فیڈریشن آف اسلامک مشنز، ۲۰۰۱ء

محمد امین، ڈاکٹر، اشاراتِ فلسفہ (مسلم فلسفے کی تاریخ کا مطالعہ)، ملتان: کاروانِ ادب، طبع اول، ۱۹۷۸ء

محمد امین، ڈاکٹر، مقالات فلسفہ، ملتان: بیکن بکس، ۱۹۹۴ء

محمد تقی، سید، روح اور فلسفہ، کراچی: سندھ اکیڈمی طبع اول ۱۹۶۲ء

محمد تقی، سید، منطق، فلسفہ اور سائنس، کراچی: ادارۂ ذہن جدید طبع اول، ۱۹۷۰ء

محمد تقی، سید، تاریخ اور کائنات (میرا نظریہ)، کراچی: ادارۂ ذہن جدید، ۱۹۷۴ء

محمد حسن، پیر، مترجم، لمحات، از شاہ ولی اللہ، لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۶۶ء

محمد حفیظ، سید، گوتم بدھ (زندگی اور افکار)، لاہور: آزاد انٹر پرائز ز، ۱۹۹۸ء (اشاعت قدیم: ۱۹۴۲ء)

محمد سجاد، بیگ، مرزا، الاستدلال، حیدرآباد دکن: نظام دکن پریس، ۱۹۱۹ء

محمد سرور، ارمغان شاہ ولی اللہ (شاہ ولی اللہ کی تعلیمات وافکار)، لاہور: ادارۂ ثقافت اسلامیہ طبع اول ۱۹۷۱ء

محمد سعید، مرزا، مذہب اور باطنی تعلیم، لاہور: اردو مرکز، س۔ن

محمد سلطان، آغا، فلسفۂ اسلام، کراچی: ایجوکیشنل پریس، ۱۹۵۶ء

محمد سلیم الرحمٰن، مشاہیر ادب یونانی (قدیم دور)، لاہور: قوسین، ۱۹۹۲ء

محمد شریف، میاں، جمالیات کے تین نظریے، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۳ء

محمد شریف، میاں، مسلمانوں کے افکار، ان کے ابتداء و حاصلات، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۳ء

محمد صدیق، فلسفہ الحق، حیدرآباد دکن: مطبع حمایت، ۱۹۲۴ء

محمد عثمان، پروفیسر، فکر اسلامی کی تشکیل نو (ایک مطالعہ)، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۵ء

محمد قطب، سید، اسلام اور جدید مادی افکار، مترجم، سجاد احمد کاندھلوی، لاہور: اسلامک پبلی کیشنز، طبع اول ۱۹۷۷ء، طبع دوم ۱۹۸۱ء

محمد کاظم، مسلم فکر و فلسفہ عہد بہ عہد، لاہور: مشعل، ۲۰۰۲ء

محمد لطفی جمعہ، تاریخ فلاسفۃ الاسلام، مترجم، ڈاکٹر میر ولی الدین، کراچی: نفیس اکیڈیمی، ۱۹۸۷ء

محمد منیر، زندگی کیا ہے؟، راولپنڈی: نام مطبع ندارد، ۱۹۷۹ء

محمد منیر، سر حیات (کائنات کی روحانی تشریح)، اسلام آباد: نام مطبع ندارد، ۱۹۷۹ء

محمد منیر، ماورائے کائنات، اسلام آباد: شاہکار پبلی کیشنز، ۱۹۹۶ء

محمود حسن، مفتی، معین الحکمت، حیدرآباد دکن: انتظامی پریس، س۔ن

محی الدین، مولوی، عمدۃ الافکار، حیدرآباد دکن: مطبع برہانیہ، س۔ن

مرزا حامد بیگ، مغرب سے نثری تراجم، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۸ء

مرلی دھر رائے، مسئلہ اختیار، حیدرآباد دکن: مطبع گلزار، ۱۳۰۲ھ
مست رام، کیا روح جسم سے علیحدہ چیز ہے؟، لاہور: بھائی دیا سنگھ اینڈ سنز، س۔ن
مسرت لغار، زندگی کیا ہے؟ (فلسفہ حیات وخود شناخت)، راولپنڈی: لاریب پبلشرز، س۔ن
مسلم محمد بخش، مولانا، کتاب الاخلاق، لاہور: مکتبہ میری لائبریری، ۱۹۸۷ء
مشیر الحق، ضیاء الحسن فاروقی، مرتبین، فکر انسانی کی تشکیل جدید، لاہور: مکتبہ رحمانیہ، ۱۹۵۷ء
مطہری، مرتضیٰ، آیت اللہ، اسلام اور کائنات، نام مترجم ندارد، لاہور: ادارۂ منہاج الصالحین، ۲۰۰۰ء
مطہری، مرتضیٰ، آیت اللہ، اسلامی تصور کائنات پر ایک تمہید، مترجم، نام ندارد، راولپنڈی: دفتر ثقافتی نمائندہ، ۱۹۹۴ء
مطہری، مرتضیٰ، آیت اللہ، انسان اور ایمان، مترجم، سید محمد حسن عسکری، ؟؟: وزارتِ ارشادِ اسلامی، ۱۴۰۲ھ
مکینزی، جان۔ ایس (Mackenzie, John.S)، علم الاخلاق، مترجم، مولانا عبدالباری ندوی، حیدرآباد دکن: دارالطبع جامعہ عثمانیہ، ۱۹۲۳ء
منصور الحمید، سقراط، لاہور: دار التذکیر، ۱۹۹۴ء
منہاج الدین، نظریہ اضافیت، امرتسر: غلام یٰسین شیخ روزبازار، ۱۹۲۵ء
مودودی، ابوالاعلیٰ، مسئلہ جبر وقدر، لاہور: اسلامی پبلی کیشنز، طبع پنجم، ۱۹۶۸ء
مور، جارج ایڈورڈ (Moor,George Edward)، اصولِ اخلاقیات، مترجم، پروفیسر عبدالقیوم، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۲۰۱۱ء
مولوی عبدالحق، قاموس الکتب (جلد اول)، کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، ۱۹۶۱ء
میکنزی، جے۔ ایس (Mackenszie, J.S)، سماجی فلسفہ، مترجم، سعید احمد صدیقی، لاہور: نگارشات، ۱۹۹۸ء
میکیاولی، بادشاہ، مترجم، ڈاکٹر محمود حسین، دہلی: مکتبہ جامعہ، ۱۹۴۵ء
میمونہ انصاری، مرزا محمد ہادی رسوا، سوانح حیات وادبی کارنامے، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۳ء
مِل، جان، اسٹورٹ (Mill, John, Stuart)، افادیت، مترجم، معتضد الرحمٰن، حیدرآباد دکن: دارالطبع جامعہ عثمانیہ، ۱۹۲۸ء
مَنو، منو دھرم شاستر، مترجم، ارشد علی راز، لاہور: نگارشات، ۲۰۰۳ء
ناصر، نصیر احمد، اقبال اور جمالیات، لاہور: اقبال اکیڈمی، ۱۹۶۲ء
ناصر، نصیر احمد، تاریخ جمالیات (جلد اول)، لاہور: فیروز سنز، طبع اول، ۱۹۹۰ء
ناصر، نصیر احمد، تاریخ جمالیات (جلد دوم)، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۳ء
ناصر، نصیر احمد، جمالیات قرآن حکیم کی روشنی میں، لاہور: مجلس ترقی ادب، طبع دوم ۲۰۰۲ء
ناصر، نصیر احمد، حرفِ اول وآخر، مرتبہ، کرنل عابد حسین + محمد اسلم، لاہور: فیروز سنز، ۱۹۹۸ء
ناصر، نصیر احمد، سرگزشتِ فلسفہ (اول۔ دوم)، لاہور: فیروز سنز، ۱۹۹۱ء

ناصر،نصیر احمد،فلسفۂ حسن،لاہور:مجلس ترقی ادب،۱۹۸۴ء
ناصر،نصیر احمد،آرزوئے حسن،لاہور:فیروز سنز،س۔ن
نثار حسین،سید،عمدۃ المعارف،حیدرآباد دکن:مطبع ملک وملت،۱۳۱۵ھ(۱۸۹۷ء)
ندوی،عبدالباری،برکلے،اعظم گڑھ:مطبع معارف،۱۹۴۰ء
ندوی،عبدالباری،مولانا،برکلے،اعظم گڑھ:دارالمصنفین،۱۹۲۴ء
ندوی،عبدالسلام،مولانا،امام رازی،اسلام آباد:نیشنل بک فاؤنڈیشن،۱۹۹۳ء
ندوی،عبدالسلام،مولانا،حکمائے اسلام (حصہ اول)،اعظم گڑھ:مطبع معارف،۱۹۵۳ء
ندوی،محمد حنیف،مولانا،اساسیات اسلام،لاہور:ادارۂ ثقافت اسلامیہ،طبع اول ۱۹۷۳ء
ندوی،محمد حنیف،مولانا،افکار ابن خلدون،لاہور:ادارہ ثقافت اسلامیہ،۱۹۸۴ء
ندوی،محمد حنیف،مولانا،افکار ابن خلدون،لاہور:ادارۂ ثقافت اسلامیہ،طبع پنجم،۱۹۸۴ء
ندوی،محمد حنیف،مولانا،افکار غزالی،لاہور:ادارۂ ثقافت اسلامیہ،طبع سوم،۱۹۸۱ء
ندوی،محمد حنیف،مولانا،افکار غزالی،لاہور:ادارہ ثقافت اسلامیہ،۱۹۵۶ء
ندوی،محمد حنیف،مولانا،عقلیات ابن تیمیہ،لاہور:ادارہ ثقافت اسلامیہ،س۔ن
ندوی،محمد حنیف،مولانا،عقلیاتِ ابن تیمیہ،لاہور:ادارۂ ثقافت اسلامیہ،س۔ن
ندوی،محمد حنیف،مولانا،قدیم یونانی فلسفہ،از امام غزالی،لاہور:ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ،۱۹۵۹ء
ندوی،مسعود عالم،اسلام اور اشتراکیت،لاہور:ادارہ معارف اسلامی،۱۹۹۳ء
ندوی،مظفر الدین،سید،نیٹشے،اعظم گڑھ:دارالمصنفین،۱۹۲۱ء
ندیم،جاوید اقبال،ابن مسکویہ اخلاق اور اس کا امام غزالی اور دوانی پر اثر،لاہور:وکٹری بک بنک،۱۹۹۳ء
ندیم،جاوید اقبال،شذرات،فلسفہ،لاہور:وکٹری بک بنک،۱۹۹۳ء
ندیم،جاوید اقبال،مرتب،وجودیت (فلسفۂ وجودیت پر منتخب مضامین)،لاہور:وکٹری بک بنک،۱۹۸۹ء
ندیم،خورشید احمد،علم کی اسلامی تشکیل (بیسویں صدی کے اہم فکری رجحان کا جائزہ)، لاہور:رائل بک کمپنی،۱۹۶۵ء
نذیر احمد،مولوی،مبادی الحکمہ،دہلی:مطبع مجتبائی،۱۸۹۱ء
نرائن،آر۔کے،مہابھارت مترجم،نعیم احسن،لاہور:نگارشات،۱۹۹۹ء
نعیم احمد،ڈاکٹر،اقبال کا تصور بقائے دوام،لاہور:اقبال اکیڈمی،۱۹۸۹ء
نعیم احمد،ڈاکٹر،تاریخ فلسفہ یونان،لاہور:علمی کتاب خانہ،۱۹۹۰ء
نعیم احمد،ڈاکٹر،فلسفے کی ماہیت،لاہور:ادارہ تالیف وترجمہ پنجاب یونیورسٹی،۱۹۹۷ء

نقوی، ضامن حسین، حیاتِ مابعد، کراچی: اکیڈمی آف ایجوکیشنل ریسرچ، ۱۹۵۸ء

نقوی، ضامن، فلسفۂ نفس کراچی: انجمن ترقی اردو، ۱۹۴۷ء

نواب محسن الملک، نیچر و لا آف نیچر، لکھنؤ: مسلم بک ڈپو، س۔ن

نورالحسن شاہ، سید، الانسان فی القرآن، لاہور: المکتبہ السعیدیہ، ۱۹۶۸ء

نوید شبلی، وجودیت، کرداریت اور اسلام، فیصل آباد: ندیم شبلی پبلی کیشنز، ۱۹۸۸ء

نیٹشے، فریڈرک (Friedrich Nietzche)، زرتشت نے کہا، مترجم، ڈاکٹر ابوالحسن منصور، لاہور: فکشن ہاؤس، ۲۰۰۰ء

ہیسل، ویلہلم، تاریخ فلسفۂ یونان، مترجم، ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم، حیدر آباد دکن: دارالطبع جامعہ عثمانیہ، ۱۹۳۴ء

وارثی، عنایت اللہ، خدا ایک کیوں؟، لاہور: پروگریسو بکس، ۱۹۸۴ء

والمیکی، رامائن، مترجم، یاسر جواد، لاہور: فکشن ہاؤس، ۲۰۰۰ء

وجدی، مشتاق احمد، ارتقاء، دہلی: انجمن ترقی اردو، ۱۹۳۱ء

وحیدالدین، سید، فلسفۂ اقبال (خطبات کی روشنی میں)، لاہور: نذیر سنز پبلشرز، ۱۹۸۹ء

وحیدالدین، مولانا، فکرِ اسلامی، لاہور: دارالتذکیر، ۱۹۹۶ء

وحیدالدین، مولانا، مذہب اور جدید چیلنج، لاہور: دارالتذکیر، ۲۰۰۷ء

وحیدالدین، مولانا، مذہب اور جدید چیلنج، لاہور: دارالاصلاح، ۱۹۹۴ء

وحید عشرت، ڈاکٹر، خیر و شر (مجموعہ مقالات)، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۷ء

وحید عشرت، ڈاکٹر، علامہ اقبال اور خلیفہ عبدالحکیم کے تصوراتِ عمرانی (جلد اول)، لاہور: بزمِ اقبال، ۱۹۸۹ء

وحید عشرت، ڈاکٹر، فلسفۂ وحدت الوجود (مقالات)، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۸ء

وحید عشرت، ڈاکٹر، مرتبہ، جبر و قدر (مجموعہ مقالات)، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۷ء

وحید عشرت، ڈاکٹر، مرتب، اقبال فلسفیانہ تناظر میں، لاہور: ادارہ مطبوعات سلیمانی، ۲۰۰۹ء

وحید عشرت، ڈاکٹر، مرتب، فلسفہ کیا ہے؟، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۷ء

وڑائچ، اعجاز احمد، ہندی فلسفہ، لاہور: الکتاب، ۱۹۸۲ء

وسیم اکبر شیخ محمد، وجودِ باری تعالیٰ، ڈیرہ اسمٰعیل خان: نوشاد پرنٹرز، ۱۹۸۸ء

ول ڈیورانٹ (Will Durant)، تاریخ تہذیب، تمدن، فلسفۂ ہندوستان، مترجم، طیب رشید، لاہور: تخلیقات، ۱۹۹۵ء

ول ڈیورانٹ (Will Durant)، حکایات فلسفہ، مترجم، مولوی احسان احمد، حیدر آباد دکن: دارالطبع جامعہ عثمانیہ، ۱۹۴۲ء

ول ڈیورانٹ (Will Durant)، داستانِ فلسفہ، مترجم عابد علی عابد لاہور: فکشن ہاؤس، ۱۹۹۵ء، ۲۰۰۴ء

ول ڈیورانٹ (Will Durant)، نشاطِ فلسفہ، مترجم، ڈاکٹر محمد اجمل، لاہور: مکتبۂ خاور، س۔ن

ولادیسلاف کیلے+ماتوے کوالزوں، تاریخی مادیت،مترجم،مرزا اشفاق بیگ،ماسکو: دارالاشاعتِ ترقی،۱۹۷۴ء

ولی الدین،میر،ڈاکٹر،ابطالِ مادیت،حیدرآباد دکن: شمس المطابع مشین پریس،۱۳۵۴ھ

ولی الدین،میر،ڈاکٹر،فلسفہ کیا ہے؟،اعظم گڑھ: ندوۃ المصنفین،۱۹۵۱ء

ولیم جیمس (William James)،فلسفہ نتجائیت،مترجم،عبدالباری ندوی،کراچی: نفیس اکیڈمی،۱۹۸۷ء

ولیم جیمس (William James)،مکالماتِ جیمس، مترجم،سید وہاج الدین،حیدرآباد دکن: نظامتِ تعلیم،۱۹۲۸ء

ولیم للّی (William Lillie)،تعارفِ اخلاقیات،مترجم،سید محمد سعید،اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان،۱۹۸۲ء

ولیم،ارنسٹ،ہاکنگ (William Arnest Hawking)،انواعِ فلسفہ،مترجم،ظفر حسین خان،علی گڑھ: انجمن ترقی اردو ہند،۱۹۵۲ء

وہاب اشرفی،مابعد جدیدیت، اسلام آباد: پورب اکادمی،۲۰۰۷ء

وین ڈی ویئر،رابرٹ (Robert Van De Weyer)، بدھ مت (تاریخ،عقائد،فلسفہ)،مترجم،نام ندارد، لاہور: بک ہوم،س۔ن

وین۔ڈی ویئر، رابرٹ (Robert Van De Weyer)،مؤلف و مرتب، تاؤ اور کنفیوشس ازم،مترجم، ملک اشفاق، لاہور: بک ہوم،طبع دوم ۲۰۱۰ء

ہارون یحیٰی،اللہ کی نشانیاں،مترجم،ڈاکٹر تصدق حسین راجا،لاہور: ادارۂ اسلامیات،۲۰۰۰ء

ہارون یحیٰی،دنیا اور اس کی حقیقت،مترجم،ڈاکٹر تصدق حسین راجا،لاہور: ادارۂ اسلامیات،۲۰۰۲ء

ہارون یحیٰی،کائنات،نظریۂ وقت اور تقدیر،مترجم،ارشد علی رازی،لاہور: ادارۂ اسلامیات،۲۰۰۲ء

ہارون یحیٰی،نظریۂ ارتقا—ایک فریب، مترجم،تصدق حسین راجا،لاہور: ادارۂ اسلامیات،۲۰۰۲ء

ہاسپرس،جان (Hospers, John)،ابتدائی فلسفہ،مترجم،ڈاکٹر سلطان علی شیدا،لاہور: نگارشات،۱۹۹۸ء

ہائی رُچلس (Hy Ruchlis)،فکرِ سلیم کی تربیت،مترجم، غلام رسول مہر، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز (موسسہ مطبوعاتِ فرینکلن)،۱۹۶۵ء

ہجویری،علی بن عثمان،کشف المحجوب،مترجم،سید محمد فاروق القادری،لاہور: تصوف فاؤنڈیشن،۱۹۹۸ء

ہجویری،علی بن عثمان،کشف المحجوب،مترجم،قاری حبیب احمد،لاہور: نشریات اسلام،س۔ن

ہجویری،علی بن عثمان،کشف المحجوب،مترجم،مولوی فیروز دین،لاہور: فیروز سنز،س۔ن

ہملٹن (Hamilton)،علم النفس والقوائے،مترجم،مولوی انعام علی،لاہور: مطبع انجمن پنجاب،۱۸۸۵ء

ہنری تھامس+ڈانالی تھامس (Henery Thomas+Danali Thomas)،20 عظیم فلسفی،مترجم، قاضی جاوید، لاہور: تخلیقات،۲۰۰۱ء

ہنری سجوک (Henri Sidgwik)، تاریخ اخلاقیات، تاریخ اخلاقیات، مترجم، مولوی احسان احمد، حیدرآباد دکن: دارالطبع جامعہ عثمانیہ، ۱۹۳۵ء

ہیرالڈ ہوفڈنگ (Herald Hofding)، تاریخ فلسفۂ جدید (جلد اول۔دوم)، مترجم، خلیفہ عبدالحکیم، کراچی: نفیس اکیڈیمی، ۱۹۸۷ء

ہیسٹنگ راشڈل (Hasting Rashdall)، نظریہ خیر وشر کی پہلی کتاب (جلد اول)، مترجم، خواجہ عبدالقدوس، حیدرآباد دکن: جامعہ عثمانیہ، ۱۹۳۸ء

ہیسٹنگز راشڈال (Rashadall)، نظریہ خیر وشر کی پہلی کتاب (جلد دوم)، مترجم، خواجہ عبدالقدوس، حیدرآباد دکن: دارالطبع جامعہ عثمانیہ، ۱۹۳۸ء

ہیوم، ڈیوڈ (David Hume)، فہم انسانی، مترجم، عبدالباری ندوی، اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن، ۱۹۸۹ء

یاد، مشکور حسین، پروفیسر، سورۃ العصر (قرآن حکیم اور جدید ترین نظریۂ تاریخ)، لاہور: کلاسیک، س۔ن

یاد، مشکور حسین، غالب کا ذوق الٰہیات، لاہور: نثار آرٹ پریس طبع اول، ۱۹۹۹ء

یاد، مشکور حسین، ملاصدرا کا قابل عمل فلسفہ، لاہور: الرزاق پبلی کیشنز، ۱۹۹۸ء

یاسر جواد، روح، لاہور: نگارشات، ۲۰۰۰ء

یاسر جواد، مؤلف ومترجم، فلسفیوں کا انسائیکلوپیڈیا، لاہور: بک ہوم، ۲۰۰۵ء

یوسف حسین خان، غالب اور اقبال کی متحرک جمالیات، لاہور: نگارشات، ۱۹۸۶ء

یوسف شیدائی، مطالعہ فلسفۂ یونان، لاہور: عزیز پبلشرز، ۲۰۰۵ء

ن۔م ندارد، وجودیت اور انسان دوستی، مترجم، قاضی جاوید، لاہور: روہتاس بکس، ۱۹۹۰ء

ن۔م ندارد، اصول منطق، مترجم، سید محمد میر، نام مطبع وشہر ندارد، ۱۸۸۴ء

ن۔م ندارد، المنطق، مترجم، محمد علیم الدین، حیدرآباد دکن: ابوالعلائی، ۱۸۹۸ء

ن۔م ندارد، برہچریہ، مترجم، لالہ رام ورما پرس، لاہور: بھائیا اینڈ کمپنی، ۱۹۴۱ء

ن۔م ندارد، بھگوت گیتا (تشریح ووضاحت)، مترجم، روشن لال، رائے، لاہور: فکشن ہاؤس، ۱۹۹۶ء

ن۔م ندارد، شاہراہِ زندگی، مترجم، رام سروپ کوشل، لاہور: لاچپت رائے اینڈ سنز، ۱۹۴۲ء

ن۔م ندارد، فلسفہ کے دائمی مسائل (بارکلے، کانٹ، نیٹشے)، مترجم، قاضی عبدالقادر، کراچی: شعبۂ تصنیف وتالیف وترجمہ جامعہ کراچی، س۔ن

ن۔م ندارد، فلسفۂ برگساں، (کتاب پر کچھ بھی درج نہیں)

ن۔م ندارد، لال چندرکا، مترجم، منشی لال سنگھ، لکھنؤ: مطبع نامی نول کشور، ۱۸۸۶ء

ن۔م ندارد، منطق استقرائی، مترجم، پیرزادہ محمد حسین عارف، لاہور: انجمن پنجاب ۱۹۲۸ء

ن۔م ندارد، مہابھارت، مترجم، منشی دوارکا پرشاد، لاہور: لالہ رام دیتا مل اینڈ سنز، ۱۹۳۳ء

اُردو لُغات اور کُتبِ اصطلاحات:

اُردو لغت تاریخی اصول پر، مدیر اعلیٰ ڈاکٹر جمیل جالبی، کراچی: اُردو لغت بورڈ، ۲۰۰۰ء

کشافِ اصطلاحاتِ فلسفہ، مؤلفین ومترجمین، سی اے قادر+ اکرام رانا، لاہور: بزمِ اقبال، طبع اول ۱۹۹۴ء

کشافِ اصطلاحاتِ فلسفہ، مرتب ومترجم، قاضی عبدالقادر، کراچی: شعبۂ تصنیف وتالیف وترجمہ جامعہ کراچی، ۱۹۹۴ء

منتخب ادبی اصطلاحات، مؤلفین ومرتبین، ڈاکٹر سہیل احمد خان+ محمد سلیم الرحمٰن، لاہور: شعبۂ اُردو، جی سی یونیورسٹی، ۲۰۰۵ء

انگریزی لُغاتِ فلسفہ اور دائرۂ معارف (Encyclopedias):

The Cambridge Dictionary of Philosophy. Edited by Rober Audi. (Cambridge: Press Syndicate of the University of Cambridge, 1995)

Encyclopedia of Philosophy. Editor in Cheif. Donald M. Brochert. 2nd Edition. (New York: Thomsom Gale, 2006)

Encyclopedia of Islamic Philosophy. Edited by Syed Hussain Nasr. (Lahore: Sohail Academy, 2002)

The Oxford Campanion To Philosophy. Edited by Ted Honderich. (Oxford: Oxford University Press, 1995)

Concise Routledge Encyclopedia of Philosophy. (London / New York: Routledge, 2000)

انٹرنیٹ ویب سائٹس (Websites):

www.abdn.ac.uk/philosophy/guide/glossary.shtm

http://askville.amazon.com/deductivelogic/answerviewer.do?Requested=1703695

http://en.wikipedia.org/wiki/logic

http://www.answers.com/topic/theology#ixzz1bsudr10